My Telegram Channel - New Madarsa

السعایة

لحل الہدایة

مؤلف

توفیق الٰہی ہریدواری

زیر نگرانی

حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد معصوم صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مدیر جامعة المؤمنین قصبہ منگلور ہریدوار

ناشر

مکتبۃ العارف دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

السعایة

لحل الهدایة

هدایہ آخرین

زیر نگرانی

حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد معصوم صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مدیر جامعة المومنین قصبہ منگلور ہریدوار

مؤلف

توفیق الٰہی ہریدواری

خادم جامعة المومنین قصبہ منگلور

ناشر

مکتبة العارف

قصبہ منگلور ضلع ہریدوار (اتراکھنڈ)

9897134270, 9837525083

Website: NewMadarsa.blogspot.com

9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست مضامین

صفحات	عنوانات	نمبر شمار
۱۴	كتاب البيوع	۱
۴۶	باب خيارِ الشرط	۲
۶۲	باب خيار الروية	۳
۸۷	باب خيار العيب	۴
۱۱۶	باب البيع الفاسد	۵
۱۹۰	باب الاقالة	۶
۱۹۵	باب المرابحة والتولية	۷
۲۱۸	باب الربوا	۸
۲۴۴	باب الحقوق	۹
۲۴۸	باب الاستحقاق	۱۰
۲۵۱	فصل في بيع الفضولي	۱۱
۲۵۶	باب السلم	۱۲
۲۷۴	مسائل منثورة	۱۳
۲۸۱	كتاب الصرف	۱۴
۲۹۱	كتاب الكفالة	۱۵
۳۰۲	كتاب الحوالة	۱۶
۳۱۱	كتاب الشفعة	۱۷
۳۵۹	كتاب القسمة	۱۸
۳۷۷	كتاب المزارعة	۱۹
۳۸۵	كتاب المساقاة	۲۰
۳۸۸	كتاب الذبائح	۲۱
۳۹۸	كتاب الا ضحية	۲۲
۴۰۳	كتاب الكراهية	۲۳
۴۱۶	كتاب احياء الموات	۲۴
۴۱۹	كتاب الاشربة	۲۵
۴۲۱	كتاب الرهن	۲۶

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ:

حضرت مولانا مفتی محمد معصوم قاسمی مدظلہ العالی

مدیر جامعۃ المؤمنین قصبہ منگلور

دین اسلام سچا اور حق مذہب ہے اس کے علاوہ بقیہ ادیانِ باطل ہیں، بقیہ ادیان کی پیروی باعث خسران ہے فلاح ونجاح اسلام کی اتباع ہی میں منحصر ہے ''لقولہ تعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين '' شریعت اسلامیہ کے شب وروز شمس وقمر کی طرح منور ہیں اس سے انحراف ہلاکت وبربادی ہے ''لقوله تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها سواء لا يزيغ عنها بعدي الا هالك'' (الحدیث) اختلاف کی صورت میں سنت کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس پر عمل کرنا ہی صراطِ مستقیم ہے چناں چہ حدیث پاک اس پر دال ہے ''ومن يعش منكم فسيرىٰ اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين فعضوا عليها بالنواجذ'' (اوکما قال) کتاب وسنت کے بعد علم فقہ کی اہمیت علماء وفقہاء کے مابین مسلم رہی ہے اور اس لیے کہ اس کے ذریعہ حلال وحرام کی معرفت ہوتی ہے، تصحیح عبادت اور احکام کا علم ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ خود نبی کریم کا ارشادِ عالی ہے ''من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين'' (الحدیث) اور آیت قرآنی اس پر شاہد ہے ''فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين'' (القرآن)

علم فقہ کے مصادر شرعیہ کتاب وسنت اجماع اور قیاس ہیں اول الذکر کو شرائع اصلیہ اور مؤخر الذکر کو شرائع وضعیہ کہتے ہیں مستقل فن کی حیثیت سے فقہ اسلامی کو حضرت الامام اعظمؒ نے مسائل فقیہ سے تقریباً پانچ ہزار مسائل جمع کیے اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔

علم فقہ میں کتاب ہدایہ بالاتفاق متوارث اور متداول ایام رہی ہے بقول علامہ عینیؒ کتاب الہدایہ پرتاج علماءِ سلف وتفاخر فضلاءِ خلف ہے کیوں کہ ہدایہ جاری کنز الدقائق اور جامع رمز الحقائق ہے۔ اور علماء ہر زمانے میں اس کے درس وتدریس اور اس کی مشکلات کی توضیح وتشریح پر جھکے رہے ہر زمانہ میں اس سے اشتغال اور ہر جگہ اس کے درس سے اتحال رہا اور ایک جماعتِ فضلاء ونبلاء اس کی شرح والیضاح کے درپے رہی ہے۔

ان نیک ہستیوں میں سے ایک عزیزم مولوی توفیق عالم صاحب ہریدواری فاضل دارالعلوم دیوبند ہیں جنہوں نے ہدایہ آخرین کا نوٹ تحریر کر کے بڑی جانفشانی سے معضلات کو حل کرنے اور مشکلات کے کشف کی سعی بلیغ کی ہے۔

موصوف نے سلیس ترجمہ اور تشریح میں راہِ اعتدال اختیار کیا ہے جو اس امت مرحومہ کی خصوصیت ہے۔ ہر سہ نوع کے طلبہ کو مدنظر رکھ کر ہدایہ آخرین کے مشکل مقامات کو حل کرنے کے لیے یہ نوٹ ''السعایہ لحل الهدايه'' مرتب کیا ہے۔ خدا تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور مزید دینی وعلمی کام کرنے کی اخلاص کے ساتھ توفیق نصیب فرمائے۔

احقر الانام: محمد معصوم قاسمی مظفرنگری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صاحب ھدایہ

کے

مختصر حالات زندگی

آپ کا نام نامی اسم گرامی برہان الدین ہے والد کا نام علی ہے دادا کا نام ابوبکر اور پردادا کا نام عبد الجلیل ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

لقب: آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔

ولادت باسعادت: ۸/رجب المرجب ۵۱۱ھ بروز پیر بعد نماز عصر آپ کی ولادت ہوئی۔

وطن: آپ کا وطن اصلی اور مولود مرغنیان کے تعلقے کا ایک گاوں رشدان تھا تعلیم وتدریس۔

صاحب ہدایہ نے اپنی وسعت اور انبساط کے مطابق اپنے زمانے کے ہر ہر عالم سے کسب فیض کیا تھا چنانچہ شیخ نجم الدین ابوحفص نسفی ان کی بعض تصانیف کے ساتھ ساتھ ابتدائی کتابیں پڑھی شیخ ابو اللیث نسفی اور شیخ ابوالفتح مروزی سے بخاری شریف کا اکثر حصہ پڑھا تھا شیخ ضیاء الدین سے فقہ کی تعلیم حاصل کی جبکہ ضیاء الدین نامی دوسرے شیخ سے ترمذی شریف پڑھی اور ان کے علاوہ بھی بے شمار اساتذہ وشیوخ کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے علم وعرفان کی وادیاں طے کی اور جب علوم متداولہ سے فارغ ہوئے تو تدریس کا رخ کیا آپ کو بیان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائل اور استخراج مسائل میں درک حاصل تھا اور افہام وتفہیم میں بھی خصوصی ملکہ حاصل تھا اسی وجہ سے آپ کے درس میں بے انتہاء اژدھام ہوتا تھا اور دنیا کے کونے کونے سے لوگ آپ سے پڑھنے اور استفادہ کرنے کیلئے آپ کے علمی دربار کا رخ اور سفر کرتے تھے اور آپ پوری دل جمعی اور دلچسپی کے ساتھ آنے والوں کے دامن مراد کو علم وفضل کے بیش قیمتی جواہر پاروں سے لبریز کر دیا کرتے تھے۔

وفات: ہدایہ کی تصنیف کے بعد تقریباً ۱۷ سال تک بقید حیات رہے اس کے بعد ۱۴؍ذی الحجہ ۵۹۳ھ یا ۵۹٦ھ بروز منگل عالم فانی سے رحلت فرما گئے۔

مدفن: سمرقند کے شہر ماکردین میں مدفون ہیں۔

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خصوصیاتِ ہدایہ:

باب تصنیف میں ہر صاحب تصنیف کے مخصوص طور طریق ہوتے ہیں اسی طرح صاحب ہدایہ کی بھی کچھ خصوصیات وعادات ہیں جو درجہ ذیل ہیں:

(۱) ہدایہ میں جب ''قال رضی اللہ عنہ'' آتا ہے تو اس سے مراد خود ان کی ذات ہوتی ہے یہ آپ کی وفات کے بعد تلامذہ کا تصرف ہے کہ قال العبد الضعیف عفاعنہ کو قال رضی اللہ عنہ سے بدل دیا ہے۔

(۲) صاحب ہدایہ کے نزدیک جو مذہب مختار ہوتا ہے اس کی دلیل بعد میں ذکر کرتے ہیں۔

(۳) صاحب ہدایہ جب ''مشائخنا'' کہتے ہیں تو اس سے مراد ما وراء النھر (بخارا اور سمرقند) کے علما ہوتے ہیں۔

(۴) صاحب ہدایہ جب ''فی دارنا'' کہتے ہیں تو شہر ہائے ما وراء النھر مراد ہوتے ہیں۔

(۵) صاحب ہدایہ سابق میں ذکر کردہ آیت کو ''بما تلونا'' سے اور دلیل عقلی کو ''بما ذکرنا'' او ''رلما بینا'' سے اور حدیث کو ''بما روینا'' سے تعبیر کرتے ہیں اور اکثر اوقات قول صحابی کو اثر سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض اوقات خبر واثر میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

(۶) بسا اوقات علۃ النص کو اصل مسئلہ کے لئے دلیل عقلی بنا دیتے ہیں۔

(۷) صاحب ہدایہ دلیل عقلی کو فقہ سے تعبیر کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں والفقہ فیہ کذا

(۸) صاحب ہدایہ کی عادت یہ ہے کہ مدعی کی دلیل عقلی ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں ''وہذا لان'' اور اس سے ''دلیل انّی'' کے بعد ''دلیل لِمّی'' کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(۹) صاحب ہدایہ جہاں الاصل بولتے ہیں اس سے مراد امام محمد کی مبسوط ہوتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱۰) صاحب ہدایہ جہاں "لفظ المختصر" اور "الکتاب" بولتے ہیں اس سے مختصر القدوری کتاب ہی مراد ہوتی ہے۔

(۱۱) صاحب ہدایہ جب کوئی مسئلہ قدوری یا جامع صغیر کا ذکر کرتے ہیں یا وہ ہدایہ میں مذکور ہوتا ہے تو اس کے شروع میں "قال" لاتے ہیں، طریقہ اکثری ہے۔

(۱۲) ہذا الحدیث محمول علی کذا کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ائمہ حدیث نے اس کو فلاں معنی پر محمول کیا ہے اور جب نحمله علي كذا کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ائمہ حدیث نے اس معنی پر محمول نہیں کیا لیکن اسی معنی پر محمول ہونی چاہیے۔

(۱۳) صاحب ہدایہ جب عند فلاں کہتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ قول فلاں کا مذہب ہے اور جب عن فلاں کہتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ فلاں سے روایت ہے۔

(۱۴) جہاں قدوری اور جامع صغیر کی عبارت میں کسی طرح کی مخالفت ہوتی ہے تو جامع صغیر کے الفاظ کی تشریح کرتے ہیں۔

(۱۵) صاحب ہدایہ جب لفظ "قالوا" وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں اختلاف ہو علامہ ابن ہمام ایسی جگہ لفظ "قالوا" استعمال کرتے ہیں جہاں اختلاف مع ضعف ہو۔

(۱۶) صاحب ہدایہ کی عام عادت یہ ہے کہ سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں اور سوال وجواب کی تشریح نہیں کرتے یعنی یوں نہیں کہتے "فان قيل كذا قلنا كذا" البتہ چند مقامات پر اس طرح کی تشریح ہے۔

(۱۷) صاحب ہدایہ جب والتخريج كذا کہتے ہیں تو اس سے مراد ان کی اپنی تخریج ہوتی ہے اور جب دوسروں کی تخریج مقصود ہوتی ہے تو صراحت کیساتھ صاحب تخریج کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

از: مولوی محمد طیب متعلم دارالعلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مبادیات فقہ

فقہ کی لغوی تعریف :

فقہ: فَقُهَ فَقْهًا باب کرم سے اور فَقِهَ فَقْهًا باب سمع دونوں سے آتا ہے فقہ جب باب سمع سے آئے تو اس کے معنی ہیں "العلم بالشئی" کسی چیز کو جاننا اور جب باب کرم سے آئے تو اس کے معنی ہیں فقیہ ہونا سمجھدار ہونا۔

فقہ کی اصطلاحی تعریف :

هو العلم بالا حكام الشرعية الفرعية من ادلتها التفصيلية ۔

احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو فقہ کہا جاتا ہے جو احکام کے تفصیلی دلائل کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔

فقہ کا موضوع :

"فعل المكلف ثبوتاً او سلبا" یعنی حلال اور حرام ہونے کے اعتبار سے مکلّف کا فعل فقہ کا موضوع کہلاتا ہے۔

فقہ کی غرض وغایت :

"الفوز بسعادة الدارين" دنیا اور آخرت میں خوش بختی حاصل کرنا فقہ کی غرض وغایت ہے۔

علم کا مأخذ :

کتاب، سنت، اجماع، اور قیاس علم فقہ کے مأخذ ہیں۔

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عرض مرتب:

علامہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق تحریر فرماتے ہیں:"فإن الفقه اشرف العلوم قدراً واعظمها اجراً واتمّها عائدةً واعمها فائدةً واعلاها مرتبةً واسناها منقبةً" علم فقہ مرتبہ کے اعتبار سے اشرف، اجر کے اعتبار سے سب سے اعظم، نفع کے اعتبار سے سب سے کامل، فائدہ کے اعتبار سے سب سے عام، رتبہ کے اعتبار سے سب سے بلند، مدح وستائش کے اعتبار سے سب سے تابندہ ودرخشندہ (اشباہ والنظائر: ص/۳)

علامہ ابن نجیم نے اس عبارت میں فقہ کی افضلیت وابتریت پر جامع تحریر رقم طراز کی ہے۔ بریں بناء فقہ میں مہارت پیدا کرنا امت پر فرض کفایہ ہے ہر دور، ہر علاقہ میں ایسے علماء کا ہونا بیحد ضروری ہے جو امت کی صحیح رہنمائی کرسکیں، جو کہ ارشاد خداوندی "فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهو فی الدين" (التوبه: ۱۲۲) سے مستفاد ہے۔

علم فقہ میں مہارت اور احکام شریعت پر نگاہ بصیرت رب ذوالجلال کی طرف سے بیش بہا انعام ہے اور فقیہ خیر کثیر کا حامل ومستحق ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً (البقرہ: ۲۷۹)

مشہور مفسر حضرت مجاہد اور ضحاک رحمہما اللہ سے آیت کریمہ میں حکمت سے تفقہ مراد لیا ہے جس کی تائید ذیل کی حدیث علی الاعلان کررہی ہے "من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین" (بخاری: ج/۱، ص/۱۶)

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "وقد فسره جماعة من ارباب التفسير بعلم الفروع الذی هو علم الفقه وكفى به مدحاً وفخراً (مقدمہ نور الایضاح: ص/۳) اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علم فقہ کا کیا مقام ہے اور فقہ میں فقہ حنفی کو ایک خصوصی امتیاز حاصل ہے اور اسی کے پیروکار عالم میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زیادہ ہیں، مزید برآں فقہ حنفی میں، درس نظامی کے اندر ہدایہ کو جونرالی شان حاصل ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے، بعض دفعہ طالب علم کامل طور پر اپنی کم علمی اور علمی بے بضاعتی کی وجہ سے استفادہ نہیں کر پاتا جس کی بناء پر امتحان میں پریشانیوں سے دوچار ہوتا ہے اسی زاویہ سے طلباء میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر ہدایہ کے مشکل مقامات کا کامیاب حل اس مختصر کتاب میں پیش کیا گیا ہے، یہ باضابطہ پوری کتاب کی شرح نہیں ہے اس لئے باضابطہ مکمل حل کتاب کے لئے شروحات کی طرف رجوع کریں، اس میں ہر جگہ اختصار کا پہلو پیش نظر رکھا گیا ہے اور امتحان کے لحاظ سے مکمل مواد جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، قبل ازیں ایک مرتبہ منظر عام پر آچکی ہے تاہم احباب ورفقاء اور بعض طلباء نے ترجمہ وعبارت باعراب کے اضافہ کی خواہش ظاہر کی اس طباعت میں اس کا مکمل خیال رکھا گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ میں نہ تو فقیہ اور نہ دیگر علوم میں ماہر ہوں، البتہ ایک ادنی طالب علم ہوں اور جو کچھ شکستہ اور خام تحریریں آپ، کے سامنے ہیں یہ اصل اس تربیت کا ثمرہ ہے جو میرے مشفق ومربی کرم فرما حضرت مولانا مفتی محمد معصوم صاحب القاسمی نے عہد کم سنی ہی سے شروع کردی تھی، آپ نے ہی مجھے ٹوٹا پھوٹا علمی مزاج عطا کیا آپ ہی کے زیر نگرانی مجھے ہدایہ سے خصوصی مذاق عطا ہوا اور حضرت مولانا محمد ساجد صاحب قاسمی جنہوں نے اس ذرہ بے مقدار پر خصوصی نگاہ رکھی جب بھی کوئی غلطی محسوس کی اس پر متنبہ فرمایا اللہ رب العزت ان دونوں اور میرے تمام اساتذہ کو اجر جزیل عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور اس کتاب کے منظر عام پر لانے اور لفظی ومعنوی غلطیوں سے پاک کرنے اور مفید مشوروں سے نوازنے والے میرے خصوصی ہم پیالہ وہم نوالہ احباب محمد سیف اللہ عرشی اندور، محمد اکبر بجنوری، عبدالمتین سیوہاروی جنہوں نے قدم قدم پر میرا تعاون کیا اور نظر ثانی میں اپنی قیمتی وقت فارغ کیا اور محمد ارباب شمسی کا بھی شکر گزار ہوں جن سے چند ایسی یادیں وابستہ ہیں جو ہمیشہ یادوں کے دریچوں میں مہکتی رہیں گی اور نہ کورین کی رفاقت جو کہ مراد آباد شہر سے وابستہ ہے ہمیشہ خوشبو دیتی رہے گی اور بڑی ناسپاسی ہوگی اپنے رفیق قدیم مفتی محمد طیب صاحب کا تذکرہ نہ کروں جن کی محنتوں کو اس کتاب کو مرحلہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طباعت تک پہنچانے میں خصوصی تعاون حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمامی حضرات کو خصوصی عنایتوں سے بہرہ ور فرمائیں دونوں جہاں میں فلاح و بہبود سے ہمکنار کرے۔ناچیز نے اس کتاب کو ہر طرح کی خوبیوں سے آراستہ کرنے کی مکمل کوشش کی ہے ہر قسم کے زیور اس کے جسم پر سجائے ہیں تاہم پھر بھی کمیاں رہ گئی ہوں تو احقر معذرت خواہ ہے اور آپ سے امید ہے کہ ان غلطیوں پر تنبیہ فرمادیں تاکہ آئندہ طباعت میں اس کا خیال رکھا جائے اور اگر آپ کو تھوڑا سا فائدہ بھی اس مختصر کتاب سے ہوجاتا ہے تو آپ احقر کو اور اس کے والدین واساتذہ ورفقاء کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے ہی ذخیرہ آخرت بنادے۔ان اصاب فمن اللّٰہ وان اخطأ فمن تلقاء نفسی۔وماأبری نفسی ان النفس لأمارۃ بالسوء۔

توفیق الٰہی ہریدواری

خادم جامعۃ المؤمنین قصبہ منگلور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احقر اپنی اس طالب علمانہ کاوش کو

دارالعلوم رشیدیہ جوالا پور، جامعۃ المؤمنین منگلور

اور

ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے نام

اور

اپنے والد محترم جناب ڈاکٹر محمد مستقیم صاحب کے نام جن کی
پدری شفقت نے احقر کو اس مقام تک پہنچایا۔

اور

اپنی والدہ محترمہ کے نام جنکی مادری الفت اور تربیت نے حالات
سے نبرد آزما ہونا سکھایا۔

اور

اپنے دادا محمد یاسینؒ اور اپنی دادی مرحومہ کے نام

اور

اپنے تمام اساتذۂ کرام کے نام بالخصوص حضرت الحاج قاری وسیم احمد صاحب
جن کی محنت ولگن اور اخلاص نے پڑھنے لکھنے کی شدبد پیدا کی۔

اور

اپنے اصدقاء محمد اخلد قاسمی، منیر عالم قاسمی، محمد صداقت قاسمی کے نام
جن کی رفاقت نے کہیں بھی غریب الوطن ہونے کا احساس نہ ہونے دیا۔

محمد توفیق الٰہی ہریدواری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب البیوع

ہدایہ: ج ۳ / ص ۲۰

سوال: وَإِذَا أَوْجَبَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ فَالْآخَرُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَبِلَ فِي الْمَجْلِسِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْبَلَ فِي بَعْضِ الْمَبِيْعِ وَلَا أَنْ يَقْبَلَ الْمُشْتَرِيْ بِبَعْضِ الثَّمَنِ لِعَدَمِ رِضَاءِ الْآخِرِ بِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ إِلَّا إِذَا بَيَّنَ ثَمَنَ كُلِّ وَاحِدٍ لِأَنَّهُ صَفْقَاتٌ مَعْنًى۔

ترجمہ: جب متعاقدین میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کردیا تو دوسرے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو مجلس ایجاب میں قبول کرلے اور اگر چاہے تو رد کردے اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بعضِ مبیع میں بیع قبول کرے اور نہ ہی مشتری کو بعضِ ثمن کے عوض اختیار قبول حاصل ہے کیونکہ (اس صورت میں) معاملہ متفرق ہونے کی وجہ سے دوسرے کی رضامندی معدوم ہے الّا یہ کہ ہر ایک کا (علاحدہ) ثمن بیان کردیا ہو اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے یہ کئی معاملے ہیں۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) تفریق صفقہ سے بیع کے ناجائز ہونے کی وجہ تحریر کریں (۳) تفریق صفقہ کی وضاحت کریں اور عقد کے واحد ہونے اور متعدد ہونے کی شکل بھی بیان کریں۔

جواب: (۱) اذا اوجب: جب متعاقدین میں سے کسی نے بیع کا ایجاب کردیا تو اب دوسرے کو مجلس ایجاب میں قبول کرنے اور قبول نہ کرنے دونوں کا اختیار ہوگا مثلاً اگر بائع کی جانب سے ایجاب ہوا ہے تو مشتری کو مجلس کے اندر قبول کرنے اور قبول نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے دونوں کا اختیار ہوگا اور یہ اختیار اس لیے دیا گیا ہے تاکہ مشتری پر بیع کو تھوپا نہ جائے بلکہ اس کو خریدنے اور نہ خریدنے دونوں کا پورا اختیار ہو یہ سب اس کی رضامندی سے ہوتا ہے اور بیع کے اندر رضامندی شرط ہے اس لیے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہے۔

ولیس له: بائع کے لیے یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بعض مبیع میں بیع کو قبول کرے اور نہ مشتری کے لیے یہ اختیار ہے کہ وہ بعض ثمن یعنی کم ثمن میں خریدے اور کوئی اس کے خلاف پر راضی نہیں ہوگا اور راضی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ وہ خراب چیزوں کو عمدہ چیز کے ساتھ ملا کر فروخت کرتے ہیں لہٰذا اب اگر ایجاب کے علاوہ پر قبول کرنے کا اختیار دے دیا جائے تو ظاہر ہے کہ دینے والا گھٹیا چیز دے گا اور لینے والا عمدہ چیز کو پسند کرے گا اس پر ان میں سے کوئی بھی راضی نہیں ہوگا اور اس صورت میں صفقہ اور معاملہ بدل جائے گا تو ظاہر ہے کہ اس کا یہ قبول پہلے والے ایجاب سے الگ ہے اور یہی تو تفریق صفقہ ہے مگر جب اس نے ہر ایک چیز کی قیمت کو علاحدہ علاحدہ بیان کر دیا تو اس صورت میں مشتری کو بعض میں بیع کے قبول کرنے کا اختیار ہوگا کیوں کہ جب ہر ہر چیز کی علاحدہ علاحدہ ثمن بیان کر دیا گیا تو اب ظاہراً اگر چہ یہ ایک ہی صفقہ ہے لیکن معنی کے اعتبار سے یہ ایک صفقہ بھی متعدد صفقات کی حیثیت رکھتا ہے اور عقد میں معانی ہی کا اعتبار ہوتا ہے اس صورت میں بعض کو قبول کرنے اور بعض کو رد کرنے کا اختیار ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۱۵، تا ۱۷)

(۲) تفریق صفقہ سے بیع کے ناجائز ہونے کی وجہ ضرر ہے "فيه ضرر للبائع" اور قاعدہ ہے "لا ضرر ولا ضرار" "نہ نقصان پہنچا جائے اور نہ برداشت کیا جائے گا۔

(ہدایہ: ص/۲۰، حاشیہ: ۱۱)

(۳) ایجاب اول پر قبول نہ کرنا بلکہ ایجاب اول کے علاوہ پر قبول کرنا یہ تفریق صفقہ ہے مثلاً جب بوقت ایجاب بائع نے غلام کی قیمت ایک ہزار رکھی ہے تو اب اگر مشتری ۵۰۰/ میں قبول کرے یا مشتری نے ایک صندوق اور ایک میز کا ایجاب سو روپے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں کیا تو بائع صرف ایک صندوق کو ایک سو روپیہ پر قبول کرے تو یہ ایجاب اول کے علاوہ پر قبول کرنا ہے یہ ہی تفریق صفقہ ہے۔

اگر ایک صفقہ میں چند اشیاء کو ایک ساتھ فروخت کرنا چاہتا ہے اور ان تمام اشیاء کی قیمت مشترکہ طور پر بیان کرتا ہے مثلاً ایک صندوق ایک میز ایک قلم ایک ہزار میں ہے تو اگر کسی ایک پر راضی ہوتا ہے تو یہ عقد واحد ہے اس طرح سے تفرق صفقہ لازم آتا ہے اگر چند اشیاء کو ایک ساتھ فروخت کرنا چاہتا ہے لیکن ان تمام اشیاء کی قیمتوں کو علاحدہ علاحدہ بیان کرتا ہے تو اس صورت میں عقد متعدد ہوگا۔

(عین الہدایہ: ج ۳ ر ص ر ٦)

ہدایہ: ج ر ۳ ر ص ر ۲۰

سوال: وَإِذَا حَصَلَ الْإِيْجَابُ وَالْقُبُوْلُ لَزِمَ الْبَيْعُ وَلَا خِيَارَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا مِنْ عَيْبٍ أَوْعَدَمِ رُؤْيَةٍ۔

ترجمہ: اور جب ایجاب وقبول حاصل ہو گیا تو بیع لازم ہوگئی اور عیب یا عدم رؤیت کے علاوہ عاقدین میں سے کسی کو کوئی بھی اختیار نہیں ملے گا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) خیار کی اقسام کو بیان کریں (۳) خیارِ مجلس میں شوافع اور احناف کے مذہب کو مع دلیل بیان کریں۔

جواب: (۱) جب عاقدین کے مابین ایجاب وقبول کے مراحل طے ہو گئے تو اب بیع ثابت اور لازم ہوگئی یعنی بائع ثمن اور مشتری مبیع کا مالک ہو گیا اب کسی کے لیے خیار عیب اور خیار رؤیت کے علاوہ کوئی دوسرا اختیار یعنی خیارِ مجلس ثابت نہیں ہوگا لیکن اگر مبیع میں کوئی عیب ہو تو اس کی وجہ سے خیار عیب اور اگر مبیع کو نہ دیکھا ہو تو خیار رؤیت حاصل ہوگا اور اگر عیب نہیں ہے اور مشتری مبیع کو دیکھ بھی چکا ہے تو اب ایجاب وقبول کے بعد بیع لازم ہوگی اب بائع اور مشتری کسی کو بیع کے توڑنے کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر دونوں رضامند ہوں تو اقالہ کر سکتے ہیں۔ (عین الہدایہ: ج ۳ ر ص ر ۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) خیار کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) خیارِ قبول (۲) خیارِ شرط (۳) خیارِ رویت (۴) خیارِ عیب (۵) خیارِ مجلس۔ لیکن خیارِ مجلس میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔

(۳) جب بائع اور مشتری نے آپس میں ایجاب وقبول کر لیا تو اگر چہ عقد مکمل ہو گیا لیکن جب تک مجلس باقی ہے اس وقت تک فریقین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ ایک طرفہ طور پر بیع کو فسخ کر دے لیکن اگر مجلس ختم ہو گئی تو یہ اختیار بھی ساقط ہو جاتا ہے اس کو خیارِ مجلس کہتے ہیں۔ (انوار القدوری: ج ۲/ص ۱۴۳)

اختلافِ الائمہ: امام شافعی اور امام محمدؒ کے نزدیک عاقدین کو خیار مجلس حاصل ہوتا ہے۔

دلیل: حضرت حکیم بن حزامؓ کی حدیث ہے " **البیعان بالخیارِ ما لم یتفرقا** " بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو خیار مجلس حاصل ہے جب تک کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔

حنفیہ اور مالکیہ: خیار مجلس کے قائل نہیں ہیں کہ جب عاقدین کے درمیان ایجاب وقبول ہو گیا اب بیع تام ہو گئی اب کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

دلیل: قرآنِ کریم کی آیت " **یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود** " (مائدہ) ہے۔ "اے ایمان والوں عقود کا ایفاء کرو" اس آیت میں عقد تام ہونے کے بعد اس کے پورا کرنے کو لازم قرار دیا گیا ہے اب اگر ہم خیارِ مجلس کو ثابت کریں تو اس ایفاء کے لازم ہونے کی نفی ہو جائے گی اور مطلب یہ ہو جائے گا کہ عقد تام ہو جانے کے بعد ایفاء ضروری نہیں ہے بلکہ عاقدین کو اختیار ہے۔

دلیل عقلی: یہ ہے کہ عقد کے تام ہونے کے بعد فسخ کرنا یہ غیر کے حق کو باطل کرنا ہے اور غیر کے حق کو باطل کرنا جائز نہیں ہے اس لیے خیار مجلس ثابت نہیں ہے۔

(البنایہ: ج ۸/ص ۱۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:(۱) یہ حدیث خبر واحد جو کہ آیت قرآنیہ کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں خیار سے خیار قبول مراد ہے خیار مجلس مراد نہیں ہے اور حدیث "ما لم یتفرقا" ہے اس سے تفرق بالابدان نہیں بلکہ تفرق بالاقوال (ایجاب وقبول) مراد ہے۔ (انوارالقدوری: ج ۲/ ص ۱۴)

ہدایہ: ج ۳/ ص ۲۱

سوال: وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلَىٰ مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِيْ جَوَازِ الْبَيْعِ لِأَنَّ بِالْإِشَارَةِ كِفَايَةٌ فِي التَّعْرِيْفِ وَجَهَالَةُ الْوَصْفِ فِيْهِ لَاتُفْضِيْ إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَالْأَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ مَعْرُوْفَةَ الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ لِأَنَّ التَّسْلِيْمَ وَالتَّسَلُّمَ وَاجِبٌ بِالْعَقْدِ وَهٰذِهِ الْجَهَالَةُ مُفْضِيَةٌ إِلَى الْمُنَازِعَةِ فَيَمْتَنِعُ التَّسْلِيْمُ وَالتَّسَلُّمُ.

ترجمہ: اور وہ عوض جن کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو جواز بیع کے لئے ان کی مقدار جاننے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ شناخت کے سلسلہ میں اشارہ کافی ہوتا ہے، اور اشارہ میں وصف کی جہالت مفضی الی المنازعت نہیں ہوتی، اشارہ سے خالی اثمان کا ثمن ہونا درست نہیں ہے الا یہ کہ ان کی مقدار اور صفت معلوم ہو۔ کیونکہ بحکم عقد دینا لینا ضروری ہے اور یہ جہالت مفضی الی النزاع ہے۔ لہذا دینے لینے میں رکاوٹ ہوگی۔

جزئیات (۱) تشریح کرتے ہوئے بتلایئے کہ عوض سے مبیع مراد ہے یا ثمن یا دونوں مراد ہیں (۲) نیز اثمانِ مطلقہ کے کیا معنی ہیں اور ثمن مطلق اور ثمن مبین کی کیا صورت ہے، ضرور تحریر کریں۔

جواب: (۱) فرماتے ہیں کہ اگر بائع اور مشتری یا دونوں نے عوض کی مقدار اور اس کا وصف بیان نہیں کیا اور صرف یوں کہا کہ میں نے غلہ کا یہ ڈھیر فروخت کر دیا اور مشتری نے بھی ثمن کی مقدار وغیرہ بیان کئے بغیر یوں کہا کہ میں نے اپنی مٹھی میں موجود دراہم کے بدلے اسے خرید لیا تو ان دونوں صورتوں میں بیع منعقد ہو جائے گی اس لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ جب مبیع کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور وہ موجود ہے اسی طرح مشتری نے ثمن کی طرف اشارہ کیا اور وہ بھی اس کے ہاتھ میں ہے تو ظاہر ہے کہ یہاں اشارہ سے ایک حد تک دونوں عوض کا اندازہ ہو چکا ہے اور ہر کوئی اس کے مطابق عقد کرنے کے لیے راضی ہے، رہا وصف اور مقدار کا مجہول ہونا تو یہ اس صورت میں مفضی الی النزاع نہیں ہوگا کیونکہ جب عاقدین عوض مشار الیہ کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ دونوں ایفائے عقد کے لیے تیار ہیں اور یہ صورت مفضی الی النزاع نہیں ہے اس لیے یہ بیع درست ہوگی۔

لیکن اگر کسی نے ثمن کی طرف اشارہ نہیں کیا اور اس کا وصف اور مقدار کو بیان بھی نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ میں نے فلاں چیز دراہم یا دنانیر کے عوض خریدی، اس صورت میں بیع درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ از روئے عقد عاقدین میں سے ہر ایک کو دینے اور لینے کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہاں ثمن اشارہ وصف اور مقدار تینوں چیزوں سے خالی ہے تو یہ صورت مفضی الی النزاع ہوگی اور قاعدہ ہے ہر وہ جہالت جو مفضی الی النزاع ہو جواز عقد کے لیے مانع ہوتی ہے اس لیے یہ عقد بھی درست نہیں ہوگا۔

لیکن اگر مشتری نے ثمن کا وصف بیان کر دیا کہ یہ بخاری ہے یا سمرقندی ہے یا اس کی مقدار کو بیان کر دیا کہ میں نے دس درہم کے عوض خریدی تو یہ صورت مفضی الی النزاع نہیں ہے اس صورت میں عقد درست ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج ۸/ص ۲۱)

عوض سے مراد ثمن اور مبیع دونوں ہیں "سواء كانت ثمنا اَوْ مثمنا"

(البنایہ: ج ۸/ص ۱۴)

(۲) اثمانِ مطلقہ: جو ثمن غائب ہو یا اس کی مقدار اور وصف معلوم نہ ہو۔

ثمن مطلق کی صورت یہ ہے کہ زید نے کہا کہ میں نے ایک قلم سونے کے عوض خریدا لیکن سونے کی مقدار اور وصف کو بیان نہیں کیا یہ ثمن مطلق کی صورت ہے۔

ثمن مبین کی صورت یہ ہے کہ زید نے کہا کہ میں نے ایک قلم ایک درہم میں خریدا، یہ درہم بخاری ہے یا یہ درہم سمرقندی ہے۔ اس صورت میں مقدار اور وصف دونوں کو بیان کر دیا یہ ثمن مبین کی صورت ہے۔ (ہدایہ کا حاشیہ: ۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج۳ ص۲۲

سوال: وَيَجُوزُ بِإِنَاءٍ بِعَيْنِهِ لَايُعْرَفُ مِقْدَارُهُ وَبِوَزْنِ حَجَرٍ بِعَيْنِهِ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ لَاتُفْضِيْ إِلَى الْمُنَازَعَةِ لما أَنَّهُ يَتَعَجَّلُ فِيْهِ التَّسْلِيْمِ فَيَنْدُرُ هَلَاكُهُ قبله بِخِلَافِ السَّلَمِ لِأَنَّ التَّسْلِيْمَ فِيْهِ مُتَأَخِرٌ وَالهلَاكُ لَيْسَ بِنَادِرٍ قَبْلَهُ فَيَتَحَقَّقُ الْمُنَازَعَةُ وَعَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّهُ لَايَجُوْزُ فِيْ الْبَيْعِ أَيْضًا وَالأَوَّلُ أَصَحُّ وَأَظْهَرُ۔

ترجمہ: اور ایک غیر معروف المقدار معین برتن اور اسی طرح ایک غیر معروف المقدار معین پتھر کے عوض بیع درست ہے اس لئے کہ یہ جہالت مفضی الی المنازعت نہیں ہے، نیز اس میں فی الحال سپردگی بھی ہے تو اس ثمن (معین پتھر یا برتن) کا سپردگی مبیع سے قبل ہلاک ہونا نادر ہے، برخلاف سلم کے کیونکہ اس میں سپردگی متاخر ہوتی ہے اور اس سے پہلے ثمن کا ہلاک ہونا نادر نہیں ہے۔ لہٰذا! وہاں منازعت متحقق ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ بیع میں بھی (یہ صورت) ناجائز ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور واضح ہے

جزئیات (۱) مسئلہ کو مثال سے واضح کرتے ہوئے عبارت کی مع دلائل اطمینان بخش تشریح کریں (۲) بخلاف السلم کو اچھی طرح سمجھائیں۔

جواب: (۱) ایک متعین برتن کے ناپ کے ساتھ جس کی مقدار معلوم نہیں ہے اور ایک متعین پتھر کے وزن کے ساتھ جس کی مقدار معلوم نہیں ہے بیع کرنا درست ہے مثلاً بقال نے کہا کہ ایک روپئے میں اس مٹکی سے چار مٹکیاں اناج دوں گا یا ایک روپئے میں اس پتھر سے ایک مرتبہ تول کر دوں گا تو اس صورت میں بیع جائز ہے اگرچہ مبیع مجہول ہے لیکن یہ جہالت ایسی نہیں ہے جو مفضی الی النزاع ہو کیوں کہ دونوں طرف سے معاملہ نقدی ہے اور یہ بات نادر الوقوع ہے کہ وہ برتن یا پتھر صرف لینے دینے میں ہلاک ہو جائے یہ صورت مفضی الی النزاع نہیں ہے اور اگر یہ مفضی الی النزاع ہو تو اس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اصلاح ممکن ہے لہٰذا بیع درست ہوگی۔

لیکن بیع سلم میں اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ بیع سلم میں مبیع کی حوالگی ایک مدت کے بعد ہوتی ہے اور مدت متعین میں برتن اور حجر کے ہلاک ہونے کا قوی اندیشہ ہے اس لیے یہ معاملہ مفضی الی النزاع ہے جو جوازِ بیع کے لیے مانع ہے۔ (عین الہدایہ: ج/۲/ص/۱۰)

امام صاحب کے نزدیک جس طرح بیع سلم درست نہیں ہے اسی طرح مطلق بیع بھی درست نہیں ہے لیکن امام صاحب تمام برتنوں کے بارے میں نہیں کہتے بلکہ صرف زنبیلی اور جوالق وغیرہ کے بارے میں عدم جواز کے قائل ہیں لیکن صاحب کتاب مطلق بیع کے بارے میں قولِ اول کو راجح قرار دیتے ہیں۔

دلیل: امام صاحب کی یہ ہے جوالق اور زنبیل میں کمی زیادتی کا احتمال ہے تو یہ صورت مفضی الی النزاع ہو جائے گی قولِ اول کو راجح قرار دینے والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ معاملہ مفضی الی النزاع نہیں ہے اس لیے درست ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر کسی نے کسی معین برتن سے کوئی چیز خریدی ہاتھ در ہاتھ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بیع مجازفہ بھی درست ہے یعنی اندازہ اور اٹکل سے بیع کرنا تو یہ برتن اور حجر والی صورت تو بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۲۰)

(۲) **بخلافِ السلم**: بیع سلم میں یہ معاملہ کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ بیع سلم میں بیع کی حوالگی ایک مدت کے بعد ہوتی ہے اور اس دوران اس برتن کے ہلاک ہونے اور اس حجر کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس کے ہلاک ہونے کی صورت میں یہ معاملہ مفضی الی النزاع ہو جائے گا اس لیے بیع سلم میں یہ معاملہ کرنا درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۲۶)

ہدایہ: ج/۳/ص/۲۳

سوال: وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلَّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيْ قَفِيْزٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَاحِدٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِلَّا اَنْ یُّسَمِّیَ جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا وَقَالَا یَجُوْزُ فِی الْوَجْهَیْنِ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے غلے کا ڈھیر بیچا اس طرح کہ ہر قفیز ایک درہم میں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف ایک قفیز میں بیع جائز ہوگی الّا یہ کہ بائع اس ڈھیر کے تمام قفیزوں کو بیان کردے، صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) امام صاحب اور صاحبین کے اختلاف کو مع دلائل نقل کریں (۳) ''الوجھین'' کی مراد کو متعین کریں۔

جواب: (۱) اگر کسی نے اناج اور غلے کا کوئی ڈھیر فروخت کیا اور یہ کہا کہ اس کی ہر بوری ایک درہم میں ہے تو امام صاحب کے یہاں اگر بائع کی بولی مطلق ہے اور تمام بوریوں کی تعداد کو بیان نہیں کیا گیا ہے تو اس صورت میں صرف ایک بوری میں بیع درست ہوگی لیکن اگر بائع نے اسی مجلس میں تمام بوریوں کی تعداد کو بیان کردیا یا پورے غلے کو ناپ لیا گیا تو اب تمام میں بیع درست ہوجائے گی۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بیع ہر حال میں درست ہوگی خواہ تمام بوریوں کی تعداد کو بیان کرے یا نہ کرے اور غلے کو ناپے یا نہ ناپے بیع درست ہوگی۔

(۲) امام صاحب اس صورت میں جب کہ بوریوں کی تعداد کو بیان نہ کیا گیا ہو اور غلے کو ناپا بھی نہ گیا ہو تو اس صورت میں جب کہ ہر بوری ایک درہم میں ہے تو صرف ایک بوری میں بیع درست ہوگی۔

دلیل: بیع میں تمام بوریوں کی طرف مبیع کو پھیرنا متعذر ہے کیونکہ مبیع اور ثمن دونوں مجہول ہیں اس لیے اس کے اقل کی طرف پھیرا جائے گا کیونکہ لفظ کل جب ایسی چیز کی طرف مضاف ہو جس کی مقدار کی انتہاء معلوم نہ ہو تو اس کو اقل کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک تمام بوریوں میں بیع جائز ہے تعداد کو بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیـــل: کیونکہ یہ ایسی جہالت ہے جس کا دور کرنا ان کے ہاتھ میں ہے اور اس طرح کی جہالت بیع کے جواز کے لیے مانع نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۸/ص ۲۷)

(۳) ''الـوجـهيـن'' سے مراد یہ ہے کہ ایک صورت یہ ہے کہ بوریوں کی تعداد پوری معلوم نہ ہو صرف یہ کہا ہو کہ ہر بوری ایک درہم میں ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ تمام بوریوں کی تعداد کو بیان کر دیا گیا ہو کہ یہ دس بوری ہیں اور ہر بوری ایک درہم میں ''الوجهين'' سے یہ دونوں صورتیں مراد ہیں۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۲۳

سوال: وَمَنْ بَاعَ قَطِيْعَ غَنَمٍ كُلُّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ فَسَدَ الْبَيْعُ فِيْ جَمِيْعِهَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَكَذَالِكَ مَنْ بَاعَ ثَوْبًا مُزَارَعَةً كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الذُّرْعَانِ، وَكَذَالِكَ كُلُّ مَعْدُوْدٍ مُتَفَاوِتٍ وَعِنْدَهُمَا يَجُوْزُ فِي الْكُلِّ لِمَاقُلْنَا، وَعِنْدَهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْوَاحِدِ لِمَا بَيَّنَّا، غَيْرَ أَنَّ بَيْعَ شَاةٍ مِنْ قَطِيْعٍ وَذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ لَايَجُوْزُ لِلتَّفَاوُتِ، وَبَيْعُ قَفِيْزٍ مِنْ صُبْرَةٍ يَجُوْزُ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ، فَلَاتُفْضِيْ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فِيْهِ، وَتُفْضِيْ إِلَيْهَا فِي الْأَوَّلِ، فَوَضَحَ الْفَرْقُ۔

ترجمہ: اور اگر کسی شخص نے فی بکری ایک درہم کے حساب سے بکریوں کا ریوڑ فروخت کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک تمام بکریوں کی بیع فاسد ہوگی اسی طرح اگر فی گز ایک درہم کے عوض گزوں کی پیمائش سے کوئی کپڑا فروخت کیا اور پورے گز کو بیان نہیں کیا۔ اسی طرح ہر معدود متفاوت میں بھی (بیع فاسد ہوگی)۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک تمام صورتوں میں بیع جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور امام صاحبؒ کے نزدیک بیع صرف ایک کی طرف راجع ہوگی۔ لیکن ریوڑ سے ایک بکری کی اور کپڑے سے صرف ایک گز کی بیع درست نہیں ہوگی کیونکہ ان میں تفاوت ہے اور ڈھیر سے ایک قفیز کی بیع جائز ہوگی کیونکہ (وہاں) تفاوت نہیں ہے چنانچہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قفیز والی صورت میں جہالت مفضی اِلی النزاع نہیں ہے اور پہلے میں جہالت مفضی اِلی النزاع ہے، لہذا دونوں صورتوں میں فرق واضح ہوگیا۔

جــزئـیـات: (۱) صورت مسئلہ بیان کرتے ہوئے امام صاحب اور صاحبین کا مذہب بالدلائل تحریر کریں (۲) اور بتائیں کہ صاحب ہدایہ نے "فوضح الفرق" کہہ کر کس فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر بکریوں کا ایک ریوڑ فروخت کیا اور یہ کہا کہ ہر بکری ایک درہم میں ہے یا ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑے کا ایک تھان فروخت کیا اور صرف اتنا کہا کہ ایک گز ایک درہم میں ہے یا ایسی چیز کو فروخت کیا جو شمار کر کے بکتی ہیں اور ان کی قیمتوں میں تفاوت ہوتا ہے جیسے تربوز وغیرہ ایسی صورت میں امام صاحب کے نزدیک بیع پوری طرح فاسد ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع درست ہے۔

اختـلاف الائمہ: امام صاحب کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں بیع فاسد ہو جائے گی یعنی کسی حصہ میں بھی بیع درست نہیں ہوگی۔

دلیــــل: امام صاحبؒ کے یہاں قفیزوں کی بیع کی طرح قیاس کا تقاضیٰ یہ تھا بکریوں کے ریوڑ میں بھی کسی ایک حصہ میں بیع درست ہو لیکن بکریوں اور ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے اور ایسی چیز جو تعداد کے اعتبار سے بکتی ہو ان میں تفاوت ہوتا ہے اگر کسی ایک میں بیع کو درست قرار دیا جائے تو معاملہ مفضی الی النزاع ہوگا تو اس صورت میں بیع درست نہیں ہوگی۔

صاحبینؒ کے نزدیک بیع درست ہے جس طرح قفیزوں میں درست ہے اسی طرح بکریوں کے ریوڑ میں، تھان میں اور عدد متفاوت میں درست ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل: وہی ہے جو قفیزوں کے معاملہ میں تھی کہ یہ جہالت ان کے ہاتھ میں ہے جب چاہے اس کو دور کر سکتے ہیں اور اس طرح کی جہالت جوازِ بیع سے مانع نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) فوضح الفرق: سے اس فرق کو بیان کرنا چاہتے ہیں جو قفیزوں میں ایک قفیز میں بیع درست ہے اور بکریوں اور تھان میں سے ایک گز اور عدد متفاوت میں اقل کی طرف بیع کو نہیں پھیرا جائے گا کیوں کہ ان کے درمیان ایک فرق ہے اور فرق یہ ہے کہ قفیزوں میں تفاوت نہیں ہے لیکن بکریوں میں تفاوت ہوتا ہے ان کے تفاوت سے قیمت پر بہت اثر پڑتا ہے اس لیے اس میں بیع درست نہیں ہے اس فرق کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۲۳/

سوال: مَنْ إِبْتَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ عَلىٰ أَنَّهَا مِائَةُ قَفِيْزٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا أَقَلَّ كَانَ الْمُشْتَرِىْ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْمَوْجُوْدَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّمَامِ فَلَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ بِالْمَوْجُوْدِ وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ فَالزِّيَادَةُ لِلْبَائِعِ لأَنَّ الْبَيْعَ وَقَعَ عَلىٰ مِقْدَارٍ مُعَيَّنٍ وَالْقَدْرُ لَيْسَ بِوَصْفٍ وَمَنِ إِشْتَرَىٰ ثَوْبًا عَلىٰ أَنَّهُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ بِعَشَرَةٍ، أَوْأَرْضًا عَلىٰ أَنَّهَا مِأَةُ ذِرَاعٍ بِمِأَةٍ فَوَجَدَهَا أَقَلَّ فَالْمُشْتَرِىْ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ مِنَ الذِّرَاعِ الَّذِىْ سَمَّاهُ فَهُوَ لِلْمُشْتَرِىْ وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ.

ترجمہ: جس شخص نے غلہ کا کوئی ڈھیر اس شرط پر خریدا کہ یہ سو قفیز ہیں سو درہم میں، پھر مشتری نے انہیں کم پایا تو مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو موجودہ قفیز کو ان کی تعداد کے بقدر ثمن دیکر لے لے، اور اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، اس لئے کہ بیع پوری ہونے سے پہلے اس پر صفقہ متفرق ہوگیا۔ لہذا موجودہ قفیز سے اس کی رضامندی تام نہیں ہوئی۔ اور اگر مشتری نے قفیز کو زیادہ پایا تو زیادتی بائع کی ہوگی کیونکہ ایک متعین مقدار پر بیع ہوئی تھی اور مقدار وصف نہیں ہے۔

اور جس شخص نے اس شرط پر کوئی کپڑا خریدا کہ یہ دس گز دس درہم میں ہے یا کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زمین اس شرط پر خریدی کہ وہ سو ذراع سو درہم میں ہے پھر اس کو کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس مقدار کو پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

اور اگر اس کو بیان کردہ گزوں سے زیادہ پایا تو وہ مشتری کے لئے ہے۔ اور بائع کو اختیار نہیں ہوگا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) غلہ کے مقررہ ناپ سے کم و زیادہ ہونے اور کپڑے کے مقررہ گزوں سے کم زیادہ ہونے کی صورت میں حکم مختلف ہونے کی وجہ تحریر کریں (۳) اصل اور وصف کی تعریف اور دونوں کے درمیان فرق واضح کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اناج کا کوئی ڈھیر خریدے اور بائع کی طرف سے یہ وضاحت ہو جائے یا آپس میں شرط ہو کہ یہ سو قفیز ہیں اور سو درہم کے عوض ہیں اب معاملہ طے ہو گیا لیکن مشتری نے ان کو سو قفیزوں سے کم پایا تو اس صورت میں مشتری کو خریدنے اور نہ خریدنے کا اختیار حاصل ہوگا اور یہ اختیار اس کو تفرق صفقہ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے اب اس کی رضامندی کو معلوم کرنے کے لیے خریدنے اور نہ خریدنے کا اختیار حاصل ہوا ہے لیکن صرف اس صورت میں ہے جب کہ مبیع کو مقدارِ متعین سے کم پائے اور اگر مقدارِ متعین سے زیادہ پائے تو اب اس کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا بلکہ جو مبیع تعداد متعین سے زائد ہو وہ بائع کو واپس کر دی جائے گی کیوں کہ بیع جس مقدار پر طے ہوئی تھی وہ پوری ہو چکی ہے اب زائد یہ بائع کے لیے ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ کمی زیادتی اصل ہو۔

اور اگر کمی زیادتی وصف ہو تو صورتِ مسئلہ مذکورہ صورت کے برخلاف ہوگا جیسا کہ صاحب کتاب نے کپڑے اور زمین کا مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی نے دس گز کپڑا خریدا دس درہم کے عوض، یا سو گز زمین خریدی سو درہم کے عوض۔ لیکن اس نے کپڑے اور زمین کو مقدار متعین سے کم پایا تو اس صورت میں مشتری کو پوری قیمت کے ساتھ لینے کا اختیار ہوگا یا پھر اس کو بالکل ہی نہ خریدے کیوں کہ یہ مذروعات میں سے ہے اور مذروعات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں کمی زیادتی وصف ہوتی ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے اس لیے یا تو اس کو پوری قیمت میں خریدے یا پھر نہ خریدے۔

لیکن اگر اس کو مقدار متعین سے زیادہ پاتا ہے تو مذروعات میں زیادتی بائع کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ مشتری کو دیدی جائے گی اور قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا کیوں کہ مذروعات میں کمی زیادتی وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں قیمت نہیں ہوتی ہے۔

(۲) غلہ میں کمی زیادتی اصل ہے اس لیے اگر کمی ہوتی ہے تو خریدنے اور نہ خریدنے کا اختیار ہے اور اگر لینا چاہے تو اس کی قیمت کے بقدر خریدے اور زیادتی کی صورت میں زیادتی بائع کے لیے ہے۔ کپڑے میں کمی زیادتی وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں قیمت نہیں ہوتی ہے اب کمی ہونے کی صورت میں خریدنے اور نہ خریدنے کا اختیار ہے اور اگر خریدنا چاہئے تو پوری قیمت کے ساتھ اور اگر زیادتی ہے تو یہ زیادتی مشتری لیے ہے یہ زیادتی وصف ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی قیمت نہیں ہے۔

(۳) وصف کی تعریف: ”کل ما یتعیب بالتقیص و التشقیص فھو وصف“

اصل کی تعریف: ”وما لا یتعیب بھما فھو أصل“ (البنایہ: ج۸/ص۲۳)

وصف اور اصل میں فرق یہ ہے کہ اصل کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے۔

ہدایہ: ج ۳ / ص ۲۳!!

سوال: مَنِ اشْتَرىٰ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ دَارٍ أَوْ حَمَّامٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا هُوَ جَائِزٌ. وَإِنِ اشْتَرىٰ عَشَرَةَ أَسْهُمٍ مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ جَازَ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا، لَهُمَا أَنَّ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ عُشْرُ الدَّارِ فَأَشْبَهَ عَشَرَةَ أَسْهُمٍ، وَلَهٗ أَنَّ الذِّرَاعَ اِسْمٌ لِمَا يُذْرَعُ بِهٖ وَاسْتُعِيْرَ لِمَا يَحُلُّهُ الذِّرَاعُ وَهُوَ الْمُعَيَّنُ دُوْنَ الْمُشَاعِ وَذٰلِكَ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ بِخِلَافِ السَّهْمِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: جس شخص نے کسی گھر یا حمام کے سوگزوں میں سے دس گز خریدا توامام صاحبؒ کے یہاں بیع فاسد ہے اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

اور اگر کسی نے سوحصوں میں سے دس حصے خرید لیے تو بالاتفاق بیع جائز ہے صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ سوگزوں میں سے دس گز گھر کا دسواں حصہ ہے۔لہذا یہ دس حصوں کے مشابہ ہوگیا،امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع آلۂ پیمائش کا نام ہے اور اُسے مذروع کے لئے مستعار لے لیا گیا اور مذروع معین ہے نہ کہ مشاع۔اور یہ معلوم نہیں ہے برخلاف حصہ کے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی اطمینان بخش تشریح کیجئے (۲) ''ذالک'' کا مشارالیہ متعین کرتے ہوئے امام صاحب کے نزدیک دونوں مسئلوں میں وجہ فرق کو واضح کیجئے (۳) امام صاحب اور صاحبین کی دلیل کو سمجھایئے۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے گھر یا حمام کے سو گزوں میں سے صرف دس گز خریدا یا کسی چیز کے سوحصوں میں سے دس حصے خریدے تو حضرات صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں بیع درست ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک دوسری صورت میں تو بیع درست ہے لیکن صورت اولٰی میں بیع فاسد ہے۔

حضراتِ صاحبینؒ بیع کے جواز پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ سوگزوں میں سے دس گز گھر کا دسواں حصہ ہے لہٰذا یہ دس حصوں کے مشابہ ہوگیا اور جب دس حصوں میں بیع درست ہے تو دس گزوں میں بھی بیع درست ہوگی۔

دلیل: امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ ذراع کا اصل معنی آلۂ مذارعہ یعنی پیمائش کا آلہ ہے اور اس کو حقیقت پر محمول کرنا دشوار ہے اس لیے مجازاً یہاں ذراع سے وہ چیز مراد ہوگی جس پر ذراع کا وقوع ہوتا ہے یعنی جس چیز کو ناپا جاتا ہے اور مذروع معین تو ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ مجہول بھی ہے اور اس طرح یہ جہالت مفضی الی النزاع ہوگی اور جو جہالت مفضی الی النزاع ہو وہ بیع کو فاسد کردیتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور سو حصوں میں سے دس حصوں کی بیع درست ہے کیوں کہ اس کی جہالت مفضی الی النزاع نہیں ہے اور بیع میں وہ جہالت جو مفضی الی النزاع ہو وہ جوازِ بیع کے لیے مانع ہے اور جو مفضی الی النزاع نہ ہو وہ جوازِ بیع کے لیے مانع نہیں ہے۔

(احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۳۵)

(۲) ''ذالک'' کا مشار الیہ ''المعین'' ہے امام صاحب کے نزدیک وجہ فرق یہ ہے کہ گزوں والی صورت میں اگر چہ گز معین ہے لیکن فی نفسہٖ مجہول ہے اور یہ جہالت مفضی الی النزاع ہے اور حصوں والی صورت میں اگر چہ حصے معین نہیں ہیں لیکن وہ شائع ہے اور شائع میں جہالت مفضی الی النزاع نہیں ہوتی ہے۔

(۳) امام صاحبؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ ذراع کا اصل معنی آلۂ مذارعہ یعنی پیمائش کا آلہ ہے لیکن مجبوری کی صورت میں اس سے وہ چیز مراد ہوتی ہے جس کو اس کے ذریعہ ناپا جاتا ہے اور مذروع معین تو ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ مجہول بھی ہے کیوں کہ مکان ربع ہوتا ہے اور پس و پیش کے حساب سے اس کی قیمت مختلف ہوتی ہے تو اب معین کی صورت میں نزاع ہوگا اس لیے کہ جو معاملہ مفضی الی النزاع ہو وہ درست نہیں ہے۔

حضرات صاحبینؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ دس گز بھی دس حصوں کی طرح اور جب دس حصوں میں بیع درست ہے تو دس گز والی صورت میں بھی بیع درست ہوگی۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۲۵

سوال: وَمَنِ اشْتَرٰی عِدْلًا عَلٰی أَنَّهٗ عَشَرَةُ أَثْوَابٍ فَإِذَا هُوَ تِسْعَةٌ أَوْ أَحَدَ عَشَرَ فَسَدَ الْبَيْعُ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ أَوِ الثَّمَنِ. وَلَوْ بَيَّنَ لِكُلِّ ثَوْبٍ ثَمَنًا جَازَ فِي فَصْلِ النُّقْصَانِ بِقَدْرِهٖ وَلَهُ الْخِيَارُ وَلَمْ يَجُزْ فِي الزِّيَادَةِ لِجَهَالَةِ الْعَشَرَةِ الْمَبِيعَةِ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے کپڑے کی کوئی گٹھری خریدی اس شرط پر کہ یہ دس تھان ہیں لیکن وہ نو یا گیارہ نکلے تو مبیع یا ثمن کے مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائیگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اگر بائع نے ہر تھان کا ثمن بیان کر دیا تو تھان کم نکلنے کی صورت میں موجودہ مقدار کی بیع درست ہوگی اور مشتری کو اختیار ملے گا۔ اور زیادہ نکلنے کی صورت میں بیع درست نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ فروخت کردہ دس تھان مجہول ہیں۔

جزئیات: (۱) دونوں مسئلوں کی مع دلیل وضاحت کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دس درہم کے عوض کپڑے کا ایک گٹھر خریدا اور عاقدین میں صرف یہ طے ہوا کہ یہ دس تھان دس درہم کے عوض ہیں، ہر ہر تھان کی علاحدہ علاحدہ قیمت، بیان نہیں کی گئی۔ اب جب گٹھری کھولی گئی تو اس میں سے نو ہی تھان نکلے یا دس کے بجائے گیارہ تھان نکلے ان دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہو جائے گی اس صورت میں جب کہ تھان کم نکلے ہوں تو ثمن کے مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے اور زیادہ ہونے کی صورت میں مبیع کے مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ سابقہ صورت میں صرف اتنا اضافہ کر دیا جائے کہ دس تھان درہم کے عوض ہیں اور ہر تھان ایک درہم کا ہے تو اس صورت میں اگر تھان دس سے کم نکلتے ہیں تو بیع درست ہے لیکن مشتری کو خریدنے اور نہ خریدنے کا اختیار ہوگا اور یہ اختیار تفرق صفقہ کی وجہ سے حاصل ہوگا۔

لیکن اگر تھان دس سے زائد نکلے تو اس صورت میں بھی بیع درست نہیں ہے کیوں کہ مبیع مجہول ہے اور مشتری عمدہ کو رکھے گا اور بائع ردی دینے کی کوشش کرے گا اور یہ مفضی الی النزاع ہوگا اس لیے اس صورت میں عقد درست نہیں ہے۔

دلیل: اس صورت میں جب کہ ہر ایک کی قیمت کو علاحدہ علاحدہ بیان نہ کی ہو تو کمی اور زیادتی دونوں صورت میں بیع فاسد ہے کیوں کہ مبیع اور ثمن دونوں مجہول ہیں اور قاعدہ موجود ہے "کل جهالة تفضي الیٰ المنازعةِ تفسد البیع"

اس صورت میں جب کہ ہر ایک کی قیمت بیان کر دی ہو اس سے کم ہونے کی صورت میں بیع درست ہے اور خریدنے اور نہ خریدنے کا اختیار ہوگا لیکن زیادتی کی صورت میں عقد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فاسد ہو جائے گا، کم ہونے کی صورت میں خیار حاصل ہوگا تفرق صفقہ کی وجہ سے اور زیادتی کی صورت میں مبیع کے مجہول ہونے کی وجہ سے عقد فاسد ہوگا۔

ہدایہ: ج ر ۳ ر ص ر ۲۵

سوال: وَلَوْاِشْتَرىٰ ثَوْبًا وَاحِدًا عَلىٰ أَنَّهُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَإِذَاهُوَ عَشَرَةٌ وَنِصْفٌ أَوْ تِسْعَةٌ وَّنِصْفٌ،قَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ فِيْ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَأْخُذُهُ بِعَشَرَةٍ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ وَفِيْ الْوَجْهِ الثَّانِيْ يَأْخُذُهُ بِتِسْعَةٍ إِنْ شَاءَ. وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ فِيْ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَأْخُذُهُ بِأَحَدَ عَشَرَ إِنْ شَاءَ وَفِيْ الثَّانِيْ يَأْخُذُهُ بِعَشَرَةٍ إِنْ شَاءَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِيْ الْأَوَّلِ يَأْخُذُهُ بِعَشَرَةٍ وَّنِصْفٍ إِنْ شَاءَ وَفِيْ الثَّانِيْ بِتِسْعَةٍ وَنِصْفٍ وَيُخَيَّرُ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کپڑے کا ایک تھان خریدا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے اور ہر گز ایک درہم میں ہے پھر وہ تھان ساڑھے دس یا ساڑھے نو گز کا نکلا تو (اس سلسلہ میں) حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں مشتری اسے دس درہم کے عوض بغیر کسی اختیار کے لے لے گا۔ اور دوسری صورت میں اگر مشتری چاہے تو نو درہم میں لے لے۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مشتری چاہے تو پہلی صورت میں اسے گیارہ درہم کے عوض لے لے اور دوسری صورت میں اگر لینا چاہے تو دس درہم کے عوض لے لے۔

اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مشتری چاہے تو اس کو پہلی صورت میں ساڑھے دس درہم کے عوض لے لے۔ اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درہم میں لے لے اور اسے اختیار حاصل ہوگا۔

جزئیات: (۱) تینوں اماموں کے مذاہب کو مع دلیل تحریر کریں (۲) وصف اور مقدار کے درمیان فرق واضح کریں۔

جواب: (۱) امام صاحبؒ کا مذہب مذکورہ صورت میں یہ ہے کہ زیادتی کی صورت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں مشتری بغیر کسی اختیار کے دس درہم میں وہ تھان خرید لے گا اور کمی کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو نو درہم میں لے لے اور اگر نہ چاہے تو اس کو ترک کر دے۔

امام صاحبؒ کی دلیل: اصل کے اعتبار سے ذراع وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے لیکن جب بائع نے ''کل ذراع بدرہم'' کی شرط لگا دی اور ذراع کا مستقل ثمن بیان کر دیا تو اس شرط کی وجہ سے ذراع کی وصفیت ختم ہوگئی اور اس میں اصل کی بو آگئی اور شرط کے متعلق اصول یہ ہے کہ ہر ممکن اس کی رعایت کی جائے تو جب مشتری نے ''کل ذراع بدرہم'' میں کامل ذراع کا ثمن بیان کیا ہے تو شرط کی رعایت بھی کامل ذراع میں ہوگی نہ کہ نصف میں۔ اب یہ نصف ذراع اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور اس کی اصل وصف ہونا ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے اس لیے کمی اور زیادتی دونوں صورتوں میں نصف ذراع کے مقابلہ میں کوئی ثمن نہیں ہوگا اور زیادتی کی صورت میں دس درہم میں بغیر اختیار کے خرید لے گا اور نقص کی صورت میں نو درہم میں اختیار ہوگا خریدنے اور نہ خریدنے کا اور یہ اختیار تفرق صفقہ کی وجہ حاصل ہوا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ مشتری کو دونوں صورتوں میں اختیار حاصل ہوگا زیادتی گز کی صورت میں بھی اور نقص گز کی صورت میں بھی۔ اگر چاہے تو زیادتی گز کی صورت میں گیارہ درہم میں خرید لے اور نقص کی صورت میں دس درہم کے عوض میں خرید لے اور اگر نہ چاہے تو نہ خریدے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: جب بائع نے ہر ذراع کے لیے علاحدہ علاحدہ ایک درہم ثمن بیان کر دیا تو اب ہر ذراع وصف سے ہٹ کر اصل میں آگیا نیز ''افراد بذکر الثمن'' کی وجہ سے ہر ذراع کو علاحدہ تھان کے درجہ میں اتار کر ہر ایک کے مقابلے میں علاحدہ علاحدہ ثمن مانیں گے اور اگر تھان میں کچھ کمی ہوتی ہے تو اس کے مقابلے میں ثمن ساقط نہیں ہوتا ہے اور چوں کہ یہاں ذراع تھان کے درجہ ہے اس لیے کسی ذراع میں کمی آنے سے اس کا ثمن کم نہیں ہوگا تو پہلی صورت میں مشتری کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۱ر درہم کے عوض اور دوسری صورت میں ۱۰ر درہم کے عوض خریدنے کا اختیار دیا جائے گا اور اختیار دونوں صورتوں میں حاصل ہوگا۔ پہلی صورت میں اگر چہ نفع ہے لیکن یہ نفع مع الضرر ہے اور نفع مع الضرر کی صورت میں اختیار حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں تفرق صفقہ کی وجہ سے اختیار حاصل ہوگا۔

امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ زیادتی کی صورت میں ثمن میں اضافہ کرلیا جائے اور کمی کی صورت میں ثمن کی اتنی مقدار کم کردی جائے گی۔

امام محمدؒ کی دلیل: جب ایک گز کے مقابلے میں ایک درہم کو متعین کر دیا گیا تو اب جس طرح ایک کامل ذراع میں اصلیت آگئی ہے اسی طرح ناقص ذراع میں بھی اصلیت آگئی ہے اور مطلقاً اصل کے مقابلے میں ثمن ہوتا ہے خواہ وہ کامل ہو یا ناقص اور اس کی کمی وزیادتی ثمن پر اثر انداز ہوتی ہے۔ لہٰذا ذراع کی زیادتی کی صورت میں ثمن کا اضافہ کردیا جائے گا اور ذراع کی کمی کی صورت میں ثمن سے اتنی مقدار کو کم کر دیا جائے گا اور مشتری کو دونوں صورتوں میں اختیار حاصل ہوگا۔

(احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۴۱)

(۲) وصف اور مقدار میں فرق یہ ہے کہ وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے اور مقدار کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے جو چیز حصے اور ٹکڑے کرنے سے معیوب ہوجائے تو کمی وزیادتی اس کا وصف ہے اور جو چیز ٹکڑے کرنے سے عیب دار نہ ہو تو کمی وزیادتی اس میں اصل ہے۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۲۴)

ہدایہ: ج/۳/ص/۲۶

سوال: مَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ بِنَاءُ هَا فِي الْبَيْعِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ، لِأَنَّ إِسْمَ الدَّارِ يَتَنَاوَلُ الْعَرْصَةَ وَالْبِنَاءَ فِي الْعُرْفِ وَلِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهِ إِتِّصَالَ قَرَارٍ فَيَكُونُ تَبَعًا لَهُ وَمَنْ بَاعَ أَرْضًا دَخَلَ مَا فِيهَا مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ، لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهِ لِلْقَرَارِ فَأَشْبَهَ الْبِنَاءَ وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إِلَّا بِالتَّسْمِيَةِ، لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهِ لِلْفَصْلِ فَشَابَهَ الْمَتَاعَ الَّذِيْ فِيْهِ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے کوئی گھر فروخت کیا تو اس کی عمارت بھی بیع میں داخل ہوجائیگی اگر چہ اس کو بیان نہ کرے کیونکہ عرف میں لفظِ دار صحن اور عمارت دونوں کو شامل ہوتا ہے اور اس لئے بھی (عمارت بیع میں داخل ہوگی) کیونکہ عمارت کو زمین کے ساتھ اتصال قرار حاصل ہے لہذا وہ مکان کے تابع ہوگی اور جس شخص نے کوئی زمین فروخت کی تو اس زمین میں موجود درخت وغیرہ بیع میں داخل ہوں گے۔ اگر چہ ان کی صراحت نہ کی ہو، اس لئے کہ درخت زمین کے ساتھ برقرار رہنے کے لئے متصل ہیں۔ تو یہ عمارت کے مشابہ ہوگئے۔

اور کھیتی بغیر بیان کیے زمین کے بیع میں داخل نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ زمین سے جدا ہونے کے لیے متصل ہے، لہذا یہ گھر میں موجودہ سامان کے مشابہ ہوگئی۔

جزئیات: (۱) متن میں مذکورہ مسائل اور ان کے دلائل کی الگ الگ وضاحت کریں۔ (۲) مذکورہ مسائل جن اصول پر مبنی ہیں ان کو تحریر کریں (۳) گھر کی بیع میں گھر کا فرنیچر وغیرہ داخل ہوگا یا نہیں جو صورت اختیار کریں اس کو مدلل تحریر کریں۔ (۴) دار کس کو کہتے ہیں، عرف میں بناء سے کیا مراد ہے، عرصہ کس کو کہتے ہیں۔

جواب: (۱) اگر کسی نے کوئی گھر فروخت کیا تو اس گھر کی عمارت بھی بیع میں داخل ہوگی اور یہ عمارت گھر کی بیع میں اس کے ذکر کئے بغیر داخل ہو جائے گی اور اس کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرف عام میں دار عمارت سے آراستہ زمین کو کہا جاتا ہے ورنہ عمارت سے خالی جگہ زمین، صحرا اور میدان کہلاتی ہے۔

دلیل: گھر کی بیع میں عمارت کے داخل ہونے کی دلیل: وہ اصول ہے جس کو صاحبِ کتاب نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے "کل ما هو متناول اسم المبيع عرفًا دخل في البيع وان لم يذكر صريحا"

اگر کسی نے زمین کو فروخت کیا تو اس زمین میں جو آم، امرود، کھجور وغیرہ کے درخت لگے ہوئے ہیں تو یہ درخت زمین کی بیع میں داخل ہوں گے اگر چہ مشتری نے ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کوذکر بھی نہ کیا ہو اور اس کے داخل ہونے کی دلیل بھی یہ اصول ہے" ان ما کانَ متصلاً بالبیعِ اتصال قرار کان تابعا له فی الدخول " کیوں کہ درخت کو زمین سے اتصال قرار حاصل ہے اس وجہ سے یہ بناء کے مشابہ ہو گئے اور بناء کا حکم ان درختوں پر جاری ہوگا۔

لیکن زمین کی بیع میں کھیتی داخل نہیں ہوگی یعنی ذکر کئے بغیر کھیتی زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوگی اور اس کے داخل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اتصال اتصالِ قرار نہیں ہے بلکہ اتصالِ فصل ہے اور اس کے داخل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے"لانه متصل به للفصل " کیوں کہ کھیتی کو زمین کے ساتھ اتصال قرار نہیں ہے اس لیے یہ بیع میں داخل نہیں ہوگی۔

(۲) مذکورہ مسائل دو اصول پر مبنی ہیں:

(۱)"کل ما هو متناول اسم المبیعِ عرفاً دخلَ فی البیعِ وان لم یذکر صریحا"

(۲)"ان ما کان متصلا بالمبیعِ اتصال قرار کان تابعاً له فی الدخول"

(۳) گھر کی بیع کے اندر گھر کا فرنیچر داخل نہیں ہوگا کیوں کہ اس کو گھر سے اتصال قرار حاصل نہیں ہے بلکہ اس کو اتصال فصل حاصل ہے۔"لانه متصل به للفصل"

(۴) دار کہتے ہیں"ان الدار اسم لما یشتمل علی الصحن البیوتِ والصفّةِ والمطبَخِ والاصطبلِ" دار کا اطلاق صحن کمروں صفہ یعنی گرمی سے بچنے کے لیے گھاس پھوس کا بنا ہوا گھر مطبخ اور اصطبل ان تمام چیزوں پر ہوتا ہے۔

عرف میں بناء جس عمارت کو ایک دفع تیار کرنے کے بعد منہدم کر دیا گیا ہو تو منہدم ہونے کے بعد بھی عرف میں اس کو بناء کہتے ہیں اسی وجہ سے اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ فلاں مکان میں داخل نہیں ہوگا لیکن اس کے انہدام کے بعد وہ اس میں داخل ہو گیا تو وہ حانث ہو جائے گا کیوں کہ عرف میں اس کو بناء کہا جاتا ہے۔ (البناء: ج/۸/ص/۳۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عرصه: اس زمین کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی عمارت نہ بنائی گئی ہو" کل بقعة لیس فیها بناء فهی عرصة" (البناء: ج/۸/ص/۳۲)

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۶

سوال: ومن باعَ نخلاً او شجراً فیه ثمر فثمرته للبائعِ الّا ان یشترط المتباع ویقال للبائعِ اقطعها وسلم المبیع وکذا اذا کان فیها زرع وقال الشافعی یترکُ حتی یظهر صلاح الثمر ویستحصد الزرعُ.

ترجمه: اور جس شخص نے کوئی کھجور کا درخت یا کوئی پھل دار درخت فروخت کیا تو اس کے پھل بائع کے ہوں گے۔ الا یہ کہ مشتری (انھیں بھی لینے کی) شرط لگا دے۔
اور بائع سے کہا جائیگا کہ پھلوں کو توڑ کر مبیع مشتری کے حوالے کر دے اور اسی طرح اگر زمین میں کھیتی ہو۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ (پھل اور کھیتی دونوں کو) چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ پھل کی منفعت ظاہر ہو جائے اور کھیتی کاٹ لی جائے۔

جزئیات: (مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: (۱) کسی آدمی نے کھجور کا درخت فروخت کیا یا کوئی اور پھل دار درخت فروخت کیا تو ان درختوں کے پھل کس کے لیے ہیں اس کی دو صورت ہے ایک پھلوں کی شرط کے ساتھ بیع کی ہو اور ایک بغیر پھلوں کی شرط کے ساتھ بیع کی ہو تو پھلوں کی شرط کی صورت میں پھل مشتری کے لیے ہیں اور شرط کے بغیر والی صورت میں پھل بائع کے لیے ہوں گے۔ لیکن بائع کو فوراً ان پھلوں کو توڑ کر مبیع کو مشتری کے حوالے کرنا ضروری ہوگا اور اگر زمین کی بیع جس میں کھیتی کھڑی ہوئی ہے تو اس کی بھی یہی صورت ہے، شرط لگانے کی صورت میں مشتری کو دے دیا جائے گا اور بغیر شرط کی صورت میں بائع کی ہوگی لیکن اس کو بھی کاٹنا فوری طور پر ضروری ہے لیکن امام شافعیؒ اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور ان کا مذہب یہ ہے کہ پھل دار درخت کی بیع میں بائع کو مہلت دیدی جائے گی جب تک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھل تیار نہ ہو جائے اور زمین کی بیع میں کھیتی کے کٹنے تک کی مہلت دی جائے گی۔

(۲) **ائمہ کرام کا اختلاف**: امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ پھلوں کے تیار ہونے اور کھیتی کے کٹنے تک اس کو مہلت دی جائے گی۔

امام شافعیؒ کی دلیل: بیع کے مکمل ہونے کے بعد عاقدین میں سے ہر ایک پر مبیع اور ثمن کی حوالگی ضروری ہوتی ہے لیکن یہ حوالگی بھی معروف اور معتاد طریقے کے مطابق ہوتی ہے اور معتاد طریقہ پھل پکنے اور کھیتی کٹنے کے بعد کی سپردگی کا ہے لہٰذا اس پر ہی عمل کیا جائے گا "لان الواجب انما هو التسليم المعتاد وفي العادة ان لا يقطع"

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب: اس صورت میں یہ ہے کہ بیع کے مکمل ہونے کے بعد جب کہ پھلوں کی شرط مشتری نے نہ لگائی ہو تو اس صورت میں پھل بائع کے لیے ہیں اور اس کو فوری طور پر ان کو توڑنا ضروری ہے اور مبیع مشتری کے سپرد کرنا ضروری ہے پکنے اور کٹنے تک مہلت نہیں دی جائے گی۔

امام صاحبؒ کی دلیل: "لان ملك المشترى مشغول بملك البائع فكان عليهم تفريغه وتسليمه" کیوں اگر پکنے اور کٹنے کی مہلت دی جائے تو اس صورت میں مشتری کی ملک کو بائع کی ملک میں مشغول رکھنا لازم آئے گا اور بائع کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو فوری طور پر فارغ کرے اور مشتری کے سپرد کرے اس لیے اس کو مہلت نہیں دی جائے گی۔

ہدایہ: ج ۳/ ص/ ۲۷

سوال: وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا أَوْقَدْ بَدَا جَازَ الْبَيْعُ، لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوَّمٌ إِمَّا لِكَوْنِهِ مُنْتَفِعًا فِي الْحَالِ أَوْفِي الثَّانِي. وَقَدْ قِيلَ لَايَجُوْزُ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوْ صَلَاحُهَا وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ وَعَلَى الْمُشْتَرِيْ قَطْعُهَا فِي الْحَالِ تَفْرِيْغًا لِمِلْكِ الْبَائِعِ، وَهٰذَا إِذَا إِشْتَرَاهَا مُطْلَقًا أَوْلِشَرْطِ الْقَطْعِ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایسے پھل فروخت کیے جن کی صلاح ظاہر نہیں ہوئی یا ظاہر ہوگئی تو (دونوں صورتوں میں) بیع جائز ہے، اس لیے کہ وہ پھل مالِ متقوم ہیں یا تو فی الحال اس کے قابل انتفاع ہونے کی وجہ سے یا آگے چل کر (قابل انتفاع ہونے کی وجہ سے) اور ایک قول یہ ہے کہ بدوِ صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع جائز نہیں ہے۔ لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ اور بائع کی ملکیت خالی کرنے کے لیے مشتری پر فوراً وہ پھل توڑنا واجب ہے اور یہ (بیع اس صورت میں ہے) کہ جب پھلوں کو مطلقاً خریدا ہو یا توڑنے کی شرط کے ساتھ خریدا ہو۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) بدو صلاح کی تفسیر کے اختلاف کو تحریر کریں (۴) عبارت میں ''قِیْــلَ'' کا قائل کون ہے؟ (۵) قبل بدو صلاح میں نہی ارشادی اور تشریعی کے اختلاف کو نقل کریں (۶) بشرط القطع اور بشرط الترک دونوں صورتوں میں بیع کے جواز اور عدم جواز کو نقل کریں۔

جواب: (۱) اگر کسی نے درخت پر پھلوں کی بیع کی تو اب اگر ان کی صلاح ظاہر ہوگئی تو احناف کے نزدیک بھی ان کی بیع درست ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی ایسے پھلوں کی بیع درست ہے لیکن ان کی صلاح ظاہر نہیں ہوئی ہے تو احناف کے نزدیک تو بیع درست ہے لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک درست نہیں ہے۔

دلیل: کے طور احناف فرماتے ہیں کہ ایسے پھل جن کی صلاح ظاہر ہوگئی ہے تو ایسے پھل تو فی الحال قابل انتفاع ہیں اور جن کی صلاح ظاہر نہیں ہوئی ہے وہ مآل میں قابل انتفاع ہوں گے اور ہر قابلِ انتفاع چیز متقوم ہوتی ہے اور جو چیز متقوم ہے اس کی بیع درست ہے اس لیے ایسے پھلوں کی بیع درست ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسے پھلوں کی بیع نہیں ہے جن کی صلاح ظاہر نہیں ہوئی ہے۔

دلیل: یہ پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث موجود ہے جس میں قبل بدو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلاح پھلوں کی بیع سے ممانعت آئی ہے۔

اور صاحب کتاب قولِ اول کو ہی اصح قرار دیتے ہیں اور قبل بدو صلاح کی بیع اس صورت میں درست ہے جب کہ مشتری ان پھلوں کو فوری طور پر توڑ لے اور بائع کی ملک کو فارغ کردے اور یہ فارغ کرنا دونوں صورتوں میں ضروری ہے یعنی جب کہ قطع کی شرط لگائی ہو یا مطلقاً بیع کی ہو۔ دونوں ہی صورتوں میں بائع کے لیے ملک کو فارغ کرنا ضروری ہے۔

(۲) **ائمہ کرام کے مذاہب:** ائمہ ثلاثہ کا مذہب قبل بدو صلاح پھلوں کی بیع درست نہیں ہے۔

دلیل: حدیث نبی اکرم ﷺ ہے "نھی عن بیع النخل حتی یزھُو"

احناف کا مذہب یہ ہے کہ قبل بدو صلاح پھلوں کی بیع درست ہے لیکن بیع بشرط القطع کی صورت درست ہے۔

دلیل: "لانه مال متقوم اما لکونه منتفعا به فی الحال او فی الثانی"

اس لیے کہ یہ مالِ متقوم ہے کیوں کہ اس سے انتفاع کیا جاسکتا ہے فی الحال بدو صلاح کی صورت میں اور مآل میں قبل بدو صلاح کی صورت میں اور ہر وہ چیز جو قابلِ انتفاع ہو وہ مالِ متقوم ہے اور مالِ متقوم کی بیع درست ہے۔

(۳) ائمہ ثلاثہ نے بدو صلاح کی تفسیر وہی کی ہے جو حدیثوں میں آئی ہے کھجور کے بارے میں "حتی یزھُوَ" پس جب کھجور سرخ یا پیلی پڑ جائے گی تو بدو صلاح ظاہر ہوگا، گیہوں کے بارے میں "حتی یبیض" ہے لہٰذا بالیوں کا بدو صلاح ان کا سفید ہونا ہے اور انگور کے بارے میں "حتی یسود" ہے پس انگور کا کالا پڑ جانا اس کا بدو صلاح ہے۔

احناف کے نزدیک بدو صلاح کی تفسیر: "الامن من العاھات والأفاتِ لا الحادثاتِ" غلہ اور پھلوں کا بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ ہو جانا نہ کہ حادثوں سے محفوظ ہونا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غلہ اور پھلوں میں ایک وقت تک آفتیں اور بیماریاں آتی ہیں جب وہ مرحلہ ختم ہو جائے تو یہ بدو صلاح ہو جاتے ہیں۔ (تحفۃ الالمعی: ج ۴/ص ۱۳۲)

(۴) عبارت میں مذکور "قِیل" کے قائل شمس الائمہ السرخسیؒ ہیں۔

(۵) نہی ارشادی اور نہی تشریعی کا اختلاف:

ائمہ ثلاثہ کی رائے یہ ہے کہ یہ نہی تشریعی ہے یعنی یہی مسئلہ ہے اور بیع کے جواز وعدمِ جواز کا اسی پر مدار ہے۔

احناف کی رائے یہ ہے کہ نہی ارشادی ہے یعنی لوگوں کو ان کی بھلائی کی بات بتائی گی ہے اور نہی ارشادی ہونے کی دلیل حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث ہے کہ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں "کالمشورۃِ یشیربھا لکثرۃِ خصومھم" یہ بات آپ ﷺ نے بطورِ مشورہ فرمائی تھی ان کے جھگڑوں کے زیادہ ہونے کی وجہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی ارشادی ہے۔

اور ترمذی کی روایت میں بھی "نھی البائع والمشتری" یعنی بائع اور مشتری کو منع فرمایا اگر نہی تشریعی ہوتی تو عام ہوتی اور سب مسلمانوں کے لیے ہوتی۔ بائع اور مشتری کی تخصیص نہ کی جاتی۔ معلوم ہوا کہ یہ نہی ارشادی ہے۔

(تحفۃ الالمعی: ج ۴/ص ۱۳۲)

(۶) "بشرط القطع" کی صورت میں احناف کے نزدیک قبل بدو صلاح پھلوں کی بیع درست ہے اور "بشرط الترک" کی صورت میں قبل بدو صلاح وبعد بدو صلاح دونوں صورتوں میں بیع درست نہیں ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۲۸

سوال: وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَّبِيعَ ثَمَرَةً وَيُسْتَثْنٰى مِنْهَا أَرْطَالًا مَعْلُومَةً، خِلَافًا لِمَالِكٍ لِأَنَّ الْبَاقِيَ بَعْدَ الْإِسْتِثْنَاءِ مَجْهُوْلٌ بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ وَاسْتَثْنٰى نَخْلًا مُعَيَّنًا، لِأَنَّ الْبَاقِيَ مَعْلُوْمٌ بِالْمُشَاهَدَةِ، قَالَ، قَالُوْا هٰذِهٖ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رِوَايَةُ الْحَسَنِ وَهُوَ قَوْلُ الطَّحَاوِيْ أَمَّا عَلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ يَنْبَغِيْ أَنْ يَجُوْزَ، لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ مَا يَجُوْزُ إِيْرَادُ الْعَقْدِ عَلَيْهِ بِانْفِرَادِهٖ يَجُوْزُ إِسْتِثْنَاءُ هٗ مِنَ الْعَقْدِ، وَبَيْعُ قَفِيْزٍ مِنْ صُبْرَةٍ جَائِزٌ وَكَذَا إِسْتِثْنَاءُ هٗ بِخِلَافِ إِسْتِثْنَاءِ الْحَمَلِ وَأَطْرَافِ الْحَيْوَانِ، لِأَنَّهٗ لَايَجُوْزُ بَيْعُهٗ فَكَذَا إِسْتِثْنَاءُ هٗ۔

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے کہ پھلوں کو بیچا جائے اور ان میں سے متعین ارطال کا استثناء کیا جائے، امام مالکؒ کا اختلاف ہے۔اس لئے کہ استثناء کے بعد ماقبی مجہول ہے، برخلاف اس صورت کے جب باغ فروخت کر کے ایک معین درخت کا استثناء کرلے، اس لئے کہ ماقبی مشاہدہ سے معلوم ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مشائخ نے اسے حضرت حسن کی روایت قرار دیا ہے اور یہی امام طحاویؒ کا قول ہے، لیکن ظاہر الروایہ کے مطابق اسے جائز ہونا چاہئے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ جس چیز کا تنہا عقد درست ہوتا ہے تو عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی درست ہوتا ہے، اور ڈھیر میں سے ایک قفیز کی بیع جائز ہے اس کا استثناء بھی جائز ہے برخلاف حمل اور اعضاء حیوان کے استثناء کے۔
اس لئے کہ (تنہا) ان کی بیع درست نہیں ہے تو اسی طرح ان کا استثناء بھی درست نہیں ہوگا۔

جزئیات: (۱) مطلب مع وضاحت تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل بیان کریں (۳) ظاہر الروایہ جس اصل پر مبنی ہے اس کو ضرور نقل فرمائیں۔

جواب: (۱) اگر کسی نے پھل فروخت کئے اور ان میں سے چند متعین رطل کا استثناء کرلیا تو ہمارے یہاں یہ استثناء کرنا درست نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک درست ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں جس طرح باغ میں چند درختوں کا استثناء درست ہے اسی طرح باغ کے پھلوں میں سے چند پھلوں کا استثناء بھی درست ہوگا۔

ہماری دلیل: یہ ہے کہ پھل فروخت کر کے ان میں سے کچھ مقدار کا استثنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے میں دو خرابیاں ہیں: ۱- استثناء کے بعد بچی ہوئی مقدار مجہول ہے اور اس میں عمدہ اور خراب ہر طرح کے پھل شامل ہیں اب بائع ان میں سے عمدہ پھلوں کو لینا چاہے گا اور مشتری اسے خراب پھل دینے پر بضد ہوگا اور یہ صورت مفضی الی النزاع بنے گی اور جو چیز مفضی الی النزاع بنے وہ مفسد عقد ہوتی ہے اس لیے ارطال معلومہ کا استثناء درست نہیں ہے اور جب استثناء درست نہیں ہے تو ظاہر ہے اس طرح کی بیع بھی درست نہیں ہوگی۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ مثلاً بائع نے ایک باغ کے پھل فروخت کئے اور ان میں سے دس من پھلوں کا استثناء کر لیا اور اتفاق سے باغ میں صرف اتنے ہی پھل آئے تو اس صورت میں چوں کہ مبیع معدوم ہے اور معدوم کی بیع درست نہیں اس لیے یہ بیع بھی فاسد ہوگی۔

ہاں اگر کسی نے کوئی باغ فروخت کیا اور اس میں سے چند درختوں کا استثناء کیا تو یہ صورت درست ہے اس لیے کہ مستثنیٰ درخت مشاہدے سے معلوم ہیں اور ان کی نشاندہی کر سکتے ہیں لہٰذا یہ صورت مفضی الی النزاع نہیں ہوگی اور اس میں مبیع معدوم بھی نہیں ہوگی چنانچہ یہ صورت درست ہے لیکن ظاہر الروایہ کے مطابق اس صورت کو جائز ہونا چاہئے کیوں کہ حضرات فقہاء نے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ ہر وہ چیز جس کا تنہا فروخت کرنا جائز ہے عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی درست ہے اور چند رطل پھلوں کی تنہاء بیع درست ہے تو ان کا استثناء بھی درست ہونا چاہئے جیسا کہ غلے کے ڈھیر سے ایک قفیز کی بیع درست ہے اس کا استثناء بھی درست ہے۔

اور جن اشیاء کو تنہا فروخت کرنا درست نہیں ہے ان کا استثناء بھی درست نہیں جیسا کہ حمل کا استثناء اور زندہ جانور کے اعضاء یا چمڑے وغیرہ کا استثناء کرنا درست نہیں کیوں کہ ان کی تنہاء بیع بھی درست نہیں لہٰذا استثناء بھی درست نہیں ہوگا۔

(۲) ائمہ کرام کا اختلاف:

امام مالکؒ کے نزدیک اس طرح سے استثناء کی صورت میں بیع درست ہے۔

دلیل: آپؒ نے پھلوں کے استثناء کو درختوں کے استثناء پر قیاس کیا ہے" ۔۔۔۔ ہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یجوزُ عندہ قیاسا علی بیع النخل اذا باع واستثنیٰ نخلا معیناً"

امام صاحبؒ کے نزدیک اس طرح سے استثناء کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل: "لان الباقی بعد الاستثناء مجهول وهذهِ الجهالة تفضی الیٰ المنازعةِ وکل جهالة تفضی الیٰ المنازعةِ تفسد العقد"

یہ جو باقی ہے وہ مجہول ہے اور یہ جہالت مفضی الی النزاع ہے اور جو جہالت مفضی الی النزاع ہو وہ عقد کو فاسد کر دیتی ہے۔

(۳) ظاہر الروایہ اس اصول پر مبنی ہے "ان کل مایجوز العقد علیه بانفرادهٖ یصح استثناؤه من العقد" یعنی ہر وہ چیز جس کا تنہا فروخت کرنا جائز ہے عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی جائز ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۲۹

سوال: وَيَجُوْزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِي سُنْبُلِهَا وَالْبَاقِلِيّٰ فِيْ قِشْرِهٖ وَكَذَا الأَرُزُّ وَالسِّمْسِمُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَايَجُوْزُ بَيْعُ الْبَاقِلِيّٰ الأَخْضَرِ، وَكَذَا الْجَوْزُ وَاللَّوْزُ وَالْفُسْتُقُ فِيْ قِشْرِهِ الأَوَّلِ عِنْدَهٗ وَلَهٗ فِيْ بَيْعِ السُّنْبُلَةِ قَوْلَانِ۔

ترجمہ: گندم کو اس کی بالی اور اور لوبیے کو اس کی چھلی میں بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی چاول اور تل کو بھی (ان کی چھلی میں بیچنا جائز ہے) اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہرے لوبیے کی بیع جائز نہیں ہے، اسی طرح اخروٹ، بادام اور پستہ کو ان کی چھلی میں بیچنا امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں ہے، اور بالیوں میں گندم کی بیع کے متعلق ان کے دو قول ہیں۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل نقل کریں (۳) "لہ" ضمیر کا مرجع متعین کریں، قولان سے کون سے قول مراد ہیں۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک گندم، لوبیے اور اخروٹ وغیرہ کو ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے چھلکوں میں فروخت کرنا درست ہے امام شافعیؒ کے یہاں بادام اور اخروٹ وغیرہ کو نیز سبز لوبیے کو ان کے چھلکے میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور گندم کو اس کی بالی میں فروخت کرنے کے متعلق ان کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور ایک عدم جواز کا اور یہ جو احناف کے نزدیک بیع درست ہے خلافِ جنس کی صورت میں ہے۔

اور اگر گندم کو گندم کی جنس سے اور اخروٹ کو اخروٹ کی جنس سے فروخت کیا تو یہ درست نہیں ہے احتمالِ ربوا کی وجہ سے۔(احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۵۸)

(۲) **اختلاف الائمہ:** امام صاحبؒ کے نزدیک گندم لوبیے اور اخروٹ وغیرہ کو ان کے چھلکوں میں فروخت کرنا درست ہے۔

دلیل: ''نھی عن بیع النخلِ یزھی وعن بیع السنبل حتی یبیض''

اور حدیث سے استدلال اس طور پر ہے کہ جو ممانعت فرمائی ہے یہ رنگ پکڑنے اور سفید ہونے سے پہلے کی حالت کے ساتھ خاص ہے یعنی گندم وغیرہ کو چھلکوں میں فروخت کرنا تو درست ہے لیکن جبکہ گندم بالیوں میں سفید ہو جائے تو اس سے گندم کا اس کی بالیوں میں جواز ثابت ہو جاتا ہے اور اخروٹ وغیرہ گندم کے درجہ میں ہے اس لیے ان کی بیع بھی درست ہوگی۔

امام شافعیؒ کا مذہب: یہ ہے کہ بادام اور اخروٹ وغیرہ کو اور لوبیے کو ان کے چھلکے میں فروخت کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل: ''ان المعقود علیہ مستور بما لا منفعۃ لہ فیہ''

دلیل: یہ ہے کہ جس چیز پر عقد ہو رہا ہے وہ چیز پوشیدہ ہے اور جو چیز ظاہر ہے وہ قابلِ انتفاع نہیں ہے اور اس طرح معقود علیہ کا پوشیدہ ہونا اس کے معدوم ہونے کی طرح ہے اور معقود علیہ کے معدوم ہونے کی صورت میں بیع فاسد ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی بیع فاسد ہے۔

(۳) ''لہٗ'' کی ضمیر کا مرجع امام شافعیؒ ہیں اور ''قولان'' سے امام شافعیؒ کے جواز اور عدمِ جواز کے قول مراد ہیں۔(البنایہ: ج/۸/ص/۴۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ۳ ص ۳۰

سوال: وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ قِيْلَ لِلْمُشْتَرِيْ إِدْفَعِ الثَّمَنَ أَوَّلًا: لأَنَّ حَقَّ الْمُشْتَرِيْ تَعَيَّنَ فِي الْمَبِيْعِ فَيُقَدَّمُ دَفْعُ الثَّمَنِ لِيَتَعَيَّنَ حَقُّ الْبَائِعِ بِالْقَبْضِ لِمَا أَنَّهُ لَايَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِيْنِ تَحْقِيْقًا لِلْمُسَاوَاةِ: قَالَ: وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِسِلْعَةٍ أَوْثَمَنًا بِثَمَنٍ قِيْلَ لَهُمَا سَلِّمَا مَعًا لِاسْتِوَائِهِمَا فِي التَّعْيِيْنِ وَعَدَمِهِ فَلَاحَاجَةَ إِلَى تَقْدِيْمِ أَحَدِهِمَا فِي الدَّفْعِ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے ثمن کے عوض کوئی سامان فروخت کیا تو مشتری سے کہا جائے گا کہ پہلے ثمن ادا کرو۔ اس لئے کہ مشتری کا حق مبیع میں متعین ہو چکا ہے، لہذا ادائیگی ثمن کو مقدم کیا جائے گا تا کہ قبضہ سے بائع کا حق بھی متعین ہو جائے۔ اس لئے کہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا (اور ادائیگی ثمن کی تقدیم کا حکم) برابری ثابت کرنے کے لئے ہے فرماتے ہیں: اور جس شخص نے سامان کو سامان کے عوض یا ثمن کو ثمن کے عوض فروخت کیا تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ساتھ سپرد کرو۔ تعیین اور عدم تعیین میں دونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے۔ لہذا ادائیگی میں کسی ایک کو مقدم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب اس طرح واضح کریں کہ دونوں صورتوں کا فرق واضح ہو جائے۔

جواب: (۱) عبارت میں دو مسئلہ بیان کئے گئے ہیں:

(۱) اگر کسی نے ثمن یعنی دراہم و دنانیر کے عوض کوئی سامان فروخت کیا اور عاقدین ادائیگی میں اختلاف کرنے لگے اس صورت میں تقدیم ادا کا مکلف کون ہوگا۔ فرماتے ہیں اس صورت میں دو باتیں قابلِ غور ہیں (۱) عقد بیع سے مبیع میں مشتری کا حق متعین ہو جاتا ہے اور محض عقد سے ثمن میں بائع کا حق متعین نہیں ہوتا تو نفس عقد سے مشتری کو ایک طرح کا تقدم حاصل ہو جاتا ہے اور بیع میں مساوات ضروری ہے لہذا مشتری کو اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ ثمن کی ادائیگی کرے تا کہ اس پر قبضہ کرنے کے بعد بائع کا حق بھی ثمن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے متعلق ہو جائے۔ اب مساوات کو ثابت کرنے کے لیے مشتری کو ثمن کے ادا کرنے کا پہلے مکلّف بنایا جائے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ثمن کو ثمن کے عوض اور سامان کو سامان کے عوض فروخت کیا تو ان دونوں صورتوں میں کسی کو بھی پہلے ادا کرنے کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ ثمن کے عوض ثمن کی صورت میں عدم تعیین میں دونوں برابر ہیں اور سامان کے عوض کی صورت میں دونوں تعین حق میں برابر ہے اس لیے ان دونوں صورتوں میں کسی کو بھی تقدم حاصل نہیں ہوگا اور پہلے مسئلہ میں مشتری کو ایک طرح کا تقدم حاصل ہوگا اس لیے اس کو اداءِ ثمن کا مکلّف بنایا جائے گا لیکن دوسرے مسئلہ میں کسی کو کوئی تقدم حاصل نہیں ہوگا اس لیے کسی کو بھی پہلے ادائیگی کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا۔

باب خیارِ الشرط

ہدایہ: ج ۳/ص ۳۰/

سوال: خِيَارُ الشَّرطِ جَائِزٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِيْ وَلَهُمَا الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَمَادُوْنَهَا۔ وَالْأَصْلُ فِيْهِ مَارُوِيَ أَنَّ حَبَّانَ بْنَ مُنْقِذِبْنِ عَمْرٍوالْأَنْصَارِيَّ كَانَ يُغْبَنُ فِي الْبِيَاعَاتِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِذَابَايَعْتَ فَقُلْ لَاخِلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَايَجُوْزُ أَكْثَرَ مِنْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَا يَجُوْزُ إِذَا سَمَّى مُدَّةً مَعْلُوْمَةً۔

ترجمہ: بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے لئے خیارِ شرط جائز ہے۔ اور انھیں تین دن یا اس سے کم کا خیار ملے گا۔ اور اس سلسلے میں اصل وہ حدیث ہے جو مروی ہے کہ حضرت حبان بن منقذ بن عمرو الانصاریؓ کو خرید و فروخت میں خسارہ ہو جاتا تھا تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ بیچنے کے بعد تم لاخلابۃ (کوئی دھوکہ نہیں ہے) کہہ دیا کرو اور (یہ کہہ دیا کرو) مجھے تین دن کا اختیار ہے۔ اور امام صاحبؒ کے نزدیک تین دن سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زیادہ کا خیار جائز نہیں ہے، یہی امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کا بھی قول ہے۔
اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر متعین مدت بیان کر دی جائے (تو زیادہ دن کا اختیار بھی) جائز ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) امام صاحب اور صاحبین کے اختلاف کو دلیل کے ساتھ نقل کریں۔

جواب: (۱) صاحب ہدایہؒ نے اس پوری عبارت میں خیارِ شرط کے ثبوت اس کی مدت اور اس کے حوالے سے حضرات ائمہ کے اختلاف اور ان کے دلائل سے بحث کی ہے۔ چنانچہ پہلی بحث تو یہ ہے کہ باتفاق ائمہ بائع اور مشتری دونوں کے لیے خیار جائز ہے خواہ انفراداً ہو یا اجتماعاً اور اس کی دلیل حضرت حبان بن منقذؓ کی وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ان کو اپنے لیے خیار لینے کا حکم دیا ہے۔
دوسری بحث یہ ہے کہ امام صاحبؒ، امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک خیار کی زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے اور حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک خیار شرط کی کوئی مدت نہیں ہے بلکہ عاقدین جس مدت کو بیان کردے، وہی مدت خیار ہوگی خواہ وہ تین دن ہو یا تین ماہ۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۶۶)

(۲) امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار صرف تین دن ہے اس سے زیادہ مدت تک خیار جائز نہیں ہے۔

دلیل: امام صاحبؒ کی دلیل حضرت حبان بن منقذؓ کا واقعہ ہے کہ ان کو بیع میں دھوکہ ہوا تھا کیوں کہ ان کی عقل قدرے کم تھی اس لیے آپ ﷺ نے ان کو بیع میں خیار لینے کا حکم دیا تھا اور ان کو صرف تین دن کا خیار دیا تھا "فقال له النبی ﷺ اذا بایعت فقل لا خلابة ولی الخیار ثلاثة ایام"
حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک عاقدین جس مدت کو بیان کردے وہی مدتِ خیار ہوگی۔

دلیل: حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے جس میں یہ مضمون موجود ہے کہ آپ ﷺ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دو مہینے تک خیار کی اجازت دی ہے اور اجازت بر بنائے ضرورت تھی۔ معلوم ہوا جب تک ضرورت باقی ہے خیار بھی باقی رہے گا "عن ابن عمرؓ انه اجاز الخيار الىٰ شهرين"

ہدایہ: ج ر۳ر ص ر۳۱

سوال: وَلَوْ إشْتَرىٰ عَلىٰ أنَّهُ إنْ لَمْ يَنْقُدِ الثَّمَنَ إلىٰ ثَلاثَةِ أيَّامٍ فَلابَيْعَ بَيْنَهُمَا جَازَ وَإلىٰ أرْبَعَةِ أيَّامٍ لَايَجُوزُ عِنْدَ أبِيْ حَنِيْفَةَ وَأبِيْ يُوْسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَجُوْزُ إلىٰ أرْبَعَةِ أيَّامٍ أوْ أكْثَرَ۔ فَإنْ نَقَدَ فِيْ الثَّلٰثِ جَازَ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا، وَالأصْلُ فِيْهِ أنَّ هٰذَا فِيْ مَعْنىٰ إشْتِرَاطِ الْخِيَارِ إذِا الْحَاجَةُ مَسَّتْ إلىٰ الإنْفِسَاخِ عِنْدَ عَدَمِ النَّقْدِ تَحَرُّزًا عَنِ الْمُمَاطَلَةِ فِيْ الْفَسْخِ فَيَكُوْنُ مُلْحَقًا بِهِ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے اس شرط پر خریدا کہ اگر اس نے تین دن تک ثمن ادا نہ کیا تو ان کے مابین کوئی بیع نہیں ہے، تو بیع جائز ہے۔ اور اگر چار دن کی بات ہو تو حضرات شیخینؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چار دن یا اس سے زیادہ کی صورت میں بھی بیع جائز ہے، پھر اگر مشتری نے تین دن میں ثمن اداء کر دیا تو سب کے نزدیک بیع جائز ہوگی، اور اس سلسلے میں اصل یہ ہے کہ یہ خیار شرط کے معنی میں ہے کیونکہ مشتری کے ثمن ادا نہ کرنے کے وقت فسخ میں ٹال مٹول سے بچنے کے لئے فسخِ بیع کی ضرورت پڑے گی لہذا یہ شکل بھی خیارِ شرط کے ساتھ ملحق ہوگی۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) "تحرزاً عن المماطلة في الفسخ" کی توضیح کریں۔ (۳) مذکورہ عبارت میں خیار سے کون سا خیار مراد ہے۔

جواب: (۱) صاحب ہدایہ نے اس عبارت میں خیارِ شرط پر قیاس کرتے ہوئے ایک مسئلہ ذکر کیا ہے اس کو خیار نقد کہا جاتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور خریدتے وقت مشتری نے بائع سے درخواست کی کہ ثمن تین دن میں ادا کروں گا اور اگر میں نے تین دن میں ثمن ادا نہ کیا تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تمہارے اور ہمارے درمیان معاملہ ختم ہو جائے گا۔ یہ صورت احناف کے نزدیک درست ہے لیکن اگر مشتری نے ثمن کے ادا کرنے کی مدت چار دن یا چار دن سے زیادہ بیان کی اب اس صورت میں دو طریقہ سے ثمن ادا کرتا ہے۔ (۱) مدت چار دن بیان کی لیکن ثمن تین دن کے اندر ہی اندر ادا کر دیتا ہے تو یہ صورت امام صاحب اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے۔ (۲) مدت چار دن بیان کی اور ثمن تین دن کے اندر اندر ادا نہیں کیا تو یہ صورت امام صاحب اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور خیار نقد یہ خیارِ شرط کی طرح ہے۔ تو اب مشتری اگر ثمن ادا نہیں کرتا تو اس کی ٹال مٹول سے بچنے کے لیے فسخ بیع کی ضرورت پڑے گی اور یہ خیار نقد کا معاملہ ہے اور یہ خیار شرط کے ساتھ ملحق ہے تو جس طرح خیار شرط میں تین دن کا خیار حاصل ہوتا ہے اسی طرح خیارِ نقد میں بھی تین دن میں ثمن ادا کرنے کی مہلت دی جائے گی۔

(۲) ''تحرُّزاً عن المما طلة فی الفسخ'' اس عبارت سے صاحب ہدایہ خیارِ نقد میں ثمن ادا نہ کرنے کی صورت میں جو بیع کے فسخ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے بیع کے فسخ کرنے کی علت اور وجہ کیا ہے اس علت کو اس عبارت سے بیان فرما رہے ہیں کہ بائع کو مشتری کی طرف سے فسخ میں ٹال مٹول سے بچانے کے لیے یہ خیار مشروع ہوا ہے۔

(۳) مذکورہ عبارت میں خیار سے خیارِ نقد مراد ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۱

سوال: وَخِيَارُ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوْجَ الْمَبِيْعِ عَنْ مِلْكِهٖ، لِأَنَّ تَمَامَ هٰذَا السَّبَبِ بِالْمُرَاضَاةِ وَلَا تَتِمُّ مَعَ الْخِيَارِ، وَلِهٰذَا يَنْفُذُ عِتْقُهٗ وَلَا يَمْلِكُ الْمُشْتَرِيْ التَّصَرُّفَ فِيْهِ وَإِنْ قَبَضَهٗ بِإِذْنِ الْبَائِعِ، فَلَوْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِيْ وَهَلَكَ فِيْ مُدَّةِ الْخِيَارِ ضَمِنَهٗ بِالْقِيْمَةِ، لِأَنَّ الْبَيْعَ يَنْفَسِخُ بِالْهَلَاكِ، لِأَنَّهٗ كَانَ مَوْقُوْفًا، وَلَا نِفَاذَ بِدُوْنِ الْمَحَلِّ فَبَقِيَ مَقْبُوْضًا فِيْ يَدِهٖ عَلٰى سَوْمِ الشِّرَاءِ وَفِيْهِ الْقِيْمَةُ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: بائع کا خیار اس کی ملکیت سے خروجِ مبیع کے لئے مانع ہے، اس لئے کہ اس سبب کا پورا ہونا دونوں کی رضامندی سے ہوتا ہے، اور خیار کے ساتھ رضامندی پوری نہیں ہوتی، اسی وجہ سے بائع کا عتق نافذ ہو جاتا ہے، اور مشتری مبیع میں تصرف کا مالک نہیں ہوتا، اگرچہ وہ بائع کی اجازت سے مبیع پر قابض ہوا ہو۔ پھر اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا اور مدتِ خیار کے دوران مبیع اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی۔ تو مشتری اس کی قیمت کا ضامن ہوگا، کیونکہ مبیع کے ہلاک ہونے سے بیع فسخ جاتی ہے۔ اس لئے کہ بیع موقوف تھی۔ اور محل کے بغیر بیع کا نفاذ نہیں ہوتا۔ لہذا (مبیع) بھاؤ کرنے کی طرح مشتری کے قبضہ میں باقی تھی اور (اس طرح کے قبضہ میں) قیمت کا ضمان ہوتا ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ''سوم الشراء'' کی وضاحت کریں، نیز بتائیں کہ خیار شرط انعقادِ عقد سے مانع ہے یا ثبوت حکم سے۔ (۳) اشیاء مثلی ہونے کی صورت میں کیا واجب ہوتا ہے اور غیر مثلی ہونے کی صورت میں کیا واجب ہوتا ہے۔ (۴) قیمت اور ثمن کا فرق بیان کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت سے یہ صاحب ہدایہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح خیار مشتری اور بائع دونوں کے لیے درست ہے جیسا کہ بابِ خیار شرط کے بالکل شروع میں بیان کیا گیا ہے اسی طرح صرف بائع کے لیے بھی خیار کو ثابت کرنا مقصود ہے پس جب کہ خیار شرط صرف بائع کو ہو تو اس صورت میں مبیع بائع کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی ہے کیوں کہ عقد عاقدین کی رضامندی سے تام ہوتا ہے اور رضامندی خیار کی صورت میں موقوف رہتی ہے تو عقد بھی غیر تام رہتا ہے اسی خیار کی وجہ سے اگر بائع نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا کیوں کہ ابھی غلام بائع کی ملکیت میں ہے۔

اور مشتری کو مبیع میں تصرف کا کوئی حق نہیں ہوگا اگر چہ اس نے بائع کی اجازت سے قبضہ کیا ہو۔ اگر اس صورت میں تصرف کو درست قرار دیا جائے تو غیر کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف لازم آئے گا جو فقہی قاعدہ کی رُو سے درست نہیں ہے ''لا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یجوز التصرف فی ملک الغیر بغیر اذنه'' اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور پھر مبیع مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی مدتِ خیار کے اندر اندر تو اس صورت میں مشتری پر قیمت واجب ہوگی ثمن واجب نہیں ہوگا کیوں کہ مبیع کے ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع بغیر محل کے اس کا نفاذ ہو ہی نہیں سکتا اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ مشتری کے پاس مبیع صرف بھاؤ تاؤ کرنے کے لیے تھی اور اس صورت میں مبیع کے ہلاک ہونے سے صرف قیمت واجب ہوتی ہے اور قیمت کا وجوب ایک فقہی قاعدہ کی وجہ سے ہے ''مقبوض بجهة العقد مضمون بالقيمة''

(۲) ''سوم الشراء'' یہ ہے کہ مشتری نے کوئی چیز خریدنے کے واسطے بائع سے لی اور یہ کہا میں اہل خانہ کو دکھا کر لاتا ہوں اس طرح سے کسی چیز کو لینا یہ سوم الشراء کہلاتا ہے۔(احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۱۷)

خیارِ شرط یہ ثبوتِ حکم سے مانع ہے نیز انعقادِ عقد سے مانع نہیں ہے۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۴۸)

(۳) اشیاء کے مثلی ہونے کی صورت میں اس کا مثل واجب ہوتا ہے اور اشیاء کے غیر مثلی ہونے یعنی قیمتی ہونے کی صورت میں اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔

(۴) قیمت اس قیمت کو کہا جاتا ہے جو بازار میں اس چیز کی قیمت ہوتی ہے یعنی مارکیٹ میں جو اس کا ریٹ ہے۔

ثمن اس قیمت کو کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کی جو قیمت بائع اور مشتری دونوں نے اپنی رضامندی سے طے کی ہو۔ خواہ وہ بازار کی قیمت سے کم ہو یا زیادہ۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۲

سوال: خیارُ المشتری لا یمنعُ خروجَ المبیعِ عن ملک البائعِ الا ان المشتری لا یملکه عند ابی حنیفةَ وقالا یملکه.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: مشتری کا خیار بائع کی ملکیت سے خروج مبیع میں مانع نہیں ہوتا۔لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری اس مبیع کا مالک نہیں ہوتا۔اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مالک ہو جائے گا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب واضح کریں۔(۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔(۳) ''خیار فی البیع'' کی کتنی قسمیں ہیں۔

جواب: (۱) صاحب ہدایہ اس عبارت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح صرف بائع کے لیے خیار ثابت ہے اسی طرح صرف مشتری کے لیے بھی خیار ثابت ہوتا ہے اب جب کہ مشتری کو خیار ہو تو مبیع بائع کی ملکیت سے تو نکل جاتی ہے کیوں کہ بائع کی طرف سے رضامندی پائی جا رہی ہے اور اب یہ مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہوگی یا نہیں۔

اس بارے میں امام صاحب اور حضراتِ صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

امام صاحبؒ کے نزدیک مبیع مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کی ملک میں داخل ہوگی۔

(۲) **اختلاف الائمہ:** حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جائے گی۔

دلیل: اس لیے کہ جب مبیع بائع کی ملک سے نکل گئی اور اگر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہو تو اس طرح مبیع ہلاک ہو جائے گی اس لیے اس کا کسی کی ملک ہونا ضروری ہے تو اس صورت میں وہ مشتری کی ملک میں ہوگی۔

حضرت امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی۔

دلیل: یہ ہے کہ جب مشتری کو خیار ہے تو ثمن اس کی ملک سے نہیں نکلے گا اور اگر ہم مشتری کی ملک میں مبیع کے داخل ہونے کو تسلیم کریں تو ایک آدمی کی ملک میں مبیع اور ثمن دونوں کا داخل ہونا لازم آئے گا اور بیع میں مساوات ضروری ہے اور یہ مساوات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے خلاف ہے اس لیے اس کو مشتری کی ملک میں داخل قرار نہیں دیا جائے گا۔

(۳) "خیار فی البیع" کی چار قسمیں ہیں:

(۱) خیارِ شرط (۲) خیارِ رؤیت (۳) خیارِ عیب (۴) خیارِ تعیین۔

(البنایہ: ج/۸/ص/۴۸)

ہدایہ: ج/۳/ص/۴۲

سوال: فان هلك في يده هلك بالثمنِ و كذا اذا دخله عيب بخلافِ ما اذا كان الخيار للبائع.

ترجمہ: اگر مشتری کے قبضہ میں مبیع ہلاک ہوجائے تو وہ ثمن کے عوض ہلاک ہوگی اور ایسے ہی جب اس میں عیب داخل ہوگیا ہو برخلاف اس صورت کے جب بائع کے لئے خیار ہو۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) بائع کے خیار اور مشتری کے خیار کی صورت میں جو فرق ہے اس کو واضح کریں۔

جواب: (۱) صاحب ہدایہ اس عبارت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مبیع مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی اور خیارِ شرط بھی مشتری کو ہی حاصل تھا یا مبیع میں کوئی عیب پیدا ہوگیا ایسا عیب جو ختم نہ ہوسکتا ہو مثلاً غلام کا ہاتھ کٹ گیا یا ایسا عیب ہو جو ختم تو ہوسکتا ہو لیکن مدت خیار میں ختم نہ ہو جیسے کہ غلام کو بخار آئے اور وہ مدت خیار میں صحت یاب نہ ہو تو اس صورت میں اب مشتری پر ثمن واجب ہوگا اور جب خیار شرط بائع کو حاصل ہو اور مشتری کے قبضہ میں مبیع ہلاک ہوجائے تو مبیع کی قیمت واجب ہوگی بائع کے خیار کی صورت میں تو یہ "كالمقبوض على سوم الشراءِ" ہوگا اور اس صورت میں صرف قیمت واجب ہوتی ہے، یعنی مارکیٹ ریٹ دینے پڑیں گے۔

(۲) بائع کے خیار اور مشتری کے خیار میں فرق یہ ہے کہ جب خیار بائع کے لیے ہو تو اگر وہ مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے یا مبیع عیب دار ہوجائے تو اس صورت میں مبیع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی واپسی متعذر نہیں ہے کیوں کہ مبیع اتمام عقد سے قبل ہلاک ہوگئی اور مشتری کا قبضہ بجہۃ العقد ہوگا اور جہت عقد والے قبضہ میں اگر ہلاک ہو جائے تو قیمت کا ضامن ہوتا ہے۔
اور جب خیار مشتری کے لیے ہو اور مشتری کے قبضہ میں مبیع ہلاک ہو جائے یا عیب دار ہو جائے جو عیب مدت خیار میں ختم نہ ہو سکتا ہو تو ایسی صورت میں مبیع کی واپسی "علی حالة القبض" محال ہوگی تو اب عقد لازم ہو گیا اور جب عقد لازم ہو جائے تو ثمن واجب ہوتا ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۲

سوال: من اشتری امرأته علی أنه بالخيارِ ثلاثةَ ايامٍ لَمْ يُفسِدُ النكاحَ لأنه لم يملكها لما له من الخيارِ وان وطيها له ان يَرُدُّهَا لان الوطى بحكمِ النكاح الّا اذا كانت بكراً لان الوطى يُنقصها.

ترجمہ: جس شخص نے اپنی بیوی کو اس شرط پر خریدا کہ اسے تین دن کا خیار ہوگا (تو اس کا) نکاح فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ خیار کی وجہ سے وہ شخص عورت کا مالک نہیں ہوا ہے اور اگر اس کے ساتھ وطی کرلی تو بھی اسے لوٹانے کا اختیار ہے کیونکہ وطی نکاح کے حکم سے ہے الّا یہ کہ بیوی باکرہ ہو اس لئے کہ وطی باکرہ میں نقص پیدا کر دیتی ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔ (۲) ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو خریدا جو کسی کی باندی تھی اور اس نے تین دن کا خیار لیا تو اب اس کا نکاح فاسد نہیں ہوگا اور اس کے نکاح کے فاسد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کا مالک نہیں ہوگا کیوں کہ اس کو خیار حاصل ہے اور جب مشتری کو خیار حاصل ہو تو ہمارے نزدیک مبیع اس کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے اور اگر اس نے اس سے وطی کرلی تو اب بھی اس کو اس کے واپسی کا حق حاصل ہوگا اور اس وطی کو نکاح کی وجہ سے جو وطی کرنے کا حق تھا اس کی وجہ سے ہے ملکِ رقبہ کی وجہ سے نہیں ہے لیکن اگر اس نے عورت سے وطی کی اور وہ عورت باکرہ تھی تو اب اس کا نکاح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فاسد ہو جائے گا کیوں کہ وطی باکرہ کو عیب دار کر دیتی ہے اس کی واپسی متعذر ہو جائے گی اور عقد لازم ہو جائے گا اور جب عقد لازم ہو جائے تو اس کا نکاح بھی فاسد ہو جائے گا۔

(۲) ائمہ کا اختلاف: حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک اس کا نکاح فاسد ہو جائے گا اس کے اپنے شوہر کی ملک میں داخل ہونے کی وجہ سے۔

دلیل: جب خیارِ شرط مشتری کو حاصل ہو تو مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے کیوں کہ اگر بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہو تو مبیع زائل ہو جائے گی اس لیے اس کو مشتری کی ملک میں داخل قرار دیا جائے گا۔

امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح فاسد نہیں ہوگا کیوں کہ وہ اپنے شوہر کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے خیارِ شرط ہونے کی وجہ سے۔

دلیل: اگر مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہو جائے تو مبیع اور ثمن دونوں کا ایک آدمی کی ملک میں جمع ہونا لازم آئے گا اور بیع میں مساوات ضروری ہے اس لیے مبیع مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۳

سوال: وَمِنْهَا إِذَا وَلَدَتِ الْمُشْتَرَاةُ فِي الْمُدَّةِ بِالنِّكَاحِ لَاتَصِيْرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا: وَمِنْهَا إِذَاقَبَضَ الْمُشْتَرِيْ الْمَبِيْعَ بِإِذْنِ الْبَائِعِ ثُمَّ أَوْدَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ فَهَلَكَ فِيْ يَدِهِ فِي الْمُدَّةِ، هَلَكَ مِنْ مَالِ الْبَائِعِ لِارْتِفَاعِ الْقَبْضِ بِالرَّدِّ لِعَدَمِ الْمِلْكِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِيْ لِصِحَّةِ الْإِيْدَاعِ بِاعْتِبَارِ قِيَامِ الْمِلْكِ۔

ترجمہ: اور انھیں میں سے (یہ ہے کہ) جب خریدی ہوئی باندی نے مدت خیار میں نکاح کے سبب بچہ جنا۔ تو امام صاحبؒ کے نزدیک باندی مشتری کی اُم ولد نہیں ہوگی، صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

اور ان میں سے (یہ ہے کہ) اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کو بائع کے پاس ودیعت رکھا، پھر مدّتِ خیار میں وہ بائع کے قبضہ سے ہلاک ہوگئی تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہ بائع کے مال سے ہلاک ہوئی، اس لئے کہ ان کے یہاں (مشتری کی) ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے بائع کی طرف سے مبیع کی واپسی سے (مشتری کا) قبضہ ختم ہوگیا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ مشتری کے مال سے ہلاک ہوئی اس لئے کہ (مشتری کے لئے) قیامِ ملک کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا ودیعت رکھنا صحیح تھا۔

جزئیات: (۱) خیارِ مشتری کی حالت میں مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہونے اور نہ ہونے کے اختلاف کو مدلل تحریر کریں۔ (۲) ان دونوں تفریعوں کی تشریح کریں۔

جواب: (۱) خیارِ مشتری کی حالت میں مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہونے اور نہ ہونے میں امام صاحب اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

امام صاحبؒ کا مذہب خیارِ مشتری کی صورت میں یہ ہے کہ مبیع بائع کی ملک سے تو نکل جائے گی لیکن مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی۔

دلیل: خیارِ مشتری کی صورت میں ثمن مشتری کی ملک سے نہیں نکلتا اب اگر اس کی ملک میں مبیع کو بھی داخل قرار دے تو اس صورت میں ایک ہی آدمی کی ملک میں مبیع اور ثمن دونوں کا داخل ہونا لازم آئے گا اور معاوضہ کی رُو سے شریعت میں اس کی کوئی اصل بھی موجود نہیں ہے کیوں کہ معاوضہ یہ مساوات کا متقاضی ہے اس لیے مشتری کی ملک میں مبیع داخل نہیں ہوگی۔

حضراتِ صاحبینؒ کا مذہب یہ ہے کہ خیارِ مشتری کی صورت میں مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہوجائے گی۔

دلیل: جب مبیع بائع کی ملک سے نکل گئی اگر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہو تو مبیع زائل ہوجائے گی اس لیے اس کو مشتری کی ملک میں داخل قرار دیا جائے گا۔

(۲) اس عبارت میں پہلی تفریع یہ ہے کہ ایک شخص کی بیوی جو دوسرے کی باندی ہے اب اس کا شوہر اس اپنی بیوی کو اس کے آقا سے خریدنا چاہتا ہے اور اسی لیے اس نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آقا سے تین دن کا خیار لیا اب اسی مدت خیار میں اس عورت کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اب بچہ کی پیدائش کی وجہ سے یہ عورت مشتری کی ام ولد ہوگی یا نہیں۔

اس بارے میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ بچہ اس کے نکاح کی وجہ سے قرار دیا جائے گا کیوں کہ یہ عورت ابھی اس کی ملک میں داخل نہیں ہوئی کہ جس کی وجہ سے اس کے نکاح کو فاسد قرار دے کر اس کو اس کی ملک قرار دیا جائے تو جب نکاح باقی ہے تو بچہ نکاح کی وجہ سے ہے، ملک کی وجہ سے نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو ام ولد قرار دیا جائے لیکن حضرات صاحبینؒ اس کو ام ولد قرار دیتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک وہ مشتری کی ملک میں داخل ہے اور نکاح فاسد ہے اب یہ بچہ اس کی ملک میں ہونے کی وجہ سے ہوا ہے اور ملک میں بچہ ہونے کی وجہ سے یہ مشتری کی ام ولد ہو جائے گی۔

اس عبارت میں دوسری تفریع یہ ہے کہ ایک آدمی نے کوئی چیز خریدنے کا ارادہ کیا اب مشتری نے بائع سے بھاؤ وغیرہ کرنے کے بعد مدت خیار میں مبیع پر قبضہ کر لیا اور بائع ... کرنے کی اجازت دیدی اب مشتری نے اس مبیع کو بائع کے پاس ودیعت رکھ دی اب وہ چیز بائع کے پاس مدت خیار میں ہی ہلاک ہوگئی اب یہ کس کے مال سے ہلاک ہوگی مشتری کے مال سے یا بائع کے مال سے۔

امام صاحبؒ اس کو بائع کے مال سے ہلاک قرار دیتے ہیں کیوں کہ مشتری نے اس کو بائع کے پاس رکھ دیا تو اب اس کا قبضہ بھی ختم ہو گیا اور ملک تو اس کی تھی ہی نہیں تو اس صورت میں یہ بائع کے مال سے ہلاک شمار ہوگا۔

حضرات صاحبینؒ اس کو مشتری کے مال سے ہلاک مانتے ہیں کیوں کہ اس کا اس کو ودیعت رکھنا درست تھا اس کی ملک کی وجہ سے اور اب یہ ہلاک ہوگئی تو یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوئی ہو لہٰذا اب بیع تام ہوگئی اور اس کا ثمن لازم ہو گیا چنانچہ جب ثمن لازم ہوگا تو اس کو مشتری کے مال میں ہی شمار کیا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ر۳ ر ص ر ۳۳

سوال: مَنْ شَرَطَ له الخيارُ فله ان يفسخَ في مدة الخيارِ وله ان يجيزَ فان اجازَ بغير حضرةِ صاحبهٖ جاز وان فسخَ لم يَجُزْ الا ان يكون الآخر حاضراً عند ابي حنيفةَ ومحمد وقال ابو يوسفؒ يجوزُ له وهو قول الشافعي له انه مسلط على الفسخِ من جهة صاحبهٖ فلا يتوقف على علمهٖ كالاجازةِ وصار كالوكيلِ بالبيعِ ولهما انه تصرف في حق الغير وهو العقد بالرفعِ فلا يعرىٰ عن المُضرة فيتوقفُ على علمهٖ فصار كعزلِ الوكيلِ.

ترجمہ: جس شخص کے لئے خیار کی شرط لگائی گئی تو اُسے مدت خیار میں (بیع کو) فسخ کرنے اور نافذ کرنے (دونوں کا) اختیار ہے۔ پھر اگر اس نے اپنے ساتھی کی عدمِ موجودگی میں بیع کو نافذ کر دیا تو جائز ہے اور اگر فسخ کیا تو جائز نہیں ہے مگر یہ حضراتِ طرفینؒ کے بقول دوسرا حاضر ہو اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ صاحب خیار اپنے ساتھی کی جانب سے فسخ پر مسلط ہے۔ لہٰذا فسخ کرنا اس کے علم پر موقوف نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اجازت میں ہے اور یہ بیع کا وکیل بنانے کی طرح ہو گیا۔

حضرات طرفین کی دلیل یہ ہے کہ فسخ کرنا غیر کے حق میں تصرف ہے اور وہ (تصرف) عقد کا ختم کرنا ہے۔ اور یہ مضرت سے خالی نہیں ہے لہٰذا فسخ کرنا دوسرے کے علم پر موقوف ہوگا اور یہ وکیل کو معزول کرنے کی طرح ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب کی تشریح کر کے اختلاف مع دلائل ذکر کریں (۲) دونوں طرف سے پیش کردہ نظائر کی وضاحت کریں (۳) دوسرے ساتھی کے علم میں لائے بغیر فسخ کرنے سے کیا مضرت ہو سکتی ہے (۴) امام ابو یوسفؒ کی دلیل کا جواب تحریر کریں۔

جواب: (۱) صاحب ہدایہ اس عبارت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ صاحب خیار کو مدت خیار میں بیع کے نافذ کرنے اور فسخ کرنے دونوں کا اختیار ہوتا ہے اب بیع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے نافذ کرنے میں تو اس کے ساتھی کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اگر اس نے اپنے ساتھی کی عدم موجودگی میں بیع کو نافذ کر دیا تو سب کے نزدیک درست ہے لیکن بیع کے فسخ کرنے میں اگر وہ ساتھی حاضر نہ ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فسخ درست ہے لیکن طرفینؒ کے نزدیک یہ فسخ درست نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھی جس کو خیار حاصل نہیں اس کا حاضر ہونا یا اس کو فسخ کا علم ہونا ضروری ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کو اپنے ساتھی کی طرف سے تسلیط حاصل ہے اب جب اس کو فسخ پر تسلیط ہے تو یہ اس کے علم پر موقوف نہیں ہے جیسا کہ اجازت میں اس کو علم ہونا ضروری نہیں ہے ایسا ہی فسخ کا علم بھی ضروری نہیں ہے اور یہ وکیل بالبیع کی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح وکیل کو ہر طرح کے تصرف کا حق ہوتا ہے اور مؤکل کے لیے اس کا علم ضروری نہیں ہوتا ایسا ہی اس صورت میں بھی علم ضروری نہیں ہے۔

حضرات طرفینؒ فرماتے ہیں کہ یہ غیر کے حق میں تصرف کرنا ہے کیوں کہ عقد اس کے حق میں لازم ہے اب اگر من لہ الخیار عقد کو فسخ کرتا ہے بغیر اس کی اجازت کے تو یہ اس کے حق کا فسخ ہوگا اور بلا اذن یہ درست نہیں ہے اور اس طرح سے اس کو مضرت اور نقصان ہو جائے گا اس لیے اس کا علم ضروری ہے تا کہ اس کو نقصان نہ ہو کیوں کہ فقہ کا اصول ہے "لاضرر ولاضرار" اور یہ وکیل کو معزول کرنے کی طرح ہو جائے گا جس طرح وکیل کو معزول کرنے سے پہلے اس کو اس کے عزل پر واقف کر دینا ضروری ہے تا کہ وہ کوئی تصرف کر کے نقصان نہ اٹھائے۔

ائمہ کا اختلاف: امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو فسخ کی صورت میں اپنے ساتھی یعنی "من لیس لہ الخیار" کو فسخ پر واقف کرنا ضروری نہیں ہے۔

دلیل: ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ فسخ کرنے میں "من لیس لہ الخیار" کو مدت خیار کے اندر اندر علم ہونا ضروری ہے ورنہ فسخ درست نہیں ہوگا اور اگر مدت خیار کے بعد علم ہوا تو یہ بیع تام ہو جائے گی اور عقد لازم ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: فسخ کی صورت میں اپنے ساتھی "من لیس له الخیار " کو فسخ پر واقف کرنا ضروری ہے، فسخ کرنے میں غیر کے حق میں تصرف کرنا ہوتا ہے اور غیر کے حق میں تصرف کرنے کے لیے اس کی اجازت یا اس کو علم ہونا ضروری ہے اور اگر اس کے علم کے بغیر فسخ کرتے ہیں تو اس کو نقصان ہوگا اس نقصان سے بچانے کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے۔

(۲) حضرت امام ابو یوسفؒ نے نظیر کے طور پر وکیل بالبیع کو پیش کیا کہ جس طرح بیع کے وکیل کے لیے ہر طرح کا تصرف کرنا درست ہے اور مؤکل کو اس کے تصرف کا علم بھی ضروری نہیں ہے کہ اس نے بیع کو نافذ کیا ہے یا بیع کو فسخ کیا اسی طرح خیار میں صاحب خیار کا ہر طرح کا تصرف درست ہے اور "من لیس له الخیار " کو اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے۔

حضرات طرفین نے وکیل کے معزول کرنے کو نظیر کے طور پر پیش کیا ہے کہ جس طرح وکیل کو معزول کرنے میں وکیل کو اس کے عزل کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ وہ وکیل کوئی تصرف کر کے نقصان نہ اٹھائے اسی طرح یہ فسخ کی صورت میں "من لیس له الخیار " کو فسخ کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ اس کو نقصان نہ ہو۔

(۳) فسخ میں دونوں کو مضرت ہوسکتی ہے یعنی اگر بائع کو خیار نہ ہو تو بائع کا نقصان ہوگا اور اگر مشتری کو خیار نہ ہو تو مشتری کو نقصان ہوسکتا ہے۔ بائع کا نقصان اس طرح ہو سکتا ہے کہ بائع نے ایسی چیز میں معاملہ کیا جو ایک موسم میں فروخت ہوسکتی ہو۔ اب اس نے مشتری کو خیار دیا، اس نے کوئی اور مشتری تلاش نہ کیا اب اس کا موسم ختم ہوگیا تو اس طرح سے بائع کو نقصان ہوگا۔

نیز مشتری کو نقصان اس طرح ہوسکتا ہے کہ بائع کو خیار حاصل ہے اور مبیع مشتری کے قبضہ میں ہے اور مشتری نے مبیع میں ایسا تصرف کر ڈالا جس کی وجہ سے وہ مبیع ہلاک ہوگئی یا عیب دار ہوگئی اور بائع نے معاملہ کو فسخ کر دیا اور اس کو اطلاع نہ دی تو اس طرح مشتری کو نقصان ہوگا کیوں کہ اس کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) حضرت امام ابو یوسف کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ صاحب خیار کو اپنے ساتھی کی طرف سے فسخ پر تسلیط حاصل ہے اس لیے اجازت اور علم ضروری نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ "من لیس لہ الخیار" کی جانب سے عقد لازم ہو چکا ہے اب وہ خود فسخ کرنے کا حق دار نہیں رہا دوسرے کو کیا حق دے گا اور تسلیط کے لیے ملک کا ہونا ضروری ہے اب عقد کے لازم ہونے کے بعد اس کی ملک نہیں رہی اس لیے اس کا تسلیط علی الفسخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

اور اجازت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ اجازت کی صورت میں کسی کا نقصان نہیں ہے لیکن فسخ میں کسی ایک کا نقصان ضرور ہوگا جب کہ اس کا علم نہ ہو۔

ہدایہ: ج ۳ / ص ۳۴

سوال: إِذَا مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ بَطَلَ خِيَارُهُ وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلَىٰ وَرَثَتِهِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُوْرَثُ عَنْهُ لِأَنَّهُ حَقٌّ لَازِمٌ ثَابِتٌ فِي الْبَيْعِ فَيَجْرِيْ فِيْهِ الْإِرْثُ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالتَّعْيِيْنِ وَلَنَا أَنَّ الْخِيَارَ لَيْسَ إِلَّا مَشِيْئَةً وَإِرَادَةً وَلَا يُتَصَوَّرُ إِنْتِقَالُهُ، وَالْإِرْثُ فِيْمَا يَقْبَلُ الْإِنْتِقَالَ بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ لِأَنَّ الْمُوْرِثَ إِسْتَحَقَّ الْمَبِيْعَ سَلِيْمًا فَكَذَا الْوَارِثُ فَأَمَّا نَفْسُ الْخِيَارِ لَا يُوْرَثُ وَخِيَارُ التَّعْيِيْنِ يَثْبُتُ لِلْوَارِثِ إِبْتِدَاءً۔

ترجمہ: جب من لہ الخیار کی موت ہو جائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ اس لئے کہ خیار شرط بیع میں ایک لازم اور ثابت حق ہے، لہٰذا خیارِ عیب اور خیارِ تعیین کی طرح اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ چاہت اور ارادہ کے علاوہ خیار کی کوئی اور حیثیت نہیں ہے لہٰذا اس کا انتقال متصور نہیں ہوگا اور وراثت منتقل ہونے والی چیزوں میں چلتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے۔ برخلاف خیارِ عیب کے، اس لئے کہ مورث غیر معیوب مبیع کا مستحق تھا تو وارث بھی غیر معیوب مبیع کا مستحق ہوگا۔ لیکن نفسِ خیار میں وراثت نہیں چلتی، اور خیارِ تعیین وراثت کے لئے ابتداءً ثابت ہوتا ہے۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ واضح کریں (۲) فریقین کے دلائل کی وضاحت کریں (۳) خیارِ تعیین کو مثال سے واضح کریں (۴) امام شافعی کو دئے گئے جوابات تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمر سے ایک مکان خریدنے کا ارادہ کیا اور بھاؤ وغیرہ کرنے کے بعد زید نے عمر سے خیارِ شرط حاصل کر لیا کہ میں غور و فکر کر کے اس معاملہ کو تام کروں گا لیکن اس مدت خیار۔ کے درمیان ہی زید کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس صورت میں اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا لیکن امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں اس کا خیار باطل نہیں ہوگا بلکہ زید کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا

(۲) حضرت امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ خیارِ شرط ایک لازم اور ثابت شدہ حق ہے اور اس طرح کے جملہ حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے لہٰذا اس میں بھی وراثت جاری ہوگی جیسا کہ خیارِ عیب اور خیارِ تعیین میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ خیار اس لئے ہوتا ہے تا کہ انسان اپنی مشیت اور چاہت کا پورا استعمال کر سکے اور مشیت اور چاہت از قبیل عرض ہے اور عرض انتقال کو قبول نہیں کرتا ہے تو جب خیار عرض ہے تو اس میں بھی قبول انتقال کی صلاحیت نہیں ہوگی اور وراثت میں انتقال ملک ہی ہوتا ہے لہٰذا خیار میں انتقالِ ملک اور جریان وراثت دونوں معدوم ہے اس لئے خیارِ شرط ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

(۳) زید نے دو غلام اس شرط پر خریدے کہ ایک ہزار میں ان میں سے جس کو چاہے گا رکھ لے گا اور دوسرے کو لوٹا دے گا اب زید کا انتقال ہو گیا تو زید کے ورثاء دو غلاموں میں سے کسی ایک کو رکھنے اور لوٹانے میں زید کے قائم مقام ہوں گے۔

(البنایہ: ج/۸/ص/۶۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) امام شافعی نے جو خیار عیب پر قیاس کیا اس کا جواب یہ ہے کہ خیار عیب میں وارث کو مبیع واپس کرنے میں اختیار اس لیے نہیں ہوتا کہ مورث کا خیار وارث کی طرف منتقل ہو گیا بلکہ خیار عیب میں وارث کو رد مبیع کا اختیار اس لیے ہوتا ہے کہ مورث صحیح سالم اور عیب سے پاک مبیع کا مستحق تھا۔ لہٰذا مورث کے انتقال کے بعد مبیع اس کے وارث کو ملے گی تو وہ بھی صحیح سالم اور غیر معیوب مبیع کا حق دار ہوگا۔

امام شافعیؒ نے جو خیار تعین پر قیاس کیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وارث کو جو خیار تعین حاصل ہوا ہے یہ مورث کا بعینہٖ خیار نہیں ہوتا بلکہ مورث کا خیار تو اس کے مرتے ہی باطل ہو جاتا ہے چوں کہ مبیع وارث کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اس میں دوسرے کی ملکیت بھی شامل ہو جاتی ہے اس لیے جہالت مبیع کو ختم کرنے کے لیے وارث کو تعین مبیع کا اختیار دیا جاتا ہے ایسا نہیں ہے کہ مورث کا خیار ابھی تک باقی تھا اور اب اسے وارث استعمال کر رہا ہے۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۸۵)

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۴

سوال: من اشترىٰ شيئًا وشرط الخيار لغيره فايهما اجاز جاز وايهما نقض انتقض ولو اجازَ احدهما وفسخَ الآخر ولو خرجَ الكلامان منهمَا معًا يعتبر تصرفُ العاقدِ فى روايةٍ وتصرفُ الفاسخِ فى اخرىٰ قيل الاوَّل قول محمد والثانى قول ابى يوسف واستخرجَ ولكن مما اذا باعَ والوكيل من رجل والمؤكل من غيرهٖ معًا فمحمد يعتبر فيه تصرف المؤكل وابو يوسف يعتبرهما.

ترجمہ: اور جس شخص نے کوئی چیز خریدی اور کسی دوسرے کے لئے خیار کی شرط لگائی تو دونوں میں سے جو بھی بیع کو نافذ کرے گا تو بیع نافذ ہو جائے گی، اور ان میں سے جو بھی بیع کو فسخ کرے گا، فسخ ہو جائے گی۔ اور اگر ان میں سے ایک نے بیع کی اجازت دی اور دوسرے نے فسخ کر دیا، اور اگر دونوں کا کلام (تصرف) ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساتھ صادر ہوا تو ایک روایت کے مطابق عاقد کا تصرف معتبر ہوگا۔ اور دوسری روایت کے مطابق فاسخ کا تصرف معتبر ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ پہلا قول امام محمدؒ کا ہے اور دوسرا امام ابو یوسفؒ کا اور یہ اس مسئلہ سے مستنبط ہے کہ جب وکیل نے ایک آدمی سے اور ساتھ ہی مؤکل نے دوسرے آدمی سے کوئی چیز فروخت کی۔ تو امام محمدؒ اس میں مؤکل کا تصرف معتبر مانتے ہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ دونوں کے تصرف کا اعتبار کرتے ہیں۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) قیاس اور استحسان کو بیان کریں (۳) ''اذا باع الوکیل من رجل الیٰ آخرہ'' سے امام محمد و ابو یوسفؒ کا قول کیسے اخذ کیا گیا ہے وضاحت کریں۔

جواب: (۱) صاحب ہدایہ اس عبارت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور خیار کی شرط اپنے علاوہ کسی اور کے لیے لگائی مثلاً زید نے کوئی چیز خریدی اور عمر کے لیے خیار شرط لگائی تو اس صورت میں ان دونوں کا تصرف درست ہوگا یعنی اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بیع کو نافذ کردے تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر بیع کو فسخ کردے تو بیع فسخ ہو جائے گی۔

لیکن اگر دونوں یعنی زید اور عمر کا تصرف ایک ساتھ صادر ہوا تو ایک روایت یہ ہے کہ عقد کرنے والے کا تصرف معتبر ہوگا اور ایک روایت میں فسخ کرنے والے کا تصرف معتبر ہوگا۔

بعض حضرات نے پہلے قول کو امام محمدؒ کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرے قول کو امام ابو یوسف کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ مسئلہ اس صورت سے مستنبط ہے کہ جب کہ وکیل نے کسی ایک سے بیچا اور مؤکل نے کسی دوسرے سے بیچ دیا ایک ساتھ یہ معاملہ ہوا تو اس صورت میں امام محمدؒ مؤکل کے تصرف کو معتبر قرار دیتے ہیں اور امام ابو یوسف وکیل اور مؤکل دونوں کے تصرف کو درست قرار دیتے ہیں۔

(۲) قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غیر عاقد کے لیے خیار شرط درست نہ ہو اس لیے کہ بیع میں خیار کو مشروط کرنے سے خیار بیع کے لوازم اور اس کے احکام میں سے ایک لازم اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک حکم بن جاتا ہے اور عاقدین کے لیے کسی اور کا عمل دخل مقتضائے عقد کے خلاف ہے، لہٰذا از روئے قیاس اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

استحسان یہ ہے کہ خیار شرط کی مشروعیت ہی ضرورت پر موتوف ہے اور کبھی کبھی مشتری خرید وفروخت میں نیا اور نا تجربہ کار ہوتا ہے اور کسی اور آدمی کی ضرورت ہوتی ہے جو تجارت میں خوب ماہر ہو اور مشتری کو صحیح چیز دلوائے۔ لہٰذا اسی ضرورت کے پیش نظر بطور استحسان غیر عاقد کے لیے خیارِ شرط کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

(۳) امام محمدؒ کا قول اس مثال سے اس طرح اخذ کیا جاتا ہے کہ اصل مالک ہے اور وہی مختار ہوتا ہے اور نائب ولایت تصرف حاصل کرنے میں اس کا محتاج ہوتا ہے اور مختار محتاج سے مقدم ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی موکل اصل اور مختار ہے اور وکیل اس کا نائب اور محتاج ہوتا ہے اس لیے یہاں بھی مختار اور اصل کے تصرف کو معتبر قرار دیا جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کا قول اس مثال سے اس طرح اخذ کیا جاتا ہے کہ اگر احوال متصرفین کی طرف نظر کرے تو دونوں تصرف میں برابر ہے پس جب ہم نے حالتِ تصرف کی طرف نظر کی تو معلوم ہوا کہ نفس تصرف میں فسخ یہ اقویٰ ہے اس لیے فسخ کرنے والے کا اعتبار کیا جائے گا۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۵

سوال: وَمَنِ اشْتَرَىٰ ثَوْبَيْنِ عَلَىٰ أَنْ يَّأْخُذَ أَيُّهُمَا شَاءَ بِعَشَرَةٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَكَذَالِكَ الثَّلَاثَةُ، فَإِنْ كَانَتْ أَرْبَعَةَ أَثْوَابٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ، وَالْقِيَاسُ أَنْ يَّفْسُدَ الْبَيْعُ فِي الْكُلِّ لِجَهَالَةِ الْمَبِيْعِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيْ، وَجْهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ شَرْعَ الْخِيَارِ لِلْحَاجَةِ إِلَىٰ دَفْعِ الْغَبْنِ لِيَخْتَارَ مَاهُوَ الْأَرْفَقُ وَالْأَوْفَقُ وَالْحَاجَةُ إِلَىٰ هٰذَا النَّوْعِ مِنَ الْبَيْعِ مُتَحَقِّقَةٌ۔

ترجمہ: جس شخص نے کہ دو کپڑوں کو اس شرط پر خریدا کہ ان میں سے جسے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاہے گا۔ دس درہم کے عوض لے لیگا اور اسے تین دن کا خیار ہوگا تو بیع جائز ہے اسی طرح تین کپڑوں میں بھی (بیع جائز ہے) لیکن اگر چار کپڑے ہوں تو بیع فاسد ہے، اور قیاس یہ ہے کہ تمام صورتوں میں بیع فاسد ہو۔ اس لئے کہ مبیع مجہول ہے۔ یہی امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ خیار کی مشروعیت ہی خسارہ دور کرنے کی ضرورت کے تحت ہوئی ہے۔ تاکہ (صاحب خیار) زیادہ نفع بخش اور موافق چیز اختیار کر سکے۔ اور اس طرح کی بیع کی ضرورت متحقق ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) دلیل قیاس و استحسان دونوں کو حسب بیان مصنف تحریر کریں (۳) اس مسئلہ میں خیارِ شرط لازمی شرط ہے یا اتفاقی خوب سمجھ کر لکھیں (۴) ''قال'' کا قائل کون ہے۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے دو کپڑے خریدے اور ان میں خیار تعین کی شرط لگائی کہ ان میں سے ایک کو دس درہم کے عوض خریدے گا اب اس نے خیار تعین کی شرط دو کپڑوں میں لگائی ہو یا تین کپڑوں میں لگائی ہو تو ہمارے نزدیک یہ بیع درست ہے لیکن اگر چار کپڑوں میں خیار تعین کی شرط لگائی تو چار کپڑوں کی صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی اور امام شافعیؒ ان تمام صورتوں میں بیع کے فاسد ہونے کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ قیاس کی رُو سے اس طرح کی بیع کو فاسد قرار دیتے ہیں کیوں کہ اس صورت میں مبیع مجہول ہے اور کپڑوں میں تفاوت بہت ہوتا ہے اس لیے یہ جہالت مفضی الی النزاع بھی ہوگی اور جو جہالت مفضی الی النزاع ہوتی ہے وہ عقد کو فاسد کر دیتی ہے اس لیے ان تمام صورتوں میں عقد فاسد ہوگا۔

استحساناً تین کپڑوں میں بیع درست ہے کیوں کہ خیار شرط کی مشروعیت کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعہ دھوکہ اور غبن سے بچ سکے اور فائدہ مند اور حسب حال معاملہ کر سکے تو یہ ضرورت کبھی خیار شرط سے تجاوز کر کے خیار تعین تک چلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جاتی ہے اور بسا اوقات مشتری تجارت میں نا تجربہ کار ہوتا ہے تو اس کو دوسرے تجربہ کار تاجر کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو نفع کا سامان خرید وا سکے تو خیارِ شرط اور خیارِ تعین بر بنائے ضرورت مشروع ہوا ہے تو یہ ضرورت کے بقدر ہی مشروع ہوگا اور ضرورت تین کپڑوں میں پوری ہوجاتی ہے تو یہ "الضرورة تقدر بقدرها" کے تحت ضرورت حقیقتاً تین تک ہی محدود رہے گی اور چار کپڑوں میں بیع فاسد ہوگی کیوں کہ وہ ضرورت میں داخل نہیں ہے۔

(۲) **دلیل قیاس**: یہ ہے کہ اس طرح سے مبیع مجہول ہوتی ہے اور جب مبیع مجہول ہو تو یہ جہالت مفضی الی النزاع ہوگی اور جو جہالت مفضی الی النزاع ہو تو وہ عقد کو فاسد کر دیتی ہے۔

دلیل استحسان: یہ ہے کہ خیارِ شرط ضرورت کی بناء پر مشروع ہوئی تاکہ غبن وغیرہ سے بچا جا سکے اور اپنے لیے فائدہ مند اور حسب حال معاملہ کر سکے تو اسی طرح خیار تعین کی ضرورت پڑتی ہے جب کہ تاجر نا تجربہ کار ہو۔ تو اس لیے یہ خیار بھی مشروع ہے اور بیع میں اس کی ضرورت پڑتی ہے تو اس لیے اس صورت میں بیع درست ہوگی۔

(۳) جامع کبیر میں اس خیار شرط کی شرط کو اتفاقی قرار دیا ہے اور جامع صغیر میں اس کو شرطِ لازمی قرار دیا ہے لیکن ہمارے نزدیک درست قول یہ ہے کہ یہ شرط اتفاقی ہے۔

(۴) اس عبارت میں "قال" کے قائل حضرت امام محمدؒ ہیں۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۳۶/

سوال: مَنِ اشْتَرٰى دَارًا عَلٰى أَنَّهٗ بِالْخِيَارِ فَبِيْعَتْ دَارٌ أُخْرٰى إِلٰى جَانِبِهَا فَأَخَذَهَا بِالشُّفْعَةِ فَهُوَ رِضًا، لِأَنَّ طَلَبَ الشُّفْعَةِ يَدُلُّ عَلٰى اِخْتِيَارِهِ الْمِلْكَ فِيْهَا، لِأَنَّهٗ مَاثَبَتَ إِلَّا لِدَفْعِ ضَرَرِ الْجِوَارِ، وَذَالِكَ بِالْاِسْتِدَامَةِ فَيَتَضَمَّنُ ذَالِكَ سُقُوْطَ الْخِيَارِ سَابِقًا عَلَيْهِ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ مِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ، فَيَتَبَيَّنُ أَنَّ الْجِوَارَ كَانَ ثَابِتًا، وَهٰذَا التَّقْرِيْرُ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِمَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ خَاصَّةً.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: جس شخص نے خیارِ شرط کے ساتھ کوئی مکان خریدا۔ پھر اس مکان کے برابر میں دوسرا گھر فروخت ہوا، اور اس نے شفعہ میں اسے لے لیا۔ تو یہ رضا مندی ہوگی، اس لئے کہ شفعہ کا طلب کرنا مکان میں اختیارِ ملک کا غماز ہے، کیونکہ شفعہ کا ثبوت ہی ضرر جوار کو دور کرنے کے لئے ہوا ہے۔ اور یہ مقصد دائمی ملکیت سے حاصل ہوگا، لہذا طلب شفعہ اپنے سے پہلے سقوطِ خیار کو متضمن ہوگا۔ اور شرا کے وقت سے مشتری کی ملکیت ثابت ہوگی۔ اور یہ واضح ہو جائیگا کہ پڑوس ثابت تھا، اور بطورِ خاص امام صاحبؒ کے مذہب کے لئے اس تقریر کی ضرورت ہوگی۔

جزئیات: (ا) صورت مسئلہ کو واضح کریں نیز ''ھٰذا التقریر'' سے صاحب کتاب کیا بیان کرنا چاہتے ہیں اس کو ضرور تحریر کریں۔

جواب: (ا) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمر سے ایک مکان خیارِ شرط کے ساتھ خریدا اور بعد میں زید کو معلوم ہوا کہ ہمارے پڑوس میں بکر اپنا مکان فروخت کر رہا ہے تو زید نے بکر کے مکان کو حق شفعہ کے طور پر خرید لیا تو اب زید نے عمر سے جو مکان خیارِ شرط پر خریدا تھا اب یہ خیار ساقط ہو جائے گا اس لیے کہ شفعہ اس صورت میں ثابت ہوگا جب کہ اس کے پڑوس میں اس کی ملکیت ہو اور ملکیت اس صورت میں ثابت ہوگی جب کہ وہ خیار کو ساقط کریں تو اس طرح سے اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔

''ھٰذا التقریر'' سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خیار کے ساقط ہونے اور شفعہ کا حق دار اس وقت ہوگا جب کہ اس کا پڑوس ہوں اور ملکیت ثابت ہو کیوں کہ امام صاحب کے نزدیک مشتری کے خیارِ شرط کی صورت میں مبیع مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے اس لیے یہ تقریر کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۳۶/

سوال: وَإِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ غُلَامًا عَلٰى أَنَّهُمَا بِالْخِيَارِ فَرَضِيَ اَحَدُهُمَا فَلَيْسَ لِلْاٰخَرِ اَنْ يَّرُدَّهٗ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا لَهٗ اَنْ يَّرُدَّهٗ وَعَلٰى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هَـذَا الْـخِلَافِ خِيَارُ الْـعَيْبِ وَخِيَارُ الرُّوْيَةِ، لَهُمَا أَنَّ إِثْبَاتَ الْخِيَارِ لَهُمَا إِثْبَاتُـهُ لِـكُـلِّ وَاحِـدٍ مِّنْهُمَا فَلَايَسْقُطُ بِإِسْقَاطِ صَاحِبِهِ لِمَا فِيْهِ مِنْ إِبْطَالِ حَـقِّـهِ، وَلَهُ أَنَّ الْمَبِيْعَ خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ غَيْرَ مَعِيْبٍ بِعَيْبِ الشَّرْكَةِ فَلَوْرَدَّهُ أَحَدُهُمَا رَدَّهُ مَعِيْبًا بِهِ، وَفِيْهِ إِلْزَامُ ضَرَرٍ زَائِدٍ۔

ترجمہ: اور جب دوآدمیوں نے (مل کر) خیارِشرط کے ساتھ کوئی غلام خریدا۔ پھران میں سے ایک عقد پر راضی ہوگیا، تو امام صاحبؒ کے نزدیک دوسرے (شریک) کو عقدرد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس (دوسرے شریک) کو رد کا خیار ہوگا، اور خیارِعیب اور خیارِرویت بھی اسی اختلاف پر ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کے لئے ایک ساتھ خیار ثابت کرنا، ان میں سے ہرایک کے لئے علاحدہ علاحدہ خیار ثابت کرنے کی طرح ہے۔ لہذا اس کے ساتھی کے خیار ساقط کرنے سے اس کا خیار ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں اس (دوسرے) کے حق کا ابطال ہے، امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبیع بائع کی ملکیت سے شرکت کے عیب سے پاک ہوکر نکلی ہے، اب اگر ان میں سے کوئی اسے واپس کرلے گا تو وہ اسے عیبِ شرکت سے معیوب کرکے واپس کرلے گا، حالانکہ اس میں ایک زائد ضرر کو تھوپنا ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح میں علیٰ هذا الخلافِ خيار العيب وخيار الرؤية کا مطلب واضح کریں (۲) اور ضرر کو زائد کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بتائیں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں نے ایک غلام خریدا اور دونوں نے اپنے اپنے لیے خیار شرط لگا لیا اب اگر ان میں کسی ایک نے بیع کی اجازت دیدی تو امام صاحبؒ کے نزدیک دوسرے کا خیار باطل ہو جائے گا اب اس کو فسخ بیع کا حق نہیں ہے لیکن حضراتِ صاحبینؒ کے یہاں اس صورت میں دوسرے کا خیار باطل نہیں ہوگا اور اس کو فسخ بیع کا پورا حق ہوگا۔

اور امام صاحبؒ اور حضراتِ صاحبینؒ کا یہی اختلاف خیارِعیب اور خیارِرؤیت کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بارے میں ہے یعنی اگر خریدنے کے بعد مشتریوں کو عیب نظر آئے اور ان میں سے کوئی ایک بیع کی اجازت دیدے اور اسی طرح بغیر دیکھے خریدنے کی صورت میں ایک راضی ہو جائے۔ان دونوں صورتوں میں امام صاحبؒ کے نزدیک دوسرے کا اختیار ختم ہو جائے گا اور حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں دوسرے کا اختیار باقی رہے گا۔

حضراتِ صاحبینؒ کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ خیار ان دونوں کے لیے علاحدہ علاحدہ ثابت ہوا ہے اب اگر ایک کے اسقاط خیار سے دوسرے کے خیار کو ساقط قرار دیا جائے تو اس صورت میں دوسرے کے حق کو باطل کرنا لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ بائع کی ملکیت سے جب مبیع نکل گئی تو وہ اس وقت ہر طرح کے عیب سے پاک تھی پس اگر ان میں سے ایک بیع کو فسخ کرتا اور ایک اجازت دیتا ہے تو اس طرح بائع کی طرف مبیع شرکت سے عیب دار ہو کر لوٹے گی اور یہ بائع کے حق میں ایک بڑا نقصان ہے اس لیے اس کو برداشت نہ کر کے مشتری کے کم درجہ کے نقصان کو برداشت کر کے اس کو حق رد نہیں دیا جائے گا۔

(۲) ضرر کو زائد کے ساتھ اس لیے مقید کیا گیا ہے اگر چہ مشتری کو رد کا حق نہ دینا یہ بھی اس کے لیے ایک ضرر ہے لیکن یہ ضرر غیر کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ ضرر تو رد کی شرط لگانے کی وجہ سے ہے جو اس نے خود اختیار کیا ہے اور بائع کو جو ضرر پہنچ رہا ہے یہ غیر کی طرف سے ہے اور غیر کی طرف سے ملنے والا ضرر زیادہ نقصان دہ ہے اپنی طرف سے حاصل ہونے والے ضرر سے۔اس لیے اس کو ضرر زائد کہا گیا ہے۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۷۸)

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۷

سوال: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلىٰ أَنَّهُ خَبَّازٌ أَوْ كَاتِبٌ وَكَانَ بِخِلَافِهِ فَالْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ، لِأَنَّ هٰذَا وَصْفٌ مَرْغُوْبٌ فِيْهِ، فَيَسْتَحِقُّ فِي الْعَقْدِ بِالشَّرْطِ ثُمَّ فَوَاتُهُ يُوْجِبُ التَّخْيِيْرَ، لِأَنَّهُ مَارَضِيَ بِهِ دُوْنَهُ، وَهٰذَا يَرْجِعُ إِلَى اخْتِلَافِ النَّوْعِ لِقِلَّةِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

التَّفَاوُتِ فِيْ الْأَغْرَاضِ، فَلَا يَفْسُدُ الْعَقْدُ بِعَدَمِهٖ.

ترجمہ: جس شخص نے کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ روٹی پکانے والا ہے یا لکھنے والا ہے، جب کہ وہ اس کے برخلاف تھا۔ تو مشتری کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو پورے ثمن کے عوض اسے لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے اس لئے یہ (چیزیں) غلام میں ایک مرغوب وصف ہیں، لہذا شرط کی وجہ سے عقد میں اس کا استحقاق ہوگا۔ پھر اس وصف کا فوت ہونا مشتری کے خیار کا سبب بنے گا اس لئے کہ مشتری اس وصف کے علاوہ مبیع پر راضی نہیں ہوا ہے، اور اغراض میں قلتِ تفاوت کی بناء پر یہ اختلافِ نوع کی طرف راجع ہے۔ لہذا اس کے نہ ہونے سے عقد فاسد نہ ہوگا۔

جزئیہ: (۱) مسئلہ کی وضاحت کیجئے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اس شرط پر کوئی غلام فروخت کیا کہ وہ نان بائی ہے یا کاتب ہے لیکن خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ نہ وہ خباز ہے اور نہ ہی کاتب۔ تو اس صورت میں مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا اس لیے کہ غلام کا خباز اور کاتب ہونا ایسے اوصاف ہیں جن کو دیکھ کر آدمی غلام خریدنے میں دلچسپی لیتا ہے اور جب عقد میں یہ شرط لگا دی گئی تو ظاہر ہے کہ مشتری اس وصف کے غلام لینے کا مستحق ہوگا اور اس کے معدوم ہونے کی صورت میں اس کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا اور اس وصف کے علاوہ اس غلام کو لینے پر راضی ہی نہیں ہے اور صحت بیع کے لیے عاقدین کی رضامندی ضروری ہے اور غلام میں خبازیت اور کتابت کے اوصاف کا فوت ہونا اغراض میں قلت تفاوت کے درجہ میں ہے جیسے حیوانات میں مذکر اور مؤنث ہونا بھی اغراض میں قلت تفاوت کی فرع سے ہے۔ جیسے عقد میں مذکر کی شرط لگائی اور خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مادہ ہے تو اس صورت میں عقد فاسد نہیں ہوگا بلکہ لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ (احسن الهدایہ: ج/۸/ص/۱۰۰)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باب خيار الرؤية

ہدایہ: ج ر۳ر ص ر۳۷

سوال: وَمَنِ اشْتَرىٰ شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَايَصِحُّ الْعَقْدُ أَصْلًا، لِأَنَّ الْمَبِيْعَ مَجْهُوْلٌ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَام مَنِ اشْتَرىٰ شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو بیع جائز ہے اور دیکھنے کے بعد اسے خیار ملے گا۔ اگر چاہے تو اسے پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عقد بالکل صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ مبیع مجہول ہے۔
اور ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو دیکھنے کے بعد اسے خیار حاصل ہوگا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) خیار رویت انعقاد بیع سے مانع ہے یا تکمیل حکم سے مانع ہے (۴) امام شافعی کی دلیل کا جواب تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو اس صورت میں ہمارے یہاں عقد درست ہے لیکن دیکھنے کے بعد مشتری کو خریدنے اور نہ خریدنے دونوں کا حق ہوگا پس اگر وہ اس کو خریدنا چاہتا ہے تو پورے ثمن کے عوض خرید لے یا اس کو واپس کر دے۔
حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح بغیر دیکھے عقد کرنے سے عقد درست نہیں ہوگا اور عقد کے درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں مبیع مجہول ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جب ثمن یا مبیع مجہول ہو تو عقد درست نہیں ہوتا ہے۔

حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ عقد درست ہے اور عقد کے درست ہونے کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو دیکھنے کے بعد اس کو خریدنے اور نہ خریدنے دونوں باتوں کا حق ہوگا۔

(۲) حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر دیکھے خریدنے کی صورت میں عقد درست نہیں ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ مبیع مجہول ہے اور جب ثمن یا مبیع مجہول ہو تو عقد درست نہیں ہوتا ہے ''لان المبیع مجهول والجهالة تفضی الیٰ المنازعة کل جهالة تفضی الیٰ المنازعة تفسد العقد''

حضرت امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ بغیر دیکھے خریدنے کی صورت میں دیکھنے کے بعد مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

دلیل: یہ حدیث ہے ''من اشتریٰ شیئًا لم یره فله الخیار'' یہ حدیث بالکل صاف طور پر اس بات کو بیان کر رہی ہے کہ بغیر دیکھے عقد کرنا درست ہے اور دیکھنے کے بعد لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

(۳) خیار رویت انعقاد عقد سے مانع نہیں ہے بلکہ تکمیل حکم سے مانع ہے۔

(احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۶۴)

(۴) امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مبیع کی جہالت اس جگہ مانع عقد ہوتی ہے جہاں وہ جہالت مفضی الی النزاع ہو اور صورتِ مسئلہ میں جب دیکھنے کے بعد مشتری کو خیار رد حاصل ہے تو اب ظاہر ہے کہ مبیع کی جہالت مفضی الی النزاع نہیں ہے تو پھر عقد کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۸

سوال: وَمَنْ بَاعَ مَالَمْ یَرَهُ فَلَاخِیَارَلَهُ وَکَانَ اَبُوْحَنِیْفَةَ یَقُوْلُ اَوَّلًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لَهُ الْخِيَارُ اعْتِبَارًا بِخِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ وَهٰذَا لِاَنَّ لُزُوْمَ الْعَقْدِ بِتَمَامِ الرِّضَاءِ زَوَالًا وَثُبُوْتًا وَلَا يَتَحَقَّقُ ذَالِکَ اِلَّا بِالْعِلْمِ بِاَوْصَافِ الْمَبِيْعِ وَذَالِکَ بِالرُّؤْيَةِ فَلَمْ يَكُنِ الْبَائِعُ رَاضِيًا بِالزَّوَالِ: وَوَجْهُ الْقَوْلِ الْمَرْجُوْعِ اِلَيْهِ اَنَّهُ مُعَلَّقٌ بِالشِّرَاءِ لِمَارَوَيْنَا فَلَايَثْبُتُ دُوْنَهُ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے بغیر دیکھے کوئی چیز فروخت کردی تو اس (بائع) کو خیار نہیں ملے گا اور حضرت امام صاحبؒ پہلے خیار عیب اور خیار شرط پر قیاس کرتے ہوئے بائع کے لئے خیار کے قائل تھے اور اس وجہ سے (تھے) کہ عقد کا لازم ہونا زوال (عنملک البائع) اور ثبوت (لملک المشتری) دونوں اعتبار سے تمامیت رضا پر موقوف ہے، اور تمامیت رضا اوصاف مبیع کو جاننے سے پہلے متحقق نہیں ہوگی، اور مبیع کے اوصاف کا علم اسے دیکھنے ہی سے ہوگا لہذا بائع زوالِ مبیع پر راضی نہیں ہوگا۔

اور مرجوع الیہ قول کی دلیل یہ ہے کہ (سابق میں) ہماری بیان کردہ حدیث کی وجہ سے خیار رویت شراء پر معلق ہے لہذا بدون شراء اس کا ثبوت نہیں ہوگا۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) امام صاحبؒ کے دونوں قولوں کی مع دلیل وضاحت کریں۔ (۳) ''لان لزوم العقد بتمام الرضاء زوالاً وثبوتا'' کی تشفی بخش تشریح کریں (۴) صاحب ہدایہ نے ''لما روينا'' سے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو تحریر کریں۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز فروخت کردی تو یہ بیع درست ہے اور بائع کو کسی طرح کا کوئی خیار نہیں ملے گا لیکن حضرت امام صاحبؒ پہلے بائع کے لیے خیارِ رویت کے قائل تھے اور اس پر دو طرح سے استدلال کرتے تھے۔

(۱) قیاس سے یعنی جس طرح خیار عیب اور خیارِ شرط میں مشتری اور بائع برابر کے حق دار ہیں اور دونوں کے لیے وہ دونوں خیار ثابت ہوتے ہیں اسی طرح خیار رویت میں بھی دونوں کا اشتراک ہوگا اور یہ خیار رویت بھی عاقدین میں سے ہر ایک کے لیے ثابت ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام صاحبؒ کا دوسرا استدلال یہ تھا کہ بیع اس وقت لازم ہوتی ہے جب عاقدین کی جانب سے زوال اور ثبوت پر رضا مندی مکمل ہو جائے یعنی بائع اپنی ملک سے مبیع کو زائل کرنے اور مشتری اپنے لیے اسے قبول کرنے پر رضا مندی کا اظہار کرے اور رضا مندی کے لیے مبیع کے اوصاف کو جاننا ضروری ہے اور اوصاف مبیع کا جاننا اسے دیکھنے پر موقوف ہے لہٰذا مبیع کو دیکھے بغیر بائع زوالِ ملک پر رضا مند نہیں ہوگا اور اس کی عدم رضا سے عقد بھی لازم اور تام نہیں ہوگا۔

حضرت امام صاحبؒ کے قولِ مرجوع کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف ”من اشتری شیئًا الخ “میں آپ ﷺ نے خیار رؤیت کو شراء پر معلق کیا ہے اور خریدنا صرف مشتری کی طرف سے پایا جاتا ہے اس لیے صرف مشتری کو خیار رؤیت ہوگا بائع کو نہیں ہوگا۔(احسن الہدایہ: ج۸/ص۱۰۴)

(۲) حضرت امام صاحبؒ کا پہلا قول یہ تھا کہ بغیر دیکھے فروخت کرنے کی صورت میں بائع کو خیارِ رؤیت حاصل ہوگا۔

دلیل: حضرت امام صاحبؒ نے اس پر دو طرح سے استدلال کیا ہے:(۱) خیارِ عیب اور خیارِ شرط پر خیارِ رؤیت کو قیاس کیا ہے جس طرح خیارِ عیب اور خیارِ شرط عاقدین کے لیے ثابت ہوتا ہے اسی طرح خیارِ رؤیت بھی بائع اور مشتری دونوں کے لیے ثابت ہوگا۔

(۲) عقد زوالِ ملک اور ثبوت ملک پر رضا مندی سے لازم ہوتا ہے اور رضا مندی کے لیے اوصاف مبیع کا جاننا ضروری ہے اور یہ جاننا مبیع کے دیکھنے پر موقوف ہے اس لیے بغیر دیکھے فروخت کرنے کی صورت میں بائع کو خیار رؤیت حاصل ہوگا۔

حضرت امام صاحبؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر دیکھے فروخت کرنے کی صورت میں بائع کو خیارِ رؤیت حاصل نہیں ہوگا۔

دلیل: حضرت امام صاحبؒ کے قولِ مرجوع کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حدیث شریف ”من اشتری شیئًا لم یرہ فلہ الخیار اذا راٰہ“میں خیارِ رؤیت کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شراء پر معلق کیا ہے یعنی خیارِ رؤیت کا دار و مدار خریدنے پر ہے اور خریدنا مشتری کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا خیارِ رؤیت کا مستحق بھی وہی ہوگا۔

(۳) اس عبارت میں صاحبِ ہدایہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ عقد جو لازم ہوتا ہے یہ زوالِ ملک اور ثبوتِ ملک کی رضامندی پر ہوتا ہے کہ بائع اپنی ملک زائل کرنے پر راضی اور مشتری اس ملک کے ثبوت پر رضامند ہو اور بائع کی رضامندی اوصاف مبیع کو جاننے کے بعد ہوگی اور اوصاف مبیع کا جاننا یہ موقوف ہے مبیع کے دیکھنے پر، اس لیے بغیر دیکھے فروخت کرنے میں بائع کو خیارِ رؤیت حاصل ہوگا۔

(۴) صاحبِ ہدایہ نے "لما روینا" سے خیارِ رؤیت والی حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا ہے اور حدیث شریف یہ ہے "من اشتریٰ شیئًا لم یره فله الخیار اذا رأهُ" (رواه الدار القطنی)

ہدایہ: ج ۳/ ص ۳۹/

سوال: وَمَنْ نَظَرَ إِلىٰ وَجْهِ الصُّبْرَةِ أَوْ إِلىٰ ظَاهِرِ الثَّوْبِ مَطْوِيًّا أَوْ إِلىٰ وَجْهِ الْجَارِيَةِ أَوْ إِلىٰ وَجْهِ الدَّابَّةِ وَكِفْلِهَا فَلَاخِيَارَ لَهُ وَالْأَصْلُ فِيْ هٰذَا أَنَّ رُؤْيَةَ جَمِيْعِ الْمَبِيْعِ غَيْرُ مَشْرُوْطٍ لِتَعَذُّرِهِ فَيُكْتَفىٰ بِرُؤْيَةِ مَايَدُلُّ عَلَى الْعِلْمِ بِالْمَقْصُوْدِ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے ڈھیر کے اوپری حصہ یا تہہ شدہ تھان کے اوپری حصہ کو دیکھ لیا، یا باندی کے چہرہ کو دیکھ لیا، یا سواری کا چہرہ اور اس کی سرین دیکھ لی، تو اس کو خیار رویت نہیں ملے گا اور اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ پوری مبیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ متعذر ہے لہٰذا اتنی رویت پر اکتفا کیا جائے گا جس سے مقصود کا پتہ چل جائے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) غلام اور باندی کا پورا بدن دیکھنا کیسے متعذر ہے (۳) رؤیت کے اعتبار سے مبیع کی کتنی قسمیں ہیں اور کس مبیع میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کب خیار رؤیت باطل ہوگا۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے غلے کا کوئی ڈھیر خریدا اور صرف اوپر سے غلے کا معائنہ کر لیا یا اسی طرح کپڑے کا تھان خریدا اور اوپر سے ہی کپڑے کو دیکھ لیا پورا تھان نہیں کھولا یا باندی کا چہرہ دیکھ کر اسے خرید لیا یا سواری کا منہ اور اس کی سرین دیکھنے پر اکتفا کر کے اسے خرید لیا تو ان تمام صورتوں میں مشتری کو خیار رؤیت حاصل نہیں ہوگا کیوں کہ ان چیزوں کو اس مقدار دیکھ لینا یہ مقصود کی معرفت کرا دیتا ہے ان اشیاء میں اتنی مقدار دیکھنے سے عمدہ اور ردی کا امتیاز ہو جاتا ہے اس لیے اس کے بعد خیارِ رؤیت حاصل نہیں ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک اصل ہے وہ یہ ہے کہ پوری مبیع کا دیکھنا تو متعذر ہوتا ہے لیکن اتنی مقدار دیکھ لینا جو اس میں مقصود کی طرف راہ نمائی کر دے تو یہ رؤیت کافی ہے جس کے ذریعہ اس کے عمدہ اور خراب ہونے کا علم ہو جائے۔

(۲) خیارِ رؤیت میں غلام کا پورا بدن اس لیے نہیں دیکھا جا سکتا کیوں کہ غلام کے ستر کو دیکھنا جائز نہیں ہے اس لیے غلام کا پورا بدن دیکھنا متعذر ہے۔

باندی کا پورا بدن دیکھنا اس لیے متعذر ہے کہ اگر پورے بدن کو دیکھنے کا خیار دیا جائے اور پورے بدن کو دیکھنے کے بعد مشتری نے بیع فسخ کر دی تو اس صورت میں اس نے غیر کی ملک میں اس باندی کے ستر کو دیکھا اور عقد کے فسخ ہونے کے بعد وہ ایسا ہو گیا گویا کوئی عقد ہوا ہی نہیں تو اس کی نظر حرام طریقہ سے پڑی ہے اس لیے اس کا پورا بدن دیکھنا متعذر ہے۔

(۳) خیارِ رؤیت کے اعتبار سے مبیع تین طرح کی ہوتی ہیں:

(۱) پوری مبیع شیء واحد ہو: جیسے ایک مکان ایک جانور۔

(۲) مبیع کئی ایک شیء ہوں مگر وہ سب متقارب الآحاد ہوں: جیسے مکیلات اور موزونات۔

(۳) اشیائے متعددہ مبیع ہوں مگر متفاوت الآحاد ہوں: مثلاً بہت سارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چوپائے ہوں۔

اگر مبیع پہلی قسم میں سے ہے یعنی مبیع شئی واحد ہو تو خیار رؤیت کے سقوط کے لیے صرف اتنا دیکھ لینا کافی ہے جو مقصود کی طرف راہنمائی کر دے اور پوری مبیع کا دیکھنا متعذر ہے جیسے ایک غلام یا باندی۔

اگر مبیع دوسری قسم میں سے ہے یعنی مبیع کئی ایک اشیاء ہیں لیکن متقارب الآحاد ہیں اس طرح کی مبیع کسی ایک چیز کو دیکھنے سے خیار رؤیت ساقط ہو جائے گا۔

اگر مبیع تیسری قسم میں سے ہے یعنی مبیع کئی ایک چیزیں ہیں اور متفاوت الآحاد ہیں تو اس طرح کی مبیع میں ہر ہر مبیع کو دیکھنے سے خیار رؤیت ساقط ہوگا

ہدایہ: ج/۳/ص/۳۹

سوال: وَإِنْ رَأَىٰ صَحْنَ الدَّارِ فَلَاخِيَارَلَهُ وَإِنْ لَمْ يُشَاهِدْ بُيُوْتَهَا وَكَذَالِكَ إِذَارَأَىٰ خَارِجَ الدَّارِ أَوْرَأَىٰ أَشْجَارَ الْبُسْتَانِ مِنْ خَارِجٍ، وَعَنْ زُفَرَ لَابُدَّ مِنْ دُخُوْلِ دَاخِلِ الْبُيُوْتِ وَالْأَصَحُّ أَنَّ جَوَابَ الْكِتَابِ عَلَىٰ وِفَاقِ عَادَتِهِمْ فِي الْأَبْنِيَةِ، فَإِنْ دُوْرَهُمْ لَمْ تَكُنْ مُتَفَاوِتَةً يَوْمَئِذٍ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَابُدَّ مِنَ الدُّخُوْلِ فِيْ دَاخِلِ الدَّارِ لِلتَّفَاوُتِ۔

ترجمہ: اگر (مشتری نے) گھر کا صحن دیکھ لیا، تو اسے خیار رویت حاصل نہ ہوگا اگرچہ اس نے گھر کے کمروں کو نہ دیکھا ہو، اور ایسے ہی جب گھر کے باہری حصہ کو دیکھ لیا، یا باہر سے باغ کے درختوں کو دیکھ لیا، اور امام زفرؒ سے منقول ہے کہ کمروں کے اندرونی حصہ میں داخل ہونا ضروری ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ کتاب (قدوری) کا فیصلہ عمارتوں کے سلسلہ میں اہل کوفہ کی عادت کے موافق ہے، کیونکہ اس زمانہ میں ان کے مکانات میں تفاوت نہیں تھا۔ اور بہر حال آج کل تو گھر کے اندر داخل ہونا ضروری ہے تفاوت کی وجہ سے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) حضرت امام صاحبؒ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہب مع دلیل تحریر کریں (۳) عبارت میں ''الکتاب'' سے کون سی کتاب مراد ہے اور ''عادتھم'' سے کن لوگوں کی عادت مراد ہے۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے زمانہ میں کوفہ اور بغداد کے لوگ مکانات اس طرز پر بناتے تھے کہ ان کا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا تھا اس لیے حضرت امام صاحبؒ صرف گھر کا صحن دیکھ لینے سے خیار رؤیت کے ساقط ہونے کے قائل تھے اور اسی طرح اگر کسی باغ کے باہر سے باغ کے اندر کے درختوں کو دیکھ لیا تو اس کو خیارِ رؤیت حاصل نہیں ہوگا اس لیے کہ درخت کے ہر ہر چیز کو دیکھنا متعذر ہے اور جو مقصود ہے اس کو دیکھنے کے بعد خیار رؤیت ساقط ہو جاتا ہے لیکن امام زفرؒ کے نزدیک گھر کے داخل کو دیکھنا ضروری ہے کیونکہ اب مکانات میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔ امام قدوری نے جو یہ نقل کیا ہے یہ اہل بغداد اور اہل کوفہ کی عادت کے اعتبار سے نقل کیا ہے۔ کیوں کہ ان لوگوں کے مکانات اس وقت ظاہر اور باطن کے اعتبار سے متفاوت نہیں ہوتے تھے لیکن آج مکانات کا ظاہر اور باطن بہت متفاوت ہوتا ہے اس لیے اس کے اندر کا دیکھنا ضروری ہے اور صرف ظاہر کے دیکھنے سے خیارِ رؤیت ساقط نہیں ہوگا اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

(۲) امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ گھر کے صحن کو دیکھنے کے بعد خیارِ رؤیت ساقط ہو جاتا ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ کیوں کہ گھر کی ہر ہر چیز کو دیکھنا متعذر ہے اور جو مقصود ہے اس کو دیکھ لینے کے بعد خیارِ رؤیت ساقط ہو جاتا ہے ''لان رویة جمیع المبیع غیر مشروط لتعذره فیکتفی برؤیة ما یدل علی العلم بالمقصود''

(۳) عبارت میں ''الکتاب'' سے مراد قدوری شریف ہے اور ''عادتھم'' میں اہل کوفہ اور اہل بغداد جو امام صاحبؒ کے زمانہ میں تھے ان کی عادت مراد ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۳۹

سوال: وَنَظْرُ الْوَكِيْلِ كَنَظْرِ الْمُشْتَرِيْ، حَتّٰى لَا يَرُدَّهٗ إِلَّا مِنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عَيبٍ، وَلَايَكُوْنُ نَظَرُ الرَّسُوْلِ كَنَظَرِ الْمُشْتَرِىْ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا هُمَا سَوَاءٌ وَلَهُ اَنْ يَّرُدَّهُ قَالَ مَعْنَاهُ الْوَكِيْلُ بِالْقَبْضِ، فَاَمَّا الْوَكِيْلُ بِالشِّرَاءِ فَرُؤْيَتُهُ تُسْقِطُ الْخِيَارَ بِالْاِجْمَاعِ.

لَهُمَا اَنَّهُ تَوْكِيْلٌ بِالْقَبْضِ دُوْنَ اِسْقَاطِ الْخِيَارِ، فَلَايَمْلِكُ مَالَمْ يَتَوَكَّلْ بِهِ، وَصَارَ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالشَّرْطِ وَالْاِسْقَاطِ قَصْدًا، وَلَهُ اَنَّ الْقَبْضَ نَوْعَانِ: تَامٌّ: وَهُوَ اَنْ يَّقْبِضَهُ وَهُوَ يَرَاهُ۔

ترجمہ: اور وکیل کا دیکھنا مشتری کے دیکھنے کی طرح ہے۔ یہاں تک کہ مشتری بیع کو عیب کے علاوہ کسی اور سبب سے واپس نہیں کرسکتا، البتہ قاصد کا دیکھنا مشتری کے دیکھنے کی طرح نہیں ہے اور یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ دونوں (وکیل اور قاصد) برابر ہیں اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ (جامع صغیر میں وکیل سے مراد) وکیل بالقبض ہے، رہا وکیل بالشراء تو اس کے دیکھنے سے بالاتفاق خیار رویت ساقط ہوجائے گا۔ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وکیل نے قبضہ کرنے کی وکالت قبول کی ہے نہ کہ خیار ساقط کرنے کی، لہٰذا جس چیز کی اس نے وکالت قبول نہیں کی ہے وہ اس کا مالک بھی نہیں ہوگا اور یہ خیار عیب، خیار شرط اور قصداً اسقاطِ خیار کی طرح ہوگیا۔ حضرت امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قبضۂ تام: اور وہ یہ ہے کہ مبیع کو دیکھتے ہوئے اس پر قبضہ کرے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۳) رسول اور وکیل کے فرق کو بیان کریں (۴) مذکورہ مسئلہ میں خیارِ عیب، خیارِ شرط، اسقاط بالقصد کو مثال سے واضح کریں (۵) قبضہ کی دونوں صورتوں کو بیان کریں (۶) وکیل سے وکیل بالقبض مراد ہے یا وکیل بالشراء۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدی اور پھر کسی کو اس پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا اور وکیل نے مبیع کو دیکھ کر قبضہ کیا تو اب مشتری کا خیار رویت ساقط ہوجائے گا اور وکیل کا دیکھنا مشتری کے دیکھنے کے درجہ میں ہوجائے گا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور مشتری کا وکیل کے مبیع کو دیکھ کر قبضہ کرنے کے بعد خیار رؤیت کی وجہ سے مبیع کو واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا لیکن اگر مبیع میں کوئی عیب ہو تو اس صورت میں مشتری اسے واپس کرسکتا ہے اور اگر مشتری کا قاصد مبیع کو دیکھ کر اس پر قبضہ کرے تو مشتری کا خیار رؤیت ساقط نہیں ہوگا اور مشتری کو خیارِ رؤیت کی وجہ سے مبیع کو واپس کرنے کا حق ہوگا وکیل اور قاصد کا فرق صرف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ وکیل اور قاصد دونوں برابر ہیں وکیل قبضہ کرے یا قاصد قبضہ کرے دونوں صورتوں میں مشتری کو خیارِ رؤیت حاصل ہوگا اور مبیع کو خیارِ رؤیت کی وجہ سے واپس کرنے کا حق ہوگا اور یہ حکم صرف وکیل بالقبض کا ہے اور اگر وکیل بالشراء ہے تو اس کی رؤیت خیارِ رؤیت کو بالاجماع ساقط کردیتی ہے۔

حضراتِ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وکیل صرف قبضہ کا ہے نا کہ خیار کو ساقط کرنے کا پس وہ جس چیز کا وکیل ہے اس کے علاوہ یعنی خیار رؤیت کے ساقط کرنے میں اس کی وکالت اثر انداز نہیں ہوگی اور یہ خیار عیب اور خیارِ شرط اسقاط بالقصد کی طرح ہوجائے گا کیوں کہ خیار عیب بھی وکیل کے دیکھنے سے ساقط نہیں ہوتا اور خیار شرط تو مشتری کے قبضہ کرنے سے بھی ساقط نہیں ہوتا ہے تو وکیل کے قبضہ کرنے سے کیسے ساقط ہوجائے گا اور بغیر دیکھے قبضہ کرنے کے بعد اس کو دیکھنا اور خیارِ رؤیت کو ساقط کرنا چاہے تو ساقط نہیں ہوگا۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قبضۂ تام (۲) قبضۂ ناقص۔ اور وکیل کی توکیل مطلق ہے اور جب کوئی چیز مطلق ہوتی ہے تو اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو اب وکیل بھی قبضہ کی دونوں قسموں کا مالک ہوگا اور جس طرح مؤکل کے مبیع کو دیکھنے کے بعد قبضہ کرنے کی صورت میں صفقہ تام اور قبضہ کامل ہوتا ہے اور خیار رؤیت ساقط ہوجاتا ہے۔

اسی طرح وکیل نے بھی مبیع کو دیکھنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے کی صورت میں صفقہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تام اور قبضہ مکمل ہو جائے گا اور خیار رویت ساقط ہو جائے گی کیوں کہ موکل کی طرح وکیل بھی قبضے کی دونوں قسموں کا مالک ہے۔

(۲) حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ وکیل کے قبضے سے مشتری کا خیار رویت ساقط نہیں ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ وہ صرف قبضہ کا وکیل ہے نا کہ خیار کے ساقط کرنے کا پس وکیل اس چیز کا مالک نہیں ہوگا جس چیز کا اس کو وکیل نہیں بنایا ہے ”انه توكل بالقبضِ دون اسقاط الخيار فلا يملک ما لم يتوكل به“

حضرت امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ وکیل کے قبضہ کرنے سے مشتری کا خیارِ رویت ساقط ہو جائے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ قبضہ کی دو قسم ہیں اور وکیل دونوں قسموں کا مالک ہے کیونکہ اس کی توکیل مطلق ہے اور جب کوئی چیز مطلق ہوتی ہے تو اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو جس طرح مشتری کے قبضے سے اس کا خیارِ رویت ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح وکیل کے قبضے سے خیارِ رویت ساقط ہو جائے گا۔

(۳) وکیل اور رسول میں فرق یہ ہے کہ وکیل ہونے کی صورت میں عقد کو موکل کے حوالہ نہیں کیا جائے گا بلکہ وکیل عقد کرنے میں مکمل مختار ہوتا ہے۔

رسول ہونے کی صورت میں عقد کو مرسل کے حوالہ کیا جاتا ہے رسول عقد کرنے میں مختار نہیں ہوتا ہے۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۹۲)

(۴) مذکورہ مسئلہ میں خیارِ عیب کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز خریدی پھر کسی کو قبضہ کا وکیل بنایا، وکیل نے مبیع پر قبضہ کر لیا جس میں کوئی عیب تھا اس کے عیب کو دیکھتے ہوئے تو ایسی صورت میں مشتری کا خیارِ عیب ساقط نہیں ہوگا۔

مذکورہ مسئلہ میں خیارِ شرط کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز خریدی اور خیارِ شرط کے ساتھ خریدی اور وکیل کو اس پر قبضہ کرنے کی وکالت دی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس چیز کو دیکھنے کے بعد تو اس طرح سے خیارِ شرط جو مؤکل کے لیے تھا ساقط نہیں ہوگا۔
مذکورہ مسئلہ میں اسقاط بالقصد کی صورت یہ ہے کہ جب وکیل بالقبض نے اس چیز پر قبضہ کر لیا اس حال میں کہ وہ چیز پوشیدہ تھی پھر اس کو اس نے دیکھ لیا اور اس وکیل نے خیارِ رؤیت کو قصداً ساقط کر دیا تو اس طرح اسقاط بالقصد کی صورت میں مؤکل سے خیارِ رؤیت ساقط نہیں ہوگا۔ (ہدایہ، ج ۳/ص ۴۰ کا حاشیہ نمبر ۲)

(۵) قبضہ کی دو صورت ہیں:
(۱) قبضۂ تام یہ ہے کہ وہ مبیع کو دیکھ کر اس پر قبضہ کریں۔
(۲) قبضۂ ناقص یہ ہے کہ وہ مبیع پر قبضہ اس طرح کرے کہ وہ مبیع پوشیدہ ہو۔
(۶) اس مسئلہ میں وکیل سے وکیل بالقبضِ مراد ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۴۰

سوال: بَيْعُ الْأَعْمىٰ وَشِرَاهُ جَائِزٌ وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا اشْتَرىٰ، لِأَنَّهُ اِشْتَرىٰ مَالَمْ يَرَهُ وَقَدْقَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ، ثُمَّ يَسْقُطُ خِيَارُهُ بِجَسِّهِ الْمَبِيْعَ إِذَاكَانَ يُعْرَفُ بِالْجَسِّ وَبِشَمِّهِ إِذَاكَانَ يُعْرَفُ بِالشَّمِّ، وَبِذَوْقِهِ إِذَاكَانَ يُعْرَفُ بِالذَّوْقِ كَمَا فِي الْبَصِيْرِ، وَلَايَسْقُطُ خِيَارُهُ فِي الْعَقَارِ حَتّٰى يُوْصَفُ لَهُ. لِأَنَّ الْوَصْفَ يُقَامُ مَقَامَ الرُّؤْيَةِ كَمَا فِي السَّلَمِ

ترجمہ: اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے، اور خریدنے کے بعد اسے خیار حاصل ہوگا کیونکہ اس نے ایسی چیز خریدی ہے جسے دیکھا نہیں ہے، اور ہم اس سے پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ پھر مبیع کو ٹٹولنے سے اس کا خیار ساقط ہو جائے گا جب مبیع ٹٹولنے سے معلوم ہو سکتی ہو، اور مبیع کو سونگھنے سے اس کا خیار ساقط ہو جائے گا جبکہ سونگھنے سے مبیع کی شناخت ہو سکتی ہو۔ اور مبیع کو چکھنے سے۔ جبکہ ذوق سے مبیع کی معرفت ممکن ہو۔ جیسا کہ بینا کے حق میں ہوتا ہے اور زمین میں اس کا خیار ساقط نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کا وصف بیان کر دیا جائے، اس لئے کہ وصف رویت کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیع سلم میں (ہوتا ہے)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) نابینا کی بیع وشراء میں ائمہ کرام کے اختلاف کو نقل کریں (۳) زمین کی بیع میں امام ابو یوسف کا مذہب کیا ہے اور ان کا یہ مذہب کس اصول پر مبنی ہے (۴) ''کما فی السلم'' سے صاحب ہدایہ کس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس کو بیان کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ نابینا آدمی کی خرید وفروخت احناف کے یہاں درست ہے اب اگر اس نابینا آدمی نے کوئی چیز خریدی تو اس کو بینا آدمی کی طرح خیارِ رؤیت ہوگا اور ماقبل میں یہ بات گزر چکی کہ اگر بغیر دیکھے مبیع کو خرید لیا تو اب اس کو خیار رؤیت حاصل ہوگا۔

بینا آدمی کا خیار تو دیکھنے سے ساقط ہو جائے گا لیکن نابینا کا خیار کس طرح ساقط ہوگا تو اس بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ مبیع ایسی ہے کہ اس کا تعلق چھونے سے اور مس کرنے سے ہے اور ان کی شناخت مس کرنے سے ہو سکتی ہے اور نابینا نے اس کو مس کر دیا تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا جس طرح بینا آدمی کے حق میں پوری مبیع کا دیکھنا متعذر ہے تو علم بالمقصود سے خیار ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح نابینا کا علم بالمقصود سے خیار ساقط ہو جائے گا۔

اگر نابینا زمین وغیرہ خریدتا ہے تو اس کے پورے اوصاف بیان کرنے کے بعد اس کے رضامند ہونے سے اس کا خیار ساقط ہو جائے گا کیوں کہ اوصاف یہ رؤیت کے قائم مقام ہوتے ہیں جیسا کہ بیع سلم میں مبیع معدوم ہوتی ہے اور صرف اس کے اوصاف بیان کر دیئے جاتے ہیں اور مشتری رضامند ہو جاتا ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک نابینا کی بیع وشراء درست ہے وہ نابینا مادر زاد ہوں یا کسی بیماری کی وجہ سے بعد میں نابینا ہوا ہو۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا نابینا جو مادر زاد ہے اس کی بیع وشراء درست نہیں ہے۔

(۳) زمین وغیرہ کی بیع میں امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ اگر نابینا آدمی نے ایسی جگہ کھڑے ہونے کے بعد رضامندی ظاہر کی کہ جس جگہ سے بینا ہونے کی صورت میں اس کو دیکھ سکتا تھا تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابو یوسف کا مذہب اس اصول پر مبنی ہے کہ موضع عجز میں تشبیہ حقیقت کے قائم مقام ہوتی ہے ''ان التشبیه یقام مقام الحقیقة فی موضع العجز''

(۴) ''کما فی السّلم'' سے صاحب ہدایہ اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ بیع سلم میں مبیع معدوم ہوتی ہے تو اب اس کی رویت ممکن نہیں ہے تو اس کے اوصاف بیان کر دیئے جاتے ہیں تو یہ اوصاف رویت کے قائم مقام ہو جاتے ہیں تو ایسے ہی نابینا دیکھ نہیں سکتا تو اس کے حق میں بدرجۂ اولیٰ اوصاف رویت کے قائم مقام ہوں گے۔ (البنایہ: ج۸/ص۹۵)

ہدایہ: ج۳/ص۴۱

سوال: وَمَنِ اشْتَرىٰ عِدْلَ زُطِّيٍ وَلَمْ يَرَهُ فَبَاعَ مِنْهُ ثَوْبًا أَوْ وَهَبَهُ أَوْسَلَّمَهُ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنْهَا إِلَّا مِنْ عَيْبٍ، وَكَذٰلِكَ خِيَارُ الشَّرْطِ، لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ الرَّدُّ فِيمَا خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ وَفِي رَدِّ مَا بَقِيَ تَفْرِيقُ الصَّفْقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ، لِأَنَّ خِيَارَ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطِ يَمْنَعَانِ تَمَامَهَا، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ لِأَنَّ الصَّفْقَةَ تَتِمُّ مَعَ خِيَارِ الْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ وَإِنْ كَانَتْ لَاتَتِمُّ قَبْلَهُ.

ترجمہ: جس شخص نے بغیر دیکھے کپڑوں کی کوئی گٹھری خرید لی۔ پھر اس میں سے ایک تھان بیچ دیا، یا کسی کو ایک تھان ہبہ کر کے اس حوالے کر دیا، تو بدون عیب کے مشتری اس میں سے کچھ واپس نہیں کر سکتا، اور یہی حکم خیار شرط کا بھی ہے۔ اس لئے کہ جو مبیع اس کی ملکیت سے نکل گئی اس کی واپسی متعذر ہو گئی اور ما بقی کو واپس کرنے میں تفریق صفقہ قبل التمام لازم آتا ہے، اس لئے کہ خیار رویت اور خیار شرط دونوں تمامیتِ صفقہ سے مانع ہیں۔ برخلاف خیار عیب کے، کیونکہ قبضہ کے بعد خیار عیب کے ہوتے ہوئے بھی صفقہ تمام ہو جاتا ہے اگرچہ قبل القبض (اس میں بھی) تام نہیں ہوتا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) تفریق صفقہ قبل التمام و بعد التمام کا مفہوم واضح کریں (۳) خیارِ شرط اور خیارِ رویت کس طرح کے قول و فعل کے بعد ختم ہو جاتے ہیں (۴) خیارِ شرط اور خیارِ رویت میں صفقہ تام نہیں ہوتا اور خیارِ عیب میں بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

القبضہ تام ہو جاتا ہے اس کی دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے دیکھے بغیر زطی تھانوں کی کوئی گٹھری خریدی اور قبضہ کرنے کے بعد اس میں سے کوئی تھان فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا اور اس کو قبضہ بھی دلا دیا تو ان دونوں صورتوں میں مشتری کا خیارِ رؤیت ساقط ہو جائے گا اور اسی طرح خیارِ شرط بھی ساقط ہو جائے گا۔

اور ان دونوں صورتوں میں صرف عیب کی وجہ سے وہ بقیہ مبیع واپس کرنے کا مجاز ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مشتری نے ایک تھان بیچ دیا یا اسے ہبہ کر دیا تو ظاہر ہے کہ وہ تھان تو اس کی ملکیت سے خارج ہو گیا اور اس کا واپس کرنا دشوار ہوگا اور خیارِ رؤیت اور خیارِ شرط دونوں صفقہ تام ہونے سے مانع ہیں اس لیے باقی کی واپسی بھی ممکن نہیں ہوگی کیوں کہ مابقیہ کی واپسی میں تفریق صفقہ قبل التمام لازم آتا ہے جو باطل اور ناجائز ہے اب مشتری کا خیار ساقط اور مبیع کی واپس ممتنع ہوگی۔

اور خیارِ عیب کا مسئلہ خیارِ شرط اور خیارِ رؤیت سے کچھ الگ ہے اس لیے کہ خیارِ عیب میں بعد القبض صفقہ تام ہو جاتا ہے اور صفقہ تام ہونے کے بعد مابقی واپس کرنے میں تفریق صفقہ لازم آتا ہے لیکن یہ تمام صفقہ کے بعد لازم آتا ہے اور یہ واپسی درست ہے۔

(۲) تفریق صفقہ قبل التمام کی صورت یہ ہے کہ کسی نے دو چیزیں خریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے ان دونوں میں سے کسی ایک کو لینے پر رضا مند ہوا تو یہ تفریق صفقہ قبل التمام ہے اور اس میں بائع کا نقصان ہوتا ہے۔ تفریق صفقہ بعد التمام کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا لیکن اس میں کوئی عیب نکل آیا تو اب اس عیب دار چیز کو واپس کرنے کا حق ہوگا اور یہ واپسی تفریق صفقہ بعد التمام ہے۔

(۳) خیارِ شرط اور خیارِ رؤیت میں بعد القبض صفقہ تام اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں خیار بیع کی تمامیت سے مانع ہیں اس لیے کہ بیع تام رضا مندی سے ہوتی ہے اور رضا مندی ان دونوں خیاروں کی صورت میں متحقق نہیں ہوتی ہے اور خیارِ عیب بعد القبض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صفقہ کے تام ہونے سے مانع نہیں ہے۔

"لان خیار الشرطِ والرؤیة یمنعانِ تمامها لان تمامها بالرضاءِ ولا رضاءَ مع وجودهما وان الصفقة تتم مع خیار العیب بعد القبضِ"

باب خیار العیب

ہدایہ: ج/۳/ص/۴۲

سوال: وَإِذَا اِطَّلَعَ الْمُشْتَرِیْ عَلٰی عَیْبٍ فِی الْمَبِیْعِ فَهُوَ بِالْخِیَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِیْعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، لِاَنَّ مُطْلَقَ الْعَقْدِ یَقْتَضِیْ وَصْفَ السَّلَامَةِ، فَعِنْدَ فَوَاتِهٖ یُتَخَیَّرُ کَیْ لَایَتَضَرَّرُ بِلُزُوْمِ مَالَایَرْضٰی بِهٖ وَلَیْسَ لَهٗ أَنْ یُمْسِکَهٗ وَیَأْخُذَ النُّقْصَانَ۔

ترجمہ: جب مشتری مبیع میں کسی عیب پر مطلع ہو، تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو پورے ثمن کے عوض مبیع کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کردے، کیونکہ مطلق عقد بیع کی سلامتی کا متقاضی ہوتا ہے، لہذا اس کے فوت ہونے کی صورت میں مشتری کو خیار حاصل ہوگا، تاکہ غیر پسندیدہ چیز کے لزوم سے مشتری کا ضرر نہ ہو۔ اور مشتری کو یہ حق نہیں ہے کہ مبیع کو روک لے اور نقصان کی بھرپائی کرلے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) عیب کی اصطلاحی تعریف نقل کریں (۳) پوری مبیع کو واپس کرنے کا حق کس عیب کے بارے میں ہے (۴) عیب کی معرفت کا اصول تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس سے پہلے صاحب ہدایہ نے خیارِ شرط اور خیارِ رؤیت کو بیان کیا تھا ان مسائل سے فراغت کے بعد اب خیارِ عیب کو بیان فرمارہے ہیں۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور بعد میں اس میں اسے عیب نظر آیا تو مشتری کو خیارِ عیب حاصل ہوگا اب اگر وہ چاہے تو معیوب مبیع کو پورے ثمن کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عوض لے لے اور نہیں تو اسے واپس کر دے۔ اس لیے کہ یہاں عقد مطلق یعنی وجود عیب وغیرہ کی شرط کے بغیر واقع ہوا ہے اور مطلق عقد میں مبیع کا صحیح سالم ہونا ضروری ہوتا ہے اگر مبیع درست ہے تو عقد مکمل ہوگا لیکن اگر مبیع میں کوئی کمی ہے اور اس کی سلامتی فوت ہو گئی ہو تو اس صورت میں مشتری کو لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا اس لیے کہ مشتری غیر معیوب مبیع لینے پر رضامند ہوا ہے اب اگر معیوب کی صورت میں اسے اختیار نہ دیا جائے تو معیوب اور غیر پسندیدہ مبیع کو اس پر تھوپنا لازم آئے گا جس سے اسے نقصان ہوگا حالاں کہ شریعت نے ہر محاذ پر دفع نقصان کی تلقین کی ہے لہٰذا ضرر دور کرنے کے لیے مشتری کو اختیار دیا جائے گا۔

اور مشتری کو یہ حق نہیں ہوگا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھ کر ثمن کو بقدرِ عیب کم کر دے یا ثمن ادا کرنے کی صورت میں اس عیب کے بقدر ثمن واپس لے لے کیوں کہ وصف سلامتی کا فوت ہونا یہ خود ایک وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے جب کہ صرف وصف ہی مقصود نہ ہو۔

(۲) عیب کی اصطلاحی تعریف جو مبسوط میں ذکر کی گئی ہے ''العیب ما تخلوا عنه اصل الفطرةِ السلیمة مما یعد به ناقصا''

وہ جس سے اس کی اصل فطرت سلیمہ خالی ہو اور اسی وجہ سے وہ چیز ناقص شمار ہوتی ہے۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۹۹)

(۳) ایسا عیب جو بائع کے پاس موجود تھا اور مشتری نے خریدتے اور قبضہ کرتے وقت اس کو نہ دیکھا ہو تو اس عیب کی وجہ سے مشتری کو پوری مبیع واپس کرنے کا حق ہوگا۔

(۴) عیب کی معرفت کا اصول یہ ہے جس کو امام قدوری نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے ''کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادة التجارِ فھو عیب'' یعنی ہر وہ چیز جس سے تجار کی عادت میں ثمن میں کمی واقع ہو وہ عیب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ر۳ رص ر۴۳

سوال: والزناء وولد الزناء عیب في الجارية دون الغلام.

ترجمہ: اور زنا کار اور ولد الزناء ہونا باندی کے اندر عیب ہے نہ کہ غلام میں۔

جزئیات: (۱) صاحب ہدایہ نے وجہ فرق کیا بیان کی ہے اس کو نقل کریں (۲) باندی اور غلام میں کفر عیب مشترک ہے یا کوئی فرق ہے خوب سمجھ کر تحریر کریں۔

جواب: (۱) صاحب ہدایہ نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ زنا اور ولد الزنا ہونا یہ باندی میں عیب ہے اس لیے کہ یہ مقصود میں خلل انداز ہوگا اور باندی سے مقصود صحبت کرنا اور طلب ولد ہے زنا اور ولد الزنا ان دونوں مقصدوں میں مخل ہے۔

غلام میں زنا اور ولد الزنا عیب نہیں ہے کیوں کہ یہ مقصود میں خلل انداز نہیں ہے اور غلام میں مقصود خدمت ہے اور خدمت میں یہ دونوں مخل نہیں ہے۔

(۲) کفر غلام اور باندی دونوں میں عیب مشترک ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ہدایہ: ج ر۳ رص ر۴۳

سوال: وَإِذَا حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي عَيْبٌ وَاطَّلَعَ عَلَىٰ عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ، فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِالنُّقْصَانِ، وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيعَ، لِأَنَّ فِي الرَّدِّ إِضْرَارًا بِالْبَائِعِ، لِأَنَّهُ خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ سَالِمًا وَيَعُوْدُ مَعِيْبًا فَامْتَنَعَ، وَلَا بُدَّ مِنْ دَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُ فَتَعَيَّنَ الرُّجُوْعُ بِالنُّقْصَانِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْبِهِ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالضَّرَرِ۔

ترجمہ: جب مشتری کے پاس مبیع میں عیب پیدا ہو گیا۔ اور مشتری کسی ایسے عیب پر بھی مطلع ہوا جو بائع کے پاس تھا تو مشتری کو بائع سے رجوع بالنقصان کا اختیار ہوگا اور مشتری مبیع واپس نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ مبیع واپس کرنے میں بائع کا ضرر ہے کیونکہ مبیع بائع کی ملکیت سے صحیح سالم نکلتی تھی اور (بصورت رد) معیوب ہو کر لوٹے گی لہذا رد ممتنع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوگا۔اور مشتری سے بھی ضرر دور کرنا ضروری ہے۔لہذا رجوع بالنقصان متعین ہے، الا یہ کہ بائع مبیع کو عیب کے ساتھ لینے پر راضی ہو، کیونکہ وہ ضرر پر راضی ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی اطمینان بخش تشریح کریں (۲) ''لان فی الرد'' سے کس بات پر دلیل قائم کی ہے اور وہ دلیل کس طرح بن رہی ہے (۳) نقصان عیب سے کیا مراد ہے (۴) رجوع بالنقصان کے سلسلہ میں اس کی مقدار جاننے کا کیا طریقہ ہے (۵) بائع سے نقصان عیب لینے کی کیا صورت ہوگی۔

جواب: (۱) اس عبارت میں صاحب کتاب اس مسئلہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مشتری کے پاس عیب جدید پیدا ہونے کے بعد مشتری ایسے عیب پر مطلع ہوا جو بائع کے پاس پہلے سے تھا تو اس صورت میں اب مشتری کو صرف عیب کے بقدر ثمن اور قیمت میں کمی کرنے کا حق ہوگا پوری مبیع واپس کرنے کا حق نہ ہوگا۔

اس لیے کہ اگر مشتری کو پوری مبیع واپس کرنے کا حق دے دیا جائے گا تو اس صورت میں بائع کو ضرر ہوگا اور ضرر اس طریقہ سے ہے کہ بائع کی ملکیت سے مبیع اس عیب جدید سے پاک اور صحیح سالم نکلی تھی اور اب عیب دار ہو کر لوٹ رہی ہے اس لیے مبیع کو واپس کرنا درست نہیں ہے۔

اور اگر مشتری کو کوئی بھی حق نہ دیا جائے تو اس صورت میں مشتری کا نقصان ہوگا اور اس کو ضرر ہوگا اور اصول یہ ہے کہ ''لا ضرر ولا ضرار'' اس لیے کہ مشتری کو اس عیب کے بقدر ثمن سے کمی کا حق ہوگا جو عیب بائع کے پاس موجود تھا۔

لیکن اگر بائع غایت درجہ کا شریف ہے اور وہ اس عیب جدید کے ساتھ بھی مبیع کو واپس لینے پر رضامند ہے تو اس صورت میں مشتری کا حق رد عود کر آئے گا اور وہ اس عیب جدید کے ساتھ واپس کر دے گا اس لیے کہ رد سے مانع صرف بائع کا حق تھا اور وہ خود اپنے حق کو ساقط کرنے پر راضی ہے تو اس کے حق کو ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

(۲) ''لان فی الرد الخ'' سے اس بات پر دلیل قائم کی ہے کہ مشتری مبیع کو واپس کرنے کا حق دار نہیں ہوگا اس کو صرف رجوع بالنقصان کا حق ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اوراس پر دلیل اس طرح ہے کہ جب بائع نے مبیع کو مشتری کے حوالہ کیا تھا تو مبیع اس عیب جدید سے پاک تھی جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے اور اگر اس عیب جدید کے ساتھ واپس کرنے کا حق دیدیا جائے تو بائع کا نقصان ہوگا اور اس کو ضرر لاحق ہوگا اس لیے اس کو واپس کرنے کا حق نہ ہوگا اور اگر مشتری کو کوئی بھی حق نہ دیا جائے تو مشتری کو ضرر ہوگا اس لیے اس کے ضرر کو دور کرنے کے لیے رجوع بالنقصان کا حق دیا جائے گا۔

(۳) نقصانِ عیب سے مراد یہ ہے کہ اس عیب کی وجہ سے اس مبیع کی جتنی قیمت کم ہو سکتی ہے اس کو کم کر دیا جائے گا اور مشتری اتنی مقدار قیمت کم کر کے ادا کرے گا تو اس سے اس عیب کے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔

(۴) رجوع بالنقصان کے سلسلے میں اس کی مقدار جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ماہرین تجارات اس کو بغیر عیب کے کس قیمت میں خریدتے ہیں اور عیب کے ساتھ کس قیمت میں خریدتے ہیں ان دونوں صورتوں کے تفاوت اور فرقِ قیمت کو دیکھا جائے گا اگر یہ تفاوت قیمت کے دسویں حصہ کے بقدر ہے تو ثمن سے دسواں حصہ کم کر دیا جائے گا اور اگر زیادہ ہے تو زیادہ اور اگر کم ہے تو اس سے کم کو کم کر دیا جائے گا۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۱۱۰)

(۵) بائع سے نقصانِ عیب لینے کی صورت یہ ہے کہ اگر ثمن ادا نہیں کیا تو اس عیب کے بقدر ثمن کم کر دے گا اور اگر ثمن ادا کر چکا تو اس عیب کے بقدر ثمن واپس لے لے گا۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۱۲۳)

ہدایہ: ج/۳/ص/۴۴

سوال: ومن اشترىٰ ثوبًا فقطعه فوجد به عيبا رجع بالعيب فان قال البائع انا اقبله كذلك كان له ذلك فان قطع الثوب وخاطه او صبغه احمر اولت السويق بسمن ثم اطلع على عيب رجع بنقصانه وليس للبائع ان يأخذه.

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کوئی کپڑا خرید کر اسے کاٹ دیا، پھر اس میں عیب پایا تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہ عیب کی وجہ سے رجوع بالنقصان کرے گا۔ پھر اگر بائع یوں کہے کہ میں اسی طرح (مقطوع) قبول کرتا ہوں تو اسے یہ اختیار ہوگا، پھر اگر مشتری نے کپڑے کو کاٹ کر سلوالیا یا سرخ رنگ میں رنگ لیا یا ستو گھی میں ملالیا پھر کسی عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان کرے گا۔

جزئیات: (۱) مبیع میں مشتری کی طرف سے ہونے والے موجب نقصان اور موجب زیادتی دونوں طرح کے تصرف کے بعد اس کے عیب پر مطلع ہونے کی صورت میں مشتری کو مبیع واپس کرنے کے بجائے نقصان عیب لینے کا حق ہے اس کی وجہ تحریر کریں (۲) اور پہلی صورت میں بائع کو عیب دار مبیع واپس لینے کا اختیار ہونے اور دوسری صورت میں یہ اختیار نہ ہونے کی وجہ بھی تحریر کریں (۳) اگر مشتری عیب پر مطلع ہونے کے بعد مبیع کو بیچ دے تو نقصان عیب پائے گا یا نہیں تحریر کریں (۴) زیادتی کی کتنی قسمیں ہیں مع مثالوں کے تحریر کریں۔

جواب: (۱) اگر مشتری نے مبیع میں کوئی ایسا تصرف کیا ہے جو موجب نقصان ہے تو اس صورت میں صرف رجوع بالنقصان کا حق دار ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی واپسی ممتنع ہوگئی اس میں عیب جدید پیدا ہونے کی وجہ سے ''لانہ امتنع الرد بالقطع فانہ عیب حادث''

اور اگر مشتری نے مبیع میں کوئی ایسا تصرف کیا ہے جو موجب زیادتی ہے تو اس صورت میں بھی رجوع بالنقصان کا حق دار ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زیادتی کے سبب اس کا واپس کرنا ممتنع ہوگیا ہے ''لامتناع الرد بسبب الزیادۃِ''

(۲) موجب نقصان کی صورت میں بائع مبیع کو واپس کرسکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر جو مبیع کی واپسی ممتنع ہوئی ہے یہ صرف اور صرف بائع کے حق کی وجہ سے ہوئی ہے اب اگر وہ اپنے حق کو ساقط کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور مبیع کو واپس لے سکتا ہے ''لان الامتناعَ لحقہ فاسقط حقہ وقد رضی علی الرد''

موجب زیادتی کی صورت میں بائع مبیع کو واپس لینے کا حق دار نہیں ہوگا اس لیے کہ اب شریعت کی وجہ سے اس کی واپسی ممتنع ہوگئی ہے کیوں کہ اس میں ربوا کا شبہ پیدا ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گیا ہے ’’لان الامتناع لحق الشرع لا لحق البائع‘‘

(۳) اگر مبیع میں عیب جدید موجب نقصان ہے اس کے بعد اس کو فروخت کر دیتا ہے تو اس صورت میں نقصان عیب نہیں پائے گا اگر مبیع میں عیب جدید موجب زیادتی ہے اس کے بعد اس کو فروخت کر دیتا ہے تو اس صورت میں نقصان عیب پائے گا۔

(۴) زیادتی کی اولاً دو قسمیں ہیں:

(۱) زیادتی متصلہ (۲) زیادتی منفصلہ۔ پھر متصلہ اور منفصلہ کی دو دو قسمیں ہیں :(۱) زیادتی متصلہ متولدہ (۲) زیادتی متصلہ غیر متولدہ (۳) زیادتی منفصلہ متولدہ (۴) زیادتی منفصلہ غیر متولدہ۔

(۱) زیادتی متصلہ متولدہ: جیسے مبیع کا موٹا ہو جانا اور خوبصورت ہو جانا۔

(۲) زیادتی متصلہ غیر متولدہ: جیسے مبیع کو رنگ دیدینا یا مبیع کپڑا ہے اس کو سل دینا۔

(۳) زیادتی منفصلہ متولدہ: جیسے بچہ کا پیدا ہونا اور پھل کا آجانا۔

(۴) زیادتی منفصلہ غیر متولدہ: جیسے مبیع غلام ہے اور اس سے کمائی کرالینا یا گھوڑا ہے اس سے کمائی کرنا۔ (ہدایہ: ج ۳/ ص ۴۴/ کا حاشیہ: ٦)

ہدایہ: ج ۳/ ص ۴۴/

سوال: وَمَنِ اشْتَرَىٰ عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ أَوْمَاتَ عِنْدَهُ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَىٰ عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ أَمَّا الْمَوْتُ فَلِأَنَّ الْمِلْكَ يَنْتَهِي بِهِ وَالْإِمْتِنَاعُ حُكْمِيٌّ لَابِفِعْلِهِ وَأَمَّا الْإِعْتَاقُ فَالْقِيَاسُ فِيْهِ أَنْ لَايَرْجِعَ، لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ بِفِعْلِهِ فَصَارَ كَالْقَتْلِ، وَفِي الْإِسْتِحْسَانِ يَرْجِعُ، لِأَنَّ الْعِتْقَ إِنْهَاءُ الْمِلْكِ، لِأَنَّ الْأٰدَمِيَّ مَاخُلِقَ فِي الْأَصْلِ مَحَلًّا لِلْمِلْكِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ الْمِلْكُ فِيْهِ مُؤَقَّتًا إِلَى الْإِعْتَاقِ فَكَانَ إِنْهَاءً فَصَارَ كَالْمَوْتِ۔

ترجمہ: اگر کسی نے کوئی غلام خریدا، پھر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا، پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا تو وہ رجوع بنقصان العیب کرے گا۔ رہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

موت تو اس وجہ سے کہ موت سے ملکیت تام ہو جاتی ہے اور (موت کی صورت میں) امتناعِ رد غیر اختیاری ہوتا ہے مشتری کے فعل سے نہیں ہوتا، اور جہاں تک اعتاق کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مشتری رجوع نہیں کر سکتا، کیونکہ (اعتاق میں) امتناعِ رد مشتری کے فعل سے ہوتا ہے لہٰذا یہ قتل کے مشابہ ہو گیا۔ اور استحسان میں رجوع کر سکتا ہے، اس لئے کہ عتق میں بھی ملکیت تام ہو جاتی ہے، کیونکہ اصل خلقت میں آدمی محل ملک نہیں ہے، اور غلام میں صرف ایک محدود وقت یعنی اعتاق تک ملکیت ثابت ہوتی ہے لہٰذا اعتاق انہاءِ ملک بن کر موت کے مشابہ ہو گیا۔

جزئیات: (۱) موت کے منہی للملک اور امتناع کے حکمی ہونے کی مراد بیان کریں (۲) مطلب تحریر کرتے ہوئے اعتاق کے بارے میں قیاس اور استحسان دونوں کی مکمل تشریح کریں۔

جواب: (۱) ''منهی للملک'' ہونے سے مراد یہ ہے کہ موت کے ذریعہ بیع تام اور لازم ہو جاتی ہے کیوں کہ یہ ضابطہ ہے کہ ''الشیئ یتقرر بانتهائه'' تو اب اس میں اس کی ملکیت تام ہو گئی ہے۔

امتناعِ حکمی سے مراد یہ ہے کہ یہاں پر جو امتناعِ رد کے حکم کا ثبوت ہوا ہے یہ موت کی وجہ سے ہوا ہے، اور موت کے وقوع میں مشتری کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہے یعنی مبیع کو قتل کر دینا یا فروخت کر دینا یہ فعلِ مشتری ہے۔

(۲) اس عبارت میں صاحب کتاب یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے قبضے میں مر گیا اور غلام کے مرنے یا اس کے آزاد ہونے کے بعد مشتری کو ایسے عیب کا علم ہوا جو قدیم تھا اور بائع کے یہاں بھی موجود تھا تو اب مشتری کیا رجوع بنقصان العیب کا حق دار ہوگا یا نہیں۔

غلام کے مر جانے کی صورت میں رجوع بالنقصان کا حق دار ہوگا کیوں کہ جب کوئی چیز اپنی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے تو وہ لازم اور ثابت ہو جاتی ہے اور آدمی مرنے سے اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے اس لیے صورتِ مسئلہ میں غلام کی بیع ثابت اور لازم ہو گئی اور امر غیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختیاری کی وجہ سے اس کا واپس کرنا محال ہو گیا اور مشتری کا اس میں دخل بھی نہیں ہے اس لیے اسے رجوع بنقصان العیب کا حق ہوگا۔

اور غلام کو آزاد کرنے کے بعد قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو رجوع بالنقصان کا حق نہ ہو اس لیے کہ اعتاق میں امتناع رد خود مشتری کے فعل مباشر کی وجہ سے ہے اب یہ اس طرح ہو گیا کہ جس طرح مشتری نے اپنے غلام کو قتل کر دیا ہو تو اس میں اس کو رجوع بالنقصان کا حق نہ ہوگا۔

اور استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو رجوع بالنقصان کا حق ہو اس لیے کہ انسان اصل خلقت کے اعتبار سے ملکیت کا محل نہیں ہوتا بلکہ عارض یعنی غلامی وغیرہ کے سبب ایک محدود وقت (آزادی) تک وہ محل ملکیت رہتا ہے اور جس طرح موت سے کوئی چیز منتہی ہو جاتی ہے اسی طرح غلام وغیرہ آزادی سے اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں اور ہر چیز اپنی انتہاء کو پہنچ کر ثابت اور مستحکم ہو جاتی ہے اور موت کی صورت میں مشتری کو حق رجوع ملتا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی حق رجوع ملے گا اور یوں کہا جائے گا کہ ملکیت تو اس کی باقی ہے لیکن واپسی متعذر ہے اور واپسی متعذر ہونے کی صورت میں مشتری کو رجوع کا حق ملتا ہے اس لیے استحساناً اس صورت اسے حق رجوع ملے گا۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۴۵

سوال: وَإِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِيْ الْعَبْدَ أَوْ كَانَ طَعَاماً فَأَكَلَهُ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْئٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَمَّا الْقَتْلُ فَالْمَذْكُوْرُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ. وَ وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْقَتْلَ لَا يُوْجَدُ إِلَّا مَضْمُوْناً وَ إِنَّمَا يَسْقُطُ الضَّمَانُ هٰهُنَا بِاعْتِبَارِ الْمِلْكِ فَيَصِيْرُ كَالْمُسْتَفِيْدِ بِهٖ عِوَضًا.

ترجمہ: اگر مشتری نے غلام کو قتل کر دیا یا (مبیع) کھانا تھا اسے کھا لیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا رہا قتل (قدوری میں) مذکور ظاہر الروایۃ ہے اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان کے بغیر قتل کا وجود ہی معدوم ہے۔ اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہاں صرف ملکیت کی وجہ سے ضمان ساقط ہو رہا ہے، لہٰذا یہ ایسا ہی ہو گیا جیسا کہ آقا عوض دے کر غلام سے استفادہ کرے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) رجوع بالنقصان کا ضابطہ بیان کریں (۳) انہاء کی تشریح کریں (۴) اعتاق کی صورت میں رجوع بنقصان العیب کا حق مشتری کو ہوتا ہے یا نہیں دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور اسے قتل کر دیا یا کھانے پینے کی کوئی چیز خریدی اور اسے کھا لیا پھر وہ کسی قدیم عیب پر مطلع ہوا تو اس سلسلے میں ظاہر الروایہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ مشتری کو رجوع بالنقصان العیب کا حق نہیں ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں مشتری رجوع بنقصان العیب کا حق دار ہوگا۔

اب امام ابو یوسفؒ کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو قتل کر دیتا ہے تو اس قتل سے کوئی دنیاوی حکم متعلق نہیں ہوتا اور مولیٰ پر کسی طرح کی دیت یا قصاص کا حکم نہیں ہوگا اور مولیٰ کا قتل کرنا غلام کی طبعی اور فطری موت کے درجے میں ہوتا ہے اور فطری موت سے غلام کی ملکیت منتہی ہو کر ثابت اور مستحکم ہو جاتی ہے اور ملکیت ثابت ہونے کے بعد اگر واپسی متعذر ہو جائے تو مشتری رجوع بنقصان العیب کا حق دار ہوتا ہے۔

اور ظاہر الروایہ کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی قتل غیر مضمون نہیں واقع ہوتا بلکہ ہر قتل قابلِ ضمان ہوتا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے "لیس فی الاسلام دم مفروج" کہ اسلام میں کوئی بھی خون رائیگان نہیں ہے اور یہاں پر اس آقا پر جو ضمان نہیں ہے تو وہ اس کی ملکیت ہونے کی وجہ سے ہے اب اس کو قتل کرنے کی وجہ سے یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اس نے غلام کو فروخت کر دیا اور اس کی ملکیت زائل ہو گئی اور ملکیت زائل ہونے کی صورت میں مشتری رجوع بالنقصان العیب سے محروم ہو جاتا ہے اس لیے امام صاحبؒ کے نزدیک اس کو رجوع بنقصان العیب کا حق نہ ہوگا۔

(۲) رجوع بالنقصان کا ضابطہ یہ ہے کہ مبیع کے کسی ایسے جزء کا فوت ہو جانا کہ عقد کی وجہ سے مشتری اس کا حق دار ہو گیا اور اس کی واپسی متعذر ہو گئی ہو تو اس صورت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رجوع بنقصان العیب کا حق دار ہوگا اور اس کے بقدر ثمن سے کم کردے گا ''ان الجزء الفائت صار مستحقا للمشتری بالعقد وقد تعذر تسلیمه الیه فیرد حصته من الثمن'' (ہدایہ: ج ۳ / ص ۴۴ / کا حاشیہ: ۱)

(۳) انہاء کے معنی کسی چیز کا اپنی انتہاء کو پہنچ جانا، مکمل ہو جانا ہے اور مبیع کے اندر انہاء یہ ہے کہ مبیع میں مشتری کی ملکیت تام ہو جائے اب ملکیت عوض کے ساتھ تام ہو یا بغیر عوض کے تام ہو جائے جیسے عتاق میں بغیر عوض کے ملکیت تام ہو جاتی ہے اور انہاء کی ضرورت ملکیت کو تام کرنے کے لیے ہوتی ایسی جگہوں پر جہاں پر ملکیت نہ ہو جیسے عتاق اور موت اب ان میں ملکیت نہیں ہے لیکن ملکیت تام ہو گئی ہے۔ (البنایہ: ج ۸ / ص ۱۱۴)

(۴) عتاق کی صورت میں مشتری کو رجوع بنقصان العیب کا حق ہوگا اور یہ حق صرف استحساناً ہوگا۔

دلیل: اس صورت میں یہ ہے کہ عتق یہ انہاء ملک ہے اور موت کی طرح ہو جائے گا کیوں کہ کوئی بھی چیز اپنی انتہاء کو پہنچ کر ثابت ہو جاتی ہے تو یہ ایسا ہو گیا کہ ملک باقی ہے اور واپسی متعذر ہو گئی تو اس صورت میں رجوع بنقصان العیب کا حقدار ہوگا ''لان العتق انهاء الملک فصار کالموتِ لان الشیءَ یتقرر بانتهائهٖ فیجعل کانَّ الملک باق والردُّ متعذر''

ہدایہ: ج ۳ / ص ۴۵

سوال: وَمَنِ اشْتَرَىٰ بَيْضًا أَوْ بِطِّيْخًا أَوْ قِثَّاءً أَوْ خِيَارًا أَوْ جَوْزًا فَكَسَرَهٗ فَوَجَدَهٗ فَاسِدًا فَإِنْ لَمْ يَنْتَفِعْ بِهٖ رَجَعَ بِالثَّمَنِ كُلِّهٖ، لِأَنَّهٗ لَيْسَ بِمَالٍ فَكَانَ الْبَيْعُ بَاطِلًا وَلَا يُعْتَبَرُ فِي الْجَوْزِ صَلَاحُ قِشْرِهٖ عَلٰى مَاقِيْلَ، لِأَنَّ مَالِيَتَهٗ بِاعْتِبَارِ اللُّبِّ۔ وَإِنْ كَانَ يَنْتَفِعُ بِهٖ مَعَ فَسَادِهٖ لَمْ يَرُدَّهٗ، لِأَنَّ الْكَسْرَ عَيْبٌ حَادِثٌ، وَلٰكِنَّهٗ يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ دَفْعًا لِلضَّرُوْرَةِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: جس شخص نے انڈا، خربوزہ، ککڑی، کھیرا یا اخروٹ خریدا پھر اسے توڑا تو اسے خراب پایا پس اگر وہ (بالکل ہی) قابل انتفاع نہ ہو تو مشتری پورا ثمن واپس لے گا کیونکہ وہ مال نہیں ہے لہذا بیع باطل ہوگئی۔ اور اخروٹ میں اس کے چھلکے کی درستگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ اخروٹ کی مالکیت میں مغز اور گودے کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور اگر خراب ہونے کے باوجود قابل انتفاع ہو تو مشتری اسے واپس نہیں کرسکتا اس لئے کہ توڑنا ایک عیب جدید ہے البتہ دفع ضرر کے پیش نظر بقدر امکان مشتری رجوع بنقصان العیب کرلے گا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۳) انڈے کی بیع فاسد ہونے اور اخروٹ کی بیع کے فاسد نہ ہونے میں فرق کو واضح کریں۔

جواب: (۱) صاحب کتاب اس عبارت میں یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے انڈا یا اخروٹ وغیرہ خریدا اور توڑنے پھوڑنے کے بعد وہ خراب نکلا، فرماتے ہیں کہ اگر اتنا خراب ہے کہ اس سے انتفاع نہیں ہوسکتا تو اس صورت میں مشتری بائع سے پوری قیمت واپس لینے کا حق دار ہوگا کیوں کہ جب وہ بالکل ناقابلِ انتفاع ہے تو ظاہر ہے کہ وہ مال نہیں ہے اور اس سے انتفاع فی الحال اور فی المآل دونوں صورتوں میں نہیں ہوسکتا ہے لہٰذا یہ بیع ہی باطل ہے اور جب بیع باطل ہو جائے تو مشتری کو پورا ثمن واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔

اور اخروٹ میں اس کے چھلکے کے درست ہونے اور قابلِ انتفاع ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ اس کی بیع میں اصل اس کا گودا ہے اور اس کی مالیت کا اعتبار گودے سے لگایا جائے گا اور جب گودا ناقابلِ انتفاع ہے تو وہ مال نہیں ہے۔

لیکن اگر وہ خراب نکلا اس کے باوجود اس سے انتفاع کیا جاسکتا ہے تو اس صورت میں پورا ثمن نہیں لوٹائے گا اس لیے کہ اس میں عیب جدید پیدا ہوگیا ہے اور اس کی واپسی متعذر ہوگئی ہے اب یہ رجوع بالنقصان العیب کا حق دار ہوگا یہ صرف ضرر کو دفع کرنے کی وجہ سے تاکہ بائع اور مشتری کسی کو بھی ضرر نہ ہو کیوں کہ پورا ثمن واپس کرنے میں بائع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا نقصان ہے اور حق رجوع بنقصان نہ دینے سے مشتری کا نقصان اور ضرر ہے۔

(۲) **امام شافعیؒ کا مذہب:** اگر مبیع کسی قدر قابلِ انتفاع بھی ہو تو اس صورت میں بھی پورا ثمن واپس لینے کا مشتری کو حق ہوگا اگر چہ اس میں توڑنے سے عیب جدید پیدا ہوگیا ہو۔

دلیل: اگر چہ توڑنے سے عیب جدید پیدا ہوا ہے لیکن یہ توڑنا بھی بائع کی تسلیط سے ہوا ہے اور اصول یہ ہے کہ تسلیط میں مسلط پر نہ کوئی ضمان ہوتا ہے اور نہ اس کا کچھ نقصان ہوتا ہے اس لیے یہ توڑنا مشتری کے لیے کوئی مضر نہیں ہے "لان الكسر بتسليطه"

امام صاحبؒ کا مذہب: یہ ہے کہ اس کو رجوع بالنقصان العیب کا حق ہوگا پورا ثمن واپس لینے کا حق دار نہ ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ مبیع میں توڑنے سے عیب جدید پیدا ہوگیا اور اب اس کی واپسی متعذر ہوگئی اور جب واپسی متعذر ہو تو مشتری رجوع بالنقصان العیب کا حق دار ہوتا ہے "لان الكسر عيب جديد فقد تعذر تسليمهٗ اليه فيرد حصته من الثمن"

(۳) بعض حضرات نے انڈے کے خراب نکلنے اور اخروٹ کے خراب نکلنے کے بعد انڈے کی بیع کو باطل اور اخروٹ کی بیع کو درست قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انڈے کا چھلکا اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے اور وہ قابلِ استعمال نہیں ہوتا ہے لیکن اخروٹ کے چھلکے کو استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو لکڑی کی جگہ استعمال کرتے ہیں اس لیے بعض حضرات نے اخروٹ کی بیع کو درست قرار دیا ہے اور انڈے کی بیع کو خراب نکلنے کے بعد باطل قرار دیا ہے۔ (ہدایہ: ج ر۳ ر ص ر۴۵ کا حاشیہ: ۱۵)

ہدایہ: ج ر۳ ر ص ر۴۶

سوال: وَ مَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِیْ ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ فَإِنْ قَبِلَ بِقَضَاءِ الْقَاضِیْ بِإِقْرَارٍ أَوْ بَيِّنَةٍ أَوْ بِإِبَاءِ يَمِيْنٍ، لَهُ أَنْ يَّرُدَّهُ عَلٰى بَائِعِهِ، لِأَنَّهُ فَسْخٌ مِنَ الْأَصْلِ فَيُجْعَلُ الْبَيْعُ كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ، غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّهُ أَنْكَرَ قِيَامَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْعَيْبِ، لٰكِنَّهُ صَارَ مُكَذَّبًا شَرْعًا بِالْقَضَاءِ وَمَعْنَى الْقَضَاءِ بِالْإِقْرَارِ أَنَّهُ أَنْكَرَ الْإِقْرَارَ فَأُثْبِتَ بِالْبَيِّنَةِ.

ترجمہ: اور جس شخص نے کوئی غلام فروخت کیا پھر مشتری نے بھی اسے بیچ دیا۔ اس کے بعد وہ غلام کسی عیب کے سبب مشتری کو واپس کر دیا گیا، تو اگر مشتری (اول) نے قاضی کے حکم سے یہ واپسی قبول کی ہے۔ خواہ وہ اقرار کی صورت میں ہو یا بیّنہ یا قسم سے انکار کے ذریعہ سے ہو تو مشتری اول کو اپنے بائع پر مبیع رد کرنے کا اختیار ہے۔ کیونکہ یہ اصل سے فسخ ہے۔ لہٰذا بیع ثانی کو غیر واقع مان لیا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشتریٔ اول قیامِ عیب کا منکر ہے۔ لیکن قضائے قاضی سے وہ شرعاً جھوٹا ثابت ہو گیا۔ اور قضاء بالاقرار کا مطلب یہ ہے کہ مشتری نے اقرارِ عیب سے انکار کر دیا تو بینہ کے ذریعہ اسے ثابت کیا گیا۔

جزئیات: (۱) مطلب وضاحت سے تحریر کریں ''غایۃ الامر سے کس سوال کا جواب ، سوال لکھ کر جواب کی وضاحت کریں (۲) قضاء بالاقرار کا مطلب تحریر کریں اسی طرح بغیر قضائے قاضی کے واپس لینے کی صورت میں کیا حکم ہے تحریر کریں (۳) دوسری بیع کو فسخ ہو جانے سے پہلی بیع خود بخود فسخ ہو جائے گی یا نہیں مدلل تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ اخلد نے صداقت سے کوئی غلام خریدا اور قبضہ کرنے کے بعد اسے منیر سے بیچ دیا تو یہاں اخلد مشتریٔ اول اور منیر مشتریٔ ثانی ہے اب اگر مشتریٔ ثانی یعنی منیر کسی عیب کی وجہ سے وہ غلام مشتریٔ اول یعنی اخلد کو واپس کرتا ہے اور اخلد اس واپسی کو قبول بھی کرتا ہے تو یہ دیکھیں گے کہ مشتری اول یعنی اخلد قضائے قاضی سے واپسی قبول کرتا ہے یا بدونِ قضاء کے اگر قضائے قاضی سے یہ رد کو قبول کرتا ہے تو اسے بائع اول یعنی صداقت پر وہ غلام پھیرنے اور واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔

اب قضائے قاضی کے ذریعہ قبولِ رد کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اقرار کے ذریعہ مشتری ثانی نے یہ دعویٰ کیا کہ مبیع معیوب ہے اور خود مشتری اول کو اس کا اقرار ہے لیکن مشتریٔ اول نے مشتری ثانی کے اس دعویٰ کو جھٹلا دیا پھر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشتری ثانی نے اس کے اقرار بالعیب پر گواہ پیش کر دیا۔

(۲) بینہ یعنی گواہ کے ذریعہ یعنی مشتری ثانی نے مبیع میں عیب کا دعویٰ کیا لیکن مشتری اول نے اس کا انکار کر دیا اس پر مشتری ثانی نے گواہ پیش کر دیا۔

(۳) قسم سے انکار کے ذریعہ یعنی مشتری ثانی کے اقامت بینہ سے عاجز ہونے کی صورت میں قاضی نے مشتری اول سے قسم کھانے کو کہا اور اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔

ان تینوں صورتوں میں قاضی مشتری اول پر مبیع کو واپس کر دے گا اور مشتری اول کو اپنے بائع پر مبیع کے واپس کرنے کا حق ہوگا اس لیے قاضی کے رد کے ذریعہ یہ اصل سے معاملہ فسخ ہو گیا تو یہ کہا جائے گا کہ بیع ثانی ہوئی ہی نہیں تھی اور جب بیع ثانی کو معدوم مان لیا گیا تو صرف بیع اول باقی رہی اور چوں کہ وہ معیوب ہے اس لیے مشتری اول کو خیار عیب کی وجہ سے اپنے بائع پر واپس کرنے کا حق ملے گا۔

"غـايـة الامـر" سے ایک سوال کا جواب ہے قضائے قاضی کے حوالے سے واپس کرنے کی اوپر مذکورہ تینوں صورتوں میں جب مشتری اول وجودِ عیب کا منکر ہے تو اسے اپنے بائع پر ردِ مبیع کا اختیار نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ انکارِ عیب کی صورت میں اسے واپسی کا حق دینے سے اس کے قول میں تضاد لازم آتا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مشتری اول کے انکار کو شریعت نے جھٹلا دیا اور اس کا انکار عند الشرع کالعدم ہو گیا قضاء بالاقرار کا مطلب یہ ہے کہ مشتری اول نے اقرار عیب کا انکار کر دیا اور مشتری ثانی نے اقرار عیب پر گواہ پیش کر دیا اور اقرار عیب کو ثابت کر دیا۔

(۲) قضاء بالاقرار کا مطلب یہ ہے کہ مشتری اول نے اقرار عیب کا انکار کر دیا اور مشتری ثانی نے اقرار عیب پر گواہ پیش کر دیا اور اقرار عیب کو ثابت کر دیا تو قضاء بالاقرار ہے۔

اگر بغیر قضائے قاضی کے واپس لے لے تو اب اس کو بائع اول پر واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

(۳) دوسری بیع کے فسخ ہونے سے پہلی بیع فسخ نہیں ہوگی اس لیے کہ مشتری اول پر ردّ یہ بائع اول پر ردّ نہیں ہے "ولهٰذا لا يكونُ الردّ على المشترى الاول رداً على بائعه"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج/۳/ص/۴۶

سوال: وَمَنِ اشْتَرىٰ عَبْداً فَقَبَضَهُ فَادَّعىٰ عَيْباً لَمْ يُجْبَرْ عَلىٰ دَفْعِ الثَّمَنِ حَتّٰى يَحْلِفَ الْبَائِعُ أَوْ يُقِيمَ الْمُشْتَرِيْ الْبَيِّنَةَ، لِأَنَّهُ أَنْكَرَ وُجُوْبَ دَفْعِ الثَّمَنِ حَيْثُ أَنْكَرَ تَعَيُّنَ حَقِّهِ بِدَعْوىٰ الْعَيْبِ وَدَفْعُ الثَّمَنِ أَوَّلاً لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهُ بِإِزَاءِ تَعَيُّنِ الْمَبِيْعِ، وَلِأَنَّهُ لَوْقَضىٰ بِالدَّفْعِ فَلَعَلَّهُ يَظْهَرُ الْعَيْبُ فَيَنْتَقِضُ الْقَضَاءُ فَلَايَقْضِيْ بِهِ .

ترجمہ: جس شخص نے غلام خرید کر کے اس پر قبضہ کرلیا پھر کسی عیب کا دعوی کیا تو بائع کے قسم کھانے، یا مشتری کے بینہ پیش کرنے سے قبل اسے (مشتری کو) ثمن ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جب مشتری نے عیب کا دعوی کر کے اپنا حق متعین ہونے سے انکار کردیا تو گویا کہ اس نے ادائیگی ثمن کے وجوب کا بھی انکار کردیا۔ اور ادائیگی ثمن کا پہلے واجب ہونا اسی لئے ہوتا ہے تاکہ تعین مبیع کے مقابلہ میں (ثمن سے) بائع کا حق متعلق ہوجائے۔

اور اس لئے بھی کہ اگر قاضی نے ادائیگی ثمن کا فیصلہ کردیا تو ممکن ہے کہ ظہور عیب کی وجہ سے اس کا فیصلہ ٹوٹ جائے لہذا قاضی دفع ثمن کا فیصلہ نہیں کرے گا۔

جزئیات: (۱) ماسبق میں کہا گیا ہے "من باع سلعة بسلعة قيل للمشترى ادفع الثمن اوّلاً" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشتری کو ثمن دینے پر مجبور کیا جائے گا اور یہاں کہہ رہے ہیں کہ مجبور نہیں کیا جائے گا آپ عبارت کی ایسی تشریح کریں جس سے مذکورہ بالا تعارض دفع ہوجائے (۲) اگر مشتری کے گواہ موجود نہ ہو تو اس کو مہلت دی جائے گی یا نہیں؟

جواب: (۱) (صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور قبضہ کرنے کے بعد اس غلام میں کسی عیب کا دعویٰ کیا تو اس کے اس دعویٰ کے بعد اسے ثمن ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک کہ بائع عدم عیب کی قسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہ کھالے اگر بائع نے قسم کھالی تو اب مشتری کو ثمن ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور قاضی زبردستی اس سے ثمن وصول کر کے بائع کو دے گا یا مشتری کو اپنے دعویٰ پر بینہ پیش کرنے کا مکلف بنایا جائے گا اگر اس نے بینہ پیش کر دیا تو اس کو مبیع واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔

اور دعویٰ عیب کے بعد مشتری کو ادائے ثمن پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس عقد سے مبیع میں مشتری کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسے ثمن دینے میں پہل کرنے کا مکلف بنایا جاتا ہے تاکہ ثمن سے بائع کا حق متعلق ہو جائے اور تراضی طرفین کا تحقق ہو کر دونوں طرف مساوات ثابت ہو جائے لیکن جب مشتری نے مبیع میں عیب کا دعویٰ کر دیا تو گویا کہ وہ مبیع میں اپنا حق متعلق اور ثابت ہونے کا منکر ہے اور جب مبیع میں اس کا حق ثابت نہیں ہوگا تو ادائے ثمن پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور "مَن بَاعَ سلعة" والی صورت میں مشتری کا حق مبیع سے متعلق ہو جاتا ہے اس لیے اس کو ادائے ثمن کا مکلف بنایا جاتا ہے اور اگر قاضی اس کو عیب کے دعویٰ کی صورت میں مجبور کریں اور اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے تو اب قاضی کو اپنے منہ کی کھانی پڑے گی اور قاضی اپنے قضاء کی حفاظت کے پیش نظر دفع ثمن کے لیے مجبور نہیں کرے گا۔

(۲) اگر مشتری کے گواہ دور ہیں یا کسی غیر ملک میں ہے تو اس کو ان کے آنے کی مہلت نہیں دی جائے گی اس لیے کہ اس مہلت دینے میں بائع کا ضرر ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۴۸

سوال: مَنِ اشْتَرَىٰ عَبْدَيْنِ صَفْقَةً وَاحِدَةً فَقَبَضَ أَحَدَهُمَا وَوَجَدَ بِالْآخَرِ عَيْباً فَإِنَّهُ يَأْخُذُهُمَا أَوْيَدَعُهُمَا، لِأَنَّ الصَّفْقَةَ تَتِمُّ بِقَبْضِهِمَا فَيَكُوْنُ تَفْرِيْقُهُمَا قَبْلَ التَّمَامِ وَقَدْذَكَرْنَاهُ۔ وَلَوْ قَبَضَهُمَا ثُمَّ وَجَدَ بِأَحَدِهِمَا عَيْباً يَرُدُّهُ خَاصَّةً.

ترجمہ: جس شخص نے ایک عقد میں دو غلام خریدے پھر ان میں سے ایک پر قبضہ کر لیا اور ایک میں عیب پایا تو وہ ان دونوں کو ایک ساتھ لے لے گا یا دونوں کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک ساتھ چھوڑ دے گا اس لئے کہ صفقہ دونوں پر قبضہ کرنے سے تام ہو گیا لہذا (ایک کے قبضہ سے) صفقہ تام ہونے سے پہلے تفریقِ صفقہ لازم آئے گا اور ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر مشتری نے دونوں غلاموں پر قبضہ کر لیا تھا پھر ان میں سے کسی ایک میں اس نے عیب پایا تو وہ تنہا اس (معیوب) کو واپس کر سکتا ہے۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) تفریق صفقہ قبل التمام اور تفریق صفقہ بعد التمام کی توضیح کریں (۳) تفریق قبل التمام کے ناجائز ہونے کی وجہ بیان کریں (۴) پہلی صورت میں واپس کرنا درست نہیں ہے اور دوسری صورت میں ایک کو واپس کرنا درست ہے اس کے فرق کو بیان کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک ہی عقد کے تحت دو غلاموں کو خریدا اور دونوں غلاموں میں سے ایک پر قبضہ کر لیا اور جس پر قبضہ نہیں کیا مشتری کو اس میں عیب نظر آیا تو اب اس صورت میں مشتری یا تو ایک ساتھ دونوں غلاموں کو لے لے یا دونوں کو واپس کر دے ایسا نہیں کر سکتا کہ معیوب کو چھوڑ کر غیر معیوب کو لے لے اس لیے کہ جب اس نے ایک ہی صفقہ میں دونوں کو خریدا ہے تو ظاہر ہے کہ صفقہ اسی وقت مکمل ہوگا جب دونوں پر قبضہ ہو جائے گا ایک پر قبضہ سے صفقہ تام نہیں ہوگا اگر اس صورت میں بیع کی اجازت دیدی جائے تو تفریق صفقہ قبل التمام لازم آئے گا اور تفریق صفقہ قبل التمام جائز نہیں ہے۔

اگر اس نے دونوں غلاموں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد ان میں سے کوئی ایک عیب دار نظر آیا تو اب اس کو ان میں سے عیب دار کو واپس کرنے کا حق ہوگا اگرچہ یہاں بھی تفریق صفقہ لازم آتا ہے لیکن یہ بعد التمام ہے اور بعد التمام درست ہے۔

(۲) تفریق صفقہ قبل التمام کی صورت یہ ہے کہ کسی نے دو چیزیں خریدیں اور ثمن ادا کرنے سے پہلے ان دونوں میں سے کسی ایک کو لینے پر رضامند ہو تو یہ تفریق قبل التمام ہے اور اس میں بائع کا نقصان ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تفریق صفقہ بعد التمام کی صورت یہ ہے کہ کسی نے دو چیزیں خریدیں مثلاً دو غلام خریدے اور اس پر قبضہ کر لیا لیکن اس میں کوئی عیب نکل آیا تو اب اس ایک معیوب غلام کو واپس کرنے کا حق ہوگا اور یہ واپسی تفریق صفقہ ہے لیکن بعد التمام ہے۔

(۳) تفریق صفقہ قبل التمام اس لیے نا جائز ہے کیوں کہ قبضہ یہ عقد کے مشابہ ہے اور عقد کے مشابہ اس طرح سے ہے کہ عقد کے ذریعہ انسان ملک رقبہ کا مالک ہو کر شیء معقود میں تصرف وغیرہ کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح قبضہ سے بھی انسان تصرف فی المبیع کا مالک ہو جاتا ہے اسی مشابہت کی وجہ سے دونوں کا حکم بھی ایک ہے یعنی تفریق فی العقد نا جائز ہے اور تفریق قبل التمام بھی نا جائز اور باطل ہے۔ (احسن الهدایہ: ج ۸/ ص ۱۵۲)

(۴) پہلی صورت میں واپسی قبل التمام تھی اس لیے یہ درست نہیں ہے کیوں کہ تفریق صفقہ قبل التمام درست نہیں ہے اور دوسری صورت میں واپسی بعد التمام تھی اور واپسی بعد التمام درست ہے اس لیے اس کو واپسی کا حق دیا ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ ص ۴۸

سوال: وَ مَنِ اشْتَرىٰ شَيْئاً مِمَّا يُكَالُ أَوْ يُوْزَنُ فَوَجَدَ بِبَعْضِهٖ عَيْباً رَدَّهٗ كُلَّهٗ أَوْ أَخَذَهٗ كُلَّهٗ وَ مُرَادُهٗ بَعْدَ الْقَبْضِ لِأَنَّ الْمَكِيْلَ إِذَا كَانَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَهُوَ كَشَيْئٍ وَاحِدٍ أَلَا تَرىٰ أَنَّهٗ يُسَمّٰى بِاسْمٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْكُرُّ وَ نَحْوُهٗ وَ قِيْلَ هٰذَا إِذَا كَانَ فِيْ وِعَاءٍ وَاحِدٍ وَ إِنْ كَانَ فِيْ وِعَائَيْنِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ عَبْدَيْنِ حَتّٰى يَرُدَّ الْوِعَاءَ الَّذِيْ وُجِدَ فِيْهِ الْعَيْبُ دُوْنَ الْآخَرِ.

ترجمہ: اگر کسی نے مکیلی یا موزونی چیزوں میں سے کوئی چیز خریدی پھر اس کا کچھ حصہ معیوب پایا تو وہ پوری چیز واپس کر دے یا پوری چیز لے لے اور صاحبِ متن کی مراد قبضہ کے بعد ہے اس لئے کہ مکیلی چیز اگر ایک جنس کی ہو تو وہ شئی واحد کی طرح ہے کیا نہیں دیکھتے کہ اس کا ایک ہی نام ہوتا ہے یعنی کُر وغیرہ، اور کہا گیا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب مبیع ایک برتن میں ہو لیکن اگر وہ دو برتنوں میں ہو تو وہ دو غلاموں کے درجہ میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے یہاں تک کہ اسی برتن کو واپس کیا جائے گا جس میں عیب ہو نہ کہ دوسرے کو۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) بعدالقبض کی قید کی وجہ تحریر کریں (۳) مکیلی اور موزونی جب کہ ایک جنس کی ہو تو شیء واحد کیسے ہیں اور یہ شیء واحد حکمی ہے یا حقیقی۔

جواب: (۱) مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے مکیلی چیز مثلاً گندم وغیرہ یا موزونی چیز مثلاً لوہا اور تانبا خریدا اور قبضہ کرنے کے بعد اسے اس میں کوئی عیب نظر آیا تو اب اس کا حکم یہ ہے کہ یا تو پوری مبیع کو لے لے یا پوری مبیع کو واپس کردے وہ ایسا نہیں کرسکتا کہ معیوب کو واپس کر کے اس کے بقدر ثمن واپس لے لے اور غیر معیوب اپنے پاس رکھ لے اور مشتری کو قبضہ کے بعد عیب نظر آیا اور اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ قبل القبضہ تو مکیلی اور موزونی اور غیر مکیلی اور غیر موزونی سب کے سب برابر ہے یعنی صرف معیوب کو واپس کرنا درست نہیں ہے اور قبضہ کے بعد غیر مکیلی اور غیر موزونی میں تو تنہا معیوب کی واپسی درست ہے مگر مکیلی اور موزونی میں اس وقت بھی صرف ایک یا بعض کو واپس کرنا اور غیر معیوب کو رکھنا درست نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مکیلی اور موزونی چیز اگر ایک جنس کی ہے مثلاً لوہا وغیرہ تو وہ شیء واحد کے درجہ میں ہوگی اور یہ ہی وجہ ہے کہ اس کا نام بھی ایک ہی ہوتا ہے اس کا نام کرّ رکھا جاتا ہے تو جب مبیع شیء واحد کے درجہ میں ہے اور شیء واحد میں بعض حصے کے معیوب ہونے سے یا تو کل کا لینا ضروری ہوتا ہے یا کل کا واپس کرنا ضروری ہوتا ہے۔

قیل سے ایک قول نقل کر رہے ہیں کہ یہ حکم اخذ کل یا رد کل اس صورت میں ہے جب مبیع ایک ہی پیمانے اور ایک ہی برتن میں ہو لیکن اگر مبیع دو برتنوں میں ہو تو اس کا حکم دو غلاموں کی طرح ہوگا اور جس طرح بعدالقبض دو غلاموں میں سے تنہا ایک کو واپس کرنا درست ہے اسی طرح اس صورت میں بھی جس برتن میں معیوب مبیع ہوگی تنہا اس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔

(۲) بعدالقبض کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کیوں کہ قبل القبض سب اشیاء کا حکم یکساں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے مکیلی ہو یا موزونی ہو غیر مکیلی ہو یا غیر موزونی یعنی بعض کو واپس نہیں کر سکتے ہیں لیکن مکیلی اور موزونی جب کہ ایک ہی جنس کی ہو تو بعد القبض بھی بعض کو واپس نہیں کر سکتے ہیں۔

(۳) مکیلی اور موزونی شی ءواحد اس طرح ہے کیوں کہ مکیلات اور موزونات میں مالیت اور تقوم کا تحقق اجتماع کے اعتبار سے ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک دانہ شی ءمتقوم نہیں ہوتا ہے اور اس کی بیع بھی درست نہیں ہے اور یہ بیع کے قابل اجتماع کے بعد ہی ہوتے ہیں اور بیع کے اعتبار سے یہ سب کے سب شی ءواحد ہیں اور یہ شی ءواحد حکمی ہیں حقیقی نہیں ہیں۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۱۲۹)

ہدایہ: ج/۳/ص/۴۸

سوال: وَلَوْ اُسْتُحِقَّ بَعْضُهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ فِي رَدِّ مَابَقِيَ لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّبْعِيْضُ وَ الْإِسْتِحْقَاقُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفْقَةِ لِأَنَّ تَمَامَهَا بِرِضَاءِ الْعَاقِدِ لَا بِرِضَاءِ الْمَالِكِ.

ترجمہ: اگر مبیع کا کچھ حصہ مستحق نکل گیا تو مشتری کو ماقی واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اس لئے کہ ٹکڑے کرنا (مکیلی، موزونی) مبیع کے لئے مضر نہیں ہے۔ اور استحقاق تمامِ صفقہ سے مانع نہیں ہوتا کیونکہ صفقہ عاقد کی رضامندی سے تمام ہوتا ہے نہ کہ مالک کی رضا سے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) مکیلی اور موزونی میں ماقی کو رد کا اختیار نہیں ہے اور غلام اور کپڑے وغیرہ جو غیر مکیلی اور غیر موزونی ہیں ان میں ماقی کو رد کا اختیار ہے اس فرق کو واضح کریں۔ (۳) مالک کی عدم رضاء عقد پر کوئی اثر انداز ہوتی ہے یا نہیں عقد کا تام ہونا کس کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے (۴) اس صورت میں قبل القبض اور بعد القبض کے فرق کو بیان کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے مکیلی یا موزونی چیز خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کا کوئی حصہ دوسرے کا مستحق نکل آیا تو مشتری ماقی کو واپس نہیں کر سکتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بلکہ حصہ مستحق کے بقدر بائع سے ثمن واپسی لے لے گا کیونکہ ملیلی اور موزونی چیزوں میں تشقیص اوران کے بعض حصہ کوکم کرنا عیب میں شمار نہیں ہوتا ہے۔

"والاستحقاق" سے ایک اشکال اوراس کا جواب بیان کررہے ہیں کہ وہ صورت جس میں مشتری کورد کا اختیار ہونا چاہیۓ تا کہ استحقاق اور عدم اختیار کی وجہ سے تفریق صفقہ قبل التمام لازم نہ آئے اس لیے کہ صفقہ مالک اور بائع کی رضامندی سے تام ہوتا ہے اوراستحقاق کی وجہ سے مالک اس پرراضی نہیں ہے اب اگر مشتری کواختیار نہیں دیں گے تو تفریق صفقہ قبل التمام لازم آئے گا جودرست نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بیع کا استحقاق تمامیت صفقہ سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ صفقہ کا تام ہونا عاقدین کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے نہ کہ مالک کی اور جب عاقدین راضی ہیں تو ظاہر ہے کہ صفقہ تام ہی ہوگا اور تمامیت صفقہ کے بعد مشتری کو اختیار نہ دینے سے تفریق صفقہ بعد التمام لازم آتا ہے جودرست اورصحیح ہے۔

(۲) مکیلی اور موزونی میں ماتقی کے رد کا اختیار اس لیے نہیں ہے کیونکہ ان میں تبعیض عیب نہیں ہے "لأن التبعيض لا يضرهما بعد القبضِ لتمام الصفقة"

اور غلام اور کپڑے وغیرہ جو مکیلی اور موزونی نہیں ہیں اس میں تبعیض عیب ہے اس لیے اس کو ماتقی کے رد کا اختیار ہے "لأن التشقيص و التبعيض فيهما عيب"

(البنایہ: ج/۸/ص/۳۰۷)

(۳) مالک کی عدم رضاء کا عقد پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے اور عقد عاقدین کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے "لأن تمامها برضاءِ العاقدين لا برضاء المالک"

(۴) اگر قبل القبض مبیع مستحق نکل جائے تو مشتری کو اختیار رد حاصل ہوگا کیونکہ قبضے سے قبل صفقہ تام نہیں ہوتا ہے اوراگر اس کو مبیع کے روکنے اور واپس کرنے کا اختیار دیں گے تو تفریق صفقہ قبل التمام لازم آئے گا جودرست نہیں ہے اور بعد القبض اختیار رد نہیں ہے کیونکہ قبضہ سے صفقہ تام ہوجاتا ہے اور تفریق صفقہ بعد التمام یہ درست ہے اس لیے قبل القبض حق رد ہے اور بعد القبض حق رد نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ۳ ر ص ر ۴۹

سوال: وَ مَنِ اِشْتَرىٰ جَارِيَةً فَوَجَدَ بِهَا قَرْحاً فَدَاوَاهَا أَوْ كَانَتْ دَابَّةً فَرَكِبَهَا فِي حَاجَتِهِ فَهُوَ رِضاً لِأَنَّ ذٰلِكَ دَلِيْلُ قَصْدِهِ الْإِسْتِبْقَاءَ. بِخِلَافِ خِيَارِ الشَّرْطِ، لِأَنَّ الْخِيَارَ هُنَاكَ لِلْإِخْتِيَارِ وَ أَنَّهُ بِالْإِسْتِعْمَالِ فَلَايَكُوْنُ الرُّكُوْبُ مُسْقِطاً وَ إِنْ رَكِبَهَا لِيَرُدَّهَا عَلٰى بَائِعِهَا أَوْ لِيَسْقِيَهَا أَوْ لِيَشْتَرِيَ لَهَا عِلْفاً فَلَيْسَ بِرِضاً.

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدی پھر اس میں زخم پایا تو اس نے اس کی دوا کرادی یا مبیع سواری تھی اور مشتری اپنی ضرورت سے اس پر سوار ہوگیا تو یہ چیز رضامندی (پر دلیل) ہیں، اس لئے کہ یہ چیزیں مبیع کو باقی رکھنے کے ارادے پر دلیل ہیں برخلاف خیارِ شرط کے اس لئے کہ وہاں خیار آزمائش کے لئے ہوتا ہے اور استعمال ہی سے آزمائش ممکن ہے لہٰذا (اس میں) سوار ہونے سے خیار ساقط نہ ہوگا اور اگر بائع کو وہ مبیع واپس کرنے کے لئے سوار ہوا، یا دابہ کو پانی پلانے، یا اس کے لئے چارہ گھاس خرید نے کے لئے اس پر سوار ہوا تو یہ رضامندی نہیں ہوگی۔

جزئیات: (۱) عبارت میں ذکر کردہ مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے دلیل کو سمجھایئے (۲) ''بخلاف الشرط'' کا مقصد پوری طرح واضح کیجئے (۳) عیب پر مطلع ہونے کے بعد بلاضرورت مبیعہ جانور پر سوار ہونے سے خیار عیب ساقط ہوگا یا نہیں (۴) عیب پر مطلع ہونے کے بعد جانور پر سوار ہونا خیار عیب کو ساقط کرنے والا کیوں ہے؟ اور خیار شرط میں سواری کرنا خیار شرط کو ساقط کرنے والا کیوں نہیں ہے (۵) ''ذالک وھناک'' کا مشار الیہ اور ''قصدہٗ'' ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدی اور اس کو زخمی پایا یا اگر کوئی سواری خریدی اور اس میں بھی زخم پایا لیکن پہلی صورت میں مشتری نے باندی کا علاج کرادیا یا سواری کی صورت میں وہ اس پر سوار ہوگیا تو مشتری دونوں صورتوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں حق رد سے محروم ہو جائے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب مشتری نے عیب جاننے کے بعد باندی کا علاج کرا دیا یا جانور پر سوار ہو گیا تو اس کا یہ فعل رضائے عیب پر دلیل بن گیا اور جب مشتری عیب سے راضی ہو گیا تو ظاہر ہے کہ اسے حق رد حاصل نہیں ہوگا البتہ اگر اس نے خیارِ شرط کے تحت خریدا تھا تو اس صورت میں خریدے ہوئے جانور پر سوار ہونے سے مشتری کا حق رد ختم نہیں ہوگا۔

دلیل : یہ ہے کہ خیارِ شرط کا مقصد ہی اختیار و آزمائش ہے اور استعمال کرنے ہی سے اس کا پتہ چلے گا لہٰذا خیار شرط کی صورت میں ایک مرتبہ سوار ہونے سے خیار ساقط نہیں ہوگا۔

اور اگر مشتری نے کوئی بیل یا اونٹ وغیرہ خریدا اور اس میں اسے عیب نظر آیا اور واپسی کی نیت سے وہ اس پر سوار ہو کر بائع کے یہاں جانے لگا تو اس صورت میں اس کی سواری مسقطِ حق رد نہیں ہوگی۔

(۲) ”بخلاف خیار الشرط “ اگر جانور کو خیارِ شرط پر خریدا ہے تو اب اگر اس جانور پر سواری کرتا ہے تو یہ خیار شرط کو ختم کرنے والا نہیں ہوگا کیونکہ خیار شرط کا مقصد تو اختیار اور آزمائش ہوتا ہے اور اس کے عمدہ اور خراب ہونے اندازہ سواری کرنے سے ہی ہو سکتا ہے اس لیے خیار شرط میں سواری مسقطِ خیار نہیں ہوگی۔

(۳) عیب پر مطلع ہونے کے بعد مبیعہ جانور پر بلا ضرورت سوار ہونا خیارِ عیب کو ساقط کر دیتا ہے ”اذا کان یجد منه بدًّا لانعدام ماذکرنا فیکون رضا“

(۴) خیار عیب میں عیب پر مطلع ہونے کے بعد جانور پر سوار ہونا خیار عیب کو ختم کرنے والا ہے اس لیے کہ اس سواری پر اس کا اپنی ضرورت سے سوار ہونا یہ رضا مندی کی دلیل ہے ”لان الرکوبَ للحاجته دلیل قصده......“

اور خیار شرط میں سواری پر سوار ہونا خیار شرط کو ساقط کرنے والا نہیں ہے اس لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیارِ شرط کا مقصد صرف اور صرف اختیار اور آزمائش ہے اور سوار ہونے کے بعد ہی عمدہ اور خراب کا اندازہ ہوسکتا ہے "لان الخیارَ ھناکَ للاختیارِ وانه بالاستعمالِ فلایکونُ الرکوب مسقطاً"

(۵) "ذالک" کا مشارالیہ مداوات اور رکوب میں سے ہر ایک ہے "ھناک" کا مشارالیہ خیار شرط ہے "قصدہ" میں ضمیر مجرور کا مرجع "الاستبقاء" ہے اضمار قبل الذکر کے قاعدہ کے تحت۔

ہدایہ: ج ۳ ص ۴۹

سوال: مَنِ اشْتَرٰی عَبْداً قَدْ سَرَقَ وَلَمْ یَعْلَمْ بِهٖ فَقُطِعَ عِنْدَ الْمُشْتَرِیْ، لَهٗ أَنْ یَّرُدَّهٗ وَ یَأْخُذَ الثَّمَنَ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَؒ: وَقَالَا یَرْجِعُ بِمَا بَیْنَ قِیْمَتِهٖ سَارِقاً إِلٰی غَیْرِ سَارِقٍ وَ عَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا قُتِلَ بِسَبَبٍ وُجِدَ فِیْ یَدِ الْبَائِعِ وَ الْحَاصِلُ أَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ الْإِسْتِحْقَاقِ عِنْدَهٗ وَ بِمَنْزِلَةِ الْعَیْبِ عِنْدَهُمَا.

ترجمہ: اگر کسی شخص نے ایسا غلام خریدا جس نے چوری کر رکھی ہے اور مشتری کو اس کا علم نہیں ہے، پھر مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کو وہ غلام واپس کر کے پورا ثمن لینے کا اختیار ہے۔ حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مشتری چور اور غیر چور غلام کی قیمت میں جو فرق ہو وہ لے لے اور اسی اختلاف پر ہے جب غلام کو بائع کے قبضہ میں موجود کسی سبب کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ غلام کا یہ عیب امام صاحبؒ کے نزدیک استحقاق کے درجہ میں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عیب کے زمرے میں ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۳) یہ اختلاف کس اختلاف پر مبنی ہے۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک غلام ہے اور اس نے کوئی سامان چوری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر رکھا ہے اب ایک شخص اسے خریدتا ہے اور اس کو غلام کی چوری کا کوئی علم نہیں ہے اور اس نے خریدنے کے بعد قبضہ کر لیا تو مشتری کے پاس آنے کے بعد سابق چوری کی پاداش میں اس کا ہاتھ کاٹ لیا گیا۔

تو اس صورت میں امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری اس غلام کو واپس کر دے گا اور پورا ثمن واپس لے لے گا اور حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک ایک چور غلام اور ایک چوری سے پاک غلام کی قیمت میں جو فرق ہوگا اس کے بقدر ثمن واپس لے لے گا اور امام صاحبؒ اور حضراتِ صاحبینؒ کا یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے کہ جب غلام مشتری کے پاس کسی ایسے جرم کی وجہ سے قتل کر دیا جائے جو جرم بائع کے یہاں موجود تھا مثلاً بائع کے پاس ہوتے ہوئے کسی کو قتل کر دیا اور اس قتل کی وجہ سے مشتری کے پاس جا کر اس کو قصاصاً قتل کر دیا جائے تو اب اس میں مذکورہ اختلاف ہوگا۔

اس اختلاف کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے یہاں غلام کا قطع ید کا مستحق ہونا استحقاق یعنی اس کے کسی دوسرے کا مستحق نکلنے کی طرح ہے اور استحقاق کی صورت میں مشتری کو مبیع کو واپس کرنے کا حق ہوتا ہے۔

حضراتِ صاحبینؒ کے یہاں غلام کا مستحق قطع ید ہونا عیب کے درجے میں ہے اور جب مبیع معیوب ہو اور واپسی متعذر ہو تو اس کو رجوع بنقصان العیب کا حق ہوتا ہے ایسا اس مسئلہ میں ہے۔

اختلاف الائمہ: (۲) حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک چور اور غیر چور غلام کی قیمت میں جو فرق ہوگا اس کے بقدر بائع سے ثمن واپس لے لے گا۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ قطع ید اور قتل کا سبب بائع کے قبضے میں پایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ سبب نہ تو غلام کی مالیت کے منافی ہے اور نہ ہی اس میں نفاذ عقد کے منافی ہے لہٰذا جب عقد نافذ ہو گیا تو اب ظہور عیب کی وجہ سے چوں کہ غلام کی واپسی متعذر ہے اس لیے مشتری رجوع بنقصان العیب کا حق دار ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرات امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ مشتری اس غلام کو واپس کردے اور بائع سے اپنا پورا ثمن وصول کرے۔

حضرت امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام کے مستحق قطع ید اور اس کے مباح الدم ہونے کا سبب بائع کے قبضے میں پایا گیا ہے اور اسی کے یہاں اس پر قطع ید یا قتل واجب ہوا ہے اور کسی چیز کا وجوب اس کے وجود کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا بائع کے قبضے میں غلام پر قطع ید وغیرہ کا واجب ہونا ایسا ہے کہ گویا اسی کے قبضے میں غلام کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو اور اگر غلام بائع کے قبضے میں معیوب ہو جاتا ہے تو وہ مستحق کے مثل ہو جاتا ہے اور مبیع کے استحقاق کی صورت میں مشتری پورا ثمن واپس لینے کا مجاز ہوتا ہے لہٰذا اس مسئلہ میں بھی پورا ثمن واپس لینے کا حق دار ہوگا۔

(۳) یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ جب غلام کو قتل کر دیا کسی ایسے سبب سے جو سبب بائع کے پاس موجود تھا تو اس صورت میں امام صاحبؒ اور حضراتِ صاحبینؒ کا مذکورہ اختلاف ہے۔

ہدایہ: ج ۳ / ص ۵۰

سوال: مَنْ بَاعَ عَبْداً وَ شَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَّرُدَّهُ بِعَيْبٍ وَ إِنْ لَمْ يُسَمِّ الْعُيُوْبَ بِعَدَدِهَا، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَاتَصِحُّ الْبَرَاءَةُ بِنَاءً عَلٰى مَذْهَبِهِ أَنَّ الْإِبْرَاءَ عَنِ الْحُقُوْقِ الْمَجْهُوْلَةِ لَايَصِحُّ هُوَ يَقُوْلُ إِنَّ فِي الْإِبْرَاءِ مَعْنَى التَّمْلِيْكِ حَتّٰى يَرْتَدَّ بِالرَّدِّ وَ تَمْلِيْكُ الْمَجْهُوْلِ لَايَصِحُّ.

ترجمہ: جس شخص نے کوئی غلام فروخت کیا اور ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگا دی تو مشتری کو کسی بھی عیب کی وجہ سے غلام واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اگرچہ اس نے جملہ عیوب کی تعداد بیان نہ کی ہو، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ (بائع کی جانب سے یہ) برأت صحیح نہ ہوگی اور (امام شافعیؒ کا یہ قول) ان کے اس مذہب پر مبنی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ حقوقِ مجہولہ کا ابراء صحیح نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابراء میں تملیک کا معنی موجود ہے یہاں تک کہ (مدیون کے) رد کرنے سے ابراء رد ہو جاتا ہے اور مجہول کا مالک بنانا صحیح نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) امام صاحبؒ مجہول کی تملیک کو کیوں جائز کہتے ہیں جب کہ اس میں منازعہ کا اندیشہ ہے اس کی وضاحت کریں (۳) اس برأة میں عند العقد موجود عیب کے ساتھ بعد العقد قبل القبض عیب کی برأة داخل ہے یا نہیں اگر اختلاف ہو تو ہر امام کا نام ان کی دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنا غلام فروخت کیا اور یوں کہاں کہ میرا یہ غلام ہر طرح کے عیوب سے بری ہے اور مشتری نے اسے قبول کر لیا تو اب مشتری کسی بھی عیب کی وجہ سے غلام واپس کرنے کا حق دار نہیں ہوگا، خواہ بائع نے ہر ہر عیب کا نام لے کر انہیں شمار کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی طرح خواہ بائع اور مشتری دونوں کو وہ عیب معلوم ہو یا نہ ہو۔ بہر حال بائع کی جانب سے برأة کے بعد اگر مشتری اس کو قبول کر لیتا ہے تو بعد میں حق رد حاصل نہیں ہوگا۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ ابراء میں مالک بنانے کے معنی پائے جاتے ہیں اور عیوب حقوق مجہولہ میں سے ہے اور مجہول ہیں اس لیے ان کی تملیک بھی درست نہیں ہے۔

ابراء میں تملیک کے معنی اس طرح موجود ہیں کہ اگر مثلاً زید کا بکر پر قرض ہے اور زید نے اس قرض کو معاف کر دیا لیکن بکر نے اس معافی کو رد کر دیا تو اس کا ابراء کو رد کرنا درست ہے۔

اگر ابراء میں تملیک کے معنی ہوتے تو رد صحیح نہیں ہوتا اور اس کا قرض معاف ہو جاتا تو معلوم ہوا کہ اس میں تملیک کا معنی موجود ہے اور مجہول چیزوں کی تملیک درست نہیں ہے اس لیے صورت مسئلہ میں ابراء عن العیوب بھی درست نہیں ہوگی۔

(۲) مجہول کی تملیک اس وقت ناجائز ہوگی جب کہ وہ مفضی الی النزاع ہو اور اگر مجہول کی تملیک مفضی الی النزاع نہیں ہے تو اس کی تملیک درست ہے اور یہاں پر یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مفضی الی النزاع نہیں ہے۔

(۳) برأۃ میں عند العقد موجود عیب کے ساتھ بعد العقد قبل القبض عیب کی برأۃ کے داخل ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے یہاں اس برأۃ میں بوقت عقد موجود اور بعد العقد قبل القبض پیش آنے والا دونوں طرح کے عیب داخل ہوں گے اور یہ برأۃ دونوں کو شامل ہوگی۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ ابراء کا مقصد سلامتی وصف کے حوالے سے مشتری کے حق کا اسقاط ہے یعنی بائع براءت کی شرط لگا کر یہ امکان ختم کر دیتا ہے کہ مشتری مبیع میں سلامتی وصف کے متعلق کسی بھی عیب کا دعویٰ کر کے اسے واپس کر دے اور یہ مقصد موجود اور حادث دونوں عیب سے برأت کی شرط لگا کر ہی حاصل ہو سکتا ہے "ان الغرض الزام العقدباسقاط حقه عن صفة السلامة وذلک بالبرأۃِ عن الموجود والحادث"

امام محمدؒ کے یہاں بائع کی شرط میں بوقت عقد موجود عیب سے تو براءت حاصل ہوگی لیکن بعد العقد قبل القبض رونما ہونے والے عیب سے برأۃ حاصل نہیں ہوگی۔

حضرات امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ برأۃ ثابت شدہ چیز ہی کو شامل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بوقت عقد موجود عیب ہی ثابت ہے لہٰذا براءت بھی صرف اسی کو شامل ہوگی "لان البراءۃ تتناول الثابت" (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۱۶۸)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باب البیع الفاسد

ہدایہ: ج ۳ / ص ۵۰

سوال: إذَا كَانَ اَحَدُ الْعِوَضَيْنِ اَوْ كِلَاهُمَا مُحَرَّمًا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ، كَالْبَيْعِ بِالْمَيْتَةِ وَ الدَّمِ وَالْخَمَرِ وَ الْخِنْزِيْرِ وَ كَذَا إذَا كَانَ غَيْرَ مَمْلُوكٍ كَالْحُرِّ، قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ هٰذِهٖ فُصُوْلٌ جَمَعَهَا وَفِيْهَا تَفْصِيلٌ نُبَيِّنُهُ إنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَنَقُوْلُ الْبَيْعُ بِالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ حَرَامٌ وَكَذَا بِالْحُرِّ وَاَمَّا بَيْعُ الْخَمَرِ وَالْخِنْزِيْرِ إنْ كَانَ قُوْبِلَ بِالدَّيْنِ كَالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ وَإنْ كَانَ قُوْبِلَ بِعَيْنٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ.

ترجمہ: جب عوضین میں سے کوئی ایک یا دونوں حرام ہوں تو بیع فاسد ہے جیسے، مردار، خون اور شراب وخنزیر کے عوض بیع کرنا اور ایسے ہی جب (عوضین یا ان میں سے کوئی ایک) غیر مملوک ہو جیسے آزاد کے عوض بیع کرنا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ صاحب قدوری نے ان تمام صورتوں کو جمع (خلط ملط) کردیا ہے، حالانکہ ان میں تفصیل ہے جسے إن شاء اللہ ہم بیان کریں گے۔

چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مردار اور خون کے عوض خرید وفروخت کرنا باطل ہے اور ایسے ہی آزاد کے عوض بھی۔

اور بہرحال شراب اور خنزیر کی بیع تو اگر ان کے مقابلہ میں دین ہو مثلاً دراہم و دنانیر تو بیع باطل ہے، اور اگر ان کے مقابلہ میں عین ہو تو فاسد ہے۔

جزئیات: (۱) ان میں سے بعض بیع باطل اور بعض فاسد ہیں تو سب پر فاسد کا اطلاق کس طرح درست ہے (۲) بیع باطل وفاسد کی تعریف اس کا حکم نیز مشتری کا بیع پر قبضۂ امانت ہے یا قبضۂ ضمان مع دلیل تحریر کریں (۳) بیع الخمر والخنزیر بالدین باطل اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بالعین فاسد فرق کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) بیع فاسد بیع باطل کے مقابلہ میں کثیر الوقوع ہے اور متعدد الاسباب والی ہے اس لئے بیع باطل پر بھی بیع فاسد کا اطلاق کر دیا "لقب الباب بالفاسد وان کان مشتملا علیه وعلی الباطل لکثرة وقوعه بتعدد اسبابه" (البنایہ: ج/۸، ص/۳۹)

(۲) بیع باطل وہ بیع کہلاتی ہے جو ذات اور وصف دونوں اعتبار سے مشروع نہ ہو جیسے مردار اور معدوم وغیرہ کی بیع "والباطل هو مالایکون صحیحا اصلاً ووصفاً" (البنایہ: ج/۸، ص/۳۹)

بیع باطل کا حکم یہ ہے کہ یہ ملکیت تصرف کا فائدہ نہیں دیتی ہے "والباطل لایفید ملک التصرف ولا ینتفع به"

بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ یہ اتصال قبضہ کے وقت ملکیت کا فائدہ دیتی ہے "یثبت به الملک اذا اتصل به القبض" (البنایہ: ج/۸، ص/۳۹)

حضرت امام صاحب بیع باطل میں قبضۂ امانت کے قائل ہیں۔

حضرت امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ یہ عقد غیر معتبر ہے تو اب قبضہ باقی رہا جو مالک کی اجازت سے ہے تو اس لئے اب یہ مبیع مشتری کے قبضہ میں امانت ہوگی "لان العقد غیر معتبر فبقی القبض باذن المالک"۔

حضراتِ صاحبین بیع باطل میں قبضۂ ضمان کے قائل ہیں۔

حضرات صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اگر چہ عقد غیر معتبر ہے مگر مبیع پر مشتری کا قبضہ تو ہے اور یہ قبضہ اس قبضہ سے قوی ہے جو "علی سوم الشراء" ہوا کرتا ہے اور مقبوض "علی السوم الشراء" کی ہلاکت موجب ضمان ہے اسی طرح مقبوض فی الباطل کی ہلاکت بھی موجب ضمان ہوگی کیوں کہ یہ مقبوض "علی سوم الشراء" سے اقوی ہے "لانه لایکون ادنی حالا من المقبوض علی سوم الشراء"

(۳) "بیع الخمر والخنزیر بالدین" کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب خمر اور خنزیر دونوں مبیع ہوں تو اس وقت بیع کو جائز کرنے میں ان کا اعزاز واکرام لازم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آئے گا حالانکہ شریعت میں ان چیزوں سے اجتناب برتنے کا حکم دیا گیا ہے "انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ" اور جب یہ مبیع ہوگی تو عقد میں مقصود مبیع ہی ہوا کرتی ہے تو اس طرح سے ان کا اعزاز ہوگا اور ان کے اعزاز سے شریعت نے منع کیا ہے لہٰذا مسلمان کے حق میں ان کا متقوم ہونا ساقط ہو جائے گا اور غیر متقوم کی بیع باطل ہوتی ہے۔

"بیع الخمر والخنزیر بالعین" فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب خمر اور خنزیر کے مقابلے میں کپڑے کا تھان ثمن ہوگا تو یہ بیع مقایضہ ہوگی یعنی بیع العرض بالعرض اور بیع مقایضہ میں ہر ایک کو مبیع بھی بنا سکتے ہیں اور ثمن بھی تو اس صورت میں خمر کو ثمن قرار دیں گے اور خمر کے ذریعہ مسلمان کو لین دین کرنا ممنوع ہے۔

اس لیے یہ بیع فاسد ہوگی اور خمر کے بجائے اس کی قیمت واجب ہوگی۔

ہدایہ: ج ۳ / ص ۵۲

سوال: وَإِنْ مَاتَتْ أُمُّ الْوَلَدِ أَوِ الْمُدَبَّرُ فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِيْ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ عَلَيْهِ قِيْمَتُهَا وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْهُ. لَهُمَا أَنَّهُ مَقْبُوْضٌ لِجِهَةِ الْبَيْعِ فَيَكُوْنُ مَضْمُوْناً عَلَيْهِ كَسَائِرِ الْأَمْوَالِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْمُدَبَّرَ وَأُمَّ الْوَلَدِ يَدْخُلَانِ تَحْتَ الْبَيْعِ حَتّٰى يُمَلَّكَ مَايُضَمُّ إِلَيْهِمَا فِي الْبَيْعِ بِخِلَافِ الْمُكَاتَبِ لِأَنَّهُ فِيْ يَدِ نَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ فِيْ حَقِّهِ الْقَبْضُ وَهٰذَا الضَّمَانُ بِالْقَبْضِ. وَلَهُ أَنَّ جِهَةَ الْبَيْعِ إِنَّمَا تَلْحَقُ بِحَقِيْقَتِهِ فِيْ مَحَلٍّ يَقْبَلُ الْحَقِيْقَةَ وَهُمَا لَا يَقْبَلَانِ حَقِيْقَةَ الْبَيْعِ، فَصَارَا كَالْمُكَاتِبِ وَلَيْسَ دُخُوْلُهُمَا فِي الْبَيْعِ فِيْ حَقِّ أَنْفُسِهِمَا.

ترجمہ: اگر مدبر یا امِ ولد کا مشتری کے قبضہ میں انتقال ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشتری پر ضمان نہیں ہے، حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مشتری پر اسکی قیمت واجب ہوگی۔ یہی امام صاحبؒ سے بھی ایک روایت ہے۔ صاحبینؒ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل یہ ہے کہ مبیع پر جہتِ بیع کے ذریعہ قبضہ کیا گیا ہے لہذا دیگر اموال کی طرح اسکا بھی ضمان واجب ہوگا اور یہ (مقبوض بجہۃ البیع) اس وجہ سے ہے کہ ام ولد اور مدبر بیع کے تحت آجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بیع میں ان کے ساتھ ملائی ہوئی چیزیں مملوک بن جاتی ہیں، برخلاف مکاتب کے، کیونکہ وہ اپنے ہی قبضہ میں ہوتا ہے لہٰذا اسکے حق میں قبضہ متحقق نہیں ہوسکتا، جبکہ یہ ضمان قبضہ ہی کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔

حضرت امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ جہتِ بیع کو ایسے محل میں حقیقتِ بیع کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے جو محل حقیقت کو قبول کرتا ہو اور (ام ولد اور مدبر) یہ دونوں حقیقت بیع کو قبول نہیں کرتے لہٰذا یہ بھی مکاتب کی طرح ہو گئے اور بیع میں انکا دخول اپنی ذات میں نہیں ہوتا۔

جزئیات: (۱) مدبر اور ام ولد کی تعریف (۲) مطلب اس طرح واضح کریں کہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے دلائل اور دونوں پیش کردہ نظیریں اچھی طرح سمجھ میں آجائیں (۳) صاحبینؒ کے استدلال کا جواب تحریر کریں۔

جواب: (۱) مدبر کی دو قسمیں ہیں: (۱) مدبر مطلق (۲) مدبر مقید۔

(۱) مدبر مطلق: اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں جس کو آقا کہہ دے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔

(۲) **مدبر مقید:** اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں جس کی آزادی کو آقا کسی خاص حادثہ یا خاص مدت تک مرنے کے ساتھ مقید کرے مثلاً یہ کہے اگر میں اس بیماری میں مر گیا یا اس مہینے میں مر گیا یا اس سفر میں مر گیا تو آزاد ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ج ۳، ص ۱۷۱)

ام ولد: ام ولد اس باندی کو کہا جاتا ہے۔ جس باندی سے آقا نے صحبت کر لی ہو اور اس صحبت سے بچہ بھی پیدا ہو گیا ہو اور آقا نے بچہ کا اقرار بھی کر لیا ہو تو وہ باندی اس آقا کی ام ولد بن جاتی ہے اور آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

(۲) مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی سے اپنی ام ولد یا اپنے مدبر کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فروخت کردیا اور مشتری نے مبیع پر قبضہ بھی کرلیا اور پھر مبیع اس کے قبضے میں ہلاک ہوگئی تو مشتری پر کوئی ضمان وغیرہ واجب ہوگا یا نہیں حضرت امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

حضرت امام صاحبؒ کے یہاں مشتری پر کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا لیکن حضرات صاحبینؒ مشتری پر مبیع کی قیمت بطورِ ضمان واجب ہونے کے قائل ہیں۔

اب حضراتِ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد دونوں میں سے ہر ایک پر بیع کے واسطے اور اس کے حوالے سے قبضہ کیا جاتا ہے اور ہر وہ چیز جس پر جہت بیع کی وجہ سے قبضہ کیا جاتا ہے وہ مضمون ہوتی ہے جیسے مقبوض ''علیٰ سوم الشراء'' وغیرہ۔

لہٰذا یہاں بھی مقبوضِ مبیع مضمون ہوگی اور مدبر اور ام ولد کے مقبوض بجہت البیع ہونے کی علت یہ ہے کہ دونوں بیع کے تحت داخل ہوجاتے ہیں چنانچہ اگر مدبر یا ام ولد کے ساتھ کوئی کامل غلام فروخت کیا جائے تو اس غلام میں بیع درست ہوگی۔

حضرت امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد مقبوض بجہت البیع ہیں لیکن وجوب ضمان کے لیے محض مقبوض بجہت البیع ہونا کافی نہیں ہے بلکہ جہت بیع کا حقیقت بیع کے ساتھ الحاق کا امکان بھی ضروری ہے یعنی جہت بیع کو اسی وقت حقیقت بیع کے ساتھ لاحق کریں گے جب مبیع میں قبولیت حقیقت کی صلاحیت ہو بالفاظ دیگر جب مبیع میں مشتری کی ملکیت ثابت ہوسکتی ہو اور مدبر وغیرہ کی بیع باطل ہوتی ہے اور مشتری کی ملکیت ثابت نہیں ہوسکتی تو معلوم ہوا کہ مدبر وغیرہ حقیقت بیع کو قبول نہیں کرتے اس لیے جہت بیع کا حقیقت بیع کے ساتھ الحاق ناممکن ہے اور جب الحاق ناممکن ہے تو جہت بیع موجب ضمان بھی نہیں ہوگی۔

حضراتِ صاحبینؒ نے نظیر کے طور پر تمام اموال کو بیان کیا ہے یعنی جس طرح تمام اموال جب مقبوض بجہت البیع ہوتو وہ مضمون ہوتے ہیں اسی طرح مدبر اور ام ولد بھی مضمون ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام صاحبؒ نے نظیر کے طور پر مکاتب کو بیان کیا ہے جس طرح مکاتب حقیقت بیع کو قبول نہیں کرتا اور اس میں مشتری کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح مدبر اور ام ولد بھی حقیقت بیع کو قبول نہیں کرتے اور نہ مشتری کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اس لئے جہت بیع کا حقیقت بیع کے ساتھ الحاق ناممکن ہے اور جب الحاق ناممکن ہے تو جہت بیع موجب ضمان بھی نہیں ہوگا۔

(۳) صاحبینؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ بیع میں دخول کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اصالۃ کوئی چیز بیع میں داخل ہو جائے جیسے مبیع۔

(۲) تبعاً کسی چیز کے ثبوت کے لئے داخل ہو اصالۃ داخل ہونے والی چیز تو مقبوض بجہت البیع ہوگی مگر تبعاً اور مثبت بن کر داخل ہونے والی چیز مقبوض بجہت البیع نہیں ہوتی اور صورت مسئلہ میں ام ولد اور مدبر اصالۃ بیع میں داخل نہیں ہوتے اور جب اصالۃ بیع میں داخل نہیں ہوتے تو مقبوض بجہت البیع بھی نہیں ہوگی اور ان کے ہلاک ہونے سے مشتری پر کوئی ضمان بھی نہیں ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص ۱۷۹)

ہدایہ: ج/۳/ص/۵۲

سوال: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ السَّمَكِ قَبْلَ أَنْ يُّصْطَادَ، لِأَنَّهُ بَاعَ مَالَا يَمْلِكُهُ، وَلَافِي حَظِيْرَةٍ إِذَا كَانَ لَايُؤْخَذُ إِلَّا بِصَيْدٍ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُوْرِ التَّسْلِيْمِ وَمَعْنَاهُ إِذَا أَخَذَهُ ثُمَّ أَلْقَاهُ فِيْهَا، وَلَوْ كَانَ يُؤْخَذُ مِنْ غَيْرِ حِيْلَةٍ جَازَ إِلَّا إِذَا اجْتَمَعَتْ فِيْهَا بِأَنْفُسِهَا وَلَمْ يَسُدَّ عَلَيْهَا الْمَدْخَلُ لِعَدَمِ الْمِلْكِ قَالَ وَلَابَيْعُ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ، لِأَنَّهُ غَيْرُ مَمْلُوْكٍ قَبْلَ الْأَخْذِ وَكَذَا لَوْ أَرْسَلَهُ مِنْ يَدِهِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُوْرِ التَّسْلِيْمِ وَلَا بَيْعُ الْحَمَلِ وَلَا النَّتَاجِ وَلَا الصُّوْفِ عَلٰى ظَهْرِ الْغَنَمِ.

ترجمہ: شکار سے پہلے مچھلی کی فروختگی جائز نہیں ہے، اس لئے بائع نے ایسی چیز فروخت کی جس کا وہ مالک نہیں ہے، اور باڑے میں بھی (مچھلی کی) بیع جائز نہیں ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جب شکار کے بغیر اسکا پکڑنا ممکن نہ ہو۔ اسلئے کہ وہ غیر مقدور التسلیم ہے۔ اسکا مفہوم یہ کہ جب مچھلی کو پکڑ کر باڑے میں ڈال دیا ہو اور اگر حیلہ کے بغیر مچھلیاں پکڑی جا سکتی ہوں تو ان کی بیع جائز ہے۔

لیکن اگر مچھلیاں از خود باڑے میں جمع ہو جائیں اور اندر جانے کا راستہ بند نہ کیا گیا ہو تو عدم ملک کی وجہ سے ان کی بیع جائز نہ ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ ہوا میں پرندے کی بیع بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ پکڑنے سے پہلے غیر مملوک ہے اور ایسے ہی اگر بائع نے اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ ہوا سلئے کہ (اس صورت) میں وہ غیر مقدور التسلیم ہے۔ حمل اور حمل کے حمل کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ اور بکری کی پشت پر موجود اون کی بیع جائز نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) شکار کرنے سے پہلے مچھلی کو فروخت کرنا ناجائز ہے اسکی وجہ تحریر کریں پرندے کی بیع ہوا میں اور حمل اور حمل کے حمل کی بیع اور بکری کی پشت پر اون کی بیع ان تمام بیوع کے عدم جواز کی وجہ تحریر کریں (۲) بکری کی پشت پر اون کی بیع درست نہیں اور درخت پر شاخوں کی بیع درست ہے جب کہ مبیع کا غیر مبیع سے اختلاط دونوں صورتوں میں ہے اس فرق کو واضح کریں۔

جواب: (۱) شکار کرنے سے قبل تالاب میں مچھلی کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتی ہے اور بیع کے جواز کے لئے بائع کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے اور شکار سے قبل بیع غیر مملوک کی بیع ہے اور غیر مملوک کی بیع درست نہیں ہے "لانہ باع مالا یملکہ" پرندے کی بیع ہوا میں کرنا اس لئے درست نہیں ہے کیوں کہ پکڑنے سے قبل پرندہ غیر مملوک ہے اور اگر اپنے ہاتھ سے اس کو اڑایا ہے تو یہ غیر مقدور التسلیم ہے ان دونوں صورتوں میں بیع درست نہیں ہے "لایجوز بیع الطیر فی الھواء لانہ غیر مملوک قبل الاخذ" "لا یجوز بیع الطیر فی الھواء اذا ارسلہ من یدہ لا نہ غیر مقدور التسلیم" حمل اور حمل کے حمل کی بیع درست نہیں ہے اس لئے کہ اس میں غرر ہے اور ہر وہ بیع جس میں غرر ہو وہ درست نہیں ہے اور حدیث میں اس طرح کی بیع کی ممانعت آئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے"لا یجوز بیع الحبل و حبل الحبالة لان فیہ غرر ولذا نھی النبیؐ عن بیع الحبل و حبل الحبالة"

بکری کی قیمت پر اون کی بیع درست نہیں ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ حیوان کے تابع ہے اور متبوع کے بغیر تابع کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اسکی وجہ سے اسکی بیع درست نہیں ہے۔

ایک وجہ اس کے عدم جواز کی یہ ہے کہ اس میں مبیع کا غیر مبیع سے اختلاط لازم آتا ہے اور اس طرح کا اختلاط مفسد عقد ہوتا ہے"ولا یجوز بیع الصرف علی ظھر الغنم لانہ من اوصاف الحیوان ولا نہ ینبت من اسفل فیختلط البیع بغیرہ"

(۲) بکری کی پشت پر اون کی بیع اور درختوں پر ان کی شاخوں کی بیع دونوں میں اختلاط لازم آتا ہے لیکن بکری کی پشت پر اون کی بیع درست نہیں ہے اور درختوں پر ان کی شاخوں کی بیع درست ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ شاخوں میں جو اضافہ ہوتا ہے یہ اوپر کی طرف ہوتا ہے اور اس کے کاٹنے کی جگہ متعین ہے اب جو اضافہ ہو رہا ہے یہ مشتری کی ملک میں ہو رہا ہے اس میں کوئی تنازع نہیں ہوگا اس لئے بیع درست ہے اور اون کی بیع میں جو اضافہ ہوتا ہے یہ جڑ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے کاٹنے کی جگہ بھی متعین تھی لیکن اضافہ کی وجہ سے اس کا اختلاط ہو گیا بائع کی ملک کے ساتھ اور اب اس میں تنازع ہوگا اس لئے یہ درست نہیں ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۵۳، ۵۴

سوال: لا یجوز الجذع فی السقف وذراع من ثوب بخلاف ما اذا باع عشرۃ دراھم من نقرۃ فضة

ترجمہ: چھت میں کڑی کی بیع اور کپڑے سے (صرف) ایک گز کی بیع جائز نہیں ہے، خواہ عاقدین نے (کپڑا کاٹنے کی جگہ) کو بیان کیا ہو۔ اسلئے کہ نقصان کے بغیر اسکا سپرد کرنا ممکن نہیں ہے برخلاف اس صورت کے جب چاندی کے ڈلے سے دس درہم چاندی فروخت کی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) عبارت بالا میں مذکورہ مسائل کی وضاحت کریں اوران میں باہم فرق کرنے کی وجہ تحریر کریں (۲) بخلاف "ما اذا باع النوی فی التمر او البذر فی البطیخ حیث لایکون صحیحاً وان شقهما واخرج المبیع" مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کریں کہ اگر چھت سے کڑی نکال کردے دے تو کیا حکم ہے اور اگر دونوں مذکورہ مسئلوں میں فرق ہو تو وجہ فرق تحریر کریں۔ (۳) "ضربة القابض" کی صورت بیان کریں اس کے عدم جواز کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) اگر کوئی چھت میں لگی ہوئی شہتیر فروخت کرتا ہے تو اس طرح چھت کی ایک شہتیر کو فروخت کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ اس میں مکان کے منہدم ہونے کا اندیشہ ہے اور اس صورت میں بائع کو ضرر اور نقصان برداشت کئے بغیر مبیع کا تسلیم کرنا ناممکن ہے اور اصول ہے "لا ضرر ولا ضرار" کے تحت بے وجہ ضرر برداشت کرنا مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور مقتضائے عقد کے خلاف کرنا عقد کے لئے مفسد ہے اگر کپڑے میں اس ایک گز کا کاٹنا نقصان دہ ہے تو اس میں بائع کو ضرر برداشت کرنا پڑے گا جسکی کوئی ضرورت نہیں ہے اس طرح بے وجہ ضرر کو برداشت کرنا مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور مقتضائے عقد کے خلاف کرنا عقد کے لئے مفسد ہے اس لئے صورت مذکورہ میں بیع فاسد اور باطل ہوگی۔

چاندی کا مسئلہ اسکے برخلاف ہے اگر چاندی کے ایک ڈھیلے میں سے دس درہم کے بقدر چاندی کا ٹکڑا فروخت کردے تو یہ جائز ہے اس لئے چاندی میں اس کے ٹکڑے کرنا یہ کوئی ضرر اور نقصان نہیں ہے لہٰذا عدم جواز کی علت ضرر تھی اور ضرر ختم ہوگیا اس لئے یہ صورت درست ہے۔

ان دونوں مسئلوں میں باہم فرق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شہتیر اور کپڑے میں سے ایک گز کاٹنا اس کے لئے ضرر اور نقصان ہے لیکن چاندی میں ٹکڑے کرنا کوئی نقصان نہیں ہے ان دونوں میں ضرر اور عدم ضرر یہ اصل وجہ فرق ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اگر کسی نے چھوہاروں کے اندر گٹھلیوں کو بیچا یا خربوزے میں موجود بیج کو فروخت کیا اور مشتری کے عقد کو فسخ کرنے سے پہلے ہی اس نے چھوہاروں کو توڑ کر گٹھلیاں نکال دیں اور خربوزے کو کاٹ کر مبیع کو باہر کر دیا تو بھی اس صورت میں بیع فاسد ہی رہے گی کیوں کہ اس طرح کے عقد میں بوقت عقد یہ احتمال بدستور قائم تھا کہ ہوسکتا ہے اس میں مبیع ہو یا نہ ہو اور یہ احتمال بیع کو باطل کر دیتا ہے۔

لیکن اگر کسی نے مشتری کے فسخ سے قبل ہی چھت سے شہتیر نکال کر الگ کر دیا جبکہ شہتیر غیر متعین ہو تو بائع کا یہ عمل اس بیع کو درست کر دے گا کیوں کہ اس میں مفسد عقد مبیع کا مجہول ہونا تھا اور بائع نے اس جہالت کو ختم کر دیا تو اب اس کی بیع درست ہے۔

ان دونوں مسئلوں میں فرق یہ کہ خربوزے وغیرہ میں موجود بیج غیر محسوس اور غیر مشاہد ہیں اور شہتیر اور کپڑا یہ دونوں محسوس اور مشاہد ہیں لہذا جب خربوزے کے اندر کے بیج فروخت کئے گئے تو بوقت عقد یہ احتمال بدستور قائم تھا کہ ہوسکتا ہے اس میں مبیع ہو یا نہ ہو اور یہ احتمال بیع کو باطل کر دیتا ہے۔

اور شہتیر وغیرہ چوں کہ محسوس اور شاہد ہوتے ہیں اس لئے ان کے ہونے نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا البتہ ان کے غیر متعین ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہے لیکن جب بائع نے قبل فسخ المشتری ان کو کاٹ کر الگ کر دیا تو وہ متعین ہوگئے اور ان کی جہالت ختم ہوگئی اب اس میں بیع درست ہے۔

(۳) ''ضربة القابض'' کی صورت یہ کہ آدمی ایک مرتبہ پرندوں پر جال پھینکنے پر بیع کرے اور یوں کہے کہ جال میں جتنے شکار آئینگے وہ اتنی قیمت میں ہیں ''ضربة الشبكة على الطائر القاها عليه ومنه'' اس کے عدم جواز کی وجہ بیع کا مجہول ہونا ہے اور اس میں غرر ہے ''لانه مجهول ولان فيه غررا''

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ر۳ رص ر۵۴

سوال: وَبَيْعُ الْمُزَابَنَةِ وَهُوَ بَيْعُ التَّمْرِ عَلَى النَّخِيْلِ بِتَمْرٍ مَجْذُوْذٍ مِثْلَ كَيْلِهٖ خَرْصاً. وَالْمُحَاقَلَةُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِيْ سُنْبُلِهَا بِحِنْطَةٍ مِثْلَ كَيْلِهَا خَرْصاً وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجُوْزُ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا، وَهُوَ أَنْ يُبَاعَ بِخَرْصِهَا تَمْراً فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، قُلْنَا الْعَرِيَّةُ الْعَطِيَّةُ لُغَةً، وَتَاوِيْلُهٗ أَنْ يَّبِيْعَ الْمُعْرٰى لَهٗ مَا عَلَى النَّخِيْلِ مِنَ الْمُعْرِّى بِتَمْرٍ مَجْذُوْذٍ وَهُوَ بَيْعٌ مَجَازاً لِأَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْهُ فَيَكُوْنُ بِرًّا مُبْتَدِئاً.

ترجمہ: اور بیع مزابنہ (جائز نہیں ہے) اور وہ درختوں پر موجود کھجور کو توڑے ہوئے چھواروں کے عوض ان کے کیل کے برابر اندازہ سے بیچنا ہے اور محاقلہ گیہوں کو ان کی بالیوں میں ان کے ہم کیل گیہوں کے عوض اندازہ سے بیچنا ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ (مزابنہ وغیرہ) پانچ وسق سے کم میں جائز ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع تو فرمایا ہے لیکن عرایا کی اجازت دی ہے اور عرایا یہ ہے کہ کھجور کو پانچ وسق سے کم میں اندازہ سے فروخت کیا جائے، ہم کہتے ہیں کہ لغت میں عریہ کے معنیٰ عطیہ ہیں اور حدیث شریف کی تاویل یہ ہے کہ عطیہ لینے والا درختوں پر موجود کھجور کو عطیہ دینے والے سے کٹی ہوئی کھجوروں کے عوض فروخت کرے اور یہ مجازاً بیع ہے اس لئے کہ معریٰ لہ ان پھلوں کا مالک نہیں ہے لہٰذا معریٰ کا اسے پھل دینا ایک نیا احسان ہے۔

جزئیات: (۱) مزابنہ اور محاقلہ کے معنی بیان کیجئے (۲) مزابنہ اور محاقلہ کی کیا صورت ہے تحریر کریں (۳) امام شافعی کے نزدیک مزابنہ اور عرایا کے درمیان کیا فرق ہے (۴) ہمارے نزدیک عرایا کی کیا صورت ہے (۵) عرایا حقیقتاً بیع کیوں نہیں تحریر کریں (۶) مزابنہ کے عدم جواز پر احناف کی دلیل عقلی کی وضاحت کریں (۷) امام شافعی کے استدلال اور حنفیہ کی طرف سے اس کے جواب کی وضاحت کیجئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جـــواب: (۱) مزابنہ زبن سے باب مفاعلہ ہے اس کے لغوی معنی دھکا دینا ہٹانا ہے محاقلہ حقل سے باب مفاعلہ ہے اس کے معنی ہری بھری کھیتی ہے حاقلہ کسی کو پکنے سے پہلے کھڑی کھیتی ہم جنس غلہ کے عوض فروخت کرنا۔ (تحفۃ الالمعی: ج ۴ ر ص ر ۱۲۷)

(۲) مزابنہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو مثلاً کھجوروں کو ہم جنس پھلوں کے عوض فروخت کرنا اس کی صورت یہ کہ کسی کے پاس چھوہارے ہیں اور اسکو کھجوروں کی ضرورت ہے اور نقد رقم نہیں ہے اب یہ کھجور کے باغ والے سے کہتا ہے کہ ان چھوہاروں کے عوض مجھکو کسی درخت کی کھجوریں دیدے اور یہ سب کا سب اندازے سے ہے یہ مزابنہ کی صورت ہے۔

محاقلہ کھڑی کھیتی کو مثلاً اناج کو ہم جنس غلہ کے عوض فروخت کرنا اس کی صورت یہ کہ ایک شخص کی کھیتی پکنے میں ابھی دیر ہے اور اس کے یہاں کوئی تقریب ہے اس کو گندم کی ضرورت ہے اور اس کے کسی رشتہ دار پڑوسی یا دوست کی کھیتی پک کر کٹ چکی ہے اور اس کا دوست اس سے کہتا ہے میرے کھیت کا اندازہ کر کے اس کے بقدر گندم مجھے دے دو جب میری کھیتی پک جائے تو اس کو آپ لے لینا یہ محاقلہ کی صورت ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ج ۴ ر ص ر ۱۲۷)

(۳) امام شافعی کے نزدیک مزابنہ اور عرایا میں فرق یہ کہ مزابنہ صرف پانچ وسق سے کم میں درست ہے اور پانچ وسق میں جائز نہیں ہے حدیث نبی اکرم ﷺ کی ممانعت کی وجہ سے ہے اور عرایا میں بھی پانچ وسق سے کم میں اندازہ سے درست ہے لیکن حدیث میں اجازت ہے۔ اصل فرق حدیث کی ممانعت اور حدیث کی اجازت ہے کیوں کہ مزابنہ میں ممانعت ہے اور عریا میں اجازت ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ج ۴ ر ص ر ۲۲۷)

(۴) ہمارے نزدیک عرایا کی صورت یہ ہے کہ کسی باغ والے نے اپنے باغ میں سے کسی دوست یا غریب کو کھجوروں کے چند درخت دیئے پھر جب کھجوروں کے پکنے کا وقت آیا تو باغ والا اپنی فیملی کے ساتھ باغ میں چلا گیا تا کہ پھلوں کی دیکھ بھال کر سکے اب وہ دوست یا غریب جس کو چند درخت دیئے گئے ہیں ہر روز باغ میں آتا ہے جس کی وجہ سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس باغ والے کو وقت ہوتی ہے اب اس نے اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے اس دوست یا غریب سے اندازہ کر کے چھوہاروں کے عوض درختوں کے پھل خرید لیے تو یہ عرایا ہے۔

(۵) عرایا حقیقتاً بیع اس لئے نہیں ہے کیونکہ جس غریب کو یا دوست کو چند درخت عطا کئے گئے یہ صرف ہبہ ہے اور اس کا قبضہ بھی نہیں ہے اس لئے وہ اس کا مالک بھی نہیں ہے اس کی ملک نہ ہونے کی وجہ سے یہ حقیقتاً بیع نہیں ہے صرف صورۃً بیع ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ج ۴/ص ۲۲۷)

(۶) مزابنہ کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ عاقدین نے ایسی چیز کو اندازے سے خریدا بیچا ہے جس میں ربوا کی دونوں علتیں موجود ہیں دونوں ہم جنس ہیں یعنی کھجور ہیں اور دونوں علت اور قدر میں بھی مساوی ہیں اور جہاں یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں وہاں احتمال ربوا کی وجہ سے اندازے اور اٹکل سے لینا دینا اور خریدنا بیچنا ناجائز ہوتا ہے اس لئے کہ ربوا کے باب میں احتمال کو بھی یقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۸/ص ۱۸۷)

(۷) حضرت امام شافعی کا استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مزابنہ کی ممانعت فرمائی ہے اور عرایا کی اجازت دی ہے اور عرایا کی شکل یہی ہوتی ہے کہ انسان درخت پر لگے ہوئے کھجوروں کا اندازہ کرے اور جب انہیں پانچ وسق سے کم پائے تو توڑے ہوئے کھجوروں کے عوض انہیں فروخت کر دے لہٰذا جب حدیث شریف میں خود عرایا کی اجازت دی گئی ہے اور پانچ وسق سے کم والی صورت مزابنہ پر صادق آتی ہے اس لئے اس کا لین دین بھی درست ہوگا۔

احناف کا جواب عرایا میں باغ والا کسی کو جو کھجور وغیرہ دیتا ہے یہ صرف بطور ہبہ ہوتا ہے اور صرف صورۃً اور مجازاً بیع ہے حقیقت میں بیع نہیں ہے اور مزابنہ اور محاقلہ یہ حقیقتاً بیع ہوتی ہے اور عام طور پر عرایا وغیرہ کا ہبہ اور عطیہ پانچ وسق سے کم ہی میں ہوتا تھا اس لئے راوی نے اس مقدار میں جواز بیع کی گنجائش سمجھ لی اور اسی سے امام شافعی کو دھوکہ ہوا اور وہ بھی پانچ وسق سے کم میں محاقلہ اور مزابنہ کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ صورت حال اس کے بالکل خلاف ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۸/ص ۱۸۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ۳/ص ۵۵/

سوال: قَالَ وَلَا يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِإِلْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَهٰذِهٖ بُيُوْعٌ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ لِجَهَالَةِ الْمَبِيْعِ.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ بیع بالقاءالحجر (پتھر پھینکنے کی بیع) بیع ملامسہ (چھونے کی بیع) بیع منابذہ (مبیع کو پھینکنے کے ذریعہ بیع) کرنا جائز نہیں ہے اور زمانہ جاہلیت میں اس طرح کی بیوع کا چلن تھا اور جہالت مبیع کی وجہ سے دو کپڑوں میں سے ایک کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) القاء حجر ملامسہ اور منابذہ کی صورت تحریر کریں (۲) عدم جواز سے مراد یہاں بیع فاسد ہے یا بیع باطل (۳) ان تینوں کے عدم جواز کی وجہ تحریر کریں (۴) دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع کے عدم جواز کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) القاء حجر کی صورت یہ ہوتی تھی کہ عاقدین کے لین دین کا معاملہ طے کرنے کے بعد مشتری ایک کنکری پھینکتا تھا اب وہ کنکری جس سامان پر بھی جا کر لگتی تھی وہ سامان عقد میں متعین ہو جاتا تھا اور اسی پر معاملہ ختم ہو جاتا تھا اور کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔

ملامسہ کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دو آدمی خرید و فروخت کے سلسلے میں گفتگو کرتے تھے اور جب ان کا آپس میں لین دین طے ہو جاتا تو مشتری وہاں رکھے ہوئے سامان کو چھو دیتا اور بیع پوری ہو جاتی تھی اور کسی کو کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔

منابذہ کی صورت یہ تھی کہ عاقدین کے بھاؤ تاؤ کر لینے کے بعد بائع مشتری کی جانب ایک سامان پھینک دیتا تھا مشتری پر اس سامان کا لینا ضروری ہوتا تھا اور اسے کسی بھی طرح کا اختیار نہیں ملتا تھا۔

(۲) القاء حجر ملامسہ: منابذہ میں عدم جواز ...سے مراد بیع باطل ہے۔

(۳) القاء حجر ملامسہ: منابذہ میں عدم جواز کی دو وجہ ہیں:

(۱) آپ ﷺ نے ملامسہ اور منابذہ سے صاف طور پر منع فرما دیا ہے اور چوں کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

القاء حجر میں بھی یہی صورت ہوتی ہے اس لیے وہ بھی اس [illegible] ہو کر ممنوع ہوگی

"نهی النبی ﷺ عن بیع الملامسةِ والمنابذه" (مسلم شریف:۲/۲)

(۲) بیع میں تملیک مقصود ہوتی ہے یعنی مشتری مبیع کا اور بائع ثمن کا مالک ہوجاتا ہے اوران صورتوں میں چوں کہ تملیک امر موہوم اور امر متردد پر مبنی ہوتی ہے اور امر موہوم پر تملیکات کو معلق کرنا باطل ہے کیونکہ اس میں جوئے اور قمار کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اور شریعت نے قمار کو حرام قرار دیا ہے اور اس طرح سے عقد بیع کا معاملہ کرنا بھی حرام اور باطل ہے "لان فیه تعلیقاً بالخطر"

(۴) مختلف نوع کے دو کپڑوں میں سے کسی ایک غیر معین کپڑے کو فروخت کرنا درست نہیں ہے اور اس کے عدم جواز کی وجہ مبیع کا مجہول ہونا ہے اور کپڑوں کی مالیت اور ان کی کوالٹی میں اختلاف فاحش کی وجہ سے مفضی الی النزاع ہے اور جو جہالت مفضی الی النزاع کا باعث ہو وہ عقد کو فاسد کردیتی ہے "لجهالة المبیعِ جهالة تفضی الیٰ المنازعةِ لتفاوتِ الاثوابِ وکل جهالة تفضی الیٰ المنازعةِ تفسد العقد"

ہدایہ: ج/۳/ص/ ۵۵

سوال: وَلَایَجُوْزُ بَیْعُ الْمَرَاعِیْ وَلَا إِجَارَتُهَا وَالْمُرَادُ اَلْکَلَأُ أَمَّا الْبَیْعُ فَلأَنَّهُ وَرَدَ عَلٰی مَالَا یَمْلِکُهُ لِاِشْتِرَاکِ النَّاسِ فِیْهِ بِالْحَدِیْثِ وَأَمَّا الْإِجَارَةُ فَلأَنَّهَا عَقَدَتْ عَلٰی اسْتِهْلَاکِ عَیْنٍ مُبَاحٍ وَلَوْ عَقَدَتْ عَلٰی اسْتِهْلَاکِ عَیْنٍ مَمْلُوْکٍ بِاَنْ إِسْتَاجَرَ بَقَرَةً لِیَشْرَبَ لَبَنَهَا لَایَجُوْزُ فَهٰذَا أَوْلٰی.

ترجمہ: چراگاہ کو بیچنا اور اس کو اجارے پر دینا جائز نہیں ہے اور چراگاہ سے اس کی گھاس مراد ہے جہاں تک بیع کا تعلق ہے تو وہ اس وجہ سے (ناجائز ہے) کہ بیع ایسی چیز پر وارد ہوئی ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے اس لئے کہ حدیث پاک کی رو سے اس میں تمام لوگوں کا اشتراک ہے اور رہا اجارہ (کا عدم جواز) تو وہ اس لئے ہے کہ اجارہ ایک مالِ مباح کو ہلاک کرنے پر واقع ہوا ہے اور اگر اجارہ مال مملوک کو ہلاک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے پر منعقد ہو بایں طور کہ کوئی گائے اجرت پر لے تا کہ اس کا دودھ پیے تو جائز نہیں ہے، لہٰذا یہ تو بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

جزئیات: (۱) تشریح کیجئے (۲) مراعی سے کلاء کیوں مراد ہے (۳) وہ غیر مملوک کیوں ہے (۴) دودھ پینے کے لیے گائے کو کرائے پر لینا کیوں ناجائز ہے (۵) اجارہ کی تعریف بھی کریں (۶) کیا ہر طرح کی گھاس کی بیع ناجائز ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے اس کو بیان کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ چراگاہ کی گھاس کو فروخت کرنا اور اسے اجارے پر دینا درست نہیں ہے صاحبِ ہدایہ نے گھاس کے ذریعہ مراعی کی تفسیر کر کے یہ اشارہ دیا ہے کہ نفس چراگاہ کی بیع اور اس کا اجارہ درست ہے۔

البتہ صرف چراگاہ کی گھاس کو فروخت کرنا ناجائز ہے اس لیے کہ چراگاہ کی گھاس میں اس کے حدود کے تمام باشندے شریک ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے "المسلمونَ شركاء في ثلاث في الماءِ والنار والكلاءِ" (ابوداؤد:۲رص/۴۹۲) پانی، آگ اور گھاس میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں نہ تو کوئی کسی کو بھگا سکتا ہے اور نہ ہی تنہا ان میں سے کسی ایک پر قابض ہو سکتا ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ چراگاہ وغیرہ کی گھاس پر تنہا کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اب اگر کوئی اسے فروخت کرے گا تو ظاہر ہے وہ غیر مملوک چیز کو فروخت کرے گا اور غیر مملوک چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اسی لیے چراگاہ کی گھاس بیچنا بھی ناجائز ہوگا۔

چراگاہ کی گھاس کو اجارہ پر دینے کے متعلق عدم جواز کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ وہ غیر مملوک ہوتی ہے اور غیر مملوک کی بیع کے عدم جواز کی طرح اس کا اجارہ پر دینا بھی درست نہیں ہے۔

چراگاہ کی گھاس کو اجارہ پر دینے کے سلسلے میں عدم جواز کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مسئلہ گھاس سے متعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اجارہ میں نفع کا استہلاک ہوگا اور یہ نفع مباح یعنی غیر مملوک ہے اور صورتِ حال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مملوک چیز کے منافع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حاصل کرنے کے لیے مثلاً گائے کا دودھ پینے کے لیے اسے اجرت پر لے تو اس صورت میں اجارہ باطل ہو جاتا ہے لہٰذا جب مملوک اور غیر مباح میں منافع کا اجارہ باطل ہے تو غیر مملوک اور مباح میں وہ کیوں کر جائز ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۲ رص ۱۹ر)

(۲) مراعی سے کلاء اس لیے مراد لیا گیا ہے اگر مراعی سے کلاء مراد نہ لیا جاتا تو زمین کی بیع اور اس کے اجارہ کے عدم جواز کا وہم ہوتا اور یہ درست نہیں ہے اس لیے کہ زمین کی بیع اور اس کا اجارہ دونوں درست ہے اب اس میں گھاس ہو یا نہ ہو اس وہم سے بچنے کے لیے مراعی سے کلاء مراد لیا ہے "انما فسر المصنف المراعی والکلاءُ ولو لم یفسر بذلک لتوهم ان بیع الأرضِ واجارتها لایجوزُ وهو غیر صحیح لان بیع الارضِ واجارتها صحیح سواء کان فیه الکلاءُ او لم یکن" (البنایہ: ج ۸ رص ۱۵۹ر)

(۳) کلاء غیر مملوک اس لیے کیوں کہ اس پر کسی کا قبضہ نہیں ہے اور اس سے نفع حاصل کرنے میں سب شریک ہیں اگر کوئی گھاس کو کاٹ کر اپنے پاس ذخیرہ کرلے اس کے بعد وہ اس کی ملک ہے اور اس کی بیع بھی درست ہے۔

(۴) گائے کو دودھ پینے کے لیے اجارے پر لینا اس لیے درست نہیں ہے کیوں کہ اس میں اس عین کا استہلاک لازم آتا ہے جو مملوک ہے اور غیر مملوک کے عین کے استہلاک پر بھی اجارہ درست نہیں ہے تو مملوک کے عین کے استہلاک پر اجارہ بدرجۂ اولیٰ درست نہیں ہوگا۔

یاد رہے کہ اجارہ منافع کا ہوتا ہے عین کا اجارہ نہیں ہوتا۔

عدم جواز الأجارةِ علیٰ عین لان محل الاجارةِ المنافع لاالاعیانِ "اذا استاجر بقرة یشرب لبنها فلزم استهلاک العین" (البنایہ: ج ۸ رص ۱۵۹ر)

(۵) اجارہ کی تعریف یہ ہے کہ اجارہ ایسا عقد ہے جو منافع پر مال کے عوض ہوتا ہے اور منافع جس قدر پائے جائیں اسی حساب سے اجارہ منعقد ہوتا رہتا ہے۔ (انور القدوری: ج ۲ رص ۱۲۰ر)

"الاجارةُ عقد علی المنفعة بعوضٍ (مبسوط سرخسی: ۱۵ رص ۷۴ر)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(٦) اگر گھاس کو رب الارض نے زمین میں اپنا دانہ ڈال کر پانی وغیرہ دے کر اگایا ہے تو وہ اس کی ملک ہے اس کی بیع درست ہے۔
اگر غیر مملوک زمین میں اپنے آپ گھاس اُگ گئی ہے تو اس کو کاٹنے کے بعد اپنے پاس ذخیرہ کرنے کے بعد اس کی بیع درست ہے ذخیرہ کرنے اور کاٹنے سے پہلے اس کی بیع درست نہیں ہے۔ (ہدایہ: ص/۵۵، حاشیہ/۱۰)

ہدایہ: ج/۳/ص/۵٦

سوال: وَلَایَجُوْزُ بَیْعُ الْاٰبِقِ لِنَهْیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَلِأَنَّهُ لَایَقْدِرُ عَلٰی تَسْلِیْمِهٖ إِلَّا أَنْ یَّبِیْعَهُ مِنْ رَجُلٍ زَعَمَ أَنَّهُ عِنْدَهُ لِأَنَّ الْمَنْهِیَّ بَیْعُ اٰبِقٍ مُطْلَقٍ ثُمَّ لَایَصِیْرُ قَابِضًا بِمُجَرَّدِ الْعَقْدِ إِذَا كَانَ فِیْ یَدِهٖ وَكَانَ أَشْهَدَ عِنْدَ أَخْذِهٖ، لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ عِنْدَهُ وَقَبْضُ الْاَمَانَةِ لَایَنُوْبُ عَنْ قَبْضِ الْبَیْعِ.

ترجمہ: بھاگے ہوئے غلام کو بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیع سے منع فرمایا ہے اور اس وجہ سے بھی (یہ بیع ناجائز ہے) کہ بائع اس کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے الّا یہ کہ کسی ایسے آدمی سے بیچے جس کا یہ دعویٰ ہو کہ غلام اس کے پاس ہے اس لئے کہ ممنوع ابق مطلق کی بیع ہے پھر وہ محض عقد سے قابض نہیں ہوگا جبکہ غلام اس کے قبضہ میں ہو اور اس نے اسے پکڑتے وقت گواہ بنا لیے ہوں اس لئے کہ یہ (غلام) اس کے پاس امانت ہے اور امانت کا قبضہ، قبضۂ بیع کے قائم مقام نہیں ہوتا۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کیجئے (۲) آبق مطلق کی تعریف کریں (۳) غلام کو پکڑتے وقت گواہ نہ بنائے ہوں تو محض عقد سے قابض مانا جائے گا یا نہیں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں فرار شدہ غلام اور اس کی بیع کے متعلق مسائل کو بیان کیا گیا ہے اگر کسی کا غلام فرار ہو گیا اور وہ اسے فروخت کرنا چاہتا ہے تو اب وہ اس کو فروخت نہیں کرسکتا اس لیے کہ حدیث شریف میں فرار شدہ غلام کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔
لیکن اگر اخلد کا غلام فرار ہو گیا اور صداقت نے اس کو پکڑ کر اپنے یہاں باندھ لیا اب اگر اخلد چاہے تو صداقت سے غلام کو فروخت کرسکتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آبق مطلق کی بیع سے منع کیا گیا ہے اور آبق مطلق وہ غلام کہلاتا ہے جو عاقدین میں سے ہر ایک کے حق میں فرار ہو اور کسی کے قبضے میں نہ ہو اور اس صورت میں جب غلام مشتری یعنی صداقت کے قبضے میں ہے تو اب اس کے حق میں وہ آبق نہیں ہوگا۔

اس صورت میں بیع تو جائز ہو جائے گی لیکن مشتری یعنی صداقت کا سابقہ قبضہ ہی قبضۂ بیع شمار نہیں ہوگا اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مشتری یعنی صداقت نے اس غلام کو پکڑتے وقت اس بات پر گواہ بنالیا تھا کہ میں اسے اس لیے پکڑ رہا ہوں کہ اس کو اس کے مالک کو واپس کردوں گا تو اس صورت میں اس کا قبضۂ اولیٰ قبضہ بیع شمار نہیں ہوگا اس لیے کہ اس کا پہلا قبضہ قبضۂ امانت تھا۔

اسی وجہ سے اگر آقا کی طرف واپسی سے پہلے غلام ہلاک ہوگیا تو یہ ہلاکت امانت ہوگی اس کا ضمان نہیں ہوگا اور قبضۂ امانت قبضۂ بیع کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اس لیے کہ قبضۂ امانت ادنیٰ اور قبضۂ بیع اقویٰ ہے اور ادنیٰ اقویٰ کی نیابت نہیں کرسکتا ہے اور مشتری کو از سرنو اس پر قبضہ کرنا ہوگا۔

(۲) آبق مطلق اس غلام کو کہا جاتا ہے جو متعاقدین میں سے ہر ایک کے حق میں فرار ہو"ابق مطلق وهو ان يكون ابقًا فی حق المتعاقدين"

(۳) محض عقد سے قابض نہیں مانا جائے گا اور پکڑتے وقت اس پر گواہ بنانے ہوں گے"لا يصير قابضًا بمجرد العقد"

ہدایہ: ج ر ۳ ر ص ر ۵۵

سوال: وَلَايَجُوْزُ بَيْعُ النَّحْلِ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَؒ وَأَبِيْ يُوْسُفَؒ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَجُوْزُ إِذَاكَانَ مُحَرَّزًا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّؒ وَلَايَجُوْزُ بَيْعُ دُوْدِالْقَزِّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَؒ، لِأَنَّهُ مِنَ الْهَوَامِّ وَعِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَؒ يَجُوْزُ إِذَاظَهَرَ فِيْهِ الْقَزُّ تَبْعًالَهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍؒ يَجُوْزُ كَيْفَ مَاكَانَ لِكَوْنِهِ مُنْتَفِعًابِهِ وَلَايَجُوْزُ بَيْعُ بَيْضَةٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَؒ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: شہد کی مکھیوں کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے اور یہ امام صاحبؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مکھیاں بائع کی حفاظت میں جمع ہیں تو ان کی بیع جائز ہے، یہی امام شافعی کا بھی قول ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ حشرات الارض میں سے ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب اس میں ریشم کا ظہور ہو جائے تو کیڑوں کو اس ریشم کے تابع کر کے بیچنا جائز ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ان کی بیع جائز ہے خواہ وہ کسی بھی ہیئت پر ہوں کیونکہ وہ قابلِ انتفاع ہیں۔ امام صاحبؒ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کا انڈا بیچنا ناجائز ہے۔

جزئیات: (۱) شہد کی مکھی کی بیع میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۲) ریشم کے کیڑے کی بیع میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۳) ریشم کے کیڑے کے انڈے کی بیع میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۴) انڈے کی بیع میں فتوی کس کے قول پر ہے۔

جواب: اختلاف الائمہ:

(۱) شہد کی مکھی کی بیع حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے حضرت امام محمدؒ کے نزدیک شہد کی مکھی کی بیع درست ہے جب کہ وہ بائع کے پاس جمع ہو۔

دلیل: حضرت امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مکھیاں جاندار ہیں اور حقیقتاً اور شرعاً دونوں طرح ان سے انتفاع کیا جاتا ہے حقیقتاً تو اس طور پر کہ ان سے شہد نکلتا ہے جس کے بارے میں قرآن نے "فیہ شفاء للناسِ" کہا ہے اور شرعاً بھی یہ قابلِ انتفاع ہے بایں طور کہ شریعت نے اس کے متعلق ممانعت عائد نہیں کی ہے لہٰذا اس کی بیع کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

دلیل: حضرت امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ یہ حشرات الارض او

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زمین کے کیڑے مکوڑوں میں سے ہے اور حشرات الارض مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ کی بیع ناجائز ہے اسی طرح ان کی بیع بھی ناجائز ہے۔

اختلاف الائمہ:

(۲) حضرت امام صاحب کے نزدیک ریشم کے کیڑوں کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

دلیل: حضرت امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ یہ حشرت الارض ہیں اور حشرت الارض کی بیع جائز ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک اگر ریشم کے کیڑوں پر ریشم ظاہر ہو جائے تو ان کیڑوں کی بیع ناجائز ہوگی۔

دلیل: امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ وہ مستقبل میں قابلِ انتفاع ہے اس لیے ریشم کے تابع کر کے ان کیڑوں کی بیع بھی درست اور جائز ہوگی۔

امام محمدؒ کے نزدیک ریشم کے کیڑوں کی بیع درست ہے۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ کیڑے ان حشرات الارض میں سے ہیں جو منتفع بہ ہیں اس لیے ان کی بیع بھی درست ہے "لکونہ منتفعاً بہ"

اختلاف الائمہ:

(۳) حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کے انڈے کی بیع جائز نہیں ہے۔

دلیل: حضرت امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ فائدہ اور نفع کا تعلق انڈوں سے نہیں ہے بلکہ کیڑوں سے نکلنے والی ریشم سے ہے کیڑے اور ریشم دونوں ابھی معدوم ہیں اور معدوم کی بیع جائز نہیں ہے لہٰذا انڈوں کی بیع بھی جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ تو غیر قابلِ انتفاع ہے۔

حضرات صاحبینؒ کے نزدیک ریشمی کیڑوں کے انڈوں کی خرید وفروخت بھی درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی ضرورت ہے اور لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۸/ ص ۱۹۳)
(۴) ریشمی کیڑروں کے انڈوں کی بیع کے سلسلے میں فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ ص ۵۶

سوال: وَلَابَيْعَ لَبَنِ إِمْرَأَةٍ فِي قَدَحٍ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجُوْزُ بَيْعُهُ لِأَنَّهُ مَشْرُوْبٌ طَاهِرٌ وَلَافَرْقَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ بَيْنَ لَبَنِ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ أَنَّهُ يَجُوْزُ بَيْعُ لَبَنِ الْأَمَةِ. لِأَنَّهُ يَجُوْزُ إِيْرَادُ الْعَقْدِ عَلٰى نَفْسِهَا فَكَذَا عَلٰى جُزْئِهَا، قُلْنَا الرِّقُّ قَدْ حَلَّ نَفْسَهَا فَأَمَّا اللَّبَنُ فَلَارِقَّ فِيْهِ، لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِمَحَلٍّ يَتَحَقَّقُ فِيْهِ الْقُوَّةُ الَّتِيْ هِيَ ضِدُّهُ وَهُوَ الْحَيُّ وَلَاحَيَاةَ فِي اللَّبَنِ.

ترجمہ: پیالے میں موجود عورت کے دودھ کی بیع ناجائز ہے، اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے اس لئے کہ وہ پاک مشروب ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے مطابق آزاد عورت اور باندی کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے۔ اس لئے کہ باندی کی ذات پر عقد کرنا جائز ہے، لہٰذا اس کے جز پر بھی عقد کرنا جائز ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ باندی کی ذات میں رقیت سرایت کرگئی ہے لیکن دودھ میں کوئی رقیت نہیں ہے اس لئے کہ رقیت ایسے محل کے ساتھ خاص ہے جس میں ایسی قوت متحقق ہو جو رقیت کی ضد ہو، اور وہ زندہ ہونا ہے، اور دودھ میں حیات نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) عورت کے دودھ کی بیع میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۲) باندی کے دودھ کے بارے میں امام ابو یوسف کا مذہب اور دلیل تحریر کریں (۳) امام ابو یوسف کی دلیل کا جواب تحریر کریں (۴) فی قدح کی قید کی وجہ بتائیں اور یہ قید اتفاقی ہے یا احترازی اس کو بھی سپرد قلم کیجئے۔

جواب: اختلاف الائمہ: (۱) حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کے دودھ کی بیع ناجائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: حضرت امام ابوحنیفہؒ کی یہ ہے کہ دودھ انسان کا جز ہے اور قرآن شریف نے "ولقد کرمنا بنی آدم" کے اعلان سے انسان کے تمام اجزاء سمیت پورے جسم کو معزز اور قابل احترام بنا دیا ہے۔
اگر اس کے کسی بھی جزء کو خریدنے، بیچنے کی اجازت دی جائے تو اس کا احترام پامال ہوگا اس لیے انسان کی کرامت وشرافت کے پیشِ نظر اس کے کسی بھی جزء کو بیچنے یا خریدنے کی اجازت نہیں ہے۔
"انه جزء الآدمی وھو بجمیع اجزائه مکرم مصون عن الابتذال بالبیعِ"
حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کے دودھ کی بیع جائز ہے۔
دلیل: حضرت امام شافعیؒ کی یہ ہے کہ دودھ ایک قابل شرب چیز ہونے کے ساتھ ساتھ طاہر اور پاک بھی ہے اور طاہر اور قابلِ شرب چیزوں کی خرید وفروخت درست ہے لہٰذا دودھ کی بیع وشراء بھی درست ہے۔"لانه مشروب طاھر"
حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے۔
دلیل: حضرت امام ابو یوسفؒ کی یہ ہے کہ دودھ باندی کا جزء اور ایک حصہ ہے اور احکام کا مدار کل پر ہوتا ہے اور باندی کے کل اور اس کی ذات کو فروحت کرنا درست ہے تو اس کے بعض اور اس کے جزء کو فروخت کرنا بھی درست ہوگا۔"لانه یجوزُ ایراد العقد علی نفسھا فکذا علی جزئھا"
(۳) حضرت امام ابو یوسف کی دلیل کا جواب: باندی کی ذات اور اس کے کل میں جواز بیع کی علت رقیت کا موجود ہونا ہے اور اس کے اس جزء یعنی دودھ میں رقیت نہیں ہے اس لیے کہ رقیت کا محل زندگی ہے اور دودھ زندگی اور حیات سے عاری ہوتا ہے تو جب دودھ میں جواز بیع کی علت یعنی رقیت نہیں ہے تو پھر اس کا بیچنا بھی درست نہیں ہے۔
"قلنا الرق قد حل نفسھا فاما اللّبن فلا رق فیه لانه یختص بمحل یتحقق فیه القوۃ التی ھی ضدّہ وھو الحی ولا حیوۃ فی اللّبنِ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) قدح کی قید اس لیے لگائی تا کہ یہ وہم نہ ہو جائے کہ جس طرح تمام حیوانات کا دودھ برتن میں نکال کر فروخت کرنا درست ہے اسی طرح عورت کا دودھ بھی برتن میں نکال کر فروخت کرنا درست ہے اس وہم سے بچنے کے لیے اس قید کا اضافہ کیا گیا ہے۔

لانہ لو لم یذکرہ لتوھم جواز بیعہ فی القدح وانما لا یجوز لکونہ فی الضرع کما ھو الحکم فی لبن سائر الحیوانات فانہ لا یجوز فی الضرع ویجوز فی القدح وفی غیرہ من الآنیۃ (البنایہ: ج/۸/ص/ ۱۲)

قدح: کی قید اتفاقی ہے کیونکہ عورت کے دودھ کی بیع کی حرمت اس کے برتن میں ہونے پر موقوف نہیں ہے۔

ذکر القدح اتفاقی وان حرمۃ بیعہ غیر موقوفۃ علیٰ کونہ فی قدح (البنایہ: ج/۸/ص/ ۱۶۴)

ہدایہ: ج/۳/ص/۵۷

سوال: وَلَایَجُوْزُ بَیْعُ شَعْرِ الْخِنْزِیْرِ، لِأَنَّہٗ نَجِسُ الْعَیْنِ، فَلَایَجُوْزُ بَیْعُہٗ، إِھَانَۃً لَہٗ وَیَجُوْزُ الْإِنْتِفَاعُ بِہٖ لِلْخرزِ لِلضَّرُوْرَۃِ، فَإِنَّ ذَالِکَ الْعَمَلَ لَایَتَأَتّٰی بِدُوْنِہٖ وَیُوْجَدُ مُبَاحُ الْأَصْلِ فَلَاضَرُوْرَۃَ إِلَی الْبَیْعِ، وَلَوْوَقَعَ فِی الْمَاءِ الْقَلِیْلِ أَفْسَدَہٗ عِنْدَ أَبِیْ یُوْسُفؒ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍؒ لَایُفْسِدُہٗ وَلَابَیْعُ جُلُوْدِ الْمَیْتَۃِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ لِأَنَّہٗ غَیْرُ مُنْتَفَعٍ بِہٖ۔ وَلَابَأْسَ بِبَیْعِ عِظَامِ الْمَیْتَۃِ وَعَصَبِھَا وَصُوْفِھَا وَقَرْنِھَا وَشَعْرِھَا وَوَبَرِھَا وَالْإِنْتِفَاعُ بِذَالِکَ کُلِّہٖ وَالْفِیْلُ کَالْخِنْزِیْرِ نَجِسُ الْعَیْنِ عِنْدَ مُحَمَّدٍؒ وَعِنْدَھُمَا بِمَنْزِلَۃِ السِّبَاعِ حَتّٰی یُبَاعُ عَظْمُہٗ وَیُنْتَفَعُ بِہٖ۔

ترجمہ: خنزیر کے بالوں کو بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ خنزیر نجس العین ہے لہٰذا اس کی ذلت کے پیشِ نظر اس کے بال کی بیع جائز نہ ہوگی، البتہ ضرورت کے تحت سلائی کے لئے اس کے بال سے انتفاع جائز ہے۔ اس لئے کہ سلائی کا کام اس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور یہ مباح الاصل (غیر مملوک) مل جاتے ہیں تو ان کو بیچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر تھوڑے پانی میں خنزیر کا بال گر جائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پانی کو فاسد کر دے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک پانی کو خراب نہیں کرے گا۔

اور دباغت دیے جانے سے قبل مردار کی کھالوں کی بیع جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ دباغت سے پہلے ناقابلِ انتفاع رہتی ہیں۔ اور مردار کی ہڈیوں، اس کے پٹھے، اس کی اون، اس کے سینگ، اس کے بال، اور مرادا ونٹ کے بال وغیرہ بیچنے میں اور ان سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھی بھی خنزیر کی طرح نجس العین ہے اور حضراتِ شیخینؒ کے نزدیک ہاتھی درندے کے درجہ میں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی ہڈی کی بیع اور اس سے انتفاع درست ہے۔

جزئیات: (۱) خنزیر کا بال ماءِ قلیل میں گر جائے تو ماءِ قلیل کے پاک اور ناپاک ہونے میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل نقل کریں۔ (۲) مردار کی بیع جائز نہیں ہے لیکن اس کے بال اس کی ہڈی اس کی سینگ، اس کی اون وغیرہ کی بیع جائز ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ (۳) ہاتھی کی بیع کے سلسلے میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل نقل کریں۔

جواب: (۱) حضرت امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر خنزیر کا بال ماءِ قلیل میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ جب خنزیر کے بال سے انتفاع کا جواز مطلق ہے تو یہ اطلاق اس کی طہارت پر دلیل بنے گا اور وہ بال پاک ہوگا اور پاک چیز اگر پانی میں گر جائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا لہٰذا اس صورت میں بھی پانی ناپاک نہیں ہوگا "لأن اطلاق الانتفاع به دليل طهارته"

حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک اگر خنزیر کا بال ماءِ قلیل میں گر جائے تو پانی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ناپاک ہو جائے گا۔

دلیــل: یہ ہے کہ اگر چہ جوازِ انتفاع کا حکم مطلق ہے لیکن یہ اطلاق ضرورت کے ساتھ مخصوص اور مقید ہے اور جو چیز کسی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے وہ وہیں تک محدود رہتی ہے اور اس کے علاوہ میں اس کا حکم جاری نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی خنزیر کے بالوں میں حکم انتفاع کا جواز حالت استعمال کے ساتھ خاص ہوگا اور اسی تک محدود رہے گا چنانچہ گرنے کی طرف یہ جواز متعدی نہیں ہوگا اس لیے کہ حالتِ وقوع حالت استعمال سے جداگانہ ہے۔ "ان الاطلاق للضرورۃ فلا تظهر الافی حالة الاستعمال وحالة الوقوعِ تغايرها"

(۲) مردار جانور کی ہڈی اس کے پٹھے اس کے سینگ اس کے بال ان سب کا بیچنا اور فائدہ حاصل کرنا درست ہے اس کی بیع کے جائز ہونے اور فائدہ حاصل کرنے کے درست ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اشیاء پاک ہیں نیز ان کے اندر موت حلول نہیں کرتی، زندگی کے نہ ہونے کی وجہ سے "لانها طاهرة لا يحلها الموت لعدمِ الحيوةِ"

اختلاف الائمہ:

(۳) حضرت امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھی کی بیع درست نہیں ہے۔

دلیــل: یہ ہے کہ ہاتھی خنزیر کی طرح نجس العین ہے اور جب خنزیر کی بیع درست نہیں ہے تو ہاتھی کی بیع بھی درست نہیں ہوگی "والفيلُ كالخنزيرِ نجس العين"

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہاتھی کی بیع جائز ہے۔

دلیل یہ ہے کہ یہ درندوں کے حکم میں ہے اور درندوں کی بیع درست ہے اس لیے ہاتھی کی بیع بھی مباح اور درست ہے "والفيل بمنزلة السباعِ"

وقال الكرخي: الفيل فاجمعوا علىٰ جوازِ بيعه (البنایہ ج/۸ ص/۱۶۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج/۳/ص/۵۸

سوال: وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً فَإِذَا هُوَ غُلَامٌ فَلَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ كَبْشًا فَإِذَا هُوَ نَعْجَةٌ حَيْثُ يَنْعَقِدُ الْبَيْعُ وَيُتَخَيَّرُ.

ترجمہ: جس شخص نے کوئی باندی فروخت کی پھر وہ (مبیع) غلام ٹھہری، تو عاقدین کے مابین کوئی بیع نہیں ہوگی۔ برخلاف اس صورت کے جب مینڈھا فروخت کیا اور وہ بھیڑ نکلی۔ چنانچہ (اس صورت میں) بیع منعقد ہو جائے گی۔

جزئیات: (۱) مطلب کی وضاحت کریں (۲) "وھو ان الاشارۃ" سے بیان کردہ ضابطے کو سمجھایئے۔ (۳) ضابطہ کی روشنی میں مذکورہ دونوں مسئلوں کا فرق واضح کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے ایک چیز فروخت کی اور کہا کہ میں نے تم سے یہ باندی فروخت کی لیکن بعد میں مبیع باندی کے بجائے غلام ٹھہری تو اب بیع باطل ہو جائے گی ہاں اگر کسی نے مینڈھا بتا کر کوئی جانور فروخت کیا اور مبیع بھیڑ نکلی تو اس صورت میں بیع درست ہو جائے گی اور مشتری کو لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں مسئلوں میں فرق اس اصل پر مبنی ہے جو کتاب النکاح میں مذکور ہے۔

اصل یہ ہے کہ "اذا اجتمعت الاشارۃ والعبارۃ فتعتبر الاشارۃ"، تفصیل یہ ہے کہ اگر مختلف الجنس چیزوں میں اشارہ اور تسمیہ دونوں کا اجتماع ہو جائے تو عقد کا تعلق بیان اور تسمیہ سے ہوگا اشارہ سے عقد متعلق نہیں ہوگا۔

اگر متحد الجنس چیزوں میں ان کا اجتماع ہوتا ہے تو اس عقد کا تعلق مشار الیہ سے ہوگا بیان اور تسمیہ سے نہیں ہوگا اور اگر مشار الیہ موجود ہے تو عقد منعقد ہو جائے گا ورنہ نہیں البتہ فوات وصف کی بنا پر مشتری کو لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

(۲) "وھو ان الاشارۃ" سے ایک ضابطہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ اگر مختلف الجنس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel - New Madarsa

[illegible] میں اشارہ اور تسمیہ دونوں کا اجتماع ہو جائے تو عقد کا تعلق [illegible] اور تسمیہ سے ہوگا اشارے سے عقد کا تعلق نہیں ہوگا کیونکہ تسمیہ تعریف میں اشارہ سے زیادہ بلیغ اور واضح ہوتا ہے اور اشارہ صرف ذات کی معرفت کے لیے ہوتا ہے اور تسمیہ ماہیئت سے مطلع کر دیتا ہے اور یہ ماہیئت کا علم ذات کے علم پر ایک امر زائد ہے پس اس لیے یہ معرفت میں زیادہ بلیغ اور واضح ہوتا ہے اسی وجہ سے اس صورت میں حکم کا تعلق مسمّی سے ہوتا ہے، مشارالیہ سے نہیں ہوتا ہے۔

اور اگر متحد الجنس چیزوں میں ان کا اجتماع ہوتا ہے تو اس وقت عقد کا تعلق مشارالیہ سے ہوگا بیان اور تسمیہ سے نہیں ہوگا اس لیے کہ جو تسمیہ ہے وہ مشارالیہ میں موجود ہے۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۱۷۱)

(۳) ضابطہ کی روشنی میں پہلی شق میں یعنی جب باندی کہہ کر بیچا اور وہ غلام نکلا تو بیع اس لیے فاسد ہے کہ انسان کے نر اور مادہ کی اغراض میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مرد کا کام زراعت وتجارت ہے اور عورت کا کام فراش بننا، بچہ جننا اور امورِ خانہ داری کو سنبھالنا ہے لہٰذا ان میں واضح طور پر اختلاف جنس ہے اور اختلاف الجنس کی صورت میں جب اشارہ اور تسمیہ کا اجتماع ہو تو عقد تسمیہ سے متعلق ہوتا ہے اور اس کے معدوم ہونے سے عقد باطل ہو جاتا ہے اور اس صورت میں بیان اور اشارہ دونوں جمع ہیں اور عقد کا تعلق تسمیہ سے ہوگا، بیان اور مسمّٰی یہاں باندی تھی جو معدوم ہے اس لیے اس صورت میں عقد باطل ہو جائے گا۔

دوسری صورت میں جب کہ مینڈھا بتا کر فروخت کیا اور مبیع بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مینڈھا اور بھیڑ دونوں حیوان ہیں اور حیوانات کے مقاصد اور ان کے اغراض میں بہت کم تفاوت ہوتا ہے جب ان کے مقاصد ایک ہے تو ان میں اتحاد جنس ہے اور اتحاد جنس کی صورت میں اشارہ اور مسمّٰی دونوں کا اجتماع ہو تو وہاں عقد کا تعلق مشارالیہ سے ہوتا ہے اور یہاں مشارالیہ بھیڑ ہے اس لیے اسی سے عقد کا تعلق ہوگا اور اس کی موجودگی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے عقد منعقد ہو جائے گا لیکن وصف مرغوب یعنی میٹنڈ ھا فوت ہونے کی وجہ سے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۲۰۹)

ہدایہ: ج/۸/ص/۵۹

سوال: وَمَنِ اشْتَرَىٰ جَارِيَةً بِأَلْفِ دِرْهَمٍ حَالَّةً أَوْ نَسِيئَةً فَقَبَضَهَا ثُمَّ بَاعَهَا مِنَ الْبَائِعِ بِخَمْسِمِائَةٍ قَبْلَ أَنْ يَنْقُدَ الثَّمَنَ لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ الثَّانِي: وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجُوزُ لِأَنَّ الْمِلْكَ قَدْ تَمَّ فِيهَا بِالْقَبْضِ فَصَارَ الْبَيْعُ مِنَ الْبَائِعِ وَمِنْ غَيْرِهِ سَوَاءً بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ بِالْعَرْضِ لِأَنَّ الْفَضْلَ إِنَّمَا يَظْهَرُ عِنْدَ الْمُجَانَسَةِ.

ترجمہ: اگر کسی نے ایک ہزار نقد یا ادھار دراہم کے عوض کوئی باندی خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر ثمن اداء کرنے سے پہلے اسی باندی کو بائع سے پانچ سو دراہم کے عوض فروخت کر دیا۔ تو دوسری بیع جائز نہیں ہوگی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیع جائز ہو جائے گی، اس لئے کہ قبضہ کے ذریعہ باندی میں ملکیت تام ہو چکی ہے لہٰذا بائع اور غیر بائع دونوں سے بیچنا برابر ہے برخلاف اس صورت کے جب اس نے سامان کے عوض فروخت کیا، اس لئے کہ زیادتی کا اظہار ہم جنس کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۱) صورتِ مسئلہ میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۲) احناف کے یہاں اس کے فساد کی عقلی دلیل تحریر کریں (۳) "بخلاف ما اذا باع بالعرض" سے کیا بیان کرنا چاہتے ہیں (۴) فقہاء کرام کی اصطلاح میں یہ صورت کیا کہلاتی ہے۔

جواب: اختلاف الائمہ:

جسز نیات: (۱) حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کسی نے کوئی سامان خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا کرنے سے پہلے پہلے اسی بائع کو وہ سامان خریدی ہوئی قیمت سے کم قیمت میں فروخت کرے تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔

دلیل: حضرت امام ابوحنیفہ کی دلیل وہ واقعہ یہ ہے جب ایک عورت نے حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زید بن ارقمؓ سے بیت المال سے وظیفہ ملنے تک کے ادھار پر آٹھ سو دراہم کے عوض ایک باندی خرید کر پھر انہی سے چھ سو درہم میں فروخت کر دیا جب حضرت عائشہؓ نے یہ سنا تو آپؓ سے سخت ناراض ہوگئیں اور اس عورت سے فرمایا "بئس ما شریت و اشتریت" اور پھر حضرت زیدؓ کو وارننگ بھجوائی کہ اگر تم اس سے تائب نہ ہوئے تو یاد رکھنا خدا تعالیٰ تمہاری ساری نیکیوں پر پانی پھیر دیں گے حضرت عائشہؓ کا یہ فرمان ذاتی نہیں تھا بلکہ انہوں نے آپؐ کی بات ان تک پہنچائی تھی اور ایسا عقد اسلام کی نظر میں قابل قبول نہیں ہے اس لیے کہ اس میں ربوا یقینی ہے اور ربوا فاسد اور باطل ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس طرح کی بیع جائز ہے۔

دلیــــل: یہ ہے کہ جب مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا تو اس باندی میں اس کی ملکیت تام ہوگئی اب وہ اس میں اپنے نفع نقصان کا مالک ہے اور چاہے وہ بائع سے فروخت کرے یا کسی اور سے، دونوں صورتیں برابر ہیں اور غیر بائع سے فروخت کرنا بالاتفاق درست ہے تو بائع سے بیچنا بھی درست اور جائز ہوگا "لان الملک قد تم فیها بالقبض فصار البیع من البائع ومن غیرہ سواء"

عقلی دلیل: (۲) احناف کے یہاں اس کے فساد کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جب بائع نے ایک ہزار درہم کے عوض باندی فروخت کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو یہ معاملہ ایک ہزار کا ہوا اب دوبارہ جب مشتری اس باندی کو بائع کے ہاتھ پانچ سو درہم میں فروخت کرے گا تو چوں کہ مشتری نے ابھی تک ثمن ادا نہیں کیا ہے اس لیے ایک ہزار میں پانچ سو روپے میں برابری ہوگی اس کے بعد بھی مشتری پر بائع کے پانچ سو روپے عقد اول کے ثمن والے باقی رہیں گے اور یہ بقایا یا فضل بلا عوض ہے اور فضل ربوا ہوتا ہے اور ربوا جائز نہیں ہے "لان الثمن لم یدخل فی ضمانه فاذا وصل الیه المبیع ووقعت المقاصة بقی له فضل وذلک بلا عوض"

(۳) اس عبارت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مشتری بائع سے وہ باندی کسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سامان کے عوض فروخت کریں تو سامان خواہ دوسو درہم کی ملکیت کا ہو، پھر بھی یہ عقد درست ہوگا اور اس میں ربوا کا تحقق نہیں ہوگا۔

اس لیے کہ فضل اور زیادتی اتحاد جنس کی صورت میں بلا عوض ربوا ہوتا ہے اور یہاں سامان اور دراہم کی جنس الگ الگ ہے اس لیے اب ربوا کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) فقہاء کرام کی اصطلاح اس صورت کو "شراء ما باع باقل مِمّا باع" کہا جاتا ہے یعنی فروخت کردہ چیز کو بیچی ہوئی قیمت اور ثمن سے کم عوض میں خریدنا۔

ہدایہ: ج ۳ / ص ۶۰

سوال: وَمَنِ اشْتَرىٰ جَارِيَةً بِخَمْسِ مِائَةٍ ثُمَّ بَاعَهَا وَأُخْرىٰ مَعَهَا مِنَ الْبَائِعِ قَبْلَ أَنْ يَّنْقُدَ الثَّمَنَ بِخَمْسِ مِائَةٍ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ فِيْ الَّتِي لَمْ يَشْتَرِهَا مِنَ الْبَائِعِ، وَيَبْطُلُ فِيْ الْأُخْرىٰ لِأَنَّهُ لَابُدَّ أَنْ يُّجْعَلَ بَعْضُ الثَّمَنِ بِمُقَابَلَةِ الَّتِي لَمْ يَشْتَرِهَا مِنْهُ، فَيَكُوْنُ مُشْتَرِيًا لِلْأُخْرىٰ بِأَقَلِّ مِمَّا بَاعَ وَهُوَ فَاسِدٌ عِنْدَنَا، وَلَمْ يُوْجَدْ هٰذَا الْمَعْنىٰ فِيْ صَاحِبَتِهَا وَلَايَشِيْعُ الْفَسَادُ لِأَنَّهُ ضَعِيْفٌ فِيْهَا لِكَوْنِهِ مُجْتَهَدًا فِيْهِ أَوْلِأَنَّهُ بِاعْتِبَارِ شُبْهَةِ الرِّبَا أَوْ لِأَنَّهُ طَارٍ لِأَنَّهُ يَظْهَرُ بِانْقِسَامِ الثَّمَنِ أَوِ الْمُقَاصَّةِ فَلَايَسْرِىٰ إِلىٰ غَيْرِهَا.

ترجمہ: جس شخص نے پانچ سو درہم میں کوئی باندی خریدی پھر اسے اور اس کے ساتھ ایک دوسری باندی کو ملا کر دونوں کو ثمن ادا کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ پانچ سو درہم میں فروخت کیا، تو جس باندی کو بائع سے نہیں خریدا ہے اس میں بیع جائز ہے اور دوسری میں بیع باطل ہے، اس لئے کہ مشتری کے لئے ضروری ہے کہ جس باندی کو اس نے بائع سے نہیں خریدا ہے اس کے مقابلہ میں کچھ ثمن متعین کردے ورنہ تو وہ (بائع) دوسری باندی کو اقل مما باع (جتنے میں بیچا ہے اس سے کم میں) خریدنے والا ہوگا جو کہ ہمارے نزدیک فاسد ہے اور دوسری باندی میں یہ معنی نہیں ہے اور فساد بھی نہیں بڑھے گا، اس لئے کہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے مشترِاة باندی میں ہی فساد کم زور ہے، یا اس لئے کہ فساد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شبہۂ ربوا کی وجہ سے ہے، یا اس لئے کہ فساد طاری ہے، یا اس لئے کہ فساد کا ظہور ثمن کی تقسیم یا مقاصہ سے ہوتا ہے، لہٰذا یہ دوسری باندی کی طرف سرایت نہیں کرے گا۔

جزئیات: (۱) مطالب تحریر کرتے ہوئے ''لا یشیع الفساد'' سے کس سوالِ مقدر کا جواب ہے مع سوال و جواب تحریر کریں (۲) فساد کے ضعیف ہونے کی تینوں وجہیں الگ الگ تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس مسئلے کی وضاحت یہ ہے کہ طیب نے ریاض سے پانچ سو درہم کے عوض ایک باندی خریدی اور پھر ثمن ادا کرنے سے پہلے اس نے وہ باندی اور اس کے علاوہ ایک اور باندی دونوں کو ملا کر بائع یعنی ریاض سے پانچ سو درہم میں فروخت کر دیا اب جس باندی کو اس نے اپنے پاس سے فروخت کیا ہے اور بائع سے اسے نہیں خریدا تھا اس میں تو بیع جائز ہے لیکن جس باندی کو اس نے بائع سے خریدا تھا اس میں بیع جائز نہیں ہے۔

اس کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے ایک باندی پانچ سو میں خرید رکھی ہے اور اب اس کے ساتھ ایک اور باندی کو پانچ سو دراہم میں فروخت کر رہا ہے تو ظاہر ہے کہ اس باندی کا بھی کچھ ثمن ہوگا۔

اب اگر پانچ سو میں سے ڈھائی سو اس باندی کا ثمن مان لیا جائے اور ڈھائی سو دوسری باندی کا جس کو اس نے بائع سے خریدا تھا تو اب ''شراء ما باعَ باقل مما باعَ'' لازم آئے گا اور یہ صورت ہمارے یہاں فاسد ہے لہٰذا بائع سے خریدی ہوئی باندی میں بیع باطل ہو جائے گی اور چوں کہ وہ باندی جس کو اس نے اپنے پاس سے فروخت کیا ہے اس میں ''شراء ما باعَ باقل مما باعَ'' لازم نہیں آتا ہے اس لیے اس میں بیع درست ہوگی خواہ اس کی قیمت کتنی بھی کم ہو۔

ایک سوال مقدر کا جواب: اس طور پر ہے کہ جب بائع سے خریدی ہوئی باندی میں عقد فاسد اور باطل ہے تو جو بائع سے نہیں خریدی اس میں بھی بیع باطل ہونی چاہئے اس لیے کہ عقد واحد کے تحت ایک ساتھ دونوں کا معاملہ کیا گیا ہے۔

اس کا جواب صاحب ہدایہ نے یہ دیا ہے کہ یہ فساد متعدی نہیں ہوگا کیونکہ یہ فساد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضعیف قسم کا فساد ہے اور اس کے ضعیف ہونے کی تین وجہ بیان فرمائی ہیں:

(۱) مشتراۃ باندی کو ثمن اول سے کم میں فروخت کرنے میں جمہور اور امام شافعی کا اختلاف ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ اختلاف سے مسئلے کا فساد اور اس کا بطلان نرم پڑ جاتا ہے لہٰذا جب مشتراۃ باندی کا فساد کمزور ہے تو وہ دوسری یعنی غیر مشتراۃ کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔

(۲) دوسری وجہ اس فساد کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ ثمن اول سے کم میں فروخت کرنا شبہۂ ربوا کی وجہ سے باطل ہے اور حقیقت ربوا کے مقابلے میں شبہۂ ربوا کمزور ہوتا ہے اور اگر غیر مشتراۃ میں اس علت کو متعدی مانیں گے تو یہاں ''شبهة شبهة الـربـا'' لازم آئے گا اور شریعت میں شبہ کا تو اعتبار ہے مگر شبہۃ الشبہہ کا اعتبار نہیں ہے۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ فساد طاری ہے کیوں کہ یہ شراء ''ما باعَ شراء باقل مما باعَ'' کی وجہ سے لاحق ہوا ہے اور جو چیز طاری ہوتی ہے وہ دوسری چیزوں کی طرف متعدی نہیں ہوتی ہے یہ فساد غیر مشتراۃ کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔

(۴) فساد کے ضعیف ہونے کی وجہ ہیں:

(۱) مسئلہ مختلف فیہ ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ اختلاف سے مسئلہ کا فساد اور بطلان نرم پڑ جاتا ہے ''لكونه مجتهداً فيه''

(۲) شبہۂ ربوا حقیقت ربوا کے مقابلے میں کمزور ہوتا ہے اور متعدی کرنے کی صورت میں شبہۃ الشبہہ لازم آتا ہے اور شبہۃ الشبہہ کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے ''والمعتبر الشبهة لاشبهة الشبهة''

(۳) فساد طاری ہے اور جو چیز طاری ہوتی ہے وہ متعدی نہیں ہوتی ہے اس لیے فساد متعدی نہیں ہوگا ''لانه طار لا يسرى الى غيرها''

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۰

سوال: وَمَنِ اشْتَرىٰ زَيْتًا عَلىٰ اَنْ يَزِنَهٗ بِظَرْفِهٖ فَيَطْرَحَ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ ظَرْفٍ خَمْسِيْنَ رِطْلًا فَهُوَ فَاسِدٌ، وَاِنِ اشْتَرىٰ عَلىٰ اَنْ يَّطْرَحَ عَنْهُ بِوَزْنِ الظَّرْفِ جَازَ.

ترجمہ: جس شخص نے اس شرط پر زیتون کا تیل خریدا کہ بائع اسے مشتری کے برتن سے وزن کرے گا، پھر بائع ہر برتن کے بدلے مشتری سے پچاس رطل کم کردے گا تو یہ بیع فاسد ہے، اور اگر اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری سے برتن کے وزن کے برابر کم کرے گا، تو یہ جائز ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) عبارت میں دونوں صورتوں کو مثال سے واضح کریں (۳) صورت اولیٰ کے عدم جواز اور صورتِ ثانیہ کے جواز پر دلیل بھی قائم کریں)۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے اس شرط پر زیتون وغیرہ کا تیل خریدا کہ بائع اسے مشتری کے برتن سے بھر بھر کرنا پے گا اور ہر برتن کے عوض وہ مشتری سے پچاس رطل ثمن کم دے گا تو اس صورت میں بیع فاسد ہے اس لیے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانے سے عقد فاسد ہوجاتا ہے۔

اگر مشتری نے یہ کہا کہ ہر برتن کی مقدار کم کر دینا تو یہ شرط درست ہوگی اور عقد بھی درست ہوگا اور اگر شرط مقتضائے عقد کے موافق ہو تو وہ عقد کو فاسد نہیں کرتی ہے بلکہ عقد درست رہتا ہے۔

(۲) پہلی صورت کی مثال اس طرح ہے کہ زید نے عمر سے تیل خریدا اور خریدتے وقت زید نے یہ شرط لگائی کہ تیل میرے برتن سے بھر کر تولو گے اور ہر برتن کے وزن میں پچاس رطل کی قیمت کم کرنی ہوگی یعنی ہر برتن کا وزن پچاس رطل شمار ہوگا۔

ایک رطل ۴۰۰/گرام ۹۰۵/ملی گرام کا ہوتا ہے اس حساب سے پچاس رطل ۲۰/کلو ۴۵/گرام ۲۵۰/ملی گرام ہوتا ہے۔ (الاوزان المحمودہ: ص/۱۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری صورت کی مثال اس طرح ہے کہ زید نے عمر سے تیل خریدا اور خریدتے وقت زید نے یہ شرط لگائی کہ عمر زید سے برتن کے وزن کے برابر تیل کی قیمت کم کردے گا۔

(۳) صورتِ اولیٰ میں عدمِ جواز کی دلیل یہ ہے کہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور ہر وہ شرط جو عقد کے خلاف ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور مقدار معین کی شرط یہ مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور اس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کا فائدہ بھی ہے "لان الشرط الاول لا يقتضيه العقد ويشترط مقدار معين مخالف لمقتضاه وايضاً ففيه نفع لاحد المتعاقدين" (البنایہ: ج/۸/ص/۱۷۸)

صورتِ ثانیہ کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف نہیں ہے اس لیے یہ عقد درست ہے اور یہ شرط مقتضائے عقد کے عین موافق ہے۔

لان طرح الظرف بوزنه شرط يوجبه العقد لان الظرف غير مبيع وطرح وزن الظرف واجب فيكونُ شرطاً ملائما للعقدِ فلا يفسد العقد به (البنایہ: ج/ ۸/ص/ ۱۷۸)

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۰

سوال: وَإِذَا أَمَرَ الْمُسْلِمُ نَصْرَانِيًّا بِبَيْعِ خَمْرٍ أَوْ بِشِرَائِهَا فَفَعَلَ ذَالِكَ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَايَجُوْزُ عَلَى الْمُسْلِمِ وَعَلَىٰ هٰذَا الْخِلَافِ الْخِنْزِيْرُ وَعَلَىٰ هٰذَا تَوْكِيلُ الْمُحْرِمِ غَيْرَهُ بِبَيْعِ صَيْدِهٖ، وَإِنْتِقَالُ الْمِلْكِ إِلَى الْآمِرِ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ، فَلَايَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْإِسْلَامِ كَمَا إِذَا وَرِثَهُمَا.

ترجمہ: اگر کسی مسلمان نے کسی نصرانی کو شراب کی بیع وشراء کا وکیل بنایا اور اس نے یہ کام کر دیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے، اور حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے لئے یہ حکم دینا جائز نہیں ہے اور خنزیر بھی اسی اختلاف پر ہے، اور محرم کا کسی دوسرے کو اپنا شکار بیچنے کا وکیل بنانا بھی اسی اختلاف پر ہے۔ اور آمر کی جانب ملکیت کا منتقل ہونا ایک غیر اختیاری امر ہے، لہٰذا اسلام کی وجہ سے یہ ممتنع نہیں ہوگا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جیسا کہ (اس صورت میں) جبکہ خمر اور خنزیر مسلمان کو وراثت میں ملیں۔

جزئیات: (۱) صورتِ مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۳) انتقال الملک سے مصنف علام کیا کہنا چاہتے ہیں (۴) امر حکمی سے کیا مراد ہے، متعین کریں (۵) اگر ایک مسلم نے کسی مسلم کو خمر وغیرہ کی بیع کا وکیل بنایا تو کیا حکم ہے (۶) اگر مسلمان نے ذمی کو خمر وغیرہ کے ہبہ کرنے کا وکیل بنایا تو کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے نصرانی کو شراب یا خنزیر خریدنے یا فروخت کرنے کا وکیل بنایا یا کسی محرم نے غیر محرم کو اپنا شکار جو حالتِ احرام سے پہلے کیا تھا اس کے فروخت کرنے کا وکیل بنایا، تو حضراتِ صاحبینؒ کے یہاں ان تینوں صورتوں میں توکیل باطل اور ناجائز ہے حضرت امام صاحبؒ کے یہاں جائز ہے۔

اختلاف الائمہ:

(۲) حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک ان صورتوں میں توکیل باطل اور ناجائز ہے۔

دلیل: حضراتِ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب مؤکل کے اندر وہ کام کرنے کی اہلیت ولیاقت نہیں ہے تو اسے دوسروں کو اس کام کے انجام دینے کا وکیل بنانا بھی درست نہیں ہے نیز توکیل میں وکیل کے لیے ثابت ہونے والی چیز خود بخود مؤکل کی طرف منتقل ہو جاتی ہے لہٰذا ان چیزوں میں توکیل کا امر خود مؤکل کے ہی انجام دینے کے درجہ میں ہے اور مسلمان کے لیے شراب اور خنزیر کی بیع وشراء اسی طرح محرم کے لیے شکار کی بیع درست نہیں ہے لہٰذا ان چیزوں کی توکیل بھی جائز نہیں ہوگی۔

ان المؤکل لا یلیہ فلا یولّیہ غیرہ ولان ما یثبت للوکیلِ ینتقل الیٰ المؤکل فصار کانّہٗ باشرہ بنفسہ فلا یجوز.

حضرت امام صاحب کے نزدیک ان صورتوں میں توکیل جائز ہے۔

دلیل: حضرت امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ توکیل کے لیے دو طرح کی اہلیت کا ہونا ضروری ہے (۱) وکیل اور مامور تصرف کا اہل ہو (۲) آمر اور مؤکل کی طرف حکم عقد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یعنی انتقالِ ملکیت کا امکان ہو۔ اور صورتِ مسئلہ میں دونوں طرح کی اہلیت موجود ہیں وکیل اور مامور نصرانی ہونے کی وجہ سے شراب اور خنزیر میں، اسی طرح غیر محرم احرام سے پاک ہونے کی وجہ سے شکار میں تصرف کا اہل ہے اور چونکہ ان چیزوں میں غیر اختیاری طور پر مؤکل کی جانب ملکیت کا انتقال ہوتا ہے اس لیے اس کے حق میں شروط اہلیت بھی موجود ہیں لہٰذا صرف اسلام کی وجہ سے اس کی توکیل کو باطل نہیں کہا جائے گا جیسے وراثت کے مسئلہ میں اسلام اس کے لیے مانع نہیں ہے اب مؤکل کا اسلام اس کی توکیل کی راہ میں آڑے نہیں آئے گا اور اس کی توکیل درست ہوگی۔

ان العاقد هو الوكيل باهليته وولايته وانتقال الملك الى الآمر امر حكمي فلا يمتنع بسبب الاسلام.

(۳) انتقال الملک سے مصنف علام صاحبینؒ کی دلیل ثانی کا جواب دینا چاہتے ہیں، دلیل یہ پیش کی تھی کہ وکیل کے لیے ثابت ہونے والی چیز مؤکل کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور خود مؤکل کے انجام دینے کے درجہ میں ہو جاتا ہے، اس کا جواب مصنف علام نے اس طرح دیا ہے کہ انتقال ملک اس صورت میں حکمی ہے یعنی غیر اختیاری طور پر انتقالِ ملک ہے جب یہ غیر اختیاری ہے تو اس کو خود مؤکل کے کرنے کی طرح نہیں کہا جائے گا۔

ان انتقال الملك الى الآمر وهو المؤكل حكمي يعني جبري لا اختياري فلذلك لم يجعل كالمباشر نفسه (البنایه: ج ۸/ ص/ ۱۷۹)

(۴) امر حکمی سے مراد جبری طور پر ثابت ہونا ہے "حكمي يعني جبري لا اختياري" (البنایہ: ج/ ۸/ ص/ ۱۷۹)

(۵) اگر ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو خمر وغیرہ کی بیع وشراء کا وکیل بناتا ہے تو بالاتفاق یہ توکیل جائز نہیں ہے "ولو وكل المسلم مسلما لا يجوزُ بالاتفاق"

(ہدایہ: ص/ ۶۰، حاشیہ: ۱۶)

اگر مسلمان نے ذمی کو خمر وغیرہ کے ہبہ کا وکیل بنایا تو یہ توکیل درست نہیں ہے "ولو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وکل المسلم ذمیا ببیعۃ الخمر لا یجوزُ لان احکام العقد ترجع الی المؤکل فصار کالرسولِ'' (حاشیہ:۱۶)

ہدایہ: ج ر۳ر ص ر۶۱

سوال: وَمَنْ باعَ عبداً علی ان یعتقہ المشتری او یدبّرہ او یکاتبہ اوامۃ علی ان یستولدھا فالبیعُ فاسد وجملۃ المذھب فیہ ان یقالُ کلُ شرط یقتضیہ العقد لایفسد العقد وکل شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وھو من اھل الاستحقاقِ یفسدہٗ الّا ان یکون متعارفًا ولو کان لا یقتضیہ العقد ولا منفعۃ فیہ لاحد لا یفسدہٗ وھو الظاھر من المذھبِ.

ترجمہ: جس شخص نے اس شرط پر غلام فروخت کیا کہ مشتری اسے آزاد کرے یا مدبر بنالے یا مکاتب بنادے یا باندی اس شرط پر بیچی کہ مشتری اسے ام ولد بنالے تو ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے، پھر اس سلسلہ میں خلاصۂ مذہب یہ ہے کہ ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد کے موافق ہو، وہ عقد کو فاسد نہیں کرتی۔ اور ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور اس میں عاقدین میں سے کسی ایک کا یا معقود علیہ کا نفع ہو جبکہ معقود علیہ استحقاق کا اہل ہو۔ تو وہ شرط عقد کو فاسد کردے گی۔ الا یہ کہ وہ شرط متعارف ہو اور اگر وہ شرط ایسی ہو کہ عقد اس کا مقتضی نہ ہو اور اس میں کسی کا فائدہ بھی نہ ہو تو وہ شرط عقد کو فاسد نہیں کرتی۔ یہی ظاہر مذہب ہے۔

جزئیات: (۱) ''فیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وھو من اھل الاستحقاقِ '' کو بذریعہ مثال واضح کریں (۲) اہل استحقاق کا مفہوم واضح کریں اور کس طرح کی شرط کو ''یقتضیہ العقد '' کہا جائے گا (۳) مذکورہ بالا عبارت میں دی گئی شرائط کس طرح مقتضائے عقد کے خلاف ہیں ان کا مقتضائے عقد کیا ہے، واضح کریں۔

سوال: (۱) متعاقدین میں سے کسی ایک کا فائدہ ہو اس کی مثال یہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اکبر نے عبدالمتین کو ایک گھر فروخت کیا لیکن اکبر نے یہ شرط لگائی کہ میں اس گھر میں فروخت ہونے کے بعد ایک ماہ تک رہوں گا اس میں اکبر جو کہ بائع ہے اس کا فائدہ ہے اور عبدالمتین کا نقصان ہے۔
اور معقود علیہ کے فائدہ کی مثال اس طرح ہے کہ توقیر نے توصیف کو ایک غلام فروخت کیا اور یہ شرط لگائی کہ تم اس غلام کو اب کسی کو فروخت نہیں کرو گے تو اس میں معقود علیہ یعنی غلام کا فائدہ ہے کیونکہ بار بار فروخت ہونا یہ غلام کو عار دلاتا ہے اس لیے یہ شرط اس کے لیے فائدہ مند ہے۔
(۲) اہل استحقاق اس کو کہا جاتا ہے جو اس بات کا اہل ہو کہ اس کا حق کسی غیر پر ثابت ہو جائے اور وہ آدمی ہے بعض شراح یہ کہتے ہیں کہ اہل استحقاق وہ ہے جو خصومت کا اہل ہو اور خصومت کا اہل صرف آدمی ہوتا ہے "من اهل ان يستحق حقًا على الغير وهو الآدمي وقال بعض الشراحِ من اهل الاستحقاقِ الىٰ من اهل الخصومةِ وليس هذا الآدمي" (البنایہ: ج/۸/ص/۱۸۱)
(۲) مقتضیائے عقد وہ شرائط ہیں جو صرف عقد کی وجہ سے ہی واجب ہو جاتی ہو اس کو ذکر کرنے یا اس کے شرط لگانے کی ضرورت نہ ہو جیسے اس بات کی شرط لگانا کہ مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے کی شرط لگانا یا مبیع کو روکنے کی شرط لگانا تاکہ ثمن پورا ادا کر دیا جائے یا اس طرح کی شرط لگانا جو عقد کے خلاف تو نہ ہو لیکن عقد میں جو چیز واجب ہو جاتی ہے اس میں تاکید پیدا کر دے۔
كل شرط لا يقتضيهِ العقد وهو يجبُ بالعقدِ من غير شرط كشرط تسليم الثمن او المبيعِ او شرط حبس المبيعِ لاستيفاءِ الثمنِ او كل شرط يوكد موجبه "كالبيعِ بشرط ان يعطى المشترى بالثمنِ رهنا او كيفلاً. (البنایہ: ج/۸/ص/۱۸۰)
(۳) مذکورہ بالا عبارت میں جو شرائط مقتضائے عقد کے خلاف ہے وہ اس طرح ہے کیوں کہ عقد مساوات کا مقتضی ہے اور مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کا کوئی زائد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فائدہ نہ ہو اور فائدہ ایسا ہو جو خالی عن العوض ہو تو یہ اس طرح کا زائد فائدہ ربوا کا احتمال پیدا کر دیتا ہے اور اگر متعاقدین میں سے کسی کا فائدہ نہیں ہے لیکن معقود علیہ کا فائدہ ہے اور معقود علیہ کے فائدہ کی صورت میں مشتری کو ضرر ہوتا ہے اور قاعدہ موجود ہے ''لا ضرر ولا ضِرار'' جو کہ عقد کے خلاف ہے۔

مقتضائے عقد یہ ہے کہ کسی کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ مساوات اور برابری ہو اور معقود علیہ کی صورت میں عقد کا تقاضا یہ ہے کہ مشتری کو ضرر نہ ہو بلکہ بغیر ضرر کے عقد منعقد ہو جائے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۲

سوال: وَ كَذَالِكَ لَوْ بَاعَ عَبْدًا عَلىٰ أَنْ يَّسْتَخْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا، أَوْ دَارًا عَلىٰ أَنْ يَّسْكُنَهَا، أَوْ عَلىٰ أَنْ يُّقْرِضَهُ الْمُشْتَرِىْ دِرْهَمًا أَوْ عَلىٰ أَنْ يُّهْدِىَ لَهُ هَدِيَّةً، لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَايَقْتَضِيْهِ الْعَقْدُ، وَفِيْهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهىٰ عَنْ بَيْعٍ وَسَلَفٍ، وَلِأَنَّهُ لَوْ كَانَ الْخِدْمَةُ وَالسُّكْنىٰ يُقَابِلُهُمَا شَيْئٌ مِنَ الثَّمَنِ يَكُوْنُ إِجَارَةً فِىْ بَيْعٍ وَلَوْ كَانَ لَايُقَابِلُهُمَا يَكُوْنُ إِعَارَةً فِىْ بَيْعٍ. وَقَدْ نَهىٰ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِىْ صَفْقَةٍ.

ترجمہ: اسی طرح (بیع فاسد ہے) اگر کسی نے اس شرط پر غلام بیچا کہ وہ ایک مہینہ تک بائع کی خدمت کرے گا یا کوئی گھر اس شرط پر بیچا کہ وہ ایک مہینہ تک اس میں رہے گا، یا اس شرط پر کوئی چیز فروخت کی کہ مشتری اسے درہم قرض دے گا یا مشتری اسے کچھ ہدیہ دے گا تو (ان تمام صورتوں میں) بیع فاسد ہے، اس لئے کہ یہ شرطیں مقتضائے عقد کے خلاف ہیں، اور ان میں عاقدین میں سے کسی نہ کسی کا فائدہ بھی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ آپؐ نے بیع اور قرض سے منع فرمایا ہے، نیز اگر خدمت اور رہائش کے مقابلہ میں کچھ ثمن ہوگا، تو یہ بیع میں اجارہ ہوگا، اور اگر ان کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوگا تو یہ بیع میں اعارہ ہوگا، جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صفقہ میں دو صفقے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) دونوں دلیلوں کی وضاحت کریں (۳) بیع اجارہ اور اعارہ کی تعریف تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حل یہ ہے کہ اگر شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور اس میں عاقدین میں کسی ایک کا نفع بھی ہو تو وہ عقد کو فاسد کر دیتی ہے چنانچہ ایک مہینہ خدمت لینے کی شرط کے ساتھ غلام فروخت کرنا یا ایک مہینہ کی رہائش کی مشروط کر کے گھر فروخت کرنا یا قرضہ لینے یا مشتری کے ہدیہ دینے کی شرط کے ساتھ کوئی چیز فروخت کرنا یہ تمام صورتیں فاسد ہیں اس لیے کہ مذکورہ بیوعات میں لگائی جانے والی شرطیں مقتضائے عقد کے خلاف ہیں اور ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہو جائے گی۔

اور حدیث شریف میں موجود ہے کہ فروخت کرنے اور خریدنے اور ساتھ ساتھ مشتری سے قرض لینے کو منع کیا گیا ہے لہٰذا حدیث کی رو سے بھی بیع مع استقراض المشتری فاسد ہوگی۔

اُن کے فاسد ہونے کی ایک علت یہ بھی ہے کہ اگر خدمت اور رہائش وغیرہ کے مقابلے میں بائع کچھ ثمن رکھے گا تو یہ بیع مع الاجارہ ہوگی اور اگر ان کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوگا تو یہ بیع مع الاعارہ ہوگی اور حدیث شریف میں ایک معاملہ کے تحت دو معاملہ کو داخل کرنے سے منع کیا گیا ہے اس لیے مذکورہ تمام صورتوں میں بیع فاسد ہوگی۔

(۲) عقد کے فاسد ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ تمام شرائط عقد کے خلاف ہے جو شرط عقد کے خلاف ہوتی ہے وہ عقد کو فاسد کر دیتی ہے کیونکہ ان میں ربوا کا احتمال ہوتا ہے۔

اور اگر کسی ایک کا فائدہ ہو تو اس صورت میں بھی عقد فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ عقد کے خلاف ہے "لانه شرط لا یقتضیه"

عقد کے فاسد ہونے کی دوسری دلیل حدیث شریف ہے کیونکہ حدیث میں ایک معاملہ میں دو معاملے کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے یہ عقد کو فاسد کرنے والی ہے "قد نهى النبیؐ عن صفقتین فی صفقة"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) بیع کی تعریف یہ ہے کہ آپسی رضامندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا یہ شریعت کی اصطلاح میں بیع کہلاتا ہے "مبادلة المال بالمال علی وجه التراضی"

اجارہ کی تعریف یہ ہے کہ اجارہ ایسا عقد ہے جو معلوم معاوضہ پر منافع معلومہ پر ہوتا ہے "الاجارة عقد علی المنافع بعوض" (قدوری شریف)

اعارہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو منافع کا بلاعوض مالک بنانا یعنی کسی چیز کو مفت استعمال کرنے کے لئے دے اور بعد میں اس کو واپس لے لے۔ (لغة الفقهاء: ۱۱۳)

تملیک المنافع بغیر عوض علی ان ترد العین (لغة الفقهاء: ۱۱۳)

ہدایہ: ج /۳/ ص /۱۴۶

سوال: وَمَنِ اشْتَرَىٰ جَارِيَةً إِلَّا حَمْلَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ وَالْأَصْلُ أَنَّ مَالَا يَصِحُّ إِفْرَادُهُ بِالْعَقْدِ لَا يَصِحُّ إِسْتِثْنَاءُهُ مِنَ الْعَقْدِ وَالْحَمْلَ مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ أَطْرَافِ الْحَيْوَانِ لِاتِّصَالِهِ بِهِ خِلْقَةً وَبَيْعُ الْأَصْلِ يَتَنَاوَلُهَا فَالْإِسْتِثْنَاءُ يَكُوْنُ عَلَىٰ خِلَافِ الْمُوْجَبِ فَلَمْ يَصِحَّ، فَيَصِيْرُ شَرْطًا فَاسِدًا.

ترجمہ: جس شخص نے باندی کا حمل چھوڑ کر صرف باندی خریدی، تو بیع فاسد ہے، اور ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز کا تنہا عقد درست نہیں ہے، عقد سے اس کا استثناء بھی درست نہیں ہے اور حمل اسی قبیل سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ پیدائشی طور پر حمل مادہ سے اتصال کی بناء پر اطراف حیوان کے درجہ میں ہے اور اصل کی بیع اطراف کو شامل ہوتی ہے۔ لہذا یہ استثناء موجب عقد کے خلاف ہوگا، اور صحیح نہ ہوگا چنانچہ (یہ استثناء) شرط فاسد بن جائے گا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) اس قاعدہ کے تحت کن کن مسائل میں عقد باطل ہوگا اور کن کن مسائل میں خود استثناء باطل ہوگا (۳) "وصیته بالجاریه" میں حمل کا استثناء کا کیا حکم ہے اور خدمت کا کیا حکم ہے۔ اور کیوں ہے (۴) اصل مذکور کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وضاحت کریں (۵) ہبہ نکاح صدقہ خلع اور صلح میں استثناء کیوں باطل ہوجاتا ہے اور عقد فاسد کیوں نہیں ہوتا ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے حاملہ باندی کو خرید امگر اس کے حمل کا استثناء کردیا یعنی حمل کے علاوہ باندی کے ہر ہر عضو کو خرید لیا تو یہ بیع وشراء فاسد ہوگی عقد سے حمل وغیرہ کے استثناء کی بابت ایک ضابطہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ھیں کہ ہر وہ چیز جس کو تنہا اور انفرادی طور پر بیچا نہیں جاسکتا عقد وغیرہ سے اس کا استثناء بھی نہیں کیا جاسکتا اور حمل کی یہی حالت ہے کہ اسے انفرادی طور پر بیچا نہیں جاسکتا اس لیے کہ عقد سے اس کا استثناء بھی نہیں کیا جاسکتا اور حمل کے استثناء کے باطل ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حمل اطراف حیوان کے درجے میں ہوتا ہے اور جس طرح حیوان کے اعضاء حیوان سے پیدائشی طور پر متصل ہوتے ہیں اور حیوان کی بیع انھیں شامل ہوتی ہے اسی طرح حمل بھی مادہ سے پیدائشی طور متصل ہوتا ہے اور مادے کی بیع میں شامل اور داخل ہوتا ہے اب اگر اس کا استثناء کیا جائے گا تو یہ تو موجب عقد کے خلاف ہوگا کیونکہ عقد کا تقاضا یہ ہے کہ حمل مقصود بنے بدون صراحت بیع میں داخل ہوجائے لیکن استثناء اس تقاضے اور موجب کے خلاف ہے اور موجب عقد کے خلاف شرط فاسد کے درجے میں ہے اور شرط فاسد عقد کو فاسد کردیتی ہے اس صورت مذکورہ میں باندی کی بیع سے حمل کا استثناء بھی اس عقد کو فاسد کردے گا۔

(۲) اس قاعدہ کے تحت کتابت اجارہ اور رہن یہ سب شروط فاسدہ سے فاسد ہوجاتے ہیں اور ہبہ صدقہ نکاح خلع اور صلح ان میں شروط فاسدہ خود باطل ہوجائے گی ان صورتوں میں خود استثناء باطل ہوجائے گا اور عقد درست ہوجائے گا۔

(۳) اگر کسی نے دوسرے کے لئے اپنی باندی کی وصیت کی اور اس کے حمل کا استثناء کر لیا تو اس صورت میں حمل کا استثناء درست ہوگا اور وصیت بھی درست ہوگی۔

لیکن اگر موصی باندی کی وصیت کر کے اس کی خدمت کا استثناء کرے تو یہاں استثناء باطل ہوجائے گا اور وصیت درست ہوگی کیوں کہ خدمت عین نہیں ہے اسی وجہ سے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا اس میں وصیت کا بھی نفاذ نہیں ہوگا۔

وصیت وراثت کی بہن ہے اور وراثت صرف عین میں جاری ہوتی ہے لہٰذا وصیت بھی عین میں جاری ہوگی وصیت میں حمل کا استثناء اسی لیے درست ہے کیونکہ وہ عین ہے اور خدمت کا استثناء باطل ہے کیونکہ وہ عین نہیں ہے۔

(۴) اصل مذکور یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کو تنہا اور انفرادی طور پر بیچنا درست نہیں ہے عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی درست نہیں ہے اور حمل کو انفرادی طور پر بیچا نہیں جا سکتا اس لیے اس کا عقد سے استثناء کرنا بھی درست نہیں ہے۔

الاصل ان مالایصح افرادہٗ بالعقدلایصح استثناؤہ من العقدفان الجنین مادام فی بطن امه فهوفی حکم جزء منها کالیدوالرجل واجزاء الحیوان لاتقبل العقدمقصوداًفلایکون مقصوداًبالاستثناء

(البنایہ: ج/۸/ص/۱۸۷)

(۵) ہبہ صدقہ نکاح خلع اور صلح ان عقود پر استثناء اثر انداز نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ان میں استثناء کرنے سے خود استثناء باطل ہو جاتا ہے اور یہ عقود درست ہو جاتے ہیں کیونکہ جن صورتوں میں استثنائے حمل سے عقد فاسد ہو جاتا ہے وہاں شرط استثناء کے مفسد بننے کا سبب اس کا مفضی الی الربا ہونا تھا اور ربا کا وجود معاوضات میں ہوتا ہے اور ہبہ وغیرہ چوں کہ تبرعات اور اسقاطات کے قبیل سے ہی ہے اس لئے ان میں استثناء مفضی الی الربا نہیں ہوتا اور یہی چیز وجہ فساد تھی یہ رفع تو عقد درست ہو جائے گا۔

لان الفساد باعتبار افضائه الی الربا وذلک لایتحقق الافی المعاوضات وهذہٖ تبرعات واسقاطات ولذا لایفسدالعقد بل یبطل الاستثناء لان هذہٖ العقود لاتبطل بالشروط الفاسدة (البنایه: ج:۸/۱۸۸)

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۴

سوال: وَلَوْبَاعَ إِلَى هٰذِهِ الْأَجَالِ ثُمَّ تَرَاضَيَا بِإِسْقَاطِ الْأَجَلِ قَبْلَ أَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَأْخُذَ النَّاسُ فِيْ الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَقَبْلَ قُدُوْمِ الْحَاجِّ، جَازَ الْبَيْعُ أَيْضًا، وَقَالَ زُفَرُ لَايَجُوْزُ، لِأَنَّهُ وَقَعَ فَاسِدًا فَلَايَنْقَلِبُ جَائِزًا، وَصَارَ كَإِسْقَاطِ الْأَجَلِ فِيْ النِّكَاحِ إِلَى الْأَجَلِ.

ترجمه: اور اگر کسی نے ان مدتوں کو میعاد بنا کر کوئی چیز فروخت کی۔ پھر لوگوں کے کٹائی، گہائی میں مشغول ہونے اور حاجیوں کے آنے سے قبل عاقدین اسقاطِ مدت پر راضی ہو گئے، تو بھی بیع جائز ہو گی۔ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ بیع جائز نہیں ہوں اس لئے کہ وہ فاسد واقع ہوئی تھی لہٰذا جواز میں تبدیل نہ ہو گی اور یہ نکاحِ متعہ میں اسقاطِ مدت کے مشابہ ہو گیا۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ واضح کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) امام زفرؒ کے قیاس کا جواب تحریر کریں (۴) "تراضیا" یہ قید اتفاقی ہے یا احترازی۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ادائے ثمن کی میعاد مقرر کر کے بیع و شراء کی لیکن عاقدین نے وہ میعاد آنے سے پہلے پہلے اپنا معاملہ صاف کر کے میعاد کو ختم کر دیا تو اب ہمارے یہاں بیع جائز ہو جائے گی لیکن امام زفرؒ کے یہاں اس صورت میں بھی بیع جائز نہیں ہو گی۔

اختلاف الائمہ: (۲) احناف کے نزدیک میعاد مقرر کرنے کے بعد میعاد سے پہلے پہلے معاملہ کو صاف کر لیا یا میعاد کو ختم کر دیا تو اس صورت میں بیع جائز ہے۔

دلیل: احناف کی دلیل کسی وقت کو میعاد بنا کر بیع کرنے سے اگرچہ ابتدأً بیع فاسد ہو جاتی ہے مگر فساد نزاع کی وجہ سے رونما ہوتا ہے اگر میعاد مکمل ہونے سے پہلے پہلے اسے ساقط کر دیا جائے تو فساد کے مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے نزاع بھی ختم ہو جائے گا اور نزاع ہی وجہ فساد ہے لہٰذا جب نزاع ختم ہو جائے گا تو فساد بھی دور ہو جائے گا اور عقد صحت و جواز کی طرف عود کر آئے گا "اذا زال المانع عاد الممنوع ان الفساد للمنازعة وقد ارتفع قبل تقريره"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت میں بیع درست نہیں ہوگی۔

دلیل: امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب ابتداء بیع فاسد ہوکر واقع ہوئی تھی تو بعد میں وہ جواز میں تبدیل نہیں ہوگی۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ آپ کیسے اس بیع کو جائز کہتے ہیں جبکہ اگر کوئی شخص مدت پر نکاح کرنے کے بعد مدت کو ساقط کردے تو آپ نکاح کو متعہ کا نام دے کر اسے غیر درست اور ناجائز مانتے ہیں مذکورہ مسئلہ بھی تو اسی نوعیت کا ہے "لانہ وقع فاسدا فلاینقلب جائزا وصار کاسقاط الأجل فی النکاح الی الأجل"

(۳) امام زفرؒ نے جو قیاس پیش کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح الی الأجل عقد نکاح کے علاوہ ازخود ایک دوسرا عقد یعنی عقد متعہ ہے لہٰذا جب یہ خود ایک علاوہ عقد ہے تو وجہ فساد کے ازالے سے یہ عقد دوسرے عقد یعنی نکاح میں تبدیل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ عقد نکاح مسنون ہے اور متعہ ناجائز اور حرام ہے اور دونوں کی ماہیت الگ الگ ہے تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا۔

ان النکاح الی اجل یعنی الی وقت لانہ متعة وھو عقد غیر عقد النکاح لان عقد النکاح مندوب الیه والمتعة منھیة فلایمکن العود الی النکاح عند اسقاط الأجل لعدم عقد النکاح رأسا (البنایہ ج/۸ ص/۱۹۳)

(۴) "تراضیا" یعنی عاقدین کی رضامندی کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنے معاملہ میں منفرد ہیں۔ "تراضیا علی سبیل الاتفاق لان من له الأجل لیستبد أی یستقل" (البنایہ ج/۸ ص/۱۹۳)

ہدایہ: ج/۳ ص/۶۴

سوال: وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَعَبْدٍ أَوْشَاةٍ ذَكِيَّةٍ وَمَيْتَةٍ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيهِمَا، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ أَبُويُوسُفُ وَمُحَمَّدٌ إِنْ سَمّٰى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ثَمَنًا جَازَ فِي الْعَبْدِ وَالشَّاةِ الذَّكِيَّةِ، وَإِنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَمُدَبَّرٍ أَوْبَيْنَ عَبْدِهٖ وَعَبْدِ غَيْرِهٖ، صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ. لَهُمَا أَنَّ الْفَسَادَ بِقَدْرِ الْمُفْسِدِ فَلَا يَتَعَدَّى إِلَى الْقِنِّ كَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْأَجْنَبِيَّةِ وَأُخْتِهِ فِي النِّكَاحِ.

ترجمہ: جس شخص نے غلام اور آزاد کو بیع میں جمع کیا، یا مذبوحہ بکری اور مردہ بکری کو ایک ساتھ ملا کر بیچا تو دونوں میں بیع باطل ہو جائے گی اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں اگر بائع نے ہر ایک کا ثمن بیان کر دیا تو غلام اور مذبوحہ بکری میں بیع جائز ہے۔ اور اگر غلام اور مدبر کو یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو بیع میں جمع کیا تو ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک غلام میں اس کے حصہ ثمن کے بقدر بیع صحیح ہے۔ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ فساد مفسد کے بقدر ہوتا ہے لہٰذا غلام کی طرف فساد متعدی نہیں ہوگا جیسے اس صورت میں کہ جب کسی نے اجنبیہ عورت اور اپنی بہن کو نکاح میں جمع کر لیا ہو۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) امام صاحب کے دونوں مسئلوں میں فرق کرنے کی وجہ بیان کریں (۳) صاحبینؒ نے جو مسئلہ نکاح پر قیاس کیا ہے اس کا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں دو مسئلوں کا بیان ہے پہلے مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے غلام کے ساتھ آزاد آدمی کو ملا کر ایک ساتھ دونوں کو فروخت کیا یا مردار بکری کو مذبوحہ بکری کے ساتھ ملا کر فروخت کیا تو حضرت امام صاحبؒ کے یہاں دونوں صورتوں میں مطلقاً بیع باطل ہے خواہ بائع نے دونوں میں سے ہر ایک کا علاحدہ علاحدہ ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

حضرات صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر بائع نے آزاد اور غلام یا مذبوحہ اور مردار بکری میں سے ہر ایک کا علاحدہ علاحدہ ثمن بیان کر دیا ہے تو غلام اور مذبوحہ بکری میں بیع جائز ہوگی اور آزاد اور مردار بکری میں بیع باطل ہوگی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کامل غلام اور مدبر کو ایک ساتھ ملا کر بیچا یا اپنے غلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ساتھ دوسرے غلام کو ملا کر بیچ دیا تو دونوں صورتوں میں غلام اور اپنے غلام کے حصۂ ثمن کے بقدر ان میں بیع جائز ہے۔

"لَھُمَا" سے حضرات صاحبینؒ بھی پہلے مسئلے میں تفصیل ثمن کے وقت جواز بیع کے قائل ہیں۔

اس پر ان کی دلیل یہ ہے کہ ضابطے کے تحت فساد وہیں تک رہتا ہے جہاں تک مفسد کا اثر ہوتا ہے۔

اور صورت مسئلہ میں محل بیع نہ ہونے کی وجہ سے چوں کہ آزاد اور مردار ہی میں فساد ہے اس لیے مفسد انہی تک محدود رہے گا اور مذبوحہ بکری اور غلام میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور ان میں بیع درست اور جائز ہوگی جیسا کہ کوئی شخص کسی اجنبیہ عورت کے نکاح کے ساتھ اپنی بہن کو بھی نکاح میں جمع کردے تو یہاں بھی فساد بہن کے ساتھ خاص ہوگا اس لیے کہ وہ محل نکاح نہیں ہے اور یہ فساد اجنبیہ کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔

(۲) امام صاحب نے دونوں مسئلوں میں فرق اس لیے کیا ہے کیوں کہ پہلے مسئلہ میں جب آزاد اور مردار کو غلام اور مذبوحہ کے ساتھ فروخت کریگا تو اس صورت میں آزاد اور مردار محل بیع نہیں ہے اس لیے اس میں عقد باطل ہوگا۔

اور دوسری صورت جب کہ غلام کو مدبر اور ام ولد کے ساتھ ملا کر فروخت کریں تو اس صورت میں ان تمام میں مالیت قائم ہوتی ہے کیوں کہ ان میں مالیت کا دار ومدار رقیت اور تقوم پر ہوتا ہے اور یہ دونوں باتیں ان میں موجود ہیں جب ان میں مالیت اور رقیت قائم ہے تو یہ بیع کا محل بھی ہوں گے اور عقد کے تحت بھی داخل ہوں گے لہٰذا اس صورت میں عقد درست ہوگا۔

(۳) جوازِ بیع کو جو نکاح پر قیاس کیا ہے یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ بیع اور نکاح میں فرق ہے بیع شروط فاسدہ سے فاسد ہو جاتی ہے لیکن نکاح شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود شرط فاسد فاسد ہو جاتی ہے اس لیے اس قدر فرق کے ہوتے ہوئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج/۸، ص/۲۴۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فصل فی احکامه

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۵

سوال: واذا قبض المشتری المبیع فی البیع الفاسد بامر البائع وفی العقد عوضان کل واحد منهما مال ملک المبیع ولزمته قیمته وقال الشافعیؒ لایملکه

ترجمه: جب مشتری نے بیعِ فاسد میں بائع کے حکم سے مبیع پر قبضہ کرلیا اور عقد کے دونوں عوض مال ہیں تو وہ مبیع کا مالک ہوجائے گا اور اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوگا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) "مال" کی قید اتفاقی یا احترازی (۴) صحت اور بطلان کے عبادت اور معاملات میں کیا کیا معنیٰ ہیں (۵) حکم کی تعریف لغوی اور اصطلاحی دونوں تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے یہاں بیع فاسد میں اگر مشتری بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کرلیتا ہے اور عقد میں موجود دونوں عوض مالی ہیں، تو وہ اس مبیع کا مالک ہوجائیگا اور اسے اسکی قیمت ادا کرنی ہوگا حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قبضہ کرنے کے بعد بھی وہ مبیع کا مالک نہیں ہوگا اس لئے کہ بیع فاسد ایک امر ممنوع ہے اور امر ممنوع کے ذریعے ملکیت جیسی عظیم نعمت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۲۳۶)

اختلاف الائمه: (۲) حضرت امام شافعیؒ کا مذھب یہ ہے کہ بیع فاسد میں مشتری نے اگر بائع کی اجازت سے بھی مبیع پر قبضہ کرلیا تب بھی وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔

دلیل: حضرت امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع فاسد ایک امر ممنوع ہے اور امر ممنوع کے ذریعے ملکیت جیسی عظیم نعمت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری دلیل: یہ ہے کہ شریعت نے بیع فاسد کو منسوخ کر دیا ہے اور اسکا منسوخ ہونا اسکی مشروعیت کے ممنوع ہونے پر دلیل ہے کیونکہ مشروعیت اور منسوخیت دونوں میں کھلا ہوا تضاد ہے وہ اس طرح کہ مشروعیت حسن کی متقاضی ہوتی ہے جبکہ منسوخیت قبح کا تقاضا کرتی ہے۔ تو جب نسخ وشرع کے تقاضوں میں تضاد ہے تو ان کے وجود میں بھی تضاد ہوگا اور منسوخ ہونا مشروعیت کے ختم ہونے پر دلیل ہوگا" لانه محظور فلاينال به نعمة الملك ولان النهى نسخ للمشروعية للتضاد"

حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ بیع فاسد میں مشتری اگر بائع کی اجازت سے قبضہ کرے تو وہ اسکا مالک ہو جائے گا۔

دلیـــــل: حضرت امام صاحب کی دلیل: یہ ہے کہ صحت بیع کے لئے جتنی چیزیں ضروری ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں چنانچہ یہ بیع اپنے اھل یعنی عاقل وبالغ اور آزاد سے صادر ہو کر اپنے محل یعنی عوضین کے مال ہونے کی طرف منسوب ہے لہٰذا جب اس میں صحت بیع کی تمام شرائط موجود ہیں پھر عاقدین کی اہلیت اور بیع کی محلیت تو واضح ہے اور عوضین کے مال ہونے کی وجہ سے مبادلۃ المال بالمال کا تحقق ہے اور بیع میں یہی مقصود ہوتا ہے اور یہ بیع کا رکن ہے لہٰذا مذکورہ بیع منعقد ہو جائے گی اور بیع منعقد مفید ملک ہوتی ہے اس لئے یہ بیع بھی ملکیت کا فائدہ دے گی۔

"ان ركن البيع صدر من اهله مضافا الى محله فوجب القول بانعقاده ولاخفاء فى الاهلية والمحلية وركنه مبادلة المال"

(۳) اس عبارت میں (مال) کی قید احترازی اور اس میں احتراز غیر مال سے کیونکہ اگر دونوں عوض مال ہو یا ایک عوض مال ہو اور ایک غیر مال ہوں جیسے مردار کی بیع خون کی بیع تو اس صورت میں بیع باطل ہوگی اور یہاں بیع فاسد کے احکام کا بیان ہے "قيد به لفائدة وهى انه اذا كان احد العوضين او كلاهما غيرمال فالبيع باطل" (البنایہ: ج ۸ / ص ۱۹۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) صحت عبادات میں اس کو کہا جاتا ہے کہ فعل کو اس طریقہ پر ادا کیا جائے کہ وہ قضاء کو ساقط کرنے والا ہو" الصحة فی العبادات عبارة عن کون الفعل مسقطا للقضاء "صحت معاملات میں اس کو کہا جاتا ہے کہ عقد اس طریقہ پر ہو کہ اس پر ثمرات مطلوبہ کا ترتب شرعی اعتبار سے ہو سکتا ہو" الصحة کون العقد سببا لترتب ثمراته المطلوبة علیه شرعا کالبیع للملک"

بطلانِ عبادت اس کو کہا جاتا ہے کہ فعل کو اس طریقہ پر ادا کیا جائے کہ وہ قضاء کو ساقط کرنے والا نہ ہو" اما البطلان فمعناه فی العبادات عدم سقوط القضاء بالفعل "معاملات میں بطلان اسکو کہا جاتا ہے کہ عقد مفید احکام نہ بن سکتا ہو" خروجها عن کونها اسبابا مفیدة للاحکام" (ہدایہ:۶۶، حاشیہ:۱)

(۵) حکم کی لغوی تعریف کسی چیز پر مرتب ہونے والا اثر حکم کہلاتا ہے:

"هو الاثر الذی یترتب علی شی" حکم کی اصطلاحی تعریف خدا تعالی کا وہ خطاب جو مکلّف بندے کے افعال سے متعلق ہوتا ہے حتمی طلب کے ساتھ ہو یا اختیاری طلب کے ساتھ ہو" خطاب الله تعالی المتعلق بفعل المکلف اقتضاء أو تخییرا" (مسلم الثبوت:۲۴)

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۷

سوال: وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فَسْخُهُ رَفْعًا لِلْفَسَادِ فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِيْ نَفَذَ بَيْعُهُ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ فَمَلَكَ التَّصَرُّفَ فِيْهِ وَسَقَطَ حَقُّ الإِسْتِرْدَادِ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعَبْدِ بِالثَّانِيْ، وَنَقَضَ الْأَوَّلَ لِحَقِّ الشَّرْعِ، وَحَقُّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ، وَلِأَنَّ الْأَوَّلَ مَشْرُوْعٌ بِأَصْلِهِ دُوْنَ وَصْفِهِ، وَالثَّانِيْ مَشْرُوْعٌ بِأَصْلِهِ وَوَصْفِهِ فَلَايُعَارِضُهُ مُجَرَّدُ الْوَصْفِ وَلِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيْطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ.

ترجمہ: اور متعاقدین میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کردے فساد کو ختم کرنے کے لئے، پھر اگر بائع نے مبیع کو بیچ دیا تو اس کی بیع نافذ ہو جائے گی اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لئے وہ اس کا مالک ہے۔ لہٰذا اس میں تصرف کا بھی مالک ہوگا۔ اور دوسری بیع کی وجہ سے مبیع کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے بائعِ اول کا حقِ رد ساقط ہو جائے گا اور پہلی بیع کو فسخ کرنا حقِ شرع کی وجہ سے تھا اور بندے کی ضرورت کے پیش نظر اس کا حق مقدم ہوتا ہے، اور اس لئے بھی کہ بیعِ اول صرف اپنی اصل سے مشروع تھی نہ کہ وصف سے اور بیعِ ثانی اصل اور وصف دونوں اعتبار سے مشروع ہے لہٰذا محض وصف کی مشروعیت اس کے معارض نہیں ہوگی اور اس لئے بھی کہ بیعِ اول بائع کی جانب سے قدرت کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) کس کا حق استرداد ساقط ہو جائیگا (۳) عبارت میں ذکر کردہ دونوں دلیلوں کی وضاحت کریں (۴) بخلاف تصرف المشتری سے ایک سوال اور جواب ہے اس کو تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بیع فاسد فساد کو شامل اور فساد پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے بحکم شرع اس فساد کو دور کرنا ضروری ہے یہ حکم عاقدین میں سے ہر ایک کے لئے ہے اگر مشتری نے بیع فاسد میں خریدی ہوئی مبیع کو فروخت کر دیا تو اسکی یہ فروختگی درست ہے اور مشتری ثانی اس کا مالک ہو جائے گا اس لئے کہ جب مشتری اول نے اپنے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کیا تو وہ اس کا مالک بھی ہو گیا اور جب وہ اس کا مالک ہو گیا تو اسے اس میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار بھی ہوگا اور بیع بھی ایک تصرف ہے لہٰذا اسکا وہ مجاز ہوگا اور بیع نافذ ہو جائیگی بہر حال جب مشتری کی یہ بیع نافذ ہو گئی تو اب بائع اول مشتری اول سے مبیع کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا اس لیے کہ اب اس مبیع سے دوسرے بندے کا حق متعلق ہو گیا اور بیع اول میں فسخ اور واپسی حق شرع کیوجہ سے تھی تو گویا یہاں دو حق جمع ہو گئے:

(۱) حق الشرع (۲) حق العبد اور ضابطہ یہ ہے کہ جب بندے اور خدا کے حق میں اجتماع ہو جائے تو اس وقت حق عبد کو ترجیح اور تقدم حاصل ہوتا ہے کیونکہ بندہ اسکے جواز اور نفاذ کا محتاج ہوتا ہے اسی لیے اس کے حق کو مقدم کیا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کے عدم رد کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بیع اول بیع فاسد صرف اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع تھی، وصف کے اعتبار سے وہ مشروع نہیں ہوئی تھی اور بیع ثانی ذات اور وصف دونوں کے اعتبار سے مشروع ہے اس لیے کہ یہ بیع صحیح اور جائز منعقد ہوئی ہے لہٰذا جس چیز میں جواز اور مشروعیت کے دو پہلو ہیں وہ اس چیز پر غالب آئے گی جس میں صرف ایک ہی پہلو ہے وہ بھی وصف کا ہو، اور بیع اوّل کا مشروع وصفی بیع ثانی کے معارض نہیں ہوگا کیوں کہ وہ ذات اور وصف دونوں طرح مشروع ہے۔

تیسری دلیل: یہ ہے کہ بیع اول میں جب بائع اول نے مشتری کو قبضے کی اجازت دیدی تو گویا کہ اس نے بیع کے جواز کا دروازہ کھول دیا اب اگر ہم اسے حق استرداد دیتے ہیں تو بائع ایک ایسی چیز کو باطل کرنے کی کوشش کرے گا جس کا اتمام اس کی جانب سے ہوا ہے اور "السعی فی نقص ما تم من جهة الساعی" باطل ہے اس لیے بائع اول کا حق استرداد باطل ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۲۴۴)

(۲) بائع اول کا حق استرداد ساقط ہو جائے گا جب کہ مشتریٔ اول نے اس مبیع کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو تو حق العبد کی وجہ سے اس کا حق استرداد ختم ہو جائے گا "سقط حق الاسترداد لتعلق حق العبد بالثانی"

(۳) عبارت میں دلیل اول یہ ہے کہ بیع اول صرف اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع تھی اور وصف کے اعتبار سے وہ مشروع نہیں تھی اور بیع ثانی ذات اور وصف دونوں اعتبار سے مشروع ہے لہٰذا جس چیز میں جواز اور مشروعیت کے دو پہلو ہیں وہ اس چیز پر غالب ہے جس میں صرف ایک ہی پہلو ہے اور بیع ثانی ذات اور وصف دونوں طرح مشروع ہے اس لیے بیع اول پر غالب رہے گی۔

عبارت میں دلیل ثانی یہ ہے کہ بیع اول میں جب بائع نے مشتری کو قبضے کی اجازت دیدی تو گویا کہ اس نے بیع کے نفاذ اور اس کے جواز کا دروازہ کھول دیا اب اگر ہم اسے حق استرداد دیتے ہیں تو بائع ایک ایسی چیز کو باطل کرنے کی کوشش کرے گا جس کا اتمام اس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جانب سے ہوا ہے۔اور ''السعی فی نقص ما تم من جهة الساعی'' باطل ہے اس لیے بائع اول کا حق استرداد بھی باطل ہوگا۔

(۴) ''بخلاف تصرف المشتری'' سے ایک سوال ہوتا ہے کہ اگر مبیع سے حق غیر کا تعلق ہو جائے تو یہ اس کے رد اور ابطال سے مانع ہے تو پھر شفعہ میں بھی یہ قاعدہ چلنا چاہیے اور بائع کی بیع توڑ کر شفیع کو حق شفعہ نہیں دلوانا چاہیے۔

جواب یہ ہے کہ شفعہ کے مسئلے کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ شفعہ میں دونوں طرف حق العبد ہوتا ہے اور یہاں ایک جانب حق الشرع ہے اور بندوں کے حق مشروعیت اور نفاذ میں برابر ہوتے ہیں ان میں کسی کو تقدم حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ جو حق پہلے ثابت ہوتا ہے وہی مقدم ہوتا ہے اور شفعہ میں شفیع کا حق چوں کہ پہلے ثابت ہوتا ہے اس لیے وہی مقدم بھی ہوگا اور مشتری اول کو مبیع وغیرہ پر جو قدرت ہوتی ہے یہ بائع کی طرف سے ہوتی ہے نہ کہ شفیع کی طرف سے۔اس لیے اس کا حق استرداد بدستور باقی رہے گا۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۷

سوال: وَمَنِ اشْتَرَىٰ عَبْدًا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ فَقَبَضَهُ وَأَعْتَقَهُ أَوْ بَاعَهُ أَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَهُ فَهُوَ جَائِزٌ، وَعَلَيْهِ الْقِيمَةُ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْقَبْضِ فَيَنْفُذُ تَصَرُّفَاتُهُ، وَبِالْإِعْتَاقِ قَدْ هَلَكَ فَتَلْزَمُهُ الْقِيمَةُ، وَبِالْبَيْعِ وَالْهِبَةِ انْقَطَعَ حَقُّ الْاِسْتِرْدَادِ عَلَىٰ مَا مَرَّ، وَالْكِتَابَةُ وَالرَّهْنُ نَظِيرُ الْبَيْعِ، لِأَنَّهُمَا لَازِمَانِ، إِلَّا أَنَّهُ يَعُودُ حَقُّ الْاِسْتِرْدَادِ بِعَجْزِ الْمُكَاتَبِ وَفَكِّ الرَّهْنِ لِزَوَالِ الْمَانِعِ.

ترجمہ: جس شخص نے شراب یا خنزیر کے عوض کوئی غلام خریدا پھر اس پر قبضہ کر کے اسے آزاد کر دیا یا بیچ دیا، یا اسے ہبہ کر کے موہوب لہ کے سپرد کر دیا تو یہ جائز ہے اور اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی۔اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی کہ مشتری اس کا مالک ہے، لہٰذا اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور آزاد کرنے سے غلام ہلاک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوگیا، اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی۔ اور بیع اور ہبہ سے حقِ رجوع ختم ہوگیا جیسا کہ گذر گیا ہے۔ اور کتابت اور رہن بیع کی نظیر ہیں، اس لئے کہ یہ دونوں لازم ہوتے ہیں، البتہ مکاتب کے عاجز ہونے اور رہن چھڑا لینے کی صورت میں زوالِ مانع کی وجہ سے حقِ استرداد عود کر آتا ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب واضح کریں (۲) بیع فاسد کی تعریف اور اس کا حکم تحریر کریں (۳) عبارت میں مذکور بیع کی وجہ فساد کو ضرور بیان کریں۔

جواب: (۱) صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے خمر یا خنزیر کے بدلے کوئی غلام خریدا اور مشتری کی اجازت سے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس نے وہ غلام آزاد کر دیا یا فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا تو مشتری کی جانب سے کیے جانے والے یہ تمام امور جائز ہیں اس لیے کہ جب قبضہ کر کے مشتری غلام کا مالک ہو چکا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس میں ہر طرح کے تصرفات کا بھی مالک ہوگا۔

اور یہ چیزیں بھی از قبیل تصرفات ہیں اس لیے جائز بھی ہوں گی اور نافذ بھی ہوں گی اور مشتری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی۔

دوسری چیز یہ بھی ہے کہ ان تمام صورتوں میں بائع اول کا حق استرداد بھی ختم ہو جائے گا وہ اس طرح کہ جب مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا تو اب اس کی مالیت ختم ہوگئی اور غلام میں نفاذ بیع وغیرہ کا دار ومدار ہی مالیت پر تھا اس لیے مالیت کا فقدان غلام کی ہلاکت کے درجے میں ہوگیا اور ہلاکت مبیع کی صورت میں بائع حق استرداد سے محروم ہو جاتا ہے البتہ اسے مبیع کا ضمان ملے گا اور مبیع چوں کہ یہاں غلام ہے اور وہ ذات القیم میں سے ہے اس لیے مشتری پر اس کی قیمت کا ادا کرنا لازم ہوگا۔

اسی طرح بیع اور ہبہ کی صورت میں بھی چوں کہ مبیع سے غیر کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور بیع کی صورت میں مشتری ثانی اور ہبہ کی صورت میں موہوب لہ کی طرف مبیع کی ملکیت منتقل ہو جاتی ہے اس لیے ان کے ان حقوق کو حق الشرع کی وجہ سے فسخ نہیں کیا جائے گا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس سے پہلے اس کی پوری توضیح آچکی ہے۔ نیز کتابت اور رہن دونوں بیع کی نظیر ہیں یعنی جس طرح غلام کو بیچنے کی صورت میں بیع لازم ہوجاتی ہے اور بائع کا حق استرداد ختم ہوجاتا ہے اسی طرح مبیع کو مکاتب بنانے یا رہن رکھنے کی صورت میں بھی یہ دونوں چیزیں نافذ ولازم ہوجاتی ہے اور مشتری کا حق استرداد ختم ہوجاتا ہے البتہ ان میں اگر غلام بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آجائے یا راہن شئ مرہونہ کو چھڑا لے تو اب مشتری کا حق استرداد عود کر آئے گا کیوں کہ غلام کے عاجز ہونے اور فک رہن کی صورت میں وہ مانع ختم ہوگیا اور قاعدہ ہے "اذا زال المانع عاد الممنوع" لہذا یہاں بھی جب مانع حق استرداد ختم ہوگیا تو وہ حق لوٹ آئے گا۔

(۲) بیع فاسد کی تعریف: بیع فاسد اس کو کہتے ہیں جو اصل اور ذات کے اعتبار سے مشروع ہو لیکن وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو جیسے غیر مقدور التسلیم کی بیع "الفاسد ما کانَ مشروعاً باصله دون وصفه" (لغۃ الفقہا: ۱۱۴)

بیع فاسد کا حکم: بیع فاسد قبضہ کے بعد مفید ملک ہوتی ہے "یثبت به الملک اذا اتصل به القبض" (البنایہ: ج/۸/ص/۱۳۹)

(۳) مذکورہ بیع اس لیے فاسد ہے کیوں کہ بیع کے لیے ضروری ہے کہ عوضین مال ہو اور اگر دونوں عوضوں میں سے کوئی ایک عوض غیر مال ہو تو اس صورت میں جب کہ ایک عوض خمر اور خنزیر ہو تو بیع فاسد ہوجاتی ہے اور یہاں ایک عوض خمر یا خنزیر ہے اس لیے بیع فاسد ہوگی۔

اذا کان احد العوضین أو کلاهما غیر مال فالبیعُ باطل کا البیع بالمیتة والدم والبیع بالخمر والخنزیر فاسد (البنایہ: ج/۸/ص/۱۹۷)

ہدایہ ج ۳ ص ۶۸

سوال: وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ اَنْ يَّاخُذَ الْمَبِيْعَ حَتّٰى يَرُدَّ الثَّمَنَ، لِاَنَّ الْمَبِيْعَ مُقَابِلٌ بِهٖ فَيَكُوْنُ مَحْبُوْسًا بِهٖ كَالرَّهْنِ، وَاِنْ مَاتَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْبَائِعُ فَالْمُشْتَرِیْ أَحَقُّ بِهٖ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ الثَّمَنَ، لِأَنَّهٗ یُقَدَّمُ عَلَیْهِ فِیْ حَیَاتِهٖ فَکَذَا عَلٰی وَرَثَتِهٖ وَغُرَمَائِهٖ بَعْدَ وَفَاتِهٖ۔

ترجمہ: بیع فاسد میں بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ثمن واپس کرنے سے پہلے مبیع کو لے لے، اس لئے کہ مبیع ثمن کے مقابلہ میں ہوتی ہے، لہٰذا رہن کی طرح ثمن کی وجہ سے مبیع محبوس ہوگی۔ اور اگر بائع کی موت ہو جائے تو پورا ثمن وصول کرنے سے پہلے پہلے مشتری مبیع کا زیادہ حقدار ہے، کیونکہ مشتری بائع کی زندگی میں مبیع پر سب سے مقدم تھا، لہٰذا بائع کی موت کے بعد بھی اس کے ورثاء اور قرض خواہوں پر مقدم ہوگا۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ''کالرھن'' اور ''کالراھن'' کی مثال سے وضاحت کریں (۲) اگر مشتری کے پاس دراہم ثمن بعینہٖ محفوظ ہوں تو انھیں کو واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں جو صورت اختیار کریں اس کو مدلل تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب بیع فاسد میں طرفین کی طرف سے قبضہ متحقق ہوگیا اور بائع مشتری کی طرف سے ادا کردہ ثمن پر اور مشتری مبیع پر قابض ہوگیا پھر اگر بائع مبیع کو واپس لے کر عقد کو فسخ کرنا چاہے تو اس وقت تک مبیع کو واپس نہیں لے سکتا جب تک کہ وہ مشتری کی طرف سے ثمن کی صورت میں ادا کردہ چیز واپس نہ کردے اس لئے کہ مبیع ثمن ہی کا مقابل ہوتی ہے لہٰذا ثمن کی وجہ سے اسے روک لیا جائے گا۔ جس طرح رہن میں ہوتا ہے رھن کی مثال یہ ہیکہ زید نے عمر سے ایک ہزار روپۓ قرض لئے اور اپنا موبائل اس کے پاس بطور رہن کے رکھ دیا تو زید اپنے موبائل کو اس وقت تک نہیں لے سکتا جب تک عمر کے ایک ہزار روپۓ ادا نہ کردے اور عمر اس موبائل کو اپنے پاس رکھنے کا مجاز اور حق دار ہوگا اس لئے کہ شئی مرھون قرضے ہی کے مقابلے میں ہوتی ہے۔

اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی بائع جب تک ثمن کو واپس نہیں کرتا اسے مبیع واپس لینے کا حق نہیں ہوگا لیکن اگر عقد کے فسخ سے قبل بائع کی موت ہوگئی تو اب مشتری بائع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ورثاء اور اسکے قرض خواہوں کے مقابلے میں مبیع کا سب سے زیادہ حق دار ہوگا اور جب تک اپنا پورا ثمن وصول نہ کر لے اسے اپنے پاس رکھنے اور روکنے کا حق دار ہوگا اس لئے کہ بائع کی زندگی میں بھی اس مبیع سے اس کا حق وابستہ ہو چکا تھا اور اسی وقت وہ مبیع کا سب سے زیادہ حق دار تھا لہٰذا بائع کی موت کے بعد وصول ثمن سے قبل مشتری ہی اس مبیع کا سب سے زیادہ مستحق ہوگا جس طرح راہن ہوتا ہے راہن کی مثال یہ ہے کہ حسین نے طیب کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اور ادائے قرض سے قبل راہن یعنی حسین کا انتقال ہو گیا تو اب مرتہن یعنی طیب شئی مرہون کا سب سے زیادہ حق دار ہوگا اور راہن جملہ متعلقین کے مقابلے میں وہ اسے روک کر اپنا قرضہ وصول کرنے میں مقدم اور ممتاز ہوتا ہے اسی طرح مشتری بھی مبیع کا سب سے زیادہ مستحق اور بائع کے ورثاء اور غرماء سب سے فائق اور سب پر مقدم ہوں گے۔

(۲) اگر مشتری کے پاس دراہم ثمن بعینہٖ محفوظ ہے تو ان ہی دراہم کا واپس کرنا ضروری ہے کیونکہ بیع فاسد میں دراہم متعین ہو جاتے ہیں اور یہ حکم اس لئے ہے کیونکہ بیع فاسد غصب کے درجے میں ہے اور غصب کی صورت میں اگر شئی مغصوب بعینہٖ قائم ہو تو واپس ہوتی ہے اس لئے یہاں بعینہٖ ان ہی دراہم کو واپس کرنا ضروری ہے۔

"ان كانت دراهم الثمن قائمة ياخذ ها بعينها لانها تتعيَّن في البيع الفاسد وهو الاصحُّ لانه بمنزلة الغصب وكان الثمن في يدالبائع بمنزلة المغصوب والدراهم المغصوبة تتعين حتي وجب رد عينها ان كان قائماً" (البنايه: ج/۸/ص/۲۰۶)

ہدایہ: ج/۳/ص ۶۸

سوال: وَمَنْ بَاعَ دَارًا بَيْعًا فَاسِدًا فَبَنَاهَا الْمُشْتَرِيْ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَايُنْقَضُ الْبِنَاءُ وَتُرَدُّ الدَّارُ. وَلَهُمَا أَنَّ حَقَّ الشَّفِيْعِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَضْعَفُ مِنْ حَقِّ الْبَائِعِ حَتّٰى يُحْتَاجَ فِيْهِ إِلَى الْقَضَاءِ وَيَبْطُلُ بِالتَّاخِيْرِ بِخِلَافِ حَقِّ الْبَائِعِ ثُمَّ أَضْعَفُ الْحَقَّيْنِ لَايَبْطُلُ بِالْبِنَاءِ فَأَقْوَاهُمَا أَوْلٰى، وَلَهٗ أَنَّ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ مِمَّا يُقْصَدُ بِهِ الدَّوَامُ وَقَدْ حَصَلَ بِتَسْلِيْطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ فَيَنْقَطِعُ حَقُّ الْإِسْتِرْدَادِ كَالْبَيْعِ بِخِلَافِ حَقِّ الشَّفِيْعِ.

ترجمہ: جس شخص نے بیع فاسد کے طور پر کوئی دار بیچا پھر مشتری نے اس میں عمارت بنالی، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری پر اس کی قیمت واجب ہوگی، حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عمارت توڑ کر بائع کو دار واپس کیا جائے گا۔ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کا حق بائع کے حق سے کمزور ہے ہوتا ہے، یہاں تک کہ حقِ شفیع میں قضاء کی ضرورت پڑتی ہے اور تاخیر سے وہ حق باطل ہوجاتا ہے برخلاف بائع کے حق کے، پھر دونوں حقوں میں سے اضعف عمارت بنوانے کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا، تو دونوں حق میں سے اقویٰ حق تو بدرجۂ اولیٰ اس سے باطل نہیں ہوگا۔

امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ عمارت بنانے اور پودا لگانے سے دوام اور ہمیشگی مقصود ہوتی ہے اور یہ دونوں بائع کی جانب سے قدرت دینے کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں، لہٰذا بائع کا حق استرداد ختم ہوجائے گا (مشتری کے مبیع کو) بیچنے کی طرح برخلاف حق شفیع کے۔

جزئیات: (۱) عبارت میں ذکر کردہ مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) فاسد طریقہ پر خریدی ہوئی زمین میں مشتری کے تعمیر کر لینے سے بائع کا حق استرداد ختم ہوجاتا ہے یا نہیں اس مسئلہ میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اختلاف کو مدلل تحریر کریں (۳) امام یعقوب ائمہ احناف میں سے کون سے بزرگ ہیں اور کن سے روایت کرنے میں شک ہوا ہے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے شراءِ فاسد کے طور پر کوئی زمین خریدی اور اس میں عمارت بنوالی یا پودا وغیرہ لگالیا، حضرت امام صاحب کے یہاں بائع مشتری سے وہ مبیع واپس نہیں لے سکتا البتہ اسے اس زمین کی قیمت ملے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عمارت بنوانے اور پودا لگانے کے باوجود بائع کا حق استرداد باقی رہے گا اور عمارت وغیرہ توڑ تاڑ کرا سے زمین واپس دلوائی جائے گی۔

اختلاف الائمہ: (۲) حضرات صاحبینؒ کا مذہب یہ ہے کہ فاسد طریقہ پر خریدی ہوئی زمین میں مشتری نے تعمیر کر لی یا پودا لگا لیا تو عمارت کو توڑ تاڑ کرا سے زمین واپس دلوائی جائے گی۔

دلیل: حضرات صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کا حق بائع کے حق سے کم زور ہے بایں طور کہ حق شفیع کے ثبوت کے لئے قضاء قاضی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور حق شفعہ شفیع کی ادنی سی لاپرواہی اور تاخیر سے باطل ہو جاتا ہے اس کے بالمقابل بائع کا حق نہ تو تاخیر سے باطل ہوتا ہے نہ اس کے ثبوت کے خاطر قضائے قاضی کی ضرورت درپیش ہوتی ہے تو جب بائع کا حق شفیع کے حق سے اقویٰ ہے اور شفیع کا حق اس کے مقابلے میں ضعیف ہے اور ضعیف کی رعایت میں مشتری کی عمارت وغیرہ کو توڑ کر شفیع کا حق دلوایا جاتا ہے تو اقویٰ کی رعایت میں تو بدرجۂ اولیٰ کی جائے گی۔ اور بائع کے حق کو واپس کرنے کے لئے مشتری کی عمارت کو منہدم کر دیا جائے گا اور اس کا حق اس کو دلوایا جائے گا۔

حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں بائع کا حق استراد ختم کر دیا جائے گا۔

دلیل: حضرت امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ انسان بقاء اور دوام کی خاطر عمارت وغیرہ بنواتا ہے لہٰذا صورت مسئلہ میں جب مشتری نے زمین میں عمارت بنوالی تو گویا کہ وہ اس زمین کو ہمیشہ کے لئے لینا اور اپنانا چاہتا ہے اور چوں کہ یہ چیزیں بائع کی جانب سے تسلیط کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں اس لئے اب اگر ہم اس کو استرداد بھی دیدیں تو بائع "الساعی فی نقض ماتم من جھته" شمار ہوگا اور یہ باطل ہے لہٰذا بائع کا حق استرداد بھی باطل ہوگا اور قیمت لے کر اسے صبر کرنا ہوگا۔

(۳) ائمہ احناف میں سے یعقوب حضرت امام ابو یوسفؒ کا اسم شریف ہے اور حضرت امام ابو یوسف کو حضرت امام صاحبؒ سے روایت کرنے میں شک ہوا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۸

سوال: ومن اشتریٰ جاریۃ بیعاً فاسداً وتقابضھا فباعھا وربح فیھا تصدق بالربح ویطیب للبائع ماربح من الثمن ھذا فی الخبث الذی سببہ فساد الملک اما الخبث لعدم الملک عندابی حنیفۃ ومحمد یشمل النوعین۔

ترجمہ: اور جس شخص نے بیع فاسد کے طور پر کوئی باندی خریدی اور عاقدین عوضین پر قابض ہوگئے پھر مشتری نے باندی کو بیچ کر نفع حاصل کیا تو وہ نفع صدقہ کردے اور بائع کے لئے ثمن میں حاصل ہونے والا نفع حلال ہے اور یہ فرق اس خبث میں ہے جس کا سبب ملکیت کا فساد ہوتا ہے رہا وہ خبث جو غلام کی ملک کی وجہ سے ہوتا ہے تو وہ حضراتِ طرفینؒ کے نزدیک دونوں قسموں کو شامل ہوتا ہے۔

جزئیات: (۱) عدم ملک کی صورت میں مبیع وثمن دونوں غیر مملوک ہیں جسکی وجہ سے دونوں سے حاصل شدہ نفع واجب التصدق ہے تو اس طرح فساد ملک کی صورت میں مبیع اور ثمن کی ملکیت میں فساد ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے حاصل شدہ نفع یا تو دونوں واجب التصدق ہوں یا پھر دونوں جائز ہوں مگر اس میں ایک کا نفع واجب التصدق دوسرے کا جائز اس تفریق کیوجہ تحریر کریں۔ (۲) باندی کی بیع کی صورت میں مشتری کا نفع واجب التصدق اور بائع کا نفع حلال اس میں فرق کی وجہ تحریر کریں۔ (۳) عدم ملک کی صورت میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۴) مال کی کتنی قسمیں ہیں اور خبث کی کتنی قسمیں ہیں۔

جواب: (۱) فساد ملک کی صورت میں تفریق کیوجہ یہ ہے کہ فساد ملک میں ملکیت اگرچہ فاسد ہوتی ہے مگر وہاں نفع کا حصول اپنے ہی مال سے ہوتا ہے اس لئے وہاں "مایتعین" یعنی مبیع کی صورت میں حقیقت خبث فساد ملک کیوجہ سے شبہہ خبث میں تبدیل ہوجاتی ہے اور فساد ملک "مالایتعین" یعنی ثمن پر اثر انداز نہیں ہوتا اس لئے کہ اس صورت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں شبہہ خبث شبہہ شبہۃ الخبث میں تبدیل ہو جائے گا اور شریعت میں شبہ کا اعتبار کر کے اس پر تو احکام کا مدار رکھا گیا ہے مگر "شبہۃ الشبہ" پر احکام کا مدار نہیں ہے اس لئے "شبہۃ الشبہ" کا اعتبار نہیں ہوگا اور اسکی وجہ سے فساد ثمن سے حاصل شدہ نفع پر اثر انداز نہیں ہوگا اور بیع میں شبہۃ الخبث ہے اور شبہ کا شریعت میں اعتبار ہے اس لئے فساد بیع سے حاصل شدہ نفع پر اثر انداز ہوگا اور اس سے حاصل شدہ نفع واجب التصدق ہوگا۔

(۲) ان دونوں میں فرق کی وضاحت صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مشتری کے حصے میں باندی آئی تھی اور باندی ان چیزوں سے ہے جو عقد میں متعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے اور چوں کہ بیع فاسد کے ذریعہ یہ مشتری کی ملکیت میں آئی ہے اس لئے خبث اس میں مؤثر بھی ہوگا اور جب اس میں خبث مؤثر ہوگا تو جو چیز اس کے ذریعہ حاصل کی جائے گی اس پر بھی خبث مؤثر ہوگا اس لئے کہ عقد ثانی کا تعلق باندی کی ذات سے ہوگا اور خبث حرام ہے اور اس کے ذریعہ حاصل شدہ نفع بھی حرام ہے اور حرام چیز واجب التصدق ہوتی ہے۔

دراہم اور دنانیر چوں کہ عقود میں متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے خبث اگر چہ ان میں بھی ہے مگر ان کی عدم تعین کیوجہ سے عقد ثانی کا تعلق ان کی ذات سے نہیں ہوگا اور خبث ان سے حاصل شدہ آمدنی میں سرایت بھی نہیں کرے گا اور وہ آمدنی خبث اور نجاست سے پاک اور حلال ہوگی اور حلال آمدنی قابل استعمال ہوتی ہے شریعت کی جانب سے اس کا تصدق ضروری نہیں ہوتا ہے۔

(۳) حضرت امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ خبث جو عدم ملک کیوجہ سے ہوتا ہے یہ مال کی دونوں قسموں کو شامل ہوتا ہے۔

طرفینؒ کی دلیل: "عقد احد العوضین" سے متعلق ہوتا ہے اگر وہ عوض "ما یتعین" کے قبیل سے ہے مثلاً باندی وغیرہ تو عقد بیع اسکی حقیقت کے ساتھ متعلق ہوگا اور مغصوبہ ہونے کیوجہ سے چوں کہ باندی میں خبث ہے اس لئے یہ خبث عقد ثانی کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرف بھی سرایت کرے گا اوراس سے حاصل ہونے والا نفع بھی خبث سے متاثر اور واجب التصدق ہوگا۔

اوراگر"احد العوضین مالا یتعین" کے قبیل سے ہوتواس صورت میں شبہۃ اس سے عقد متعلق ہوگا اب مغصوبہ دراہم سے اشیاء خریدنے کی دوصورتیں ہیں یا تو غاصب انہیں دراہم کوثمن بنا کردے گا یاان کی طرف اشارہ کرکےان کی جگہ دوسرے درہم بطور ثمن دے گا تو پہلی صورت میں سلامتی مبیع متعلق ہوگی اور دوسری صورت میں تقدیر ثمن متعلق ہوگی اورسبب کےساتھ کسی بھی چیز کا تعلق اگرچہ حقیقتاً نہیں ہوتا مگر شبہۃً ضرور ہوتا ہےاور یہ دراہم مغصوب ہیں اس لئے ان میں شبہہ خبث موجود ہےاوران سے حاصل شدہ نفع میں بھی خبث کا شبہہ ہوگا اور حقیقت ربوااور شبہہ ربوا کی طرح حقیقت خبث اور شبہہ خبث بھی حرام اور ناجائز ہوگااور حرام چیز کا صدقہ کرنا واجب ہوگا کیونکہ فقہی ضابطہ ہے"ما حصل بسبب خبیث فالسبیل رده"

حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عدم ملک کی صورت میں اگر غاصب نے مالک کوضمان دیدیا ہےتو دونوں میں سے کسی مال پر بھی اس خبث کا اثر نہیں ہوگا۔

دلیل: حضرت امام ابو یوسفؒ کی یہ ہے کہ جب غاصب نے صاحب مال کواس کے مال کا ضمان ادا کردیا تواب شیٔ مغصوبہ اسکی ملکیت میں داخل ہوگئی کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ اشیاء مضمونہ ضمان سابق ہی سے ضامن کی ملکیت میں آجاتی ہیں اور یہ ملکیت وجوب ضمان کی طرف منسوب ہوجاتی ہے جیسے ہی غاصب شیٔ مغصوبہ کا ضمان ادا کرے گا فوراً وقت غصب کی طرف اسکی ملکیت منتقل ہوجائے گی اسی وقت سے وہ اس کا مالک ہوگا بہرحال جب ضمان دینے کے بعد غاصب شیٔ مغصوبہ کا مالک ہوگیا تواس سے حاصل شدہ نفع بھی اس کے لئے حلال ہوگا خواہ وہ اموال متعینہ میں سے ہوں یا غیر اموال متعینہ میں سے ہوں۔

(۴) مال کی دوقسمیں ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) وہ مال جو عقود میں متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے مثلاً دراہم و دنانیر اور نقود وغیرہ۔ (۲) وہ مال جو عقود میں متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں مثلاً باندی کپڑا وغیرہ۔

خبث کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ خبث جو فساد ملک کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً بیع فاسد میں کسی چیز کا مالک ہونا۔ (۲) وہ خبث جو عدم ملک کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے شیءِ مغصوبہ کی ملکیت وغیرہ۔

(احسن الہدایہ ج/۸/ص/۲۵۱)

فصل فیما یکرہ

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۹

سوال: نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم عن النجش وھو ان یزید فی الثمن ولایرید الشراء لیرغب غیرہٗ قال علیہ السّلام لاتناجشوا۔

ترجمہ: رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان ثمن میں اضافہ کرے اور خریدنے کا ارادہ نہ ہو تاکہ غیر کو ترغیب دے سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتناجشوا (نجش مت کرو)

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) نجش کے مکروہ ہونے کی وجہ تحریر کریں (۳) نجش کی صورت تحریر کریں (۴) نجش کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بیع وغیرہ میں نجش مکروہ ہے نجش کی تفصیل یہ ہے کہ عاقدین کے آپس میں کسی چیز کا لین دین طے کرنے کے بعد تیسرا شخص بیع میں آجائے جو اس چیز کو خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتا مگر اس کے باوجود بڑھ چڑھ کر ثمن میں اضافہ کرتا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو بیع میں دلچسپی ہو اور لوگ اسے خریدنے کے لئے ٹوٹ پڑیں اور زیادہ سے زیادہ ثمن لگائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) نجش کے مکروہ ہونے کی دو وجہ ہے:

(۱) حدیث شریف میں اس سے منع فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے کہ ''لاتناجشوا'' (۲) کراہت نجش کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب عاقدین ایک چیز کے لین دین پر راضی ہو چکے ہیں تو اب یہ نیت فاسد اس میں اضافہ کرنے سے عاقدین کے ساتھ دھوکہ اور دغابازی ہوگی اور مسلمان کو دھوکے میں ڈالنا ممنوع ہے۔

(۳) نجش کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص جو سامان کو خوب اچھی طرح پہچانتا ہے سامان کے مالک کے پاس آئے پس بھاؤ تاؤ کرے اس سے زیادہ جس سے وہ بھاؤ تاؤ کی جاتی ہے اور یہ سب اس وقت کریں جب مالک کے پاس گاہک آئے اور اس کا ارادہ اس کو خریدنے کا نہیں ہے صرف مشتری کو دھوکہ دینا چاہتا ہے اور یہ اس کا بھاؤ کرنا یہ فریب کی ایک نوع ہے۔

النجش ان یأتی الرجل الذی یبصر السلعة الی صاحب السلعة فیستام باکثر تسوی وذلک عند مایحضرهٗ المشتری یرید ان یغتر المشتری به ولیس من رأیة الشراء انما یرید ان ینغدع المشتری بما یستام وهذا ضرب من الخدیعة (تحفه الالمعی ج۴/ص/۲۳۰)

(۴) نجش کے لغوی معنی چھپی ہوئی چیز کو کرید کر نکالنا۔

نجش کے اصطلاحی معنی مشتری کو دھوکہ دینے کے لئے خریدنے کی پیش کش کرنا۔

(تحفۃ الالمعی: ج/۴/ص/۲۳۰)

ہدایہ: ج/۳/ص/۶۹

سوال: قال وعن السوم علی سوم غیره قالؐ لایستام الرجل علی اخیه ولا یخطب علیٰ خطبة اخیه ولان فی ذلک ایحاشا واضرارًا او هذا اذا تراضی المتعاقدان علی مبلغ ثمن فی المساومة.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ کرنے (بھی منع فرمایا)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ارشادِ نبویؐ ہے کہ انسان اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے اور اس کے پیغام پر پیغامِ نکاح نہ دے اور اس لئے بھی کہ اس میں وحشت اور تکلیف میں ڈالنا ہے، اور یہ حکم اس وقت ہے جب عاقدین بھاؤ میں ثمن کی کسی مقدار پر راضی ہو جائیں۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ''السوم علی سوم غیرہ'' کی صورت تحریر کریں (۳) ''السوم علی سوم غیرہ'' کب مکروہ نہیں ہے اور جب یہ مکروہ نہیں ہوتا اس صورت میں اس کا کیا نام ہوتا ہے۔ (۴) اگر عورت نکاح کے پیغام کے بعد کوئی دلچسپی نہ لے تو اب خطبہ دینا کیسا ہے۔

(۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں نے آپس میں کسی چیز کا بھاؤ تاؤ طے کر لیا اور ان میں لین دین کے حوالے سے ثمن کی کوئی مقدار متعین ہوگئی تو اب کسی تیسرے شخص کے لئے بعینہٖ اس چیز کا بھاؤ تاؤ کرنا مکروہ ہے۔

اور اس کے مکروہ ہونے کی دو وجہ ہے:

(۱) حدیث شریف میں صاف طور پر ''لا یستأم الرجل علی سوم اخیہ'' سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس فعل سے مسلمان کو وحشت اور تکلیف ہوتی ہے اور مسلمانوں کو تکلیف دینا درست نہیں ہے۔

یہی حال پیغام نکاح کا بھی ہے کہ اگر کسی نے عورت کے پاس پیغام نکاح بھیجا اور جانبین میں سے کسی کا دل دوسرے کی طرف مائل بھی ہو گیا تو اب کسی تیسرے شخص کے لئے اس عورت کے پاس پیغام نکاح بھیجنا منع ہے کیونکہ حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ: ''لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ'' فرماتے ہیں کہ بھاؤ تاؤ کرنا یا پیغام نکاح پر دوسرا پیغام بھیجنا اسی صورت میں مکروہ ہے جب بیع میں عاقدین کسی متعین ثمن پر اتفاق کر لیں اسی طرح نکاح میں کوئی کسی کی طرف مائل ہو کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس میں دلچسپی لینے لگے تو اس کو کسی اور کا پیغام نکاح دینا مکروہ ہے۔

(۲)''السوم علی سوم غیرہ'' کی صورت یہ ہے کہ دو آدمی کسی سامان کے خریدنے اور بیچنے پر رضامند ہو جائیں اور ان دونوں نے بھاؤ تاؤ بھی کر لیا اور بائع اور مشتری دونوں رضامند ہو لیکن عقد بیع پورا نہ ہوا ہو۔ اور کوئی دوسرا اس کے بھاؤ پر بھاؤ لگانے لگے اور اس کو خرید لے جبکہ بائع کا دل پہلی بیع پر مائل ہو گیا تھا اور اس ثمن پر بھی اس کا دل مائل تھا جو اس نے مشتری سے طلب کیا تھا یہ حکم کے اعتبار سے جائز ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

صورته ان يتراوض الرجلان على السلعة ويتساومان عليها ويرضى البائع المشترى بذلك ولم يعقد عقدالبيع حتى ساومه آخر على سومه واشتراء منه اذاجنح قلب البائع الى البيع من الاول بماطلب منه من الثمن فانه يجوزفي الحكم ولكن يكره هذا

(البنایہ: ج/۸/ص/۲۱۱)

(۳)''السوم علی سوم غیرہ'' اس وقت مکروہ نہیں ہے جبکہ بائع کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو اور اس سے وہ رضامند بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر کوئی دوسرا بھاؤ لگاتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا درست اور ایسی صورت میں اس کا نام بیع من یزید ہے۔

اما اذالم يجنح قلبه ولم يرض بذلك فلابأس للثاني ان يشتريه لان هذابيع من يزيد (البنایہ: ج/۸/ص/۲۱۱)

(۴) اگر کسی شخص نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا اور اس عورت نے کوئی دلچسپی نہ لی تو اگر کوئی دوسرا اس کو پیغام نکاح دیتا ہے تو یہ پیغام نکاح دینا درست ہے۔

ان لم يجنح قلبها الى الاول فلابأس للثاني ان يخطبها

(البنایہ: ج/۸/ص/۲۱۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ۳/ ص ۷۰

سوال: قَالَ وَعَنْ تَلَقِّي الجَلَبِ وَعَنْ بَيْعِ الحَاضِرِ لِلْبَادِيْ فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَبِيْعُ الحَاضِرُ لِلْبَادِيْ: وَهٰذَا إِذَا كَانَ أَهْلُ الْبَلَدِ فِيْ قَحْطٍ وَعَوَزٍ، وَهُوَ أَنْ يَّبِيْعَ مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ طَمْعًا فِي الثَّمَنِ الْغَالِيْ.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقیٔ جلب سے (بھی منع فرمایا ہے) اور شہری کو دیہاتی کے لئے بیچنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے، اور یہ حکم اس وقت ہے، جب اہلِ شہر قحط اور تنگی میں مبتلا ہوں اور شہری آدمی دیہاتی سے گراں قیمت کے لالچ میں بیچ دے۔

جزئیات: (۱) تلقی جلب کی صورت تحریر کریں (۲) ''بیع حاضر للبادی'' میں لام کتنے معنی کیلئے اور اس کے اعتبار سے کتنی صورتیں ہیں تحریر کریں (۳) ان کی کراہیت کی وجہ تحریر کریں (۴) اگر شہر والوں کو تلقی جلب سے ضرر نہو تو کیا حکم ہے (۵) اگر دیہاتی سے شہر کی مارکیٹ ریٹ کو پوشیدہ رکھا گیا تو کیا حکم ہے اور کیوں ہے (۶) غرر کی کتنی قسمیں ہیں۔

جواب: (۱) تلقی جلب کی صورت یہ ہے کہ اہل شہر فقر و فاقہ اور قحط سالی کا شکار ہیں اسی دوران کچھ تاجروں کو یہ اطلاع ملی کہ فلاں شہر سے قافلہ والے غلے لا رہے ہیں اب وہ تاجر شہر سے دور جاکر ان قافلے والوں سے غلے خرید لیں اور شہر میں لاکر حسب منشاء بھاؤ سے فروخت کریں۔

صورته المصري اخبر بمجيئ قافلة فتلقاهم واشترى الجميع وادخله المصر ليبيعه على ما اراده (حاشیہ: ۳/ ص/ ۷۰، البنایہ ج/ ۸/ ص/ ۲۱۲)

(۲) بیع حاضر للبادی میں لام دو معنی کے لئے استعمال ہوا ہے (۱) ''من'' کے معنی کے لئے (۲) لام اپنے اصلی معنی کے لئے ہیں یعنی لئے اور واسطے کے معنی کے لئے ہے۔
بیع حاضر للبادی کی پہلی صورت یہ ہے کہ شہر میں قحط سالی اور محتاجی پھیلی ہوئی ہے اور اہل شہر میں سے جن تاجروں کے پاس مال اور سامان اکل وشرب ہے وہ شہریوں سے نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فروخت کرتے بلکہ وہ سامان لے جا کر دیہاتیوں سے فروخت کرتے ہیں اس صورت میں (للبادی) کا لام ''من'' کے معنی میں ہوگا۔

صورته ان الرجل اذا کان له طعام وعلف واهل المصرفی قحط منها وهو لایبیعهما من اهل المصرحتی یتوسعوا ویبیعهما من اهل البادیة بثمن غال (حاشیه: ٦)

بیع حاضر للبادی کی دوسری صورت یہ ہے کہ دیہاتی لوگ شہر میں غلہ لے کر آتے ہیں اور مناسب ریٹ پر بھاؤ تاؤ کر کے فروخت کرتے ہیں اب اگر کوئی شہری شہر کی قحط سالی اور پریشانی کو دیکھ کر اس دیہاتی سے اس کا سامان لے لے اور گراں قیمت پر فروخت کرے اس صورت میں (للبادی) کا لام اپنے اصلی معنی میں ہوگا۔

صورته ان یتولی المصری عمن جاء بمال من خارج المصر ویکون له سمسارا وبیع هذا المصری للبادی و هذا لیغالی فی القیمة فان البادی المسافر لایقف علی عادات اهل المصرفی المعاملات (حاشیه: ٦/ص/٧٠)

(۳) تلقی جلب میں کراہیت اس لئے ہے کہ اس میں اہل مصر کو ضرر ہے ''لان فیه ضرر لاهل المصر'' اور ضابطہ ہے ''لاضرر ولاضرر''

بیع حاضر للبادی میں کرہیت اس لئے ہے کہ اس میں بھی اہل مصر کو ضرر ہے ''لان اهل المصر یتضررون بذلک فلایجوز'' (البنایہ: ج/۸/ص/۲۱۳)

(۴) اگر اہل مصر کو تلقی جلب سے ضرر نہ ہو تو اس صورت میں کوئی کراہیت نہیں ہے اسکی گنجائش ہے ''فان کان لایضر باهل البلد لاباس به''

(۵) اگر دیہاتی سے شہر کی مارکیٹ کا ریٹ پوشیدہ رکھا گیا تو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں دیہاتی لوگوں کے ساتھ دھوکہ ہوتا ہے۔

''بان اشتری منهم بارخص من سعر المصر وهم لایعلمون بالسعر فحینئذ یکره لمافیه الغرر فی حقهم'' (البنایه/۸/ص/۲۱۲)

(۶) غرر کی دو قسمیں: (۱) غرر قولی (۲) غرر فعلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ۳ر ص ۷۰

سوال: ومن ملک مملوکین صغیرین احدهما ذورحم محرم من الاخر لم یفرق بینهما وکذلک ان کان احدهما کبیرا ولو کان التفریق بحق مستحق لاباس به کدفع احدهما بالجنایة وبیعه بالدین ورده بالعیب لان المنظور الیه دفع الضرر عن غیره لا الاضرار به"

ترجمہ: جو شخص ایسے دو چھوٹے غلاموں کا مالک ہوا کہ ان میں ایک دوسرے کا ذی رحم محرم ہے تو مالک ان کے درمیان جدائی نہ کرے اور اسی طرح ہے اگر ان میں سے ایک بڑا ہو۔ اور اگر تفریق کسی ثابت شدہ حق کی وجہ سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً ان میں سے ایک کا جنایت میں دینا، اور اسے قرض میں بیچنا، اور اسے عیب کی وجہ سے واپس کرنا اس لئے کہ منعِ تفریق کا مقصد دوسرے سے ضرر دور کرنا ہے نہ کہ اس کو ضرر دینا۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) دو صغیر غلاموں کی عدم تفریق پر دلیل نقلی اور عقلی نقل کریں (۳) عدم تفریق کی علت کیا ہے (۴) اگر زوج اور زوجہ دونوں صغیر ہوں اور کسی کی ملک میں جمع ہوں تو ان کی تفریق کا کیا حکم ہے (۵) رضاعی بھائی بہن میں تفریق کرنا کیسا ہے اور اگر خالہ زاد یا پھوپھی زاد بھائی بہن ہے تو ان میں تفریق کرنا کیسا ہے اور کیوں ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی ملکیت میں دو نابالغ اور ذی رحم محرم غلام جمع ہو جائیں یا ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو تو آقا کے لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بیع یا ھبہ وغیرہ کے ذریعے جدا کرنا اور اپنی ملکیت سے نکالنا درست نہیں ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں ایسا کرنے والے پر سخت وعید آئی ہے۔

"ولو کان" لیکن اگر کسی حق لازم اور واجب کی وجہ سے تفریق ناگزیر ہو جائے تو اس وقت تفریق ممنوع نہیں ہوگی مثلاً صغیرین میں سے کسی نے کوئی جنایت کر دی کسی کو قتل کر دیا یا کسی کا مال ھلاک کر دیا تو اب جرم کی پاداش میں دونوں کے مابین تفریق کی جا سکتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے یا ایک صغیر اور کبیر کسی کی ملکیت میں جمع تھے ان میں سے کبیر ماذون فی التجارۃ تھا اس نے تجارت تو کی مگر مقروض ہو گیا اب اگر ادائے دین کے لئے اس کو فروخت کرنے کی ضرورت ہو تو یہاں بھی تفریق ممنوع نہیں ہوگی یا صغیرین میں سے کسی میں کوئی عیب نظر آیا تو مالک کو اس عیب کیوجہ سے اسے واپس کرنے کا حق ہوگا اور اس رد سے جو تفریق ہوگی وہ بھی درست ہوگی اس لئے کہ عدم تفریق کا مقصد یہی ہے کہ صغیر کو ضرر لاحق نہ ہو لیکن اگر کسی صغیر سے کسی کو ضرر لاحق ہو تو اس کو دور کرنا بھی ضروری ہے اور یہاں مذکورہ تینوں صورتوں میں چوں کہ صغیر کیوجہ سے اصحاب حقوق کے حق مارے جارہے ہیں اس لئے انکے حقوق کو مقدم کیا جائے گا اگر چہ اسکی ادائیگی کے لئے تفریق ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

(۲) **دلیل نقلی:** آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے ماں اور اس کے بیٹے میں تفریق کردی تو قیامت کے دن خدائے تعالی اس کے اور اس کے احباء کے درمیان تفریق کردیں گے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فرق بین والدۃ وولدھا فرق اللہ بینہ وبین احبتہ یوم القیامۃ (رواہ الترمذی)

دلیل عقلی: یہ ہے کہ فطری طور پر قریبی رشتے داروں میں چھوٹے بچے کو اپنے ہم عمر سے انسیت ہوتی ہے اسی طرح بڑے بھائی وغیرہ کو دیکھ کر چھوٹا بھائی مگن اور مست ہو جاتا ہے اور بڑا بھائی بھی اس پر پوری توجہ دیتا ہے اور اس کی ہر ضرورت کا پورا خیال رکھتا ہے کیونکہ قربت کیوجہ سے اس کے دل میں اس کے لئے ایک طرح کی شفقت پیدا ہوتی ہے اگر تفریق کردی جائے تو اب انسیت اور الفت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور بچے پر وحشت طاری ہو جائے گی اور اسکی پرورش بھی متأثر ہوگی اس لئے عقلی اعتبار سے بھی تفریق منع ہے "لان فی التفریق زوال الأنس وزیادۃ ایحاش فیکرہ مالم یبلغ الغلام او تحض الجارتۃ" (البنایہ: ج/۸/ص/۲۱۸)

(۳) عدم تفریق کی علت دو چیزیں ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) قرابت (۲) محرمیت نکاح ان دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا شرط ہے جب یہ دونوں علتیں جمع ہوگی تب تفریق ممنوع ہوگی "بان یکون احدھما ذا رحم محرم من الآخر" (البنایہ/ج ۸/ص ۲۱۹)

(۴) اگر زوج اور زوجہ دونوں صغیر ہوں اور کسی کی ملک میں جمع ہوں تو ان میں تفریق کرنا درست ہے۔ "ولایدخل فیه الزوجان حتی جاز التفریق بینهما"

(۵) رضائی بھائی بہن میں تفریق کرنا درست ہے اس لئے کہ ان میں محرمیت ہے لیکن قرابت نہیں ہے اور ان دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا ضروری ہے

"لایدخل فیه محرم غیر قریب کالاخت من الرضاع" (البنایہ: ج/۸/ص/۲۱۹)

خالہ زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی بہن میں تفریق کرنا درست ہے اس لئے کہ ان میں قرابت تو ہے مگر محرمیت نہیں ہے اور ان دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا ضروری ہے۔

لایدخل فیه قریب غیر محرم کأولاد الاعمام والعمات والاخوال والخالات (البنایہ/ج ۸ ص/ ۲۱۹)

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۷

سوال: قال فان فرق کره له ذلک وجاز العقد وعن ابی یوسف انه لایجوز فی قرابة الولادة ویجوز فی غیرها وعنه یجوز فی جمیع ذلک لمارویناہ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے تفریق کردی تو یہ مکروہ ہے البتہ عقد جائز ہے۔ البتہ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ قرابتِ ولادۃ میں عقد جائز نہیں ہے اور اس کے علاوہ میں جائز ہے، اور انہیں سے ایک روایت یہ ہے کہ کسی بھی صورت میں عقد جائز نہیں، ہماری بیان کردہ حدیث کی وجہ سے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) "لما رویناہ" سے کس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے (۴) اگر دو بڑے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غلام قرابت اور محرمیت والے ہیں۔ان کی تفریق کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اخوین صغیرین وغیرہ میں اگر قرابت محرمہ موجود ہو تو تفریق مکروہ ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے ان میں سے ایک کو بیچ کر یا ہبہ وغیرہ کر کے دونوں کے مابین تفریق کر دی تو یہ فعل اگر چہ مکروہ ہے مگر عقد جائز ہے حضرات طرفین کا یہی مسلک ہے امام ابو یوسف سے اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ اگر قرابت ولادت ہیں مثلا والدہ اور اس کا بچہ یا والد اور بچہ کے درمیان تفریق کی گئی ہے تو عقد جائز نہیں ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں "من فرق بين الخ" کے ذریعہ قرابت ولادت کی تخصیص کر دی گئی ہے لہٰذا اس کے علاوہ میں یہ حکم متعدی نہیں ہوگا اور قرابت ولادت کے علاوہ میں تفریق جائز ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقاً عقد جائز نہیں ہے خواہ قرابت ولادت میں تفریق ہو یا غیر ولادت میں کیوں کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے جو "أدرك أدرك" فرمایا تھا وہ دو بھائیوں کی تفریق سے متعلق تھا اور قرابت ولادت میں نہیں تھا اور اس طرح کا تاکیدی اور وجوبی حکم صرف بیع فاسد میں ہوتا ہے۔

اختلاف الائمہ: (۲) حضرات طرفینؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی نے ایسے بچوں کے درمیان تفریق کی تو ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن یہ عقد درست ہوگا۔

دلیل: حضرات طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع اپنے اہل سے صادر ہو کر اپنے محل یعنی مالیت کی جانب منسوب ہے اور صحت بیع کی جملہ شرائط پر مشتمل ہے اسکے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں ہے اور فساد جو آیا ہے وہ صلب عقد سے زائد معنی مجاور للعقد یعنی تفریق کیوجہ سے آیا ہے اور معنی مجاور کے فساد سے عقد فاسد تو نہیں ہوتا البتہ اس میں کراہت آجاتی ہے اس لئے یہ عقد بھی مکروہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ اگر تفریق قرابت ولادت میں ہے تو عقد جائز نہیں ہوگا اس قولِ اول کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے "من فرق بين والدة وولدها" کے ذریعے قرابت ولادت کی تخصیص کر دی گئی ہے لہٰذا اس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علاوہ میں یہ حکم متعدی نہیں ہوگا اور قرابت ولادت میں عقد جائز نہیں ہوگا اور قرابت ولادت کے علاوہ کے علاوہ عقد جائز ہوگا حضرت امام ابو یوسف کا دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا عقد مطلقاً جائز نہیں ہے۔

اس قول ثانی کی دلیل: آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے جواُدرک اُدرک فرمایا تھا وہ دو بھائیوں کی تفریق سے متعلق تھا اور قرابت ولادت میں نہیں تھا اور اس طرح کا تاکیدی اور وجوبی حکم صرف بیع فاسد میں ہوتا ہے اس لئے یہ بیع بھی فاسد ہوگی۔

(۳) ''لما روینا'' سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسکو ماقبل میں ذکر کیا گیا تھا اور اس حدیث شریف میں خاص اشارہ حضرت علیؓ کے قول ''بعت احدھما'' کی طرف ہے اور پوری روایت یہ ہے:

وھب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ غلامین اخوین صغیرین ثم قال لہ مافعل الغلامان فقال بعت احدھما فقال علیہ السلام أدرک أدرک (رواہ ترمذی)

(۴) اگر دو بڑے یعنی بالغ غلام یا باندی ہے تو ان میں تفریق کرنا درست ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے دو باندیوں کے درمیان تفریق کی تھی ان میں سے ماریہ نامی باندی کو اپنے لئے منتخب کیا اور سیرین نامی باندی کو حضرت حسانؓ کو ہدیہ کر دیا تھا۔

وان کانا کبیرین فلاباس بالتفریق بینھما قدصح ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرق بین ماریۃ وسیرین وکانتا امتین اختین

(البنایہ رج ۸ رص ۲۲۲)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بــاب الاقالة

ہدایہ: ج ۳ /ص/ ۲۷

سوال: اَلإِقَالَةُ جَائِزَةٌ فِي الْبَيْعِ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ فَإِنْ شَرَطَ أَكْثَرَ مِنْهُ أَوْ أَقَلَّ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَيَرُدُّ مِثْلَ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ، وَالْأَصْلُ أَنَّ الإِقَالَةَ فَسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَيْعٌ جَدِيْدٌ فِي حَقِّ غَيْرِهِمَا، إِلَّا أَنَّهُ لَايُمْكِنُ جَعْلُهُ فَسْخًا فَتَبْطُلُ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ هُوَ بَيْعٌ، إِلَّا إِذَا لَايُمْكِنُ جَعْلُهُ بَيْعًا فَيُجْعَلُ فَسْخًا، إِلَّا أَنَّهُ لَايُمْكِنُ فَتَبْطُلُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ هُوَ فَسْخٌ، إِلَّا إِذَا تَعَذَّرَ جَعْلُهُ فَسْخًا فَيُجْعَلُ بَيْعًا، إِلَّا أَنَّهُ لَايُمْكِنُ فَيَبْطُلُ.

ترجمہ: بیع میں ثمن اول کے مثل پر اقالہ کرنا جائز ہے، پھر اگر ثمنِ اول سے زیادہ یا اس سے کم کی شرط لگائی گئی تو شرط باطل ہے اور بائع ثمنِ اول کا مثل ہی واپس کرے گا، اور اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ عاقدین کے حق میں اقالہ فسخ ہے اور ان کے علاوہ کے حق میں بیع جدید ہے لیکن اگر اس کو فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا، اور یہ تفصیل امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ بیع ہے، البتہ اگر اس کو بیع قرار دینا ممکن نہ ہو تو فسخ ہو جائے گا، لیکن اگر وہ بھی ممکن نہ ہو تو باطل ہو جائے گا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک اقالہ فسخ ہے مگر جب اسے فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ بیع ہوگا، لیکن اگر بیع قرار دینا بھی ممکن نہ ہو تو وہ باطل ہو جائے گا۔

جزئیات: (۱) اقالہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں (۲) ائمہ ثلاثہ کے یہاں اقالہ کی جو اصل بیان کی گئی ہے اسکی تشریح کریں۔ (۳) مسئلہ مذکورہ میں اکثر ثمن اور اقل ثمن کی شرط کے باوجود ثمن اول کے متعلق ہی پر اقالہ ہوگا یہ کس کے مذہب کے مطابق ہے مدلل تحریر کریں (۴) بقیہ دو حضرات کے مذاہب کے مطابق موجودہ صورت میں کیا حکم ہے مع دلیل تحریر کریں (۵) اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہو جائے جو مبیع سے منفصل ہو تو کیا حکم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (۱) اقالہ کے لغوی معنی توڑنا ہے اور اصطلاح شرع میں عقد بیع کو ختم کر کے اسکو زائل کرنے کا نام اقالہ ہے "الاقالة رفع عقد البيع و ازالته"

(۲) حضرت امام ابوحنیفہ کے یہاں اقالہ عاقدین کے حق میں فسخ بیع ہے اور تیسرے شخص کے حق میں بیع جدید ہے یہی وجہ ہے کہ ثمن اول سے کم یا زیادہ کی شرط لگانے سے اقالہ باطل نہیں ہوتا اگر اقالہ عاقدین کے حق میں بھی بیع ہوتا تو ظاہر ہے کہ شرط فاسد سے باطل ہوجاتا مگر اس کا عدم بطلان اس بات کی دلیل ہے کہ اقالہ عاقدین کے حق میں فسخ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ اقالہ عاقدین کے حق میں بیع ہے لیکن اگر بیع قرار دینا ممکن نہو تو اسے فسخ بیع مانیں گے اور اگر وہ بھی ممکن نہو تو تب جا کر اقالہ باطل ہوگا۔

اس لئے کہ جب عاقدین نے بیع کرنے کے بعد ثمن اول ہی پر اقالہ کیا ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح شروع میں یہ ان کہ حق میں بیع تھی اسی طرح دوبارہ بھی انکے حق میں یہ معاملہ بیع ہی ہوگا لیکن اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اقالہ کرلیا تو اب یہ اقالہ فسخ ہوجائے گا کیونکہ اب یہ بیع نہیں ہوسکتا اس لئے کہ بیع میں مبیع پر قبضہ ضروری ہوتا ہے اور قبضہ کا تحقق ہوا نہیں اور قبل القبض شیء مشتراۃ کی بیع درست نہیں ہوتی لہٰذا اس صورت میں یہ اقالہ عاقدین کے حق میں فسخ بیع ہوگا اور اگر فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہوجائیگا۔

حضرت امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اولاً تو اقالہ فسخ بیع ہے اگر فسخ بیع ممکن نہ ہو تو اس کو بیع قرار دیں گے اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہو تو اقالہ باطل ہوجائے گا۔
فسخ بیع ممکن نہ ہو بایں طور کہ باندی نے مشتری کے قبضے میں آنے کے بعد بچہ جن دیا تو ظاہر ہے کہ زیادتی منفصلہ کیوجہ سے فسخ بیع ممکن نہیں ہے اس لئے اس کو بیع قرار دیں گے اور یوں کہے گے کہ بائع نے باندی کو بچہ کے ساتھ ایک ہزار میں فروخت کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور اگر باندی خرید کر قبل القبض خلاف جنس سے اس کا اقالہ کر دیا تو اب اقالہ باطل ہو جائے گا۔

(۳) مذکورہ مسئلہ میں اکثر ثمن اور اقل ثمن کی شرط کے باوجود ثمن اول پر ہی اقالہ ہوگا یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ حضرت امام صاحب کے یہاں اقالہ عاقدین کے حق میں فسخ بیع ہے اب جب ثمن اول سے زائد لینے یا دینے کی شرط لگائی گئی تو اقالہ ثمن اول پر ہی ہوگا اس لئے کہ ثمن اول سے زائد پر فسخ کرنا متعذر ہے کیونکہ فسخ کرنے کے لئے شیء کا ثابت اور موجود ہونا شرط ہے اور یہاں ثمن اول سے زائد مقدار پہلے سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس کا فسخ بھی محال ہے لہٰذا لامحالہ ثمن اول پر ہی فسخ ہوگا اور اگر عاقدین میں سے کسی نے ثمن اول سے اقل کی شرط لگائی ہیں اور اس صورت میں بھی ایسی چیز کا ثابت کرنا لازم آتا ہے جو پہلے سے ثابت نہیں تھی اور اس طرح کی شروط سے صحت اقالہ پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ اقالہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا ہے۔

اذا شرط الاکثر فالاقالة علی الثمن الاول لتعذر الفسخ علی الزیادة لان فسخ العقد عبارة عن رفعه علی الوصف الذی کان قبله و الفسخ علی الزیادة لیس کذلک اذا رفع مالم یکن ثابتا محال فیبطل الشرط اذا شرط الاقل لما بیناه لان الاقالة لاتبطل بالشروط الفاسدة (البنایه: ج/۸ / ص/۲۲۷)

(۴) حضرات صاحبینؒ میں سے حضرت امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے مطابق جبکہ کسی نے ثمن اول پر زیادتی کی شرط لگائی یا کمی کی شرط لگائی تو یہ اقالہ بیع ہوگا اکثر اور اقل دونوں صورتوں میں اقالہ درست ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ انکے مذہب کے مطابق اصل بیع ہی ہے اقل اور اکثر میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے۔

لان الاصل عنده هو البیع ولا فرق عنده فی الزیادة والنقصان

(البنایه: ج/۸ / ص/۲۲۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام محمد کے مذہب کے مطابق مذکورہ صورت میں جبکہ اکثر کی شرط لگائی تو یہ اقالہ بیع ہوگا اور اقل کی صورت میں یہ اقالہ فسخ ہوگا اور زیادتی کی صورت میں زیادتی کے ساتھ اقالہ ہوجائے گا۔ لیکن اقل کی صورت میں اقالہ ثمن اول پر ہی ہوگا۔

دلیل اکثر: حضرت امام محمدؒ کی اکثر والی صورت میں دلیل یہ ہے کہ زیادتی پر فسخ متعذر ہے اور اس کو بیع قرار دینا ممکن بھی ہے اس لئے یہ بیع ہوجائیگی اور یہ کہیں گے کہ عاقدین کا مقصد بیع کرنا ہے نہ کہ فسخ کرنا کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ "اعمال الکلام اولی من اھمالہ" یعنی عاقل بالغ کے کلام کو ہر ممکن صحت پر محمول کر کے اسے لغو اور باطل ہونے سے بچایا جائے گا اس لئے اس کو بیع قرار دیں گے۔

دلیل اقل: یہ ہے کہ ان کے یہاں اقالہ میں فسخ اصل ہے اور یہاں فسخ ممکن ہے کیونکہ جب اس نے ثمن اول سے کم کی شرط لگائی تو گویا کہ اس نے ثمن کی کچھ مقدار سے سکوت اختیار کیا اور اگر وہ ثمن کی کل مقدار سے سکوت اختیار کر کے اقالہ کرتا تو بھی ثمن اول پر ہی اقالہ ہوتا تو بعض ثمن سے سکوت کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ پورے ثمن اول پر فسخ ہوگا۔

(۵) اگر مبیع میں ایسی کوئی زیادتی پیدا ہوجائے جو مبیع سے منفصل ہو تو امام صاحب کے یہاں اس کو فسخ کرنا متعذر ہے اسی لئے اقالہ باطل ہوجائے گا جیسے باندی نے قبضہ کے بعد بچہ جن دیا تو اس کا اقالہ باطل ہوجائے گا۔

اذا ولدت المبیعۃ بعد القبض ولداً فان الزیادۃ المنفصلہ تمنع فسخ العقد حقا للشرع ۔(البنایہ: ج/۸/ص/۲۲۵)

ہدایہ ج/۳/ص/۷۳

سوال: وَهَلَاكُ الثَّمَنِ لَايَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقَالَةِ وَهَلَاكُ الْمَبِيعِ يَمْنَعُ عَنْهَا، لِأَنَّ رَفْعَ الْبَيْعِ يَسْتَدْعِيْ قِيَامَهُ وَهُوَ قَائِمٌ بِالْمَبِيعِ دُوْنَ الثَّمَنِ، فَإِنْ هَلَكَ بَعْضُ الْمَبِيعِ جَازَتِ الْإِقَالَةُ فِي الْبَاقِيْ لِقِيَامِ الْبَيْعِ فِيْهِ، وَإِنْ تَقَاضَيَا تَجُوْزُ الْإِقَالَةُ بَعْدَ هَلَاكِ أَحَدِهِمَا وَلَا تَبْطُلُ بِهَلَاكِ أَحَدِهِمَا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَبِيعٌ فَكَانَ الْبَيْعُ بَاقِياً.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ثمن کا ہلاک ہونا صحت اقالہ سے مانع نہیں ہے اور مبیع کی ہلاکت اس سے مانع ہے، اس لیئے کہ رفع بیع بیع کا متقاضی ہوتا ہے اور بیع مبیع سے قائم ہوتی ہے نہ کہ ثمن سے۔ پھر اگر بعض مبیع ہلاک ہوئی تو باقی میں اقالہ جائز ہے۔ بیع کے اس میں قائم ہونے کی وجہ سے اور اگر عاقدین نے بیع مقایضہ کی تو احد العوضین کے ہلاک ہونے کے بعد بھی اقالہ جائز ہے اور ان میں سے کسی ایک کی ہلاکت سے اقالہ باطل نہیں ہوگا۔ اس لیئے کہ ان میں سے ہر ایک مبیع ہے، لہٰذا بیع باقی رہے گی۔

جزئیہ: (ا) عبارت کی تشریح کریں۔

جواب: (ا) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر ثمن ہلاک ہوجائے تو اس سے صحت اقالہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن اگر مبیع ہلاک ہوگئی تو اقالہ درست نہیں ہوگا اس لئے کہ رفع بیع کا نام اقالہ ہے لہٰذا اقالہ قیام بیع کا طالب ہوگا اور بیع کا قیام مبیع سے ہوتا ہے کیونکہ مبیع ہی اصل ہوتی ہے اقالہ کی صحت اور اس کے فسخ دونوں میں مبیع کا نمایاں کردار ہوگا اگر مبیع باقی ہے تو اقالہ درست ہوگا ورنہ اقالہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

اگر بعض مبیع ہلاک ہوجائے تو اس صورت میں بھی اقالہ درست ہے کیونکہ صحت اقالہ کے لئے قیام مبیع ضروری ہے اور یہاں قیام مبیع موجود ہے اس لئے اقالہ درست ہوگا اور جو مقدار تلف ہوئی ہے بائع ثمن سے اس کے بقدر ثمن کو کم کردے گا۔

اگر عاقدین نے بیع مقایضہ کیا یعنی سامان کے عوض سامان کی خرید وفروخت کی اور پھر عوضین میں سے ایک عوض ہلاک ہوگیا تو بھی اقالہ درست ہوگا اور احد العوضین کی ہلاکت سے صحت اقالہ پر کوئی فرق نہیں آئے گا اس لئے کہ بیع مقایضہ میں دونوں عوض مبیع بھی ہوتے ہیں اور ثمن بھی ہوتے ہیں لہٰذا فوت شدہ عوض کو ثمن قرار دیں گے اور جو باقی ہے اسے مبیع مان لیں گے اور چوں کہ مبیع ہی پر قیام بیع کا دارومدار ہوتا ہے اس لئے مابقیہ عوض کو مبیع ماننے کی صورت میں بیع باقی رہے گی اور جب بیع باقی رہے گی تو اقالہ بھی درست ہوگا۔

(احسن الہدایہ ج ۸/ ص ۲۷۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باب المرابحة والتولية

ہدایہ: ج/۳/ص/۵۷

سوال: ولاتصح المرابحة والتولية حتى يكون العوض مما له مثل لانه اذا لم يكن له مثل لوملكه ملكه بالقيمة وهى مجهولة۔

ترجمہ: اور مرابحہ اور تولیہ درست نہیں ہے یہاں تک کہ ثمنِ مثلی ہو، کیونکہ اگر ثمن مثلی نہیں ہوگی تو اگر کوئی اس کا مالک ہوگا تو وہ قیمت کے ذریعہ مالک ہوگا اور قیمت مجہول ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) مرابحہ اور تولیہ کی تعریف نقل کریں (۳) مرابحہ اور تولیہ کے جواز کے شرائط بیان کریں (۴) اناج کو اٹھانے کی اجرت رسی بٹوانے کی اجرت رنگ کی اجرت نقش نگاری کی اجرت وغیرہ کو راس المال کے ساتھ ملانے کا کیا حکم ہے اور حکم کی دلیل بھی تحریر کریں (۵) غلام کی تعلیم پر خرچ ہونے والی رقم کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بیع مرابحہ اور بیع تولیہ کی صحت کیلئے ثمن کا مثلی اور ذوات الامثال میں سے ہونا ضروری ہے اگر ثمن مثلی نہیں ہوگا بلکہ ذوات القیم میں سے ہوگا تو مرابحہ وتولیہ درست نہیں ہوں گے مثلاً اگر کسی نے گائے کے عوض بیل خریدا تو مرابحہ درست نہیں ہے اس لئے کہ یہاں ثمن یعنی گائے غیر مثلی ہے اور اس عدم صحت کی دلیل یہ ہیکہ ثمن کے مثلی نہونے کی صورت میں بیع مرابحہ یا تولیہ کے طور پر مبیع کا خریدار ہی اسکی قیمت ادا کرے گا کیونکہ غیر مثلی چیزوں میں قیمت ہی واجب ہوتی ہے اور قیمت کوئی متعین نہیں ہے بلکہ اندازے اور اٹکل سے طے کی جائے گی اور اندازہ میں غلطی کا قوی امکان رہتا ہے نتیجتاً اس میں شبہۂ خیانت متحقق ہوگا حالاں کہ بیع مرابحہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور بیع تولیہ کا دارومدار ہی امانت اور احتراز عن الخیانت پر ہے اور ثمن کے غیر مثلی ہونے کی صورت میں اس سے احتراز ناممکن ہے اس وجہ سے اس صورت میں بیع مرابحہ وغیرہ بھی درست نہیں ہوگا۔ (احسن الہدایہ ج ۸/ص ۲۷۸)

(۲) بیع مرابحہ کی تعریف یہ ہے کہ اپنی خریدی ہوئی چیز کو ثمن اول کے عوض کچھ نفع لے کر فروخت کرنا "نقل ماملكه بالعقد الاول بالثمن الاول مع زيادة ربح"

بیع تولیہ کی تعریف یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز کو ثمن اول کے عوض نفع کے بغیر فروخت کرنا "نقل ماملكه بالعقد الاول بالثمن الأول من غير زيادة ربح" (البنایہ: ج ۸/ص ۲۳۱)

(۳) مرابحہ اور تولیہ کے جواز کے چار شرائط ہیں:

(۱) اس میں مبیع اور ثمن دونوں معلوم ہوں۔

(۲) لوگ کسی نکیر کے بغیر یہ فعل انجام دے رہے ہوں۔

(۳) اس طرح کی بیوع کی ضرورت بھی متحقق ہو۔

(۴) بیع مرابحہ اور تولیہ کے جواز پر نبی اکرم ﷺ کا وہ عمل شاہد ہے کہ ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت صدیقؓ سے بیع تولیہ کے طور پر ایک اونٹ خریدا تھا یہ سب کے سب ان کے جواز کی دلیل اور شرائط ہیں۔ (البنایہ: ج ۸/ص ۲۳۲)

(۴) ان تمام کی اجرت کی قیمت کو رأس المال کے ساتھ الحاق کیا جائے گا۔

اس کے الحاق کی دلیل یہ ہے کہ تاجروں کے عرف میں اس طرح کی ملاوٹ کا رواج ہے اور عرف سے ثابت شدہ چیز نص سے ثابت شدہ چیز کی طرح محکم اور قابل عمل ہوتی ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ چیز جس سے بیع یا اس کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے اسے رأس المال کے ساتھ لاحق کر دیا جاتا ہے۔

لان العرف جار بالحاق هذه الأشياء برأس المال فى عادة التجار ولان كل مايزيد فى المبيع او فى قيمته يلحق به (البنايه ج ۸/ص ۲۳۴)

(۵) غلام کی تعلیم پر خرچ ہونے والی رقم کو رأس المال کے ساتھ الحاق نہیں کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائے گا۔ "انفق علی عبده فی تعلم الدراهم لایلحقها برأس المال لانه لیس فیه عرف" (البنایہ ج/۸/ص/۱۳۳۵)

ہدایہ: ج/۳/ص/۵/۷

سوال: فَإِنْ اطَّلَعَ الْمُشْتَرِیْ عَلیٰ خِیَانَةٍ فِی الْمُرَابَحَةِ فَهُوَ بِالْخِیَارِ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهٗ بِجَمِیْعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهٗ، وَإِنْ اطَّلَعَ عَلیٰ خِیَانَةٍ فِی التَّوْلِیَةِ أَسْقَطَهَا مِنَ الثَّمَنِ، وَقَالَ أَبُوْیُوْسُفَ یَحُطُّ فِیْهِمَا وَقَالَ مُحَمَّدٌ یُخَیَّرُ فِیْهِمَا لِلْمُحَمَّدِ أَنَّ الإِعْتِبَارَ لِلتَّسْمِیَةِ لِكَوْنِهٖ مَعْلُوْمًا، وَالتَّوْلِیَةُ وَالْمُرَابَحَةُ تَرْوِیْجٌ وَتَرْغِیْبٌ فَیَكُوْنُ وَصْفًا مَرْغُوْبًا فِیْهِ كَوَصْفِ السَّلَامَةِ فَیَتَخَیَّرُ بِفَوَاتِهٖ.

ترجمہ: پھر اگر بیع مرابحہ میں مشتری کسی خیانت پر مطلع ہوا تو امام صاحبؒ کے نزدیک اسے اختیار ہے، چاہے تو پورے ثمن کے عوض مبیع لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے، اور اگر بیع تولیہ میں کسی خیانت پر مطلع ہوا تو بقدرِ خیانت ثمن ساقط کردے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مرابحہ اور تولیہ دونوں میں مقدار خیانت کو ثمن سے ساقط کردے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں میں اسے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا، امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہی ثمن معتبر ہوگا جو بیان ہوا ہے، کیونکہ وہ معدوم ہے۔ اور تولیہ و مرابحہ کا مقصد ترویج و ترغیب ہے، لہٰذا ان کا تذکرہ وصف سلامتی کے تذکرہ کی طرح وصفِ مرغوب فیہ ہوا، اور اس کے فوت ہونے سے مشتری کو اختیار ملے گا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) امام ابو یوسفؒ کی دلیل اور امام اعظمؒ کے یہاں مرابحہ اور تولیہ کے درمیان فرق کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) اگر بیع مرابحہ میں مشتری کسی خیانت پر مطلع ہوا تو امام صاحب کے یہاں اسے اختیار ہے اگر چاہے تو پورے ثمن کے عوض مبیع کو لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے اور اگر بیع تولیہ میں کسی خیانت پر مطلع ہوا تو بقدر خیانت ثمن ساقط کردے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابو یوسفؒ کا نظریہ یہ ہے کہ بیع مرابحہ اور بیع تولیہ دونوں صورتوں میں مشتری ثمن سے مقدار خیانت کو ساقط کردے البتہ بیع تولیہ میں صرف ثمن سے سقوط ہوگا یعنی جس رقم کا کذب بیانی سے اضافہ کیا ہے ثمن سے اس کو کم کردے گا اور بیع مرابحہ میں ثمن اور نفع دونوں سے مقدار خیانت ساقط کی جائے گی۔

امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں مشتری کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو پورے ثمن کے عوض مبیع لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب مشتری نے ایک متعین ثمن بیان کردیا تو وہ معلوم ہوگیا اور ثمن معلوم ہی کے ساتھ عقد متعلق ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی عقد کا تعلق اسی ثمن کے ساتھ ہوگا جو بیان کیا گیا ہے رہا مرابحہ اور تولیہ کا تذکرہ تو وہ بیع کی ترویج و ترغیب کے لئے ہے اور وصف سلامتی کے مشابہ ہے اور وصف سلامتی کے فوت ہونے سے مشتری کو اختیار ملتا ہے لہٰذا وصف مرابحہ اور تولیہ کے فوت ہونے سے بھی مشتری کو اختیار حاصل ہوگا۔ (احسن الہدایہ ج۸/ص۲۸۲)

(۲) حضرت امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب مشتری نے لفظ مرابحہ یا تولیہ کا تذکرہ کیا تو اب یہی اصل ہوں گے اور ثمن کی تعیین اور اس کے تذکرے سے کوئی بحث نہیں ہوگی اور مرابحہ اور تولیہ کے اصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول معلوم اور متعین ہو تو "بعتک مرابحة علی الثمن الاول" کہنے سے بیع مرابحہ اور "ولیتک بالثمن الاول" کہنے سے بیع تولیہ کا انعقاد ہوجائے گا۔

معلوم ہوا کہ مرابحہ اور تولیہ ہی اصل ہیں اور ان کی صحت کے لیے ثمن اول کا معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ اس پر ان کی بناء ہو سکے اور مقدار خیانت کو کم کیے بغیر اول کی تعیین نہیں ہوگی۔

اس لئے دونوں میں مقدار خیانت کو کم کیا جائے گا ورنہ تو اس پر مرابحہ وغیرہ کی بناء نہیں ہو سکے گی اس لئے کہ مقدار زائد کی خیانت ظاہر ہونے کے بعد اسکی ثمنیت ختم ہوگئی ہے لہٰذا بیع مرابحہ اور بیع تولیہ دونوں میں اس مقدار کو کم کیا جائے گا البتہ بیع تولیہ میں مقدار خیانت کو کم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا جائے گا اور بیع مرابحہ سے مقدار خیانت اور ثمن دونوں کو کم کیا جائے۔

امام اعظمؒ کی تولیہ اور مرابحہ میں فرق کرنے کی وجہ:

بیع تولیہ میں حط یعنی مقدار خیانت کو کم کرنا نہیں ہوگا تو بیع تولیہ نہیں رہے گی بلکہ بیع مرابحہ ہونا لازم آئے گا اور اگر مقدار خیانت کو کم نہیں کرتے تو تصرف تبدیل ہو جائے گے اور تصرف کی تبدیلی درست نہیں ہے اس لئے حط کے قائل ہیں۔

اور بیع مرابحہ میں اختیار کے قائل اس لئے ہیں کہ اگر مقدارِ خیانت کو کم نہیں کرتے تو نفع میں تفاوت لازم آئے گا تصرف تبدیل نہیں ہوگے اور اس صورت میں رضامندی فوت ہو جائے گی اس کی وجہ سے اختیار دیا جائے گا۔

لولم يحط فى التولية لايبقى العقدتولية لانهاتكون بالثمن الاول وهذا ليس كذلك لكن لايجوزان لاتبقى تولية لئلا يتغير التصرف فتعين الحط لولم يحط فى المرابحه تبقى مرابحة وان كان يتفاوت الربح فلايتغير التصرف فامكن القول بالتخيير لفوات الرضا (البنايه: ج/۸/ص/۲۳۷)

ہدایہ: ج/۳/ص/۷۶

سوال: مَنِ اشْتَرىٰ ثَوْبًا فَبَاعَهُ بِرِبْحٍ ثُمَّ اشْتَرَاهُ، فَإِنْ بَاعَهُ مُرَابَحَةً طَرَحَ عَنْهُ كُلَّ رِبْحٍ كَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَإِنْ كَانَ اِسْتَغْرَقَ الثَّمَنَ لَمْ يَبِعْهُ مُرَابَحَةً وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَؒ وَقَالَا يَبِيْعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى الثَّمَنِ الْأَخِيْرِ: لَهُمَا أَنَّ الْعَقْدَ الثَّانِيَ عَقْدٌ مُتَجَدِّدٌ مُنْقَطِعُ الْأَحْكَامِ عَنِ الْأَوَّلِ فَيَجُوْزُ بِنَاءُ الْمُرَابَحَةِ عَلَيْهِ كَمَا إِذَا تَخَلَّلَ ثَالِثٌ، وَلِأَبِي حَنِيْفَةَؒ أَنَّ شُبْهَةَ حُصُوْلِ الرِّبْحِ بِالْعَقْدِ الثَّانِي ثَابِتَةٌ، لِأَنَّهُ يَتَأَكَّدُ بِهِ بَعْدَ مَا كَانَ عَلىٰ شَرَفِ السُّقُوْطِ.

ترجمہ: جس شخص نے کوئی کپڑا خریدا پھر نفع کے ساتھ اسے فروخت کر دیا پھر دوبارہ اسی کو خرید لیا، تو اگر اس کو مرابحہ کے طور پر بیچنا چاہے تو اس سے پہلے حاصل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونے والے تمام نفع کو ثمن سے ساقط کردے، اور اگر نفع ثمن کو گھیر لے، تو وہ اسے بیع مرابحہ کے طور پر فروخت نہیں کرسکتا۔ اور یہ حکم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے، حضراتِ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بائع اول مبیع کو آخری ثمن پر بطور مرابحہ فروخت کرسکتا ہے۔ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ عقد ثانی ایک نیا عقد ہے جو کہ عقد اول سے جدا گانہ احکام رکھتا ہے لہٰذا اس عقد پر بیع مرابحہ کی بناء کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ جب اس صورت میں درمیان میں کوئی تیسرا شخص آجائے، حضرت امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ عقدِ ثانی کے ذریعہ حصولِ نفع کا شبہہ ثابت ہے، کیونکہ عقدِ ثانی سے وہ نفع مؤکد ہوگیا ہے حالاں کہ ظہورِ عیب کے بعد وہ نفع ساقط ہونے کنارہ پر تھا۔

جزئیات: (۱) اس مسئلہ کی صورت تحریر کریں (۲) بیع مرابحہ اور تولیہ کی تعریف نقل کریں (۳) امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے مذاہب مع دلائل وضاحت سے تحریر کریں (۴) بخلاف ما اذا تخلل ثالث سے کیا بیان کیا جارہا ہے۔

جواب: (۱) اس مسئلہ کی صورت جسکو خود صاحب ہدایہ نے بیان فرمایا ہے مثلاً اخلد نے صداقت سے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا پھر منیر سے پندرہ درہم میں اسے بیچ دیا اور عاقدین کے عوضین پر قبضہ کرنے کے بعد مشتری اول یعنی اخلد نے مشتری ثانی یعنی منیر سے وہی کپڑا دس درہم میں خرید لیا تو اب وہ ثمن سے پانچ درہم کم کردے اور پانچ روپئے پر مرابحہ کرے اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھے پانچ روپیہ میں پڑا ہے اور میں اس پر اتنا نفع لے کر بیع مرابحہ کے طور پر اسے بیچ رہا ہوں اور یہ نہ کہے کہ میں نے پانچ روپئے میں اسے خریدا ہے ورنہ تو وہ کاذب ہوجائے گا اور کذب سے شریعت نے منع کیا ہے یہ صورت جب ہے جبکہ نفع پورے ثمن کو محیط نہ ہو۔

نفع کا پورے ثمن کو محیط ہونے کی صورت یہ ہے کہ اخلد نے صداقت سے دس درہم میں ایک کتاب خریدی اور اخلد نے اس کتاب کو منیر سے بیس درہم میں مرابحہ فروخت کرد. پھر اخلد نے دس درہم میں منیر سے اسی کتاب کو خرید لیا تو اب دوبارہ اس چیز کو بیع مرابحہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طور پر فروخت نہیں کرسکتا۔

(۲) مرابحہ کی تعریف یہ ہے کہ اپنی خریدی ہوئی چیز کو ثمن اول کے عوض کچھ نفع لے کر فروخت کرنا "نقل ماملکه بالعقدالاول بالثمن الاول مع زيادة ربح"

تولیہ کی تعریف یہ ہے کہ اپنی خریدی ہوئی چیز کو ثمن اول کے عوض نفع کے بغیر فروخت کرنا "نقل ماملکه بالعقدالاول بالثمن الاول من غيرزيادة ربح"

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب:

امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز خرید کر نفع کے ساتھ فروخت کردی پھر دوبارہ اسی چیز کو خرید لیا تو اگر اس کو مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو اس سے پہلے حاصل ہونے والے تمام نفع کو ثمن سے ساقط کردے اور اگر نفع پورے ثمن کو محیط ہو تو وہ اسے بیع مرابحہ کے طور پر فروخت نہیں کرسکتا۔

امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ عقد اول میں مشتری کو جو بھی نفع ملا ہے اس کے حصول میں عقد ثانی کا واسطہ ہونے کا شبہ موجود ہے اس لئے عقد ثانی ہی کیوجہ سے وہ نفع مؤکد اور مستحکم ہوا ہے اگر عقد ثانی کا وجود نہ ہوتا تو اس میں استحکام نہ آتا بایں طور کہ مشتری ثانی کسی عیب وغیرہ کیوجہ سے اگر پہلی صورت میں مبیع واپس کردیتا تو مشتریٔ اول کو جو پانچ درہم کا نفع مل رہا تھا وہ بھی ساقط ہوجاتا مگر جب عقد ثانی ہوگیا اور مشتریٔ اول نے مشتریٔ ثانی سے اسے خرید لیا تو ظاہر ہے کہ مشتری ثانی پر واپسی ممتنع ہوگئی اور مشتریٔ اول کے لئے پانچ درہم کا نفع مضبوط اور ثابت ہوگیا اس اعتبار سے گویا عقد ثانی کا بھی حصول نفع میں عمل دخل ہے اور یہ ایسا ہوگیا گویا کہ مشتریٔ اول نے مشتریٔ ثانی سے دس درہم کے عوض کپڑا بھی خریدا اور پانچ درہم بھی خریدے۔

لہٰذا پانچ درہم ثمن کے پانچ نقد درہم کے مقابلے میں ہوگئے اور کپڑے کے مقابلے میں صرف پانچ درہم ہوئے لہٰذا مشتریٔ اول اسے صرف پانچ درہم پر نفع لے کر فروخت کرسکتا ہے اس لئے کہ اگر وہ دس درہم پر مرابحہ فروخت کرے گا تو اس میں خیانت کا شبہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوگا حالانکہ احتیاط کے پیش نظر بیع مرابحہ میں خیانت اور شبہ خیانت دونوں سے احتراز ضروری ہے اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی شبہ خیانت سے بچتے ہوئے پانچ درہم سے زائد پر مرابحتہ فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

حضرات صاحبینؒ کا مذہب ہے کہ مشتری اول مبیع کو چاہے پانچ درہم نفع لے کر فروخت کرے یا دس درہم نفع کے ساتھ فروخت کرے، بہر دو صورت اسے ثمن اخیر یعنی دس درہم پر مرابحۃً فروخت کرنا درست ہوگا۔

حضرات صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ عقد ثانی ایک نیا عقد ہے اور اس کے احکام عقد اول سے بالکل جدا ہیں اس لئے کہ بذات خود وہ ایک مستقل عقد ہے یہی وجہ ہے کہ اگر عقد اول میں خیار شرط وغیرہ ہو تو عقد ثانی میں وہ خیار نہیں ہوگا لہٰذا جب عقد ثانی عقد اول سے الگ نوعیت کا ہے تو عقد اول سے حاصل کئے گئے منافع یہاں آ کر ساقط نہیں ہوں گے اور دونوں صورتوں میں مشتری اول کے لئے ثمن اخیر یعنی دس درہم پر مرابحہ کرنا درست ہوگا۔

(۴) "بخلاف ما اذا تخلل ثالث" یہاں سے حضرات صاحبین کے قیاس کا جواب دیتے ہوئے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ صورت مسئلہ کو "تخلل ثالث" والی صورت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ثالث کے بیچ میں آجانے کیوجہ سے عقد اول میں ملنے والے نفع کا مؤکد ہونا اسی تیسرے شخص کیوجہ سے ہوگا اور اسکی تاکید اور مضبوطی میں شراء ثانی اور عقد ثانی کا کوئی بھی دخل نہیں ہوگا اور جب اس میں عقد ثانی کا کوئی اثر نہیں ہوگا تو شبہ خیانت بھی منتفی ہو جائے گا اور اس صورت میں دس درہم پر مرابحہ کرنا درست ہوگا "الحاصل صورت" مسئلہ کو مسئلہ تخلل ثالث پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مقیس علیہ اور مقیس کا متحد السبب ہونا ضروری ہے۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۲۷۸)

ہدایہ: ج/۳/ص/۷۷

سوال: وَإِذَا كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ بِالنِّصْفِ، فَاشْتَرَى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ثَوْبًا بِعَشَرَةٍ وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِخَمْسَةَ عَشَرَ، فَإِنَّهُ يَبِيْعُهُ مُرَابَحَةً بِاثْنَي عَشَرَ خِلَافًا لِزُفَرَ مَعَ أَنَّهُ اشْتَرَى مَالَهُ بِمَالِهِ، لِمَا فِيْهِ مِنْ اِسْتِفَادَةِ وِلَايَةِ التَّصَرُّفِ وَهُوَ مَقْصُوْدٌ وَالْاِنْعِقَادُ يَتْبَعُ الْفَائِدَةَ فَفِيْهِ شُبْهَةُ الْعَدَمِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ وَكِيْلٌ عَنْهُ فِي الْبَيْعِ الْأَوَّلِ مِنْ وَجْهٍ فَاعْتُبِرَ الْبَيْعُ الثَّانِيْ عَدَمًا فِيْ حَقِّ نِصْفِ الرِّبْحِ.

ترجمہ: اور جب مضارب کے پاس نصف (منافع) پر دس درہم ہوں، پھر اس نے دس درہم سے کپڑا خرید کر پندرہ درہم میں رب المال کو بیچ دیا، تو رب المال اس کپڑے کو ساڑھے بارہ درہم پر بطور مرابحہ فروخت کرسکتا ہے۔ اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے، حالانکہ رب المال اپنے مال کے بدلہ اپنا ہی مال خریدتا ہے، اس لئے کہ اس میں ولایتِ تصرف کا فائدہ ہے اور یہی مقصودِ بیع ہے اور انعقادِ بیع کے بعد ہی نفع ملتا ہے، لیکن پھر بھی اس میں عدم جواز کا شبہ ہے، کیا نہیں دیکھتے ہو کہ مضارب بیع اول میں من وجہ رب المال کا وکیل ہوتا ہے، اس لئے نصف ربح کے حق میں بیعِ ثانی کو معدوم مان لیا گیا۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں صاحب کتاب یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے دوسرے کو مضاربت کے لئے دس درہم دیئے اور دونوں میں آدھے آدھے نفع کی بات طے ہوئی اس کے بعد مضارب نے ان دس درہم سے کپڑے کا ایک تھان خریدا اور رب المال کے ہاتھوں پندرہ روپے میں اسے فروخت کر دیا اب اگر رب المال اس کپڑے کو مرابحۃً بیچنا چاہے تو ساڑھے بارہ درہم پر بیچ سکتا ہے پندرہ پر وہ مرابحہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ پندرہ درہم میں مرابحہ کرنے سے خیانت کا شبہ ہوتا ہے اور مرابحہ میں اس سے بچنا ضروری ہے۔

اگرچہ احناف کے نزدیک بدون ربح اس طرح کی بیع کا جواز ہے لیکن امام زفرؒ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں اور ان کے یہاں اس طرح بدون ربح بیع درست نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام زفرؒ کی دلیل: یہ ہے کہ ''بیع مبادلۃ المال با لمال'' کا نام ہے اور مضاربت بدون ربح کی صورت میں پورا کا پورا مال رب المال کا ہوتا ہے اس لئے ''مبادلۃ المال بالمال'' متحقق نہ ہونے کیوجہ سے مضاربت بدون ربح میں مضارب کا رب المال سے بیچنا ناجائز ہے اور احناف اس صورت کو بھی جائز کہتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں اگر چہ اس میں رب المال کا مالی نفع نہیں ہے مگر اس کے علاوہ اسے ایک دوسرا نفع حاصل ہو رہا ہے اور وہ ولایت تصرف کا نفع یعنی مضاربت میں دینے کیوجہ سے جن دس دراہم پر رب المال کی ولایت تصرف منقطع ہوگئی تھی اس دس دراہم کے خریدے ہوئے تھان کو خریدنے کیوجہ سے اب پھر رب المال کو ولایت تصرف حاصل ہوگئی اور ولایت تصرف ہی بیع میں مقصود ہوتی ہے اور چوں کہ انعقاد عقد کے بعد ہی یہ ولایت حاصل ہوگی اس لئے عقد درست اور جائز ہوگا۔

لیکن اس کے باوجود حقیقتاً ''مبادلۃ المال بالمال'' کے فقدان کیوجہ سے اس میں عدم جواز کا شبہ ہے نیز مضارب من وجہ رب المال کا وکیل ہوتا ہے کہ جس طرح وہ اپنی منفعت کے لئے کام کرتا ہے اسی طرح رب المال کی منفعت کے لئے بھی کام کرتا ہے وکیل اور مؤکل کے درمیان بیع جائز نہیں ہے لہٰذا مضارب اور رب المال کے درمیان بھی جائز نہیں ہونی چاہئے لہٰذا جب اس کے جواز میں شبہ ہے تو بیع ثانی یعنی مرابحہ نصف ربح کے حق معدوم ہو جائے گی اس لئے کہ شبہ کا اثر اسی نصف پر ہوگا کیوں کہ دس درہم تو رب المال کے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور مضارب کا حصہ بھی شبہ سے پاک ہے شبہ صرف رب المال والے ڈھائی درہم میں ہے اور بیع مرابحہ کا شبے سے پاک ہونا ضروری ہے اس لئے وہ ڈھائی درہم ثمن سے ساقط ہو جائیں گے اور رب المال کے دس اور مضارب کے ڈھائی کل ملا کر ساڑھے بارہ درہم پر مرابحہ کرنا درست ہو جائے گا۔

(۲) اختلاف الائمہ: امام زفرؒ کا مذہب یہ ہے کہ بدون نفع کے مضارب کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رب المال سے خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے۔

امام زفرؒ کی دلیل: "بیع مبادلۃ المال با لمال" کا نام ہے اور مضاربت بدون ربح کی صورت میں پورا کا پورا مال رب المال کا ہوتا ہے اس لئے "مبادلۃ المال با المال" متحقق نہ ہونے کیوجہ سے مضاربت بدون ربح میں مضارب کا رب المال سے بیچنا ناجائز ہے۔

احناف کا مذہب: یہ ہے کہ بدون نفع کے مضارب کا رب المال سے خرید وفروخت کرنا درست ہے۔

احناف کی دلیل: یہ ہے کہ اگر چہ رب المال کا مالی نفع نہیں ہے مگر اس کے علاوہ اسے ایک دوسرا نفع حاصل ہورہا ہے اور وہ ولایت تصرف کا نفع ہے جو مال کو مضاربت میں دینے کیوجہ سے ختم ہو گیا تھا اب اس مال سے خریدے ہوئے تھان کو خرید نے کیوجہ سے اب پھر سے رب المال کو تصرف حاصل ہو گیا ہے اور ولایت تصرف ہی بیع میں مقصود ہوتا ہے اور چوں کہ انعقاد عقد کے بعد ہی ولایت حاصل ہوگی اس لئے عقد درست ہو جائے گا۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۷۷

سوال: مَنْ اِشْتَرَىٰ جَارِيَةً فَأُعْوِرَتْ أَوْ وَطِئَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ يَبِيْعُهَا مُرَابَحَةً، وَلَا يُبَيِّنُ لِأَنَّهُ لَمْ يَحْتَبِسْ عِنْدَهُ شَيْئٌ يُقَابِلُهُ الثَّمَنُ، لِأَنَّ الْأَوْصَافَ تَابِعَةٌ لَا يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ، وَلِهٰذَا لَوْفَاتَتْ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ لَا يَسْقُطُ شَيْئٌ مِنَ الثَّمَنِ، وَكَذَا مَنَافِعُ الْبُضْعِ لَا يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ.

ترجمہ: جس شخص نے باندی خریدی پھر وہ کانی ہوگئی، یا اس سے وطی کر لی حالانکہ وہ ثیبہ تھی تو وہ اسے مرابحۃً فروخت کر سکتا ہے، اور بیان نہ کرے۔ اس لئے کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رُکی جس کے مقابلہ میں ثمن ہو، کیونکہ اوصاف تابع ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا اسی وجہ سے اگر مشتری کی جانب سپردگی سے پہلے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کی آنکھ فوت ہو جائے تو کچھ بھی ثمن ساقط نہیں ہوگا، اسی طرح منافعِ بضع کے مقابلہ میں بھی ثمن نہیں ہوتا۔

جــز شبہات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اگر باندی خریدنے کے بعد اس کی آنکھ خراب ہو جائے تو اس بارے میں امام ابو یوسف کا مسلک کیا ہے؟ اور امام شافعی کا مذہب بھی نقل کریں اور امام شافعی کے اس حکم کی وجہ تحریر کریں (۳) اگر مشتری نے باندی کی آنکھ از خود خراب کردی تو کیا حکم ہے؟ (۴) اگر کپڑے کو چوہے نے کاٹ دیا یا آگ نے جلا دیا تو اس کو بیان کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس نے خود کپڑے کی تہہ کرتے ہوئے کاٹ دیا یا خراب کردیا تو اس کو بیان کرنا ضروری ہے ان کے فرق کو واضح کریں۔

جــواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خرید لی اور وہ صحیح سالم تھی مگر مشتری کے قبضے میں کسی آفت سماویہ کیوجہ سے یا خود باندی کے اپنے فعل کے سبب وہ کانی ہوگئی یا اس کا کوئی وصف فوت ہوگیا یا مشتری نے ثیبہ باندی خریدی اور اس سے وطی کرلی تو ان دونوں صورتوں میں اگر مشتری اس باندی کو بیع مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

اور اس کو یہ وضاحت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوگی کہ میں نے اسے صحیح سالم خریدی تھی مگر بعد میں یہ کانی ہوگئی اور مشتری پورے ثمن پر مرابحہ کرے گا ثمن میں کمی تو اس لئے نہیں ہوگی کہ باندی کا صحیح سالم ہونا اوصاف میں سے ہے اور وصف کے فوت ہونے سے ثمن میں کوئی کمی نہیں آتی اس لئے کہ اوصاف کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور مشتری کو کسی وضاحت وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ باندی کے کانی ہونے میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے وہ تو اپنے فعل سے یا آفت سماویہ سے کانی ہوئی ہے لہٰذا وصف بصارت کی گم گردگی سے مشتری کے پاس مبیع کا کوئی جز محبوس نہیں ہوا اور ثمن میں کمی یا وضاحت انہی اسباب سے ہوتی ہے لہٰذا جب یہ دونوں چیزیں نہیں ہے تو نہ ہی ثمن کم ہوگا اور نہ ہی مشتری کو کسی قسم کے بیان اور وضاحت کی ضرورت ہوگی اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جب چاہے وہ پورے ثمن پر مرابحہ کرنے کا حق دار ہوگا۔

چوں کہ اوصاف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتا اسی لئے اگر عقد بیع کے بعد مشتری کی جانب سپردگی مبیع سے پہلے پہلے اس کا کوئی وصف زائل ہو جائے تو اس وصف کے زائل ہونے سے ثمن میں کوئی کمی نہیں آئیگی اس طرح منافع بضع بھی چوں کہ مالیت سے عاری اور خالی ہوتے ہیں اس لئے ان کے زوال سے بھی ثمن پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ (احسن الہدایہ ج/۸ ص/۲۹۱)

(۱) اگر باندی خریدنے کے بعد اسکی انکھ خراب ہوگئی تو اب امام ابو یوسف کا ایک قول یہ ہے کہ اس کو بیع مرابحہ پر فروخت کرتے وقت اس کا بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ پہلے صحیح سالم تھی بعد میں اس کو یہ عیب لاحق ہوا ہے۔

وعن ابی یوسف فی الفصل الاول وهو اذا اشتری جاریة فاعورت انه لایبیع من غیر بیان (البنایہ: ج/۸ ص/۲۴۳)

امام شافعیؒ کا مذہب بھی امام ابو یوسف کے مذہب ہی کے مثل ہے اور امام شافعیؒ کے اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اوصاف کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے اور ان کے نزدیک عیب آفت سماویہ سے لگا ہو یا کسی انسان کے عمل سے لگا ہو دونوں برابر ہے اس لئے ان کے یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔

وأما الشافعي فيقول وجب البيان بناء على مذهبه ان للاوصاف حصة من الثمن وأن التعيب بأنه سماوية ويضع العباد سواء عندهٗ (البنایہ / ج /۸ ص / ۲۴۳)

(۳) اگر مشتری نے باندی کو خریدنے کے بعد خود اسکی آنکھ خراب کردی ہو تو اس کو بیان کرنا ضروری ہے کہ پہلے باندی اس عیب سے پاک تھی بعد میں یہ عیب اسکو لاحق ہوا ہے کیونکہ وہ وصف اتلاف کیوجہ سے مقصود ہوگیا ہے اور مقصود کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے اس لئے بیان کرنا ضروری ہے۔

اما اذا فقأ عينها بنفسه لم يبعها مرابحة حتى يبين لانهٗ صار مقصوداً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بالاتلاف فیقابلها شئی من الثمن (ھدایہ:ص/۷۷)

(۴) اگر کپڑے کو چوہے نے کاٹ دیا یا آگ نے جلا دیا تو اس کو بیان کرنا ضروری نہیں ہے کہ پہلے یہ عیب سے پاک تھا اور بعد میں اس کو عیب لگا ہے لیکن اگر اس سے کپڑے کی تہہ کرنے اور کھولنے میں کٹ گیا یا خراب ہو گیا تو اب اس عیب کو بیان کرنا ضروری ہے ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں ایسا وصف فوت ہوا ہے جو اصل کے تابع ہے اور ثمن اصل کے مقابلہ میں ہوتی ہے تابع کے مقابلہ نہیں ہوتی ہے ''لان الاوصاف تابعة لایقابلها الثمن ولذا لایجب البیان'' دوسری صورت میں وصف کے اتلاف کی وجہ سے وہ وصف مقصود ہو گیا اور مقصود کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں بیان کرنا ضروری ہے۔

لانه صار مقصودا بالاتلاف فیقا بلها شئی من الثمن ولذا یجب البیان (البنایہ: ج/۸/ص/۲۴۳)

ھدایہ: ج/۳/ص/۷۸

سوال: وَمَنْ اِشْتَرٰی غُلَامًا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ نَسِيْئَةً فَبَاعَهُ بِرِبْحٍ مِائَةٍ وَلَمْ يُبَيِّنْ فَعَلِمَ الْمُشْتَرِیْ فَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ وَإِنْ شَاءَ قَبِلَ۔

ترجمہ: اگر کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے عوض ادھار کوئی غلام خریدا، پھر اسے وضاحت کے بغیر سو روپیہ نفع لیکر بیچ دیا اس کے بعد مشتری کو یہ علم ہوا تو (اسے اختیار ہے) اگر چاہے تو مبیع کو واپس کر دے اور اگر چاہے تو قبول کر لے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ادھار خریدی ہوئی چیز کو بغیر وضاحت کے بیع مرابحہ کے طور پر فروخت کرنے پر ظہور خیانت کے بعد اختیار حاصل ہونے کی دلیل تحریر کریں (۳) اگر مبیع مشتری ثانی کے پاس ہلاک ہو گئی تو کیا حکم ہے۔ (۴) اگر مشتریٔ اول نے مشتریٔ ثانی کو ادھار خریدی ہوئی چیز بیع تولیہ کے طور پر دی ہو اور وضاحت نہ کی ہو تو ظہور خیانت پر کیا حکم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک ہزار درہم ادھار کے عوض کوئی غلام خرید ا اس کے بعد گیارہ سو روپے میں مرابحۃً اسے بیچ دیا اور مشتری ثانی کے سامنے یہ وضاحت نہیں کی کہ میں نے اسے ادھار خریدا تھا مگر کسی طرح اس کو معلوم ہو گیا تو اب اسے یعنی مشتری ثانی کو لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا اگر وہ لینا چاہے تو پورے ثمن یعنی گیارہ سو روپے میں لے لے ورنہ تو مبیع کو واپس کر کے بیع فسخ کر دے۔

(احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۲۹۳)

(۲) ظہور خیانت پر اختیار حاصل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مشتری اول نے غلام کو ایک مدت پر ادھار خریدا تھا اور میعاد مبیع کے مشابہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ میعاد کیوجہ سے ثمن بڑھ جایا کرتا ہے، مثلاً ایک چیز پندرہ سو میں ملتی ہے لیکن اگر آپ ادھار خریدیں گے تو ہی چیز اٹھارہ سو میں ملے گی تو جب میعاد مبیع کے مشابہ ہے اور اس باب میں شبہ حقیقت کے قائم مقام ہے تو یہ ایسا ہو گیا کہ مشتری نے ایک ہزار کے عوض غلام اور میعاد دونوں کو خریدا ہیں اور ان میں سے صرف ایک ہی کو دونوں کے مجموعی ثمن پر مرابحۃً فروخت کیا ہے جو خیانت ہے جبکہ مرابحہ میں خیانت اور دغابازی سے احتراز ضروری ہے اس لئے ظہور خیانت کے بعد مشتری ثانی کو لینے نہ لینے کا اختیار حاصل ہوگا۔

(۳) اگر مبیع مشتری ثانی کے پاس ہلاک ہو جائے تو اب اس کو لینے نہ لینے کا اختیار نہیں ہوگا بلکہ پورے ثمن پر خریدنا اور ثمن کو ادا کرنا ضروری ہوگا۔ "وان استهلكه ثم علم لزمه المشترى لتعذر الفسخ" (البنایہ: ج/۸/ص/۲۴۴)

(۴) اگر ادھار خریدی ہوئی چیز بیع تولیہ کے طور پر فروخت کی اور مشتری ثانی کو علم ہو گیا تو اب اس کو بھی لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ خیانت کے سلسلے میں مرابحہ اور تولیہ دونوں کا حکم یکساں ہیں۔ "فان كان ولاه اياه ولم يبين ثم علم المشترى كان له الخيار لان الخيانة فى التولية مثلها فى المرابحة" (البنایہ: ج/۸/ص/۲۴۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج/۳/ص/۷۸

سوال: وَمَنْ وَلَّى رَجُلًا شَيْئًا بِمَا قَامَ عَلَيْهِ وَلَمْ يعلم الْمُشْتَرِىُ بِكَمْ عَلَيْهِ فَالبَيْعُ فَاسِدٌ لَجهَالَةِ الثَّمَنِ فَإِنْ أَعْلَمَهُ الْبَائِعُ بِثَمَنِهِ فِي الْمَجْلِسِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ لأَنَّ الْفَسَادَ لَمْ يَتَقَرَّرْ، فَإِذَا حَصَلَ الْعِلْمُ فِي الْمَجْلِسِ جُعِلَ كَإِبْتِدَاءِ الْعَقْدِ، وَصَارَ كَتَأخِيرِ الْقُبُوْلِ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ، وَبَعْدَ الإِفْتِرَاقِ قَدْ تَقَرَّرَ فَلَايَقْبَلُ الصَّلَاحَ وَنَظِيرُهُ بَيْعُ الشَّيْئِ بِرَقْمِهِ إِذَا عُلِمَ فِي ذَالِكَ الْمَجْلِسِ، وَإِنَّمَا يَتَخَيَّرُ لأَنَّ الرِّضَاءَ لَمْ يَتِمْ قَبْلَهُ لِعَدَمِ الْعِلْمِ فَيَتَخَيَّرُ كَمَا فِي خِيَارِ الرُّؤْيَةِ.

ترجمہ: جس شخص نے کسی آدمی سے اس قیمت پر کوئی چیز بطور تولیہ بیچی جس پر وہ اس کو پڑی ہے اور مشتری کو یہ نہیں معلوم کہ وہ بائع کو کتنے میں پڑی ہے تو ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہوگی، پھر اگر بائع مشتری کو اس کے ثمن سے مجلسِ عقد میں آگاہ کردے، تو مشتری کو اختیار ہوگا، اگر چاہے تو اسے لے لے اور اگر نہ لینا چاہے تو چھوڑ دے، اس لئے کہ فساد ابھی مستحکم نہیں ہوا ہے، لہٰذا جب مجلس عقد میں ثمن کا علم ہوگیا۔ تو یہ ابتدائے عقد میں علم کے مانند ہوگیا اور آخرِ مجلس تک قبول کو مؤخر کرنے کی طرح ہوگیا: اور مجلس سے جدا ہونے کے بعد فساد مستحکم ہوگیا، اس لئے وہ اصلاح کو قبول نہیں کرے گا۔ اور اس کی نظیر لکھی ہوئی قیمت پر کسی چیز کی فروختگی ہے۔ بشرطیکہ مجلس عقد ہی میں ثمن کا علم ہوجائے، اور مشتری کو اختیار اس لئے دیا جائے گا، کہ مقدار ثمن کے جاننے سے پہلے عدمِ علم کی بناء پر اس کی رضامندی تام نہیں تھی، لہٰذا خیارِ رویت کی طرح اس میں بھی اختیار دیا جائے گا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) بیع بالرقم کی کیا صورت ہے واضح کیجئے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بکر نے کوئی چیز خریدی اور اس نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زید کو بطور تولیہ کے فروخت کر دی لیکن ثمن بتا کر فروخت نہیں کی بلکہ یہ کہہ کر بیچا کہ جتنے میں مجھے پڑی ہے میں تم سے اتنے میں فروخت کر رہا ہوں اور زید کو بھی معلوم نہیں ہے کہ بکر کو وہ چیز کتنے میں پڑی ہے تو اس صورت میں ثمن مجہول ہے اور جہالت ثمن مفسد عقد ہے اس لئے اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی پھر اگر بائع نے اس کو مجلس میں ہی آگاہ کر دیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے لے اور چاہے نہ لے اور یہ استحسان ہے کیونکہ فساد ابھی مستحکم نہیں ہوا پس جب مجلس میں ہی مشتری اس کے دام سے آگاہ ہو گیا تو یہ ابتدائی عقد کے مانند ہو گیا گویا بائع نے ان داموں کے عوض فروخت کا ایجاب کیا پس مشتری کو اختیار ہے چاہے قبول کرے اور چاہے رد کرے اور اس صورت میں عقد درست ہو گا۔

اسی طرح اس صورت میں بھی عقد صحیح ہو گا اور جس طرح تاخیر قبول آخر مجلس (یعنی اگر بائع نے بعت کہا اور مشتری نے اخیر مجلس میں اشتریت کہا) تک معاف ہے اسی طرح حصول علم بھی آخر مجلس تک معاف ہو گا اور مجلس عقد کی کسی بھی ساعت میں مقدار ثمن معلوم ہونے سے عقد درست ہو جائے گا۔

اور عاقدین کے مجلس سے جدا ہونے کے بعد چوں کہ فساد مستحکم ہو جاتا ہے اس لئے مجلس عقد کے بعد حاصل ہونے والا علم اس پر اثر انداز نہیں ہو گا اور یہ فساد اصلاح کو قبول نہیں کرے گا اس لئے تفریق عن المجلس کی صورت میں عقد درست نہیں ہو گا۔

صاحب ہدایہ ایک نظیر کے ذریعہ اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہے نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے لکھی ہوئی قیمت کی طرف اشارہ کر کے کوئی چیز فروخت کی تو اس صورت میں بائع کو تو وہ ثمن معلوم ہے مگر مشتری اس سے ناواقف رہتا ہے اس لئے جہالت ثمن کیوجہ سے عقد فاسد ہے لیکن اگر بائع مجلس عقد کے اندر اندر مشتری کو لکھی ہوئی مقدار پر مطلع کر دے تو چوں کہ عدم افتراق مجلس کیوجہ سے فساد مستحکم نہیں ہوا تھا اس لئے یہ بیع درست اور صحیح ہو جائے گی اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی جب مجلس عقد کے دوران مشتری کو مقدار ثمن کا علم ہو گیا تو ظاہر ہے کہ فساد مستحکم ہونے سے پہلے ہی زائل ہو گیا اس لئے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صورت میں بیع درست ہو جائے گی۔

اب مشتری کو اختیار ملنے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ مشتری کو خیار اس لئے ملتا ہے کہ بیع ”مبادلة المال بالمال بالتراضی“ کا نام ہے اور صورت مذکورہ میں جہالت ثمن کیوجہ سے مشتری کی رضامندی پوری نہیں ہوتی اس لئے اس کی رضامندی کو معلوم کرنے کے لئے اس کو اختیار حاصل ہوگا جس طرح خیار عیب میں بغیر دیکھے قبول کرنے کے بعد بھی خیار حاصل ہوتا ہے۔ (احسن الہدایہ ج/۸/ص/۷)

(۲) بیع بالرقم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ تاجر لکھی ہوئی قیمت کی طرف اشارہ کر دیتا ہے یا تاجرانہ علامت ہوتی ہے کہ تاجر لکھی ہوئی قیمت کی طرف اشارہ کر دیتا ہے اسکے ذریعہ قیمت کو بیان کرتا ہے تو اس صورت میں بائع کو تو قیمت معلوم ہوتی ہے لیکن مشتری اس سے ناواقف رہتا ہے

صورته ان التاجر يرقم الثياب اى يعلمها بعلامة بان ثمنها كذا فيبيع بذلك الثمن الذى هو معلوم للبائع غير معلوم للمشترى (البنايه: ج/۸/ص/۲۴۶)

ہدایہ: ج/۳/ص/۹۷

سوال: وَيَجُوْزُ بَيْعُ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَايَجُوْزُ رُجُوْعاً إِلَى إِطْلَاقِ الْحَدِيْثِ وَاعْتِبَاراً بِالْمَنْقُوْلِ، وَصَارَ كَالْإِجَارَةِ وَلَهُمَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ فِيْ مَحَلِّهِ، وَلَاغَرَرَ فِيْهِ، لِأَنَّ الْهَلَاكَ فِي الْعَقَارِ نَادِرٌ.

ترجمہ: حضرات شیخینؒ کے نزدیک قبل القبض زمین کی فروخت جائز ہے، حضرت امام محمدؒ اطلاقِ حدیث کی طرف رجوع کر کے اور منقول پر اعتبار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جائز نہیں اور یہ اجارہ کی طرح ہے۔ حضراتِ شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اپنے اہل سے صادر ہو کر اپنے محل میں واقع ہوا اور اس میں غرر بھی نہیں ہے کیونکہ زمین کی ہلاکت شاذ و نادر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) شیخینؒ اور امام محمدؒ کے مسلک کی وضاحت کریں۔(۲) فریقین کے دلائل کی تشریح کیجئے (۳) امام محمدؒ کی دلیل میں جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس کو بیان کیجئے (۴) قبل القبض زمین کو اجارہ پر دینے کا کیا حکم ہے (۵) مکیلی اور موزونی اشیاء میں قبل الکیل اور قبل الوزن تصرف کرنے کا کیا حکم ہے (۶) اس حکم کے متعلق سے جو حدیث ہے اس کو نقل کریں۔

جواب: اختلاف الائمہ: (۱) حضرات شیخین کے نزدیک قبل القبض زمین کو فروخت کرنا جائز ہے حضرت امام محمد کے نزدیک قبل القبض زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے

(۲) حضرت امام محمدؒ کی دلیل حدیث شریف "نھی النبیؐ عن بیع مالم یقبض" کا اطلاق ہے کہ حدیث شریف میں لفظ ما عام ہے جو منقول اور غیر منقول سب کو شامل ہے پھر یہ ہے کہ قبل القبض منقول کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے تو غیر منقول کی بھی بیع قبل القبض ناجائز ہوگی۔ حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں صحت بیع کی تمام شرائط موجود ہیں اس لئے کے بیع کا رکن یعنی ایجاب وقبول اپنے اہل (عاقل بالغ) سے صادر ہو کر اپنے محل یعنی مال مملوک کی طرف منسوب ہے اور چوں کہ زمین کی ہلاکت نادر الوقوع ہے اس لئے یہاں غرر کا پہلو بھی منتفی ہے لہٰذا اس بیع کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہوگا۔

(۳) حضرت امام محمدؒ کی دلیل میں جس حدیث کا حوالہ ہے وہ حدیث درج ذیل ہے "نھی النبیؐ عن بیع مالم یقبض"

(۴) "قبل القبض" زمین کو اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے: "فان الاجارۃ فی العقار لاتجوز قبل القبض" (البنایہ ج/۸/ص/۲۴۸)

(۵) مکیلی اور موزونی اشیاء میں قبل الکیل اور قبل الوزن تصرف کرنا درست نہیں ہے۔

"لایجوزلہ ان یتصرف فیہ قبل الکیل والوزن (البنایہ ج/۸/ص/۲۵۰)

(۶) اس حکم کے تعلق سے حدیث شریف درج ذیل ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نهی النبی ﷺ عن بیع الطعام حتی یجری فیه صاعان البائع والمشتری.(رواہ ابن ماجة)

ہدایہ: ج/۳/ص/۸۰

سوال: یَجُوزُ لِلْمُشْتَرِیْ اَنْ یَزِیْدَ لِلْبَائِعِ فِی الثَّمَنِ وَیَجُوْزُ لِلْبَائِعِ اَنْ یَّزِیْدَ لِلْمُشْتَرِیْ فِی الْمَبِیْعِ، وَیَجُوْزُ اَنْ یَّحُطَّ عَنِ الثَّمَنِ وَیَتَعَلَّقُ الْاِسْتِحْقَاقُ بِجَمِیْعِ ذَالِکَ، فَالزِّیَادَةُ وَالْحَطُّ یَلْتَحِقَانِ بِاَصْلِ الْعَقْدِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ زُفَرَؒ وَالشَّافِعِیِّؒ لَایَصِحَّانِ عَلٰی اِعْتِبَارِ الْاِلْحَاقِ عَلٰی اِعْتِبَارِ اِبْتِدَاءِ الصِّلَةِ وَکَذَالِکَ الْحَطُّ.

ترجمه: مشتری کے لئے جائز ہے کہ وہ بائع کی خاطر ثمن میں اضافہ کردے اور بائع کے لئے بھی مشتری کی خاطر مبیع میں اضافہ کرنا جائز ہے اور ثمن میں سے کچھ کم کرنا بھی جائز ہے، اور ان تمام کے ساتھ استحقاق متعلق ہوگا، چنانچہ زیادتی اور کمی (دونوں) ہمارے نزدیک اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوں گے۔ اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک الحاق کے اعتبار پر دونوں درست نہیں ہوں گے، (البتہ) ابتدائے صلہ کے اعتبار پر صحیح ہوں گے، اسی طرح کم کرنا ہے۔

جزئیات: (۱) زیادتی وکمی کا ثمن کے ساتھ الحاق کیوں صحیح نہیں ہوگا مثال دیکر سمجھائیں
(۲) ہمارے یہاں اصل عقد کے ساتھ ملحق ہونے کی کیا صورت ہے اس کی وضاحت کریں۔

جواب: (۱) زیادتی کا ثمن کے ساتھ الحاق اس لئے درست نہیں ہے کہ اگر مشتری نے بائع کے لئے ثمن میں زیادتی کی تو اس زیادتی کو ثمن بنانا درست نہیں ہے کیونکہ مشتری ثمن کے ذریعے مبیع کا مالک ہو چکا ہے اب اگر ہم اس زیادتی کو ثمن مانیں گے تو یہ لازم آئے گا مشتری اپنی ہی ملکیت سے اپنی مملوکہ چیز کا مالک ہو رہا ہے حالاں کہ یہ درست نہیں ہے (مثال) توقیر نے توصیف سے ایک کتاب پچاس روپیے میں خریدی یہ معاملہ پورا ہو گیا لیکن اب توقیر دس روپیے کا اور اضافہ کرنا چاہتا ہے تو اس اضافہ کو اصل ثمن کے ساتھ لاحق نہیں کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائیگا کیونکہ تو فقیر پچاس روپئے کے ذریعے ہی کتاب کا مالک ہو چکا ہے اب اگر دس روپئے کے ذریعے وہ پھر اسی کتاب کا مالک بننے کا خواہش مند ہے تو اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ جس چیز کا وہ پہلے سے مالک ہے اس کا مالک ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں ہے۔

اگر بائع ثمن میں کچھ کمی کردے تو اسے بھی اصل ثمن کے ساتھ لاحق نہیں کریں گے اس لئے کہ مبیع تو پورے ثمن کے مقابل ہے اب اگر ثمن میں سے کچھ کم کیا جائے گا تو بعض مبیع کا ثمن کے بغیر ہونا لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں ہے کہ مبیع کا کچھ حصہ ثمن سے خالی ہو۔

(مثال) ریاض نے طیب کو دس انڈے دس روپئے میں فروخت کیے لیکن ثمن لیتے وقت ریاض نے طیب سے صرف نو روپئے لئے تو اس کمی کو اصل ثمن سے لاحق نہیں کریں گے۔

(۲) ہمارے یہاں کمی زیادتی کو اصل عقد کے ساتھ ملحق کرنے کی صورت یہ ہے کہ بیع برابر ہو یا بیع میں نقصان ہو اب اگر اسی صورت میں عاقدین میں سے کوئی اضافہ کرتا ہے یا کوئی کمی کرتا ہے تو وہ اپنے ساتھی کے حق میں نفع پہنچانے کا سبب بنتا ہے جس طرح مشتری کا ثمن میں اضافہ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح بائع کے ثمن کم کرنے سے بھی مشتری کو فائدہ ہوتا ہے یعنی کمی زیادتی کی صورت میں وہ تجارت جو برابر برابر تھی یا جس میں کسی کا نقصان تھا اب یہ اضافہ اور کمی ان عاقدین کے حق میں سود مند ثابت ہوگی اور جب عاقدین کو نفس عقد ختم کرنے کا اختیار ہے تو ان کے عقد کو ایک وصف مشروع سے دوسرے وصف مشروع کی طرف بدلنے اور متغیر کرنے کا بدرجہ اولیٰ اختیار ہوگا جب عاقدین کو تغیر وصف کا اختیار ہے اور وہ عوضین میں کمی اور زیادتی کرنے کے مستحق اور مجاز ہیں تو کمی اور زیادتی اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اس لئے یہ چیزیں اوصاف کے قبیل سے ہیں اور شئی کا وصف اسی شئی کے ساتھ قائم ہوتا ہے تنہا وصف کا وجود نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی کمی اور زیادتی کو اصل عقد کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔

(احسن الہدایہ ج ۸/ص ۳۰۸/)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ر ۳ ر ص ر ۸۱

سوال: وَمَنْ بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍّ ثُمَّ أَجَّلَهُ أَجَلًا مَعْلُوْمًا صَارَ مُؤَجَّلًا، أَلَايُرَى أَنَّهُ يَمْلِكُ إِبْرَاءَهُ مُطْلَقًا، فَكَذَا مُوَقَّتًا، وَلَوْ أَجَّلَهُ إِلَى أَجَلٍ مَجْهُوْلٍ إِنْ كَانَتِ الْجَهَالَةُ مُتَفَاحِشَةً، كَهُبُوْبِ الرِّيْحِ، لَايَجُوْزُ، وَإِنْ كَانَتْ مُتَقَارِبَةً كَالْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ، يَجُوْزُ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْكَفَالَةِ.

ترجمہ: اور جس شخص نے نقد ثمن کے عوض کوئی چیز فروخت کی، پھر اس نے ایک معلوم میعاد تک اسے ادھار کر دیا تو ثمن ادھار ہو جائے گا۔ کیا یہ نہیں معلوم کہ بائع مطلقاً مشتری کو ثمن سے بری کر دینے کا مالک ہے اسی طرح وہ ثمن کو ادھار کرنے کا بھی مالک ہوگا۔ اور اگر بائع نے کسی مجہول میعاد تک ادھار کیا، تو اگر جہالت متفاحش ہو مثلاً ہوا کا چلنا تو یہ جائز نہیں ہے، اور اگر جہالت متقارب ہو جیسے کھیتی کا کاٹنا، گاہنا، تو یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ کفالہ کے درجہ میں ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) دین اور قرض کی تعریف نقل کریں (۳) اگر کسی نے سامان خریدا اور ثمن ادا کرنے کی مدت بارش برسنے کا وقت طے کیا تو کیا حکم ہے اور یہ میعاد جہالت کی کس قسم میں ہے (۴) بچہ کے مال سے قرض لینے کا کیا حکم ہے (۵) کفالہ کی تعریف تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کے اخلد نے منیر سے ایک چیز نقد فروخت کی اس کے بعد ایک معلوم مدت تک اخلد نے مشتری کو ادائے ثمن کی مہلت دیدی تو یہ درست اور جائز ہے اس لئے کے ثمن بائع یعنی اخلد ہی کا حق ہے اور انسان اپنے حق میں ہر طرح کے تصرف کا مجاز ہوتا ہے لہٰذا مشتری کی آسانی کے لئے اگر بائع کچھ دنوں کی مہلت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کے ثمن بائع کا حق ہے اور بائع مطلقاً بغیر کسی میعاد کے مشتری کو ثمن سے بری کرنے کا حق رکھتا ہے تو جب بائع مطلق ابراء کا مالک ہے تو موقت ابراء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا تو وہ بدرجہ اولیٰ مالک ہوگا۔

اور اگر بائع نے ادائے ثمن کی کوئی مجہول میعاد مقرر کی تو اسکی دو صورتیں ہیں:

(۱) میعاد کی جہالت فاحش اور بعید الفہم ہوگی۔

(۲) جہالت اجل قریب الفہم ہوگی اگر پہلی صورت ہے مثلا بارش کا برسنا ہوا کا چلنا اس صورت میں تاجیل درست نہیں ہوگی اور بائع کو ہمہ وقت مطالبہ ثمن کا اختیار ہوگا اور اگر دوسری صورت ہے جیسے کھیتی کاٹنے یا گاہنے تک کی میعاد مقرر کرنا تو اس صورت میں بائع کی جانب سے تاجیل درست ہوگی اور حصاد یا دیاس سے پہلے اسے مطالبہ ثمن کا اختیار نہیں ہوگا اور اس تاجیل کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کے عقد کے بعد میعاد مقرر کرنا کفالہ کے درج میں ہے جس طرح کفیل کفالہ میں عقد کے بعد ایک مدت تک کے لئے ادائے ثمن وغیرہ کا ضامن ہوتا ہے اسی طرح اس میں بھی عقد کے بعد بائع مشتری کو ایک مدت تک ادائے ثمن کی ڈھیل اور مہلت دیتا ہے اور کفالہ جہالت یسیرہ کے ساتھ تو جائز ہے مگر جہالت فاحشہ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ ج/۸/ص ۳۱۰)

(۲) قرض کی تعریف قرض انسان کی طرف سے کسی کو دیا جانے والا وہ عطیہ ہے جس کا انسان مطالبہ کرتا ہے "قرض ما يعطيه الانسان ليتقاضاهُ"

دین کی تعریف: دین ذمے میں ثابت ہونے والی چیز کہلاتی ہے خواہ وہ بیع کے ذریعے ہو یا استہلاک کے ذریعے ہو "دين مايثبت في الذمة سواء كان بيع او استهلاك"

(۳) اگر کسی نے کوئی سامان خریدا اور ثمن کی ادائیگی کی مدت بارش برسنے کا وقت طے کیا تو یہ مدت طے کرنا درست نہیں ہے اور یہ میعاد جہالت فاحشہ کے درجہ میں ہے اور جہالت فاحش کی میعاد طے کرنا درست نہیں ہے۔

(۴) بچہ کے مال سے قرض دینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ضرر محض ہے۔

"لايجوز ان يقرض مال الصغير" (البنایہ ج/۸/۲۵۸)

(۵) کسی شخص یا قرض یا شئی کے مطالبہ میں ایک کی ذمہ داری دوسرے کی ذمہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

داری سے وابستہ کرنا یعنی ایک کے بجائے دو کا ذمہ دار ہو جانا ''الکفالۃ ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ'' (ہدایہ: ص/۱۱۸)

باب الربوا

ہدایہ: ج/۳/ص/۸۱

سوال: اَلرِّبَا مُحَرَّمٌ فِیْ کُلِّ مَکِیْلٍ أَوْ مَوْزُوْنٍ إذَا بِیْعَ بِجِنْسِہٖ مُتَفَاضِلاً۔ وَالْأَصْلُ فِیْہِ الْحَدِیْثُ الْمَشْهُوْرُ وَیُرْوٰی بِرِوَایَتَیْنِ، بِالرَّفْعِ، مِثْلٌ، وَبِالنَّصْبِ مِثْلاً وَمَعْنَی الْأَوَّلِ بَیْعُ التَّمرِ، وَمَعْنَی الثَّانِی بِیْعُوْا التَّمرَ.

ترجمہ: ہر مکیلی یا موزونی چیز میں ربوا حرام ہے بشرطیکہ اسے اس کی ہم جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچا جائے اور اس سلسلہ میں حدیث مشہور ہے۔ اور آپ کا فرمان (مثل) دو طرح سے مروی ہے (۱) مثل رفع کے ساتھ (۲) مثلاً نصب کے ساتھ۔ پہلی روایت کا معنی ہے تمر کی بیع اور دوسری روایت کا مفہوم ہے کہ تم لوگ تمر کو بیچو۔

جزئیات: (۱) ربوا کی تعریف نقل کریں۔ ربوا کی کتنی قسمیں ہیں ان کی صورتیں تحریر کریں (۲) ربوا کی علت میں ائمہ کرام کے اختلافات کو تحریر کریں احناف کے مذہب کی وجوہ ترجیح بیان کریں (۳) متن میں جس حدیث کو نقل کیا گیا پوری حدیث تحریر کریں (۴) ویروی بروایتین سے صاحب ہدایہ کیا بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جواب: (۱) ربوا کی تعریف: وہ زیادتی جو عوض سے خالی ہو اور بیع میں احد المتعاقدین کے لئے مشروط ہو وہ ربوا کہلاتی ہے۔ ''ھو فضل خال عن العوض المشروط لا حد المتعاقدین فی البیع''

ربوا کی اصلاً دو قسمیں ہیں:

(۱) ربا القرض (۲) ربا الفضل۔ اور ربا الفضل کی ہی ایک قسم ربا النسیہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ربا القرض کی صورت :

اخلد نے منیر کو ایک ہزار روپے قرض دیئے اور اخلد نے دس فیصد زیادتی کی شرط لگائی تو مقروض منیر اب ایک مہینے کے بعد گیارہ سو روپے واپس کرے گا یہ ربا القرض ہے۔

ربا الفضل کی صورت : اخلد نے منیر سے اناج کا تبادلہ اناج کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ کیا تو ربا الفضل ہے یعنی اگر ہم جنس کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرے گا تو ربا الفضل ہے۔(لغۃ الفقہا:۲۱۸)

ربا النسیئہ کی صورت :

اخلد نے منیر سے گندم کا تبادلہ گندم سے کیا لیکن ادھار کیا تو ربا النسیہ ہے اگر جنس میں معاملہ ادھار کرے تو ربا النسیہ ہے۔(تحفۃ الالمعی: ج۴/ص۱۴۹)

(۲) اختلاف الائمہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک علت ربوا قدر اور جنس ہے۔ امام شافعی کے نزدیک علت ربوا طعم یا ثمنیت کا پایا جانا ہے۔ امام مالک کے نزدیک علت ربوا اقتیات اور ادخار ہے۔

احناف کے مذہب کی وجوہِ ترجیح:

احناف نے قدر اور جنس کو علت قرار دیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسرے حضرات فقہاء کے پاس کوئی نص موجود نہیں ہے احناف کے پاس نص موجود ہے۔

عن سعید بن المسیب ان رسول اللّٰہ قال لاربوا الا فی ذھب او فضۃ او ممّا یکال او یوزن ویؤکل ویشرب.(دارقطنی: ج۳/ص۱۱)

دوسری وجہ یہ ہے کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی علت مقرر کی جائے جسکی وجہ سے تفاضل کی حرمت زیادہ عام اور وسیع ہوجائے اور اس کی وجہ سے زیادہ چیزوں میں تفاضل حرام ہوجائے طعم یا اقتیات کو علت قرار دینے میں حرمت کا دائرہ تنگ ہوجاتا ہے ان وجوہات کی بناء پر حنفیہ نے قدر اور جنس کو ربوا کی علت قرار دیا ہے۔

(انوار القدوری: ج۲/ص۴۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) کتاب میں حدیث پاک کا ایک ٹکڑا موجود ہے جب کہ پوری حدیث شریف درج ذیل ہے۔

عن عبادة بن الصامت عن النبی ﷺ قال الذهب بالذهب مثلا بمثل والفضة بالفضة مثلا بمثل والتمر بالتمر مثلا بمثل والبر بالبر مثلا بمثل والملح بالملح مثلا بمثل والشعير بالشعير مثلا بمثل فمن زاد أو استزاد فقد أربى وبيعو االبر بالشعير كيف شئتم يدا بيد (رواه الترمزی)

(۴) اس عبارت میں صاحب ہدایہ حدیث کی قرآت میں دو روایتیں ہیں ان کو بیان فرمارہے ہیں ایک قراءت اس طرح کہ الذہب وغیرہ لفظ بیع مضاف مقدر کے مضاف الیہ ہوں اور مثل بر فع پڑھا جائے۔

دوسری قراءت یہ ہے کہ الذہب وغیرہ سے شروع ہونے والے کلمات کو "بیعوا" فعل امر محذوف مان کر منصوب پڑھیں اور لفظ مثل بالنصب پڑھا جائے حال ہونے کی وجہ سے۔

(عین الہدایہ: ج ۳ ر ص ۱۵۰)

ہدایہ: ج ۳ ر ص ۸۳

سوال: يَجُوْزُ بَيْعُ الْحَفْنَةِ بِالْحَفْنَتَيْنِ وَالتُّفَّاحَةِ بِالتُّفَّاحَتَيْنِ، لِأَنَّ الْمُسَاوَاةَ بِالْمِعْيَارِ وَلَمْ يُوْجَدْ فَلَمْ يَتَحَقَّقْ الْفَضْلُ، وَلِهٰذَا كَانَ مَضْمُوْنًا بِالْقِيْمَةِ عِنْدَ الإِتْلَافِ.

ترجمہ: اناج کی ایک بھری ہوئی لپ کو دو لپ کے عوض بیچنا اور ایک سیب کو دو سیب کے عوض بیچنا جائز ہے، اس لئے کہ مساوات کا دارومدار پیمانے پر ہے اور وہ موجود نہیں ہے، لہٰذا زیادتی متحقق نہیں ہوگی، اسی وجہ سے ہلاک کرنے کی صورت میں قیمت کے ذریعہ ضمان دیا جائے گا۔

(۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۳) ایک مٹھی چیز کی بیع دو مٹھیوں سے کیوں جائز ہے جبکہ زیادتی موجود ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) اگر لوہے کو لوہے کے بدلے فروخت کریں زیادتی کے ساتھ ہمارے نزدیک کیا حکم ہے اور امام شافعی کے نزدیک کیا حکم ہے اور کیوں ہے (۵) شریعت میں پیمانہ کی مقدار کیا ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ احناف کے یہاں ایک حفنہ کو دو حفنہ کے عوض فروخت کرنا یا ایک سیب کو دو سیب کے عوض فروخت کرنا درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ علت ربوا کا تحقق یا عدم تحقق مماثلت یا عدم مماثلت سے ہوگا اور مماثلت وغیرہ کا پیمانہ اور مقدار ہوگا اور چونکہ حفنہ یا سیب وغیرہ کے لئے شریعت میں کوئی مقدار متعین نہیں ہے اس لئے ان میں مماثلت اور معیار بھی متحقق نہیں ہوگا اور جب معیار نہیں ہوگا تو مساواۃ بھی نہیں پائی جائے گی اور عدم وجود مساوات کی صورت میں زیادتی کا تحقق بھی نہیں ہوگا اور ربوا کا تحقق زیادتی کے تحقق پر موقوف ہے اس لئے زیادتی کے معدوم ہونے کی صورت میں ربوا بھی معدوم ہوگا اور بیع جائز ہوجائے گی صاحب ہدایہ حفنہ اور سیب وغیرہ کے معیار شرعی کے تحت داخل نہ ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حفنہ مکیلی چیزوں میں سے ہے اور مکیلی چیزوں میں ضابطہ یہ ہے کہ ان کو ہلاک کرنے سے متلف پر ضمان بالمثل واجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی ایک حفنہ اناج وغیرہ تلف کردے تو متلف پر ضمان بالمثل نہیں ہے بلکہ ضمان بالقیمت لازم آتا ہے معلوم ہوا کہ حفنہ کا شریعت میں کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ ج/۸/ص/۳۲۲)

(۲) **اختلاف الائمة:** امام صاحب کے نزدیک ایک حفنہ کی دو حفنوں کے ساتھ اور ایک سیب کی بیع دو سیبوں کے ساتھ درست ہے۔

دلیل: امام صاحب کی یہ ہے کہ علتِ ربوا کا تحقق مماثلث سے ہوگا اور مماثلث وغیرہ کا پتا پیمانہ اور مقدار سے ہوگا اور چوں کہ حفنہ یا سیب وغیرہ کے لئے شریعت میں کوئی مقدار متعین نہیں ہے اس لئے ان میں مماثلث اور معیار بھی متحقق نہیں ہوگا اور جب معیار نہیں ہوگا مساواۃ بھی نہیں پائی جائے گی اور عدم وجود مساوات کی صورت میں زیادتی کا تحقق بھی نہیں ہوگا اور ربوا کا تحقق زیادتی کے تحقق پر موقوف ہے اس لئے زیادتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے معدوم ہونے کی صورت میں ربوا بھی معدوم ہوگا اور بیع جائز ہو جائے گی۔

امام شافعی کے نزدیک ایک حفنہ کی بیع دو حفنوں کے ساتھ اور ایک سیب کی بیع دو سیبوں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

امام شافعی کی دلیل: یہ ہے کہ ان میں علتِ ربوا موجود ہے وہ طعم ہے اس لئے ان میں زیادتی متحقق ہوگی اور عدم معیار کی وجہ سے مساوات بھی متحقق نہیں ہے کہ زیادتی کی حرمت ختم ہو جائے اس لئے یہ زیادتی حرام ہوگی اور مذکورہ بیع جائز نہیں ہوگی۔

(۳) ایک مٹھی چیز کی بیع دو مٹھیوں سے اس لئے جائز ہے کیوں کہ مساوات کیل کے ذریعہ ہے اور ان میں کیل موجود نہیں ہے اور جب کیل موجود نہیں ہے تو اس زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور زیادتی متحقق نہیں ہے تو ربوا نہیں ہے اور جب ربوا نہیں ہے تو بیع درست ہے۔

المساواة بالكيل شرط ولم يوجد لانه لا كيل في الحفنة والحفنتين فلم يتحقق الفضل لان تحققه مبني على المساواة بالمعيار فاذا لم يتحقق الفضل فلا يكون ربا لاجل ان الحفنة والحفنتين لا تدخل تحت المعيار الشرعي (البنایہ ج۸ ص ۲۶۹)

(۴) اگر لوہے کو لوہے کے ساتھ زیادتی سے فروخت کیا جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔

ہمارے نزدیک اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس علتِ ربوا یعنی قدر مع الجنس موجود ہے امام شافعی کے نزدیک اس لئے جائز ہے کیونکہ اس علتِ ربوا یعنی طعم اور ثمنیت موجود نہیں ہے۔"لا يجوز عندنا لوجود القدر والجنس ويجوز عند الشافعي لعدم الطعم و الثمنية"

(۵) شریعت میں پیمانہ کی مقدار نصف صاع ہے اور نصف صاع سے کم شریعت میں کوئی پیمانہ اور مقدار نہیں ہے وہ حفنہ کے حکم میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لان الشرع ورد بالتقدير على النصف كماورد في صدقة الفطر وما دون نصف الصاع فهو في حكم الحفنة لانه لاتقدير في الشرع بما دونه

(البنایہ: ج ۸ص ۲۶۹)

ہدایہ: ج ۳/ص ۸۴

سوال: وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَاوَقَعَ عَلىٰ جِنْسِ الْأَثْمَانِ يُعْتَبَرُ فِيْهِ قَبْضُ عِوَضَيْهِ فِى الْمَجْلِسِ: قَالَ وَمَاسِوَاهُ مِمَّا فِيْهِ الرِّبَا يُعْتَبَرُ فِيْهِ التَّعْيِيْنُ وَلَايُعْتَبَرُ فِيْهِ التَّقَابُضُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِيْ بَيْعِ الطَّعَامِ بِالطَّعَامِ.

ترجمہ: اورعقدِصرف (بیع صرف) وہ ہے جو باہم ثمن کی جنس پر واقع ہو اور اس میں مجلس کے اندر عوضین پر قبضہ ضروری ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ عقدِصرف کے علاوہ وہ اموال جن میں ربوا ہے ان میں تعیین کا اعتبار کیا گیا ہے باہمی قبضہ ضروری نہیں ہے، اناج کے عوض اناج کی بیع میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) بیع صرف کی تعریف اور اس کا حکم تحریر کریں (۳) "بیع الطعام بالطعام" میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۴) امام شافعی کی عقلی دلیل کا جواب نقل کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عقدِصرف میں چوں کہ دونوں عوض نقود سے متعلق ہوتے ہیں اس لئے کہ اس کا وقوع ہی اثمان کی جنس پر ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کبھی دونوں عوض متحد الجنس ہوتے ہیں جیسے سونے کے عوض سونا فروخت کرنا یا کبھی اس کے دونوں عوض مختلف الاجناس نقود ہوتے ہیں جیسے سونے کو چاندی کے عوض فروخت کرنا بہرحال اگر بیع صرف کے دونوں عوض ہم جنس ہوں تو اس صورت میں مماثلت بھی ضروری ہے اور مجلس عقد میں عاقدین کا عوضین پر قبضہ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہاتھ در ہاتھ چاندی کو لینے دینے کا حکم دیا گیا ہے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ ضروری ہے اسکی عقلی دلیل کا بیان کتاب الصرف میں آئے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نقود کے علاوہ وہ تمام اشیاء جن میں ربوا کا احتمال رہتا ہے ان میں صرف عوضین کی تعین کا اعتبار ہے ان اشیاء میں مجلس کے اندر عاقدین کا عوضین پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے اگر عوضین متعین ہیں تو بدون قبضہ بھی عقد صحیح ہو جائے گا یہی نظریہ امام شافعی کا بھی ہے البتہ "بیع الطعام بالطعام" میں وہ ہم سے اختلاف رکھتے ہیں چنانچہ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر کسی نے اناج کو اناج کے عوض فروخت کیا تو مجلس عقد میں تعین مبیع کے ساتھ عاقدین کا باہمی قبضہ کرنا بھی ضروری ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۸ ص ۲۳۱)

(۲) **بیع صرف کی تعریف**: دونوں طرف سونا ہو دونوں طرف چاندی ہو یا ایک طرف سونا اور دوسری طرف چاندی ہو آپس میں بیچنے کو بیع صرف کہتے ہیں "الصرف هو البيع اذا كان كل واحد من عوضيه من جنس الاثمان"

بیع صرف کا حکم: بیع صرف میں دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے عاقدین کے جدا ہونے سے پہلے پہلے "يجب قبض العوضين قبل الافتراق بالابدان هذا حكمه" (البنایہ: ج ۸ ص ۲۹۵)

(۳) **اختلاف الائمہ**: امام شافعی کا مذہب:

"بيع الطعام بالطام" میں امام شافعی کا مذھب یہ ہے کہ مجلس عقد میں تعین مبیع کے ساتھ ساتھ عاقدین کا باہمی قبضہ بھی ضروری ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اشیائے ستہ کی حدیثِ مشہور میں جو "يدا بيد" کا لفظ آیا ہے اس سے قبضہ ہی مراد ہے اس لئے کہ ید کو اہل عرب اور اہل لغت دونوں قبضے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں کیونکہ "ید" آلہ قبضہ ہے۔

امام شافعی کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر مجلس عقد میں ایک عوض پر قبضہ کرلیا گیا اور دوسرے پر قبضہ نہیں ہوا تو مقبوضہ عوض میں نقدیت آجائے گی اور غیر مقبوضہ عوض نقدیت سے خالی رہے گا اور نقدیت کو غیر نقدیت پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے اس لئے عوض مقبوضہ میں زیادتی کا وہم ہوگا اور ربوا کا شبہ متحقق ہوگا حالانکہ باب الربوا میں شبہ بھی حقیقت کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مانند ہے اس لئے حقیقت اور شبہے دونوں سے احترازی ضروری ہے۔

امام ابو حنیفۃ کا مذہب: ''بیع الطعام بالطعام'' میں احناف کے نزدیک صرف عوضین کی تعیین ضروری ہے، قبضہ شرط نہیں ہے۔

دلیل احناف: یہ ہے کہ نقود کے علاوہ دیگر اموال ربویہ میں بھی مبیع متعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے اور متعین چیز میں قبضہ شرط نہیں ہوتا ہے جیسے غلام، کپڑا، دابہ وغیرہ کی بیع میں چیزیں متعین ہو جاتی ہیں اس لیے ان میں قبضہ فی المجلس شرط نہیں ہے کیوں کہ بیع کا فائدہ تصرف پر قدرت ہے اور یہ قدرت مبیع کے متعین ہونے کی وجہ سے حاصل ہے تو خواہ مخواہ قبضہ کی شرط کی کیا ضرورت ہے؟

۴- **امام شافعی کی عقلی دلیل کا جواب:** یہ ہے کہ ثمن کے نقد ہونے کی صورت میں عوض مقبوض اور عوض غیر مقبوض میں تاجروں کے یہاں کوئی فرق نہیں ہوتا، لہٰذا قبضہ شدہ عوض کے اندر کوئی فضیلت اور فوقیت نہیں ہوگی بلکہ مقبوض اور غیر مقبوض مالیت میں برابر ہوں گے اور جب دونوں مالیت میں برابر ہوں گے تو ربوا وغیرہ کا شبہ بھی لازم نہیں آئے گا چنانچہ عقد جائز اور درست ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۳۳۲)

ہدایہ: ج/۳/ص/۸۵

سوال: وَيَجُوزُ بَيْعُ الْفَلْسِ بِالْفَلْسَيْنِ بِأَعْيَانِهِمَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَبِي يُوْسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَايَجُوْزُ، لِأَنَّ الثَّمَنِيَّةَ ثَبَتَ بِاِصْطِلَاحِ الْكُلِّ فَلَاتَبْطُلُ بِاِصْطِلَاحِهِمَا وَإِذَا بَقِيَتْ أَثْمَانًا لَاتَتَعَيَّنُ، فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ بِغَيْرِ أَعْيَانِهِمَا وَكَبَيْعِ الدِّرْهَمِ بِالدِّرْهَمَيْنِ وَإِذَا بَطَلَتِ الثَّمَنِيَّةُ تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِيْنِ وَلَايَعُوْدُ زَيْفًا لِبَقَاءِ الْإِصْطِلَاحِ عَلَى الْعَدِّ.

ترجمہ: حضراتِ شیخینؒ کے نزدیک ایک معین پیسے کو دو معین پیسوں کے عوض بیچنا جائز ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ پیسوں کی ثمنیت تمام لوگوں کی اصطلاح سے ثابت ہوئی ہے لہٰذا وہ عاقدین کی اصطلاح (اتفاق) سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باطل نہیں ہوگی اور جب فلوس ثمن باقی رہے تو وہ متعین نہیں ہوں گے، جیسا کہ اس صورت میں جب وہ دونوں غیر معین ہوں اور جیسے ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کرنا۔

اور جب ثمنیت باطل ہو جائے گی تو فلوس متعین کرنے سے متعین ہو جائیں گے، اور یہ وزنی ہو کر عود نہیں کریں گے اس لئے کہ ان کے عددی ہونے کا اتفاق باقی ہے۔

جزئیات: (۱) ایک فلس کو دو فلس کے بدلے بیچنے کی کل کتنی صورتیں ہیں ہر صورت اور اس کا حکم نیز دلیل کو الگ الگ مع اختلاف ائمہ تحریر کریں (۲) ولا یعود وزنا سے ایک اشکال کا جواب دیا گیا آپ اشکال و جواب دونوں کی وضاحت کریں (۳) "بیع البیضة بالبیضتین و التمرة بالتمرتین و الجوزة بالجوزتین" کا احناف کے نزدیک کیا حکم ہے اور شوافع کے نزدیک کیا حکم ہے اور حکم کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) ایک فلس کو دو فلس کے بدلہ بیچنے کی کل تین صورتیں ہیں
(۱) دونوں طرف کے فلس معین ہوں (۲) دونوں طرف کے فلس غیر معین ہوں
(۳) ایک طرف کے فلس معین ہو دوسری طرف کے فلس غیر معین ہوں۔

یجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما قید باعیانهما احترازاً عما اذا باع بغیر عین احدهما او کلاهما فانه لایجوز بالاتفاق لان غیر المعین ان کان کلا البدلین یلزم بیع الکالی بالکالی وان کان احدهما یلزم النساء والجنس بانفراده یحرم النساء۔ (البنایه: ج/۸/ص/۲۸۰)

(۱) ایک پیسے کو دو پیسوں کے عوض فروخت کرنا جبکہ دونوں معین ہوں پہلی صورت میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

اختلاف الائمه: حضرات شیخینؒ کے نزدیک یہ پہلی صورت جائز اور درست ہے حضرت امام محمدؒ کے نزدیک یہ پہلی صورت ناجائز ہے۔

دلیل: حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ فلوس کی ثمنیت عاقدین کے حق میں خود

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان کے اتفاق اور ان کی اصطلاح سے آئی ہے کیونکہ دوسرے کو ان پر ولایت کا حق نہیں ہے تو جب عاقدین کے حق میں فلوس کا ثمن ہونا انہیں کے اتفاق سے ہے تو اب اگر وہ اپنے اس اتفاق کو ختم کر کے دوسرے اتفاق میں بدلنا چاہیں تو بدل سکتے ہیں، لہٰذا عاقدین کو فلوس کی ثمنیت ختم کرنے کا پورا حق ہے اور جب فلوس کی ثمنیت ختم ہو جائیگی تو وہ ثمن اور سامان ہو جائیں گی اور چوں کہ یہ عددی ہیں اور قدر سے خالی ہیں اس لئے انہیں ایک کو دو کے عوض خریدنا بیچنا بھی درست اور صحیح ہوگا۔

لهـمـا ان الثمنية في حقهما ثبت باصطلاحهما اذ لا ولاية للغير عليهما فتبطل با صطلاحهما و اذا بطلت الثمنية تتعين بالتعيين.

دلیل: امام محمدؒ یہ ہے کہ تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ فلوس از قبیل اثمان ہیں اور عاقدین ان کی ثمنیت پر ہونے والے عالمی اجماع اور ہمہ گیر اتفاق کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن چوں کہ عاقدین کو اپنے علاوہ دوسروں پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے اس لئے یہ فلوس کی ثمنیت کے اتفاق کو ختم نہیں کر سکتے اور جب فلوس میں ثمنیت باقی رہے گی تو وہ متعین کرنے سے متعین بھی نہیں ہوں گے لہٰذا انہیں بیچنا خریدنا غیر معین فلوس کے خریدنے بیچنے کے مثل ہو گیا اور غیر معین فلوس کی خرید و فروخت کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہے اس لئے ان فلوس کی بیع بھی کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہوگی۔

"لان الثمنية ثبت باصطلاح الكل فلاتبطل باصطلاحهما و اذابقيت اثمانا لاتتعين فصار كمااذا كان بغيراعيانهما و كبيع الدرهم بالدرهمين."

(۲) جبکہ ایک پیسے کی بیع دو پیسوں کے عوض کرنا اور دونوں عوض غیر معین ہوں یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے

دلیل: یہ ہے کہ یہ صورت "بیع الكالئی بالكالئی" کی ہے اور حدیث شریف میں اسکی ممانعت ہے اس لئے ناجائز ہے۔ "نهى رسول اللّٰه ان يباع كالئی بالكالئی"

(۳) جب کہ ایک پیسے کی بیع دو پیسوں کے عوض کرنا اور ایک عوض معین ہوں اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک غیر معین ہوں یہ صورت بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔

دلیل: "عن عبادہ بن الصامتؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فاذا اختلفت هذه الاوصاف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد" (مسلم شریف: ۲/۲۵)

(۳) "ولا یصود وزنا" سے ایک اشکال کا جواب ہے اشکال یہ ہے کہ جب عاقدین کے ابطال سے فلوس کی ثمنیت باطل ہوگئی تو اب وہ پیتل لوہے یا اسٹیل وغیرہ کے رہ گئے اور چونکہ یہ چیزیں وزنی ہیں لہٰذا انہیں ہم جنس کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیچنا بھی ناجائز ہونا چاہئے اسلئے کہ علت ربوا موجود ہے حالانکہ شیخینؒ اس کے جواز قائل ہیں آخر ایسا کیوں ہے؟

اشکال کا جواب: جواب یہ ہے کہ عاقدین نے فلوس میں دو چیزوں پر اتفاق کیا تھا (۱) ثمنیت پر (۲) ان کے عددی ہونے پر۔ اور انہوں نے صرف ثمنیت والا اتفاق باطل کیا ہے عددی والا اتفاق برقرار ہے۔

اور ایک کے باطل ہونے سے دوسرے کا بطلان لازم نہیں آتا لہٰذا جب عددیت والا اتفاق باقی ہے تو فلوس عددی ہوئے نہ کہ وزنی اور عددی چوں کہ قدر کے تحت نہیں آتا اس لئے اس میں ربوا کی علت مفقود ہوگی اور کمی بیشی کے ساتھ ان کی بیع جائز ہوگی۔ (احسن الہدایہ: ج ۸/ص ۳۳۵)

(۴) ایک انڈے کی بیع دو انڈوں کے ساتھ اور ایک چھوہارے کی بیع دو چھوہاروں کے ساتھ اور ایک اخروٹ کی بیع دو اخروٹوں کے ساتھ احناف کے نزدیک درست ہے۔

حکم کی وجہ: اس لئے کہ یہاں معیار شرعی موجود نہیں ہے اور معیار شرعی نصف صاع ہے اور یہ نصف صاع سے کم ہے اس لئے اس میں ربوا کا تحقق نہیں ہوگا اور یہ عددی اشیاء ہی رہیں گی اور ان کی بیع نقد کمی بیشی کے ساتھ درست ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۸/ص ۳۳۳)

لانعدام المعيار فلا يتحقق الربا يعني حكم النص وجوب التساوي بين البدلين فلايشرع الا في محل قابل له وهذا المحل لايقبله فلم يشترط التساوي فيه فبقي على الاصل وهو الاباحة (البنایہ ج ۸/ص ۲۷۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام شافعیؒ کے نزدیک ایک انڈے کی بیع دو انڈوں کے ساتھ اور ایک چھوہارے کی بیع دو چھوہاروں کے ساتھ اور ایک اخروٹ کی بیع دو اخروٹوں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

حکم کی وجہ: امام شافعیؒ کے نزدیک علت ربوا مطعومات میں طعم ہے اور ان اشیاء میں علت ربوا طعم موجود ہے اس لئے کمی بیشی جائز نہیں ہے "لوجود الطعم من اصله ان علة الربا عنده فی المطعومات الطعم" (البنایہ ج/۸ص/۲۸۰)

ہدایہ: ج/۳/ ۸۶

سوال: ولا یجوز بیع الحنطة بالدقیق ولا بالسویق وبیع الدقیق بالسویق لا یجوز عند ابی حنیفة متفاضلاً ولا متساویاً

ترجمہ: گندم کو نہ تو آٹے کے عوض بیچنا جائز ہے اور نہ ہی ستو کے عوض، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آٹے کو ستو کے عوض نہ تو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے اور نہ ہی برابر سرابر۔

جزئیات: (۱) "بیع الحنطة بالدقیق" کے عدم جواز کی دلیل تحریر کریں (۲) "بیع الدقیق بالسویق" میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں (۳) آٹے کی بیع آٹے کے ساتھ کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) "بیع الحنطة بالدقیق" نہ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے اور نہ برابری کے ساتھ جائز ہے۔

دلیل عدم جواز: کمی بیشی تو اس لئے جائز نہیں ہے کہ گندم اور اس کے آٹے میں من وجہ مجانست باقی ہے باقی تو اس لئے ہے کہ آٹا یہ گندم ہی کے اجزاء ہیں اور شیء کے اجزاء شی کو اس کے حکم سے خارج نہیں کرتے یعنی کوئی بھی چیز متفرق اور متجزی ہونے کے بعد تبدیل نہیں ہوتی لہٰذا اس اعتبار سے ان میں من وجہ مجانست موجود ہے لہٰذا جب مجانست موجود ہے تو انہیں کمی بیشی کے ساتھ بیچنے میں ربوا لازم آئے گا جو نا جائز ہے۔ برابری کے ساتھ بیچنے کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ گندم وغیرہ میں معیار مماثلت کیل ہے لیکن چوں کہ گندم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور دقیق میں کیل کماحقہ مماثلت ثابت نہیں کر سکتا باین طور کہ دقیق پتلا ہونے کیوجہ سے پیمانے میں ٹھوس ٹھوس کر سما جاتے ہیں جب کہ گندم کے دانے ٹھوس کر نہیں سما سکتے اور بیچ بیچ میں خلل رہ جاتا ہے اس لئے کیل کی صورت میں بھی زیادتی کا شبہ ہے باب ربوا میں حقیقت کی طرح شبہ بھی حرام اور ناجائز ہے اس لئے شبہ سے احتراز کے پیش نظر گندم اور آٹا وغیرہ کو برابر بھی بیچنا درست نہیں ہے۔

(۲) ''بیع الدقیق بالسویق'' امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔

علامہ ابن الھمامؒ کی دلیل:

دلیل: یہ ہے کہ آٹا بغیر بھنے ہوئے گندم کے اجزاء میں سے ہے اور ستو بھنے ہوئے گندم کا جز ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اتحاد جنس اور کیل کے ذریعہ کامل مماثلت متحقق نہونے کیوجہ سے بھنے ہوئے گندم کے عوض آٹے کی بیع جائز نہیں ہے اسی طرح بغیر بھنے ہوئے گندم کے عوض ستو کی بیع جائز نہیں ہے تو جب اصل اور مشتق کو ایک دوسرے کے عوض خریدنا بیچنا جائز نہیں ہے تو چوں کہ اجزاء بھی اصل ہی کی طرح ہیں اس لئے ان کا حکم بھی اصل کے حکم کی طرح ہوگا جس طرح اصل یعنی بھنے ہوئے گندم اور آٹے کا اور غیر بھنے ہوئے گندم اور ستو کا آپس میں تبادلہ درست نہیں اسی طرح ان کے اجزاء کا بھی آپس میں تبادلہ درست اور جائز نہیں ہوگا۔

حضرات صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ گندم کے آٹے کو اس کے ستو کے عوض بیچنا ہر طرح درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ آٹا اور ستو دو الگ الگ جنس کی چیزیں ہیں ان کا نام بھی الگ اور دونوں کے کام بھی الگ الگ ہے لہٰذا جب دونوں نام اور کام میں الگ الگ ہیں تو یہ دو جنس کی طرح ہوں گے اور دو مختلف جنس کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا بھی جائز ہے اور برابر فروخت کرنا بھی جائز ہے ''اذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) آٹے کی بیع آٹے کے ساتھ کیل کر کے برابر برابر فروخت کرنا جائز ہے
"یجوز بیع الدقیق بالدقیق متساویا کیلا"

ہدایہ: ج ۳؍ ص ۸۷

سوال: یجوز بیع اللحم بالحیوان عندابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ وقال محمدؒ اذا باعہ بلحم من جنسہ لایجوز الا اذا کان لحم المفرز اکثر.

ترجمہ: حضرات شیخینؒ کے نزدیک گوشت کو زندہ حیوان کے عوض فروخت کرنا جائز ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں۔ اگر حیوان کی جنس کے گوشت کے عوض اسے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے الّا یہ کہ علیحدہ کردہ گوشت زیادہ ہو۔

جزئیات: (۱) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۲) تل کے تیل کی بیع تل کے ساتھ کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) حضرات شیخینؒ کے نزدیک گوشت کو زندہ حیوان کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ تحقق ربوا کے لئے دو علتوں کا پایا جانا ضروری ہے اور یہاں دونوں علتیں معدوم ہیں اس لئے کہ گوشت موزون ہے اور حیوان غیر موزون یعنی عددی ہے کیونکہ حیوان کو عرف عام میں نہ تو وزن کیا جاتا ہے اور نہ ہی وزن سے اسکی مقدار معلوم ہوسکتی ہے کیونکہ کبھی تو وہ خود کو ہلکا کر لیتا ہے اور کبھی سانس وغیرہ بھر کے خود کو بہت بھاری بنا لیتا ہے لہٰذا ان میں اتحاد قدر نہیں پایا گیا اور یہاں اتحاد جنس بھی نہیں ہے تو جب حیوان اور گوشت میں ربوا کی دونوں علتیں معدوم ہیں تو ایک کو دوسرے کے عوض فروخت کرنا درست ہے برابری کے ساتھ یا کمی بیشی کے ساتھ ہوں بہر صورت درست ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک اگر حیوان کی جنس کے گوشت کے عوض اسے فروخت کیا تو جائز ہے مگر یہ ہے کہ علیحدہ کردہ گوشت زیادہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیـــل: یہ ہے کہ اگر موجودہ گوشت زندہ گائے میں موجود گوشت سے زائد نہیں ہوگا تو ربوا لازم آئے گا بایں طور کہ اگر یہ گوشت حیوان میں موجود گوشت کے برابر ہوگا تو دونوں گوشت ایک دوسر کے مساوی ہوں گے لیکن زندہ جانور میں گوشت کے علاوہ اسکی کھال وغیرہ قیمتی اور قابلِ انتفاع ہوتے ہیں اور جب موجودہ گوشت جانور کے گوشت کے برابر ہوگا تو یہ اشیاء بلاعوض ہوجائیں گی اور اس کا نام ربوا ہے اس لئے جواز بیع کے پیش نظر حرمت ربوا سے بچنے کے لئے کٹے ہوئے گوشت کا حیوان کے گوشت سے زیادہ ہونا ضروری ہے تاکہ حیوان میں موجود گوشت کٹے ہوئے گوشت کے برابر ہوجائے اور مابقیہ گوشت کھال وغیرہ کے مقابل ہوجائے اس لئے گوشت کا زیادہ ہونا ضروری ہے۔

(۱) اس حدیث میں گوشت کو حیوان کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا گیا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ دونوں ایک جنس ہے تاہم گوشت زیادہ ہو اور مساوات کا اعتبار کریں تو جائز ہوجائیگی۔

(۲) تل کے تیل کو اگر تل کے دانوں کے ساتھ فروخت کیا جائے تو تیل کا تل کے دانوں میں موجود تیل سے زیادہ ہونا ضروری ہے اگر کم ہوگا تو ربوا کا تحقق ہوجائے گا

"لایجوز بیع الحل بالسمسم بالاتفاق الااذا کان الحل اکثر من الدهن الذی فی السمسم" (البنایہ: ج۸ ص ۲۸۵)

ہدایہ: ج/۳/ ص/ ۸۷

سوال: يَجُوزُ بَيْعُ الرُّطَبِ بِالتَّمَرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَؒ وَقَالَا لَايَجُوْزُ وَمَدَارُ مَارَوَيَاهُ عَلٰى زَيْدِ بْنِ عَيَّاشٍ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ النَّقَلَةِ.

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رطب کو تمر کے عوض برابر، برابر بیچنا جائز ہے، اور حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے، اور حضراتِ صاحبینؒ کی پیش کردہ روایت کا مدار زید بن عیاش پر ہے جو ناقلینِ حدیث کے یہاں ضعیف روای ہے۔

جزئیات: (۱) زیر بحث مسئلہ میں دونوں مسلکوں کی مع دلیل وضاحت کریں (۲) اور "مارویناہ" سے کس حدیث کی طرف اشارہ ہے واضح کریں (۳) "ومدار ما روینا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الخ" سے صاحب ہدایہ کی کیا مراد ہے۔

جواب: (۱) امام ابو حنیفہ کے نزدیک تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے برابر سرابر بیچنا جائز ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ رطب درحقیقت تمر ہی ہے اور تمر کو تمر کے ساتھ برابر برابر بیچنا "التمر بالتمر" والی حدیث کی وجہ سے جائز ہے اور رطب تمر اس لئے ہے کیونکہ ایک دفع آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں خیبر کی کچھ رطب کھجوریں بطور ہدیہ پیش کی گئی ان کو دیکھ کر آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ أو کل تمر خیبر هکذا کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہی ہے اس حدیث میں آپؐ نے رطب کو تمر فرمایا ہے معلوم ہوا دونوں ایک ہی جنس ہے اور جنس کا تبادلہ جنس کے ساتھ برابر سرابر جائز ہے۔

حضرات صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تر کھجور کو خشک کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے۔

دلیل: حضرت زید بن عیاشؒ کی روایت دلیل ہے:

عن زید بن ابی عیاش عن سعد بن ابی وقاصؓ قال سمعت رسول اللهؐ سئل عمن اشتری التمر بالرطب فقال اینقص الرطب اذا یبس فقالوا نعم فنهی عن ذلک (دارقطنی) (کتاب البیوع: ج/۳/ص/۷۷)

اس حدیث میں "بیع الرطب بالتمر" کو آپؐ نے صراحۃً منع فرمادیا ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔

(۲) "ماروینا" سے حدیث کے اس ٹکڑے کی طرف اشارہ ہے:

"التمر بالتمر مثلا بمثل" پوری حدیث درج ذیل ہے:

عن عبادة بن الصامت عن النبیؐ قال الذهب بالذهب مثلا بمثل والفضة بالفضة مثلا بمثل والتمر بالتمر مثلا بمثل والبر بالبر مثلا بمثل والملح بالملح مثلا بمثل فمن زاد او استزاد فقد اربی وبیعوا البر بالشعیر کیف شئتم یدا بید (رواه ترمذی)

(۳) "مدار ماروینا" سے صاحب ہدایہ حضرات صاحبینؒ کی پیش کردہ دلیل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا جواب بیان فرماتے ہیں کہ آپ حضرات نے جس روایت کو بطور دلیل پیش کیا ہے اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش اپنی جہالت کے سبب محدثین کے یہاں ضعیف ھیں اور یہ فضائل اعمال کی بحث نہیں ہے کہ ضعیف حدیث یا ضعیف راوی کی روایت بھی چل جائے گی یہ تو معاملات کا مسئلہ ہے اس میں صحیح حدیث مطلوب ہے۔

نـوٹ: یہ جواب درست نہیں ہے کہ زید ابن عیاش ضعیف راوی ہے بلکہ وہ تو ثقہ راوی ہیں اور امام مالک نے مؤطا امام مالک میں ان سے روایت نقل کی ہے جبکہ امام مالک راویوں کے بارے میں بہت غور وفکر کرتے ھیں اور ان کے نقل کے بارے میں بہت غور کرتے ھیں اور ان کے احوال کو پوری طرح معلوم کرتے ھیں اس کے بعد روایت کرتے ہیں اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

هـذا جـواب لیـس بـصـحیح بل هو ثقة عندالنقلة قداخرج مالک حدیثه مع شدة تـحـریه فی الرجال ونقده وتتبعه لاحوالهم ولما اخرجه الترمزی قال حدیث حسن صحیح (البنایه ج۸ص۲۸۷)

ہدایہ: ج/۳/ص/۸۸

سوال: وكـذلک الـعنب بالزبیب یعنی علی هذا الخلاف والوجه مابيناه وقيل لايجوز بالاتفاق

تـرجـمـه: اسی طرح انگور کو کشمش کے عوض (فروخت کرنا) یعنی وہ بھی اسی اختلاف پر ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

جـزئیات: (۱) ”عـلـی هـذاالـخـلاف“ سے کون سا اختلاف مراد ہے (۲) ”والوجه“ سے کیا مراد ہے (۳) امام صاحب ”بیع العنب بالزبیب“ کے عدم جواز کے قائل ہے ایک قول میں اس قول کی وجہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (۱) ''علی ھذا الخلاف'' سے ''بیع الرطب بالتمر'' والا اختلاف مراد ہے اختلاف یہ ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے جبکہ برابر برابر ہوں اور کیل کے ساتھ ہو۔

حضرات صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے نہ برابری کے ساتھ اور نہ کمی کے بیشی کے ساتھ جیسا کہ ان کا مسلک ''بیع الرطب بالتمر'' میں تھا۔

یجوز عند ابی حنیفة اذا تساويا كيلا و عندهما لايجوز تساويا أو تفاضلاً كما قالا في الرطب بالتمر (البنایہ: ج۸ ص ۲۸۹)

(۲) ''والوجه'' وہ وجہ مراد ہے جسکی وجہ سے امام صاحب نے ''بیع الرطب بالتمر'' کو جائز قرار دیا ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ اگر کشمش انگور کے ساتھ ایک جنس ہے تو ان دونوں کی بیع برابری کے ساتھ درست ہے اور اگر دونوں الگ الگ جنس ہے تو نقد ہر طرح جائز ہے آپؐ کے فرمانے کی وجہ سے اگر ان کی جنس الگ الگ ہو تو نقد جس طرح چاہو تم فروخت کرو۔

المراد من الوجه وهو ان التربيب مع العنب ان كان جنسا واحدا جاز بيع احدهما بالآخر متماثلا كيلا وان كانا جنسين جاز ايضاً لقوله صلی اللہ علیہ وسلم واذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم ان يكون يدا بيد

(البنایہ: ج۸/ ص/ ۲۸۹)

(۳) امام صاحب ''بیع العنب بالزبیب'' کی صورت میں ایک قول میں عدم جواز کے قائل ہے اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب نے اس کو بھنے ہوئے گندم کی بیع بغیر بھنے گندم کے ساتھ پر قیاس کیا ہے کیونکہ اس میں کامل مماثلت نہیں پائی جاتی ہے اور حدیث شریف میں اس سلسلے میں کوئی حکم موجود نہیں ہے جیسا کہ بیع الرطب بالتمر کی صورت میں حدیث شریف میں موجود ہے ''او کل تمر خيبر هكذا'' اس لئے ''بیع العنب بالزبیب'' کے عدم جواز کے قائل ہوئے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فان النص لما اورد باطلاق التمر على الرطب جعلا نوعا واحدا فجاز البيع مثلا بمثل ولم يرد باطلاق اسم العنب على الزبيب فاعتبر فيه التفاوت الصنفي المفسد كما في المقلية بغيرها(البنایہ:ج/۸ص/۲۸۹)

ہدایہ:ج/۳/ص/۸۹

سوال: وَيَجُوْزُ بَيْعُ اللُّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا وَمُرَادُهُ لَحْمُ الإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ، فَأَمَّا الْبَقَرُ وَالْجَوَامِيْسُ جِنْسٌ وَاحِدٌ وَكَذَا الْمَعْزُ مَعَ الضَّأْنِ وَكَذَا الْعِرَبُ مَعَ الْبَجَاتِيْ، قَالَ وَكَذَالِكَ أَلْبَانُ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَعَنِ الشَّافِعِيِّ لَايَجُوْزُ لِأَنَّهَا جِنْسٌ وَاحِدٌ لِإِتِّحَادِ الْمَقْصُوْدِ.

ترجمہ: مختلف گوشتوں میں سے بعض کو بعض کے عوض کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے اور امام قدوریؒ کی مراد اونٹ، گائے اور بکری کا گوشت ہے، رہی گائے اور بھینس تو وہ دونوں ایک ہی جنس کی ہیں، اسی طرح بکری اور اور ایسے ہی عربی اور بجاتی۔ فرماتے ہیں کہ اسی طرح گائے اور بکری کا دودھ ہے اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مقصود کے ایک ہونے کی وجہ سے وہ ایک ہی جنس کے ہیں۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲)''مراده'' میں ضمیر کا مرجع کون ہے (۳) پرندوں کے گوشت کی بیع پرندوں کے گوشت کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ کیا حکم ہے اور کیوں ہے (۴) گائے بکری اور اونٹنی وغیرہ انکے دودھ کی بیع میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۵) گائے کے دودھ کے پنیر اور بکری کے دودھ کے پنیر کی بیع کمی بیشی کے ساتھ کیا حکم ہے (۶) کھجور کے سرکہ کی بیع انگور کے سرکہ کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ کیا حکم ہے اور کیوں ہے۔

جواب: (۱) عبارت میں مختلف طرح کے مسائل بیان کئے گئے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مختلف طرح کے گوشت ہیں تو ان میں سے بعض کو بعض کے عوض کی بیشی کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساتھ فروخت کرنا جائز ہے "لحمان مختلفة" کو اونٹ گائے اور بکری کے ساتھ مقید کردیا کیونکہ ان سے کسی کے ذریعہ دوسرے کے نصاب زکوٰۃ کی تکمیل نہیں ہوسکتی اس لئے یہ مختلف الاجناس ہوں گی۔

تو ان کے اجزاء یعنی گوشت وغیرہ بھی مختلف الاجناس ہوں گے اور حدیث شریف 'اذا اختلفت الخ" کی رو سے کمی بیشی کے ساتھ ان کی خرید وفروخت درست ہوگی۔

اس کے برخلاف گائے اور بھینس اسی طرح بھیڑ اور بکری نیز عربی اور بختی گھوڑے ان تمام میں ایک دوسرے کے ذریعہ نصاب زکوٰۃ کی تکمیل کرلی جاتی ہے اس لئے یہ سب جنس واحد کے تحت داخل ہوں گے اور ان میں سے بعض کو بعض کے عوض کمی زیادتی کے ساتھ خریدنا اور فروخت کرنا درست نہیں ہوگا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ گائے بکری اور اونٹنی وغیرہ میں چوں کہ اختلاف جنس ہے اس لئے ان کے اجزاء میں بھی اختلاف جنس ہوگا اور جس طرح انکے گوشت کو ایک دوسرے کے عوض کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا درست ہے اسی طرح ان کے دودھ کو بھی کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہوگا البتہ امام شافعیؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دودھ اور گوشت ان سب کے مقصد متحد ہے اور مقصد ہی پر حکم کا مدار ہوتا ہے لہٰذا جب ان سب کا مقصد ایک ہے تو کمی بیشی کے ساتھ ان کی خرید و فروخت درست نہیں ہوگی۔ (احسن الہدایہ: ج/۸ ص/۳۵۰)

(۲) "مرادہٗ" کی ضمیر کا مرجع امام قدوری ہے " مرادهٗ ای مراد القدوری' '
(البنایہ ج/۸ ص/۲۹۳)

(۳) پرندوں کے گوشت کی بیع پرندوں کے گوشت کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے باوجود اس کے کہ سب پرندے متحد الجنس ہے۔

حکم کی وجہ: ان کی بیع کمی بیشی کے ساتھ اس لئے جائز ہے کیونکہ عادۃً نہ یہ وزنی ہے اور نہ کیلی ہے پس یہ شرعی پیمانہ اور مقدار کو شامل نہیں ہوتے اس لئے ان میں کمی بیشی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ساتھ بیع درست ہے۔

اما بيع لحم الطيور بعضها ببعض فيجوز متفاضلا مع اتحاد الجنس .فانه ليس بوزني عادة ولا كيلي فلم تيناوله القدر الشرعي وفي مثله يجوز البيع متفاضلاً. (حاشیه:۱۸/ص/۸۹،هدایه:۳)

(۴) **اختلاف الائمه:** امام شافعیؒ کے نزدیک گائے بکری اوراونٹنی کے دودھ کی بیع آپس میں کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں ہوگی۔

دلیل شافعی: یہ ہے کہ یہ جنس واحد ہے کیونکہ ان سب کا مقصد ایک یعنی غذادینا اوران کے ذریعہ تقویت حاصل کرنا اورحکم مقصد پر ہوتا ہے لہٰذا جب ان کا مقصد ایک ہے تو کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت درست نہیں ہوگی" لانها جنس واحد لاتحاد المقصود "امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گوشت کی طرح ان کے دودھ کو بھی کمی وبیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہوگا۔

دلیل احناف: یہ ہے کہ مذکورہ جانوروں کے اصول اوران کی اصلیت میں اختلاف ہے اس لئے ان میں سے ایک دوسرے کے ذریعے کسی کے نصاب زکوٰۃ کی تکمیل نہیں ہوسکتی لہٰذا جب ان کی اصلیت میں اختلاف ہے تو ان کی فرعیت میں بھی اختلاف ہوگا تو جب فرع میں اختلاف ہے تو انکے دودھ کوایک دوسرے کے عوض میں کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

لنا ان الاصول مختلفة حتى لايكمل نصاب احدهما بالآخر في الزكوٰة فكذا اجزاء ها.

(۵) گائے کے دودھ کے پنیر کو بکری کے دودھ کے پنیر کے عوض کمی بیشی کے ساتھ خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے۔

اذا ابدع فيهما صنعة تصير كجزء واحد بان اتخذ منها الجبن لايجوز بيعه متفاضلا (هدایه ج/۳/حاشیه ۹ ا ص/۸۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۶) خراب کھجور کے سرکہ کو انگور کے سرکہ کے عوض کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

حکم کی وجہ: اس لئے کہ ان کے اصل الگ الگ ہے اور جب اصل الگ الگ ہے تو اس کی فرع یعنی اس کا پانی یہ بھی الگ الگ ہوگا تو یہ مختلف الجنس ہے اور اختلاف جنس کی صورت میں کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا درست ہے۔

للاختلاف بین اصلهما لان الدقل غیر العنب فکذا بین مائیها ولهذا کان عصیرهما جنسین باجماع الائمة الاربعة. (البنایه: ج/۸/ص/۲۹۰)

ہدایہ: ج/۳/ص/۹۰

سوال: وَيَجُوْزُ بَيْعُ الْخُبْزِ بِالْحِنْطَةِ وَالدَّقِيْقِ مُتَفَاضِلاً، لِأَنَّ الْخُبْزَ صَارَ عَدَدِيًّا أَوْ مَوْزُوْنًا، فَخَرَجَ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ مَكِيْلًا مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَالْحِنْطَةُ مَكِيْلَةٌ، وَعَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّهُ لَاخَيْرَفِيْهِ.

ترجمہ: روٹی کو گیہوں اور آٹے کے عوض کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ روٹی عددی یا موزونی ہے، لہٰذا وہ من کل وجہٍ مکیلی ہونے سے نکل گئی، جبکہ گندم مکیلی ہے اور حضرت امام صاحبؒ سے مروی ہے کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اگر روٹی ادھار ہو تو کیا حکم ہے (۳) روٹی کے قرض لینے میں ائمہ کرام کا اختلاف نقل کریں

جواب: (۱) اس عبارت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہے کہ پکی ہوئی روٹی کو گیہوں یا آٹے کے عوض کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ "یدا بید" ہو اس لئے کہ گندم اور آٹا دونوں مکیلی ہیں اور روٹی موزونی ہے یا عددی ہے کیونکہ اگر چہ اسکی اصل یعنی حنطہ ایک ہی ہے مگر چوں کہ صنعت اور کاریگری سے اس میں تبدیلی آگئی ہے اس لئے اختلاف مقصد کی وجہ سے یہ من کل وجہ مکیلی ہونے سے خارج ہے اور الگ جنس کی ہے لہٰذا جب دونوں کی جنس الگ الگ ہے تو اس میں سے ایک کو دوسرے کے عوض کمی بیشی کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساتھ فروخت کرنا بھی درست ہے۔

البتہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اس سلسلے میں ایک روایت یہ ہے کہ "بیع الخبز بالحنطة" وغیرہ میں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ خبز حنطہ کی جنس سے ہوتی ہے اور ان میں کسی نہ کسی درجہ میں مجانست پائی جاتی ہے اس لئے شبہ ربوا کے پیش نظر کمی بیشی کے ساتھ ان کی بیع جائز نہیں ہوگی اور چوں کہ گندم خبز اور دقیق میں من کل وجہ مساوات ممکن نہیں ہے اس لئے برابری کے ساتھ بھی ان کا ایک دوسرے کے عوض تبادلہ درست نہیں ہوگا۔ (احسن الہدایہ ج/۸ ص/۳۵۶)

(۲) اگر روٹی کو مسلم فیہ (ادھار) بنایا جائے اور گندم کو راس المال بنایا جائے تو اس صورت میں طرفینؒ کے یہاں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ اس صورت میں بھی جواز عقد کے قائل ہیں اس لئے کہ ان کے یہاں روٹی موزونی چیز ہے لہٰذا اس کے سپردگی میں کوئی نزاع نہیں ہوگا اور یہی قول معتمد اور مفتی بہ ہے۔

(۳) **اختلاف الائمہ**: امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ روٹیوں کو قرض لینا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ پکنے پکانے اور تنور وغیرہ کے اختلاف سے ان میں فاحش اختلاف ہو جاتا ہے جو نزاع کا سبب بنتا ہے۔

عند ابی حنیفة لایجوز لانه یتفاوت بالخبز والخباز والتنور والتقدم والتأخر.

حضرت امام محمدؒ کے نزدیک تعامل ناس کیوجہ سے دونوں صورتوں میں قرض لینا جائز ہے خواہ گن کر ہو یا وزن سے ہے۔

"عند محمدؒ یجوز بهما للتعامل" امام ابو یوسف کے نزدیک روٹی کا وزن کر کے قرض لینا درست ہے عدد کے اعتبار سے لینا درست نہیں ہے اس لئے کہ عدد میں افراد متفاوت ہوتے ہیں جو مفضی الی النزاع ہوگا درست نہیں ہے۔

عند ابی یوسفؒ یجوز وزنا ولایجوز عددا للتفاوت فی آحاده

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ر ۳ ص ر ۹۰

سوال: قَالَ وَلَابَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ، خِلَافًا لِأَبِيْ يُوْسُفَ وَالشَّافِعِيِّ، لَهُمَا الْإِعْتِبَارُ بِالْمُسْتَامِنِ مِنْهُمْ، لِأَنَّ مَالَهُ صَارَ مَحْظُوْرًا بِعَقْدِ الْأَمَانِ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے مابین ربوا نہیں ہے، امام ابو یوسفؒ، امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، ان حضرات کی دلیل: امن لیکر دارالاسلام میں آئے ہوئے پر قیاس ہے، اس لئے کہ عہدِ امان کے سبب اس کا مال ممنوع ہو گیا ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۳) "وان كان عليه دين لايجوز بالاتفاق" کا مطلب تحریر کریں اور امام صاحب اور صاحبین کی دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں جا کر کسی حربی سے کمی زیادتی کے ساتھ کوئی چیز خریدے یا بیچے تو وہاں اس پر ربوا کا حکم نہیں لگے گا البتہ امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ کے یہاں اس صورت میں بھی ربوا کا تحقق ہوگا یہ حضرات اس صورت کو حربی مستامن پر قیاس کرتے ہیں یعنی جس طرح اگر کوئی حربی امن لے کر دارالاسلام میں آجائے اور وہ اموال ربوایہ میں کسی مسلمان کے ساتھ کمی زیادتی سے خرید و فروخت کرے تو اس میں ربو یہ متحقق ہوتا ہے اسی طرح کسی مسلمان کے دارالحرب میں جا کر کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے ربو متحقق ہوگا حضرات طرفین اور جمہور احناف کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں مطلقاً دارالحرب کے اندر ربوا کے تحقق کی نفی کی گئی ہے لہٰذا دارالحرب میں ربوا متحقق نہیں ہوگا۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ دارالحرب میں حربیوں کا مال مباح اور حلال ہوتا ہے لہٰذا غدر اور دھوکہ کے علاوہ جس طریقے سے بھی مسلمان ان کا مال لے گا وہ حلال اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درست ہوگا اور اس میں ربوا کا تحقق نہیں ہوگا۔

رہا امام ابو یوسف وغیرہ کا حربی مستأمن پر قیاس کرنا تو یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اولاً تو حدیث کے مقابلے میں قیاس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب دار الاسلام نے حربی مستأمن کو ہر طرح کا امن دے رکھا ہے تو اس کا مال بھی محفوظ اور ممنوع ہوگا اور صرف جائز طریقہ ہے اس کا مال لینا مباح ہوگا اور ربوا چوں کہ ایک غیر شرعی طریقہ ہے اس لیے اگر یہاں کمی بیشی کے ساتھ بیع کی گئی تو وہ حرام ہوگی الحاصل حربی اور مسأمن میں فرق ہے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۸، ص ۳۵۵)

اختلاف الائمہ: امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسلمان کا دار الحرب میں حربی کے ساتھ کمی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔

دلیل احناف: یہ ہے کہ حدیث شریف میں مطلقاً دار الحرب کے اندر ربوا کے تحقق کی نفی کی گئی ہے لہٰذا دار الحرب میں ربوا کا تحقق نہیں ہوگا۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ دار الحرب میں حربیوں کا مال مباح اور حلال ہوتا ہے لہٰذا غدر اور دھوکہ کے علاوہ جس طریقے سے بھی مسلمان ان کا مال لے گا وہ حلال اور درست ہوگا اور اس میں ربوا کا تحقق نہیں ہوگا۔

امام شافعی اور امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ اگر مسلمان نے دار الحرب میں حربی کے ساتھ کمی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کی تو ربوا کا تحقق ہو جائے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

دلیل امام شافعی و ابو یوسف: یہ ہے کہ ان حضرات نے حربی کو مستأمن پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح دار الاسلام میں کوئی حربی امن لے کر آجائے اور وہ اموال ربویہ میں کسی مسلمان کے ساتھ کمی زیادتی سے خرید و فروخت کرے تو اس میں ربوا متحقق ہوتا ہے اسی طرح کسی مسلمان کے دار الحرب میں جا کر کمی زیادتی کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خرید وفروخت کرنے سے بھی ربوا متحقق ہو جائے گا اس لیے جائز نہیں ہے۔

(۳)"وان کان علیہ دین لا یجوز بالاتفاق" کا مطلب یہ ہے کہ اگر غلام پر اتنا قرض ہے جو اس کے رقبہ کو محیط ہے تو اس صورت میں آقا اور غلام کے درمیان ربوا کا تحقق ہوگا اور جس طرح مکاتب اور اس کے مولیٰ کے درمیان ربوا متحقق ہوتا ہے اسی طرح ان کے مابین بھی ربوا متحقق ہوگا اور اموالِ ربویہ میں کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

دلیل ابی حنیفہ: یہ ہے کہ ایسی صورت میں غلام کی ملکیت مولیٰ کی ملکیت نہیں رہ جاتی اس لیے ان کے درمیان ربوا کا تحقق ہو جاتا ہے۔

دلیل صاحبین: یہ ہے کہ اگر چہ غلام اور اس کی مملوکات کا ابھی تک مولیٰ ہی کی ملکیت میں شمار ہے مگر دین محیط کی وجہ سے اس کی ملکیت سے قرض خواہوں کا حق متعلق ہو گیا۔

لہٰذا اب غلام مولیٰ کے لیے اجنبی کی طرح ہو گیا اور چوں کہ اجنبی اور مولیٰ کے درمیان بیع بھی متحقق ہوتی ہے اور کمی زیادتی کی صورت میں ربوا کا بھی تحقق ہوتا ہے اس لیے مولیٰ اور عبد مدیون کے درمیان بھی بیع متحقق ہوگی اور کمی بیشی کی صورت میں ربوا بھی متحقق ہوگا اور ربوا ناجائز ہے اس لیے یہ عقد بھی ناجائز ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باب الحقوق

ہدایہ: ج ر۳ ر ص ۶۰

سوال: وَمَنْ إشْتَرىٰ مَنْزِلًا فَوْقَهٗ مَنْزِلٌ فَلَيْسَ لَهُ الأعْلىٰ إلَّا أنْ يَّشْتَرِيَهٗ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَلَهٗ، أوْ بِمُرَافِقِهٖ، أوْبِكُلِّ قَلِيْلٍ وَكَثِيْرٍهُوَ فِيْهِ أوْمِنْهُ، وَمَنِ إشْتَرىٰ دَارًا بِحُدُوْدِهَا فَلَهُ الْعِلْوُ وَالْكَنِيْفُ.

ترجمہ: جس شخص نے کوئی ایسی منزل خریدی جس کے اوپر بھی منزل ہے، تو اوپر والی منزل اس کی نہیں ہوگی، الّا یہ کہ وہ منزل کو اس کے ہر حق کے ساتھ خریدے، یا اس کے مرافق کے ساتھ خریدے، یا اس کے ہر قلیل وکثیر یا اس سے ہر قلیل وکثیر کے ساتھ خریدے۔ جس شخص نے حدود سمیت کوئی دار خریدا تو اسے علو اور بیت الخلاء دونوں ملیں گے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) منزل کے حقوق میں کیا کیا ہے اور مرافق کیا کیا ہے (۳) بیت کی بیع میں بکل حق کی صراحت کے بعد بھی اس کا علو اس میں داخل نہیں ہوگا اسکی وجہ تحریر کریں (۴) موجودہ دور میں اگر دومنزلہ مکان کی بیع کی ہو کیا اس کی بیع میں اس کی اوپر کی منزل داخل ہونگی یا نہیں (۵) ظلہ میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت میں گھر وغیرہ خریدنے پر توابع گھر کے دخول اور عدم دخول سے متعلق کئی صورتوں کا بیان ہے پہلی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی منزل خریدی جس کے اوپر بھی منزل ہے تو مشتری کو اوپر والی منزل نہیں ملے گی ہاں اگر نیچے کی منزل خریدتے وقت وہ یہ صراحت کردے کہ میں اسے اس کے ہر حق کے ساتھ خریدتا ہوں یا اس کے جملہ منافع کے ساتھ خریدتا ہوں یا اس منزل کو ہر قلیل وکثیر سمیت خریدتا ہوں تو اس صورت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں بالا خانہ بھی شراء میں داخل ہوگا۔

مسئلے کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی ایسا بیت خریدا جس کے اوپر بھی بیت ہے اور اس نے بکل "حق ھولہ" وغیرہ کی صراحت کے ساتھ خریدا تو اسے بیت اعلیٰ نہیں ملے گا تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی دار خریدا اور جملہ حدود کے ساتھ خریدا تو اس صورت میں دار کا بالائی حصہ اور بیت الخلاء وغیرہ سب شراء میں داخل ہوں گے خواہ اس نے "بکل حق الخ" والی عبارت کا تذکرہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (احسن الہدایہ: ج/۸/ص/۳۵۸)

(۲) منزل کے حقوق میں پانی کا راستہ اور آمد ورفت کا راستہ جس میں آمد ورفت کا حق ہو "بکل حق ھولہ ای للمنزل کالمسیل والطریق الذی فیہ حق الخروج والدخول" منزل کے مرافق میں وضوخانہ مطبخ وغیرہ سب داخل ہوں گے۔ "بمرافقہ المتوضاء والمطبخ ونحوھما" (حاشیہ:۱۱)

(۳) بیت کی بیع میں اس کا بیت اعلیٰ داخل نہیں ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت اعلیٰ وہ بیت اسفل کے مثل ہے اور شیء اپنے مثل کے تابع نہیں ہوتی تابع صرف ادنی چیز ہوتی ہے اس کا بیت اعلیٰ تابع ہو کر بیع میں داخل نہیں ہوگا۔

العلو مثلہ والشئی لایکون تبعا لمثلہ لان تبع الشئی أدنی منہ لامحالۃ لامثلہ فلایدخل العلو فی شراء البیت (البنایہ ج۸ ص ۳۰۲)

(۴) موجودہ دور میں دومنزلہ مکان کی بیع میں اس کا بیتِ اعلیٰ بدون صراحت بیع میں داخل ہوگا۔

فی عرفنا یدخل العلو من غیر ذکر فی الفصول کلھا لان فی عرفنا الدار والمنزل والبیت کلہ واحد ای فی عرف بلاد العجم سوء کان مسکن صغیرًا او کبیرًا (البنایہ ج۸ ص ۳۰۳)

اختلاف ائمہ: (۵) حضرت امام صاحب کے یہاں ظلہ بدون صراحت دار میں داخل نہیں ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیــــــــل: یہ ہے کہ ظلہ راستے کی فضا میں بنایا جاتا ہے لہٰذا اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو راستے کا ہوگا اور راستہ بغیر صراحت کے بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے اس لئے ظلہ بھی وضاحت کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔

حضرات صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ اگر ظلہ کا راستہ دار میں ہے تو اس صورت میں بدون صراحت بیع دار میں داخل ہوگا۔

دلیــــــــل: یہ ہے کہ ظلۃ دار کے توابع میں سے ہے لہٰذا جس طرح کنیف تابع دار ہونے کیوجہ سے حقوق وغیرہ کی وضاحت کے بغیر بیع دار میں داخل ہوتا ہے اسی طرح ظلہ بھی حقوق کی صراحت کے بغیر داخل ہوجائے گا۔

نــوٹ: ''ظــلــۃ'' فقہا کے یہاں اس چھجے کو کہتے ہیں جو دروازے کے اوپر ہوتا ہے ''قول الفقهاء ظلة الدار يريدون السدة التي تكون فوق الباب'' (البنایہ ج۸ ص۳۰۳)

ہدایہ: ج/۳/ص/۹۱

سوال: وَمَنِ اشْتَرىٰ بَيْتًا فِي دَارٍ أَوْمَنْزِلًا أَوْمَسْكَنًا لَمْ يَكُنْ لَهُ الطَّرِيْقُ، إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِيَهُ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَلَهُ أَوْبِمُرَافِقِهِ أَوْبِكُلِّ قَلِيْلٍ وَكَثِيْرٍ، وَكَذَا الشِّرْبُ وَالْمَسِيْلُ، لِأَنَّهُ خَارِجُ الْحُدُوْدِ إِلَّا أَنَّهُ مِنَ التَّوَابِعِ فَيَدْخُلُ بِذِكْرِ التَّوَابِعِ بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ، فَيَدْخُلُ تَحْصِيْلًا لِلْفَائِدَةِ الْمَطْلُوْبَةِ مِنْهُ.

ترجمہ: جس شخص نے دار میں کوئی بیت، منزل یا کوئی مسکن خریدا تو مشتری کو راستہ نہیں ملے گا الا یہ کہ وہ بیت کو اس کے ہر حق یا اس کے منافع یا اس کے ہر قلیل وکثیر کے ساتھ خریدے، اور یہی حال شرب اور مسیل کا بھی ہے، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک حدود سے باہر ہے، مگر یہ کہ وہ توابع میں سے ہیں، اس لئے ذکر توابع سے بیع میں داخل ہوجائیں گے برخلاف اجارہ کے، لہٰذا اجارہ کے فائدہ مطلوبہ کو حاصل کرنے کے پیشِ نظر راستہ بیع میں داخل ہوجائے گا۔

جزئیات: (۱) مذکورہ مسئلہ کو مثالوں سے واضح کریں (۲) ''بخلاف الاجارۃ'' سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع اور اجارہ کا جو فرق بیان کیا گیا ہے اسکی وضاحت کریں (۳) اجارہ کی تعریف کریں۔

جواب: (۱) اگر کسی نے ایک بڑی بلڈنگ میں ایک کمرہ خرید ا تو اس کو راستہ کی صراحت کرنی ضروری ہے بدونِ صراحت راستہ نہیں ملے گا اور صراحت کے بعد راستہ اس کو دیا جائے گا۔

مثال: اخلد کی ایک بہت بڑی بلڈنگ ہے اس میں ریاض نے ایک کمرہ خریدا لیکن ریاض نے کمرہ خریدتے وقت راستہ کی صراحت نہیں کی تھی تو اب بلڈنگ مالک یعنی اخلد ریاض کو راستہ نہیں دے گا لیکن اگر ریاض نے راستہ کی صراحت کی تھی تو اب اخلد اس کو راستہ ضرور دے گا۔

اسی طرح اگر کسی نے زمین خریدی لیکن شرب یا مسیل کی صراحت نہیں کی تو یہاں بھی پانی کا حصہ اور نالی وغیرہ بیع ارض میں داخل نہیں ہوں گے اگر بوقت شراء صراحت کر دے تو یہ سب بیع میں داخل ہوں گے۔

مثال: منیر نے ریاض سے زمین خریدی لیکن زمین خریدتے وقت پانی اور پانی کے راستہ کی صراحت نہیں کی تو ریاض منیر کو پانی اور نالی نہیں دے گا لیکن اگر منیر صراحت کردی تو ریاض اب اس کو پانی اور نالی دونوں دے گا۔

اگر کسی نے مکان اجارہ پر لیا تو ذکر توابع کے بغیر بھی راستہ مکان کے اجارہ میں داخل ہو جائے گا۔

مثال: طیب نے اخلد سے ایک کمرہ اجارہ پر لیا تو طیب کو راستہ وغیرہ کی صراحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اجارہ میں اخلد طیب کو کمرہ کا راستہ ضرور دے گا کیونکہ بغیر راستہ کے کمرہ کی منفعت طیب حاصل نہیں کرسکتا۔

(۲) "بخلاف الاجارۃ" سے بیع اور اجارہ کا ایک فرق بیان کیا گیا ہے وہ فرق یہ ھیکہ اجارہ میں اگر راستہ وغیرہ کی صراحت نہ کرے تو بھی راستہ آٹومیٹک اجارہ میں داخل ہوگا کیونکہ اجارہ تحصیل منفعت کے لئے کیا جاتا ہے اور اجارۂ مکان میں راستے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بغیر منفعت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے راستہ وغیرہ بدون صراحت اجارہ میں داخل ہوں گے۔

لیکن بیع میں بدون صراحت کے راستہ وغیرہ داخل نہیں ہوں گے اس لئے کہ بیع کو عین کی تملیک کے لئے مشروع کیا گیا ہے منفعت کی تملیک کے لئے مشروع نہیں کیا گیا ہے اور کبھی کبھی انسان صرف اور صرف ربح کی وجہ سے خریدتا ہے اس لئے بدون صراحت کے راستہ وغیرہ داخل نہیں ہوگا۔

(۳) اجارہ کی تعریف: اجارہ ایسا عقد ہے جو منافع پر مال کے عوض ہوتا ہے۔

"الاجارۃ عقد علی المنافع بعوض" (قدوری شریف)

باب الاستحقاق

ہدایہ: ج ۳ / ص / ۹۱

سوال: ومن اشتری جاریۃ فولدت عندہ فاستحقھا رجل ببینۃ فانہ یاخذھا وولدھا وان اقربھا الرجل لم یتبعھا ولدھا

ترجمہ: جس شخص نے کوئی باندی خریدی، پھر اس نے مشتری کے پاس بچہ کو جنم دیا، اس کے بعد کوئی دوسرا آدمی بینہ کے ذریعہ اس باندی کا حق دار ہوگیا، تو وہ باندی کو بھی لے گا اور اس کے بچہ کو بھی لے گا۔ اور اگر مشتری نے کسی آدمی کے لئے اس باندی کا اقرار کیا، تو بچہ اس کے تابع نہیں ہوگا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) دونوں صورتوں کا وجہ فرق بیان کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی حاملہ باندی خریدی اور پھر مشتری کے قبضے میں اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا اس کے بعد ایک آدمی نے اس باندی کے اپنے ہونے کا دعوی کیا اور بینہ کے ذریعہ اس دعوی کو ثابت کر کے اپنا استحقاق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عیاں کر دیا تو اب مدعی باندی اور اس کے بچے دونوں کو لے گا اس کے برخلاف اگر ولادت کے بعد مشتری نے کسی دوسرے کے لئے اس باندی کا اقرار کیا اور یوں کہا کہ یہ باندی فلاں کی ہے تو مشتری کا یہ اقرار صرف اس کے اپنے حق میں حجت ہوگا اور وہ باندی مقرلہ کی ہو جائے گی مشتری کے اس اقرار سے بچے پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور بچے ماں کے تابع ہو کر مقرلہ کا نہیں ہوگا۔

(۲) ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ بینہ حجت مطلقہ اور ملزمہ ہے لہٰذا جب بینہ کے ذریعہ اصل یعنی ماں میں مستحق کی ملکیت ثابت ہوگئی تو اب فرع اور اس سے متصل شئی یعنی بچے میں بھی مستحق کی ملکیت ثابت ہوگی اور وہ باندی اور بچے دونوں کو لے گا

اقرار حجت قاصرہ ہے اور مخبر کے اخبار کی صحت کے پیش نظر اس کے کسی چیز کا ثبوت ہوتا ہے اور مخبر نے یہاں ثبوت ملک کا اقرار کیا ہے اس لئے اس کا یہ اقرار خاص اسی کے حق میں حجت ہوگا اور باندی اسکی ملکیت سے نکل کر مخبرلہ اور مقرلہ کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی اور چوں کہ صحت اخبار کی ضرورت ولادت کے بعد بچے کے باندی سے جدا ہونے کی صورت میں فقط باندی میں اثبات ملک سے پوری ہو جاتی ہے اس لئے الضرورة تقدر بقدرها پر عمل کراتے ہوئے صرف باندی میں مقرلہ کی ملکیت ثابت ہوگی بچہ میں اسکی ملکیت کا ثبوت نہیں ہوگا۔

ہدایہ: ج ۳ / ص / ۹۳

سوال: وَمَنْ إِدَّعَىٰ حَقًّا فِيْ دَارٍ، مَعْنَاهُ حَقًّا مَجْهُوْلًا فَصَالَحَهُ الَّذِيْ فِيْ يَدِهٖ عَلىٰ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَاسْتُحِقَّتِ الدَّارُ إِلَّا ذِرَاعًا مِنْهَا لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْئٍ، وَدَلَّتِ الْمَسْأَلَةُ عَلىٰ أَنَّ الصُّلْحَ عَنِ الْمَجْهُوْلِ عَلىٰ مَعْلُوْمٍ جَائِزٌ، لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِيْمَا يَسْقُطُ لَاتُفْضِيْ إِلَى الْمُنَازَعَةِ.

ترجمہ: اور جس شخص نے کسی دار میں کسی ایک حق یعنی مجہول حق کا دعویٰ کیا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھر قابض علی الدار نے مدعی سے سو درہم پر مصالحت کر لی، اس کے بعد ایک گز کے علاوہ پورا دار مستحق نکل گیا، تو اب قابض مدعی سے ایک درہم بھی واپس نہیں لے سکتا، اور یہ مسئلہ اس بات کا غماز ہے کہ مجہول کے عوض معلوم پر صلح کرنا جائز ہے، کیونکہ ساقط ہو جانے والی چیزوں میں جہالت مفضی الی المنازعہ نہیں ہوتی۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ بیان کر کے عبارت کی تشریح کریں۔ (۲) دونوں مسئلوں کا فرق واضح کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ طیب ایک مکان پر قابض ہے اب حسین نے اس مکان میں اپنے غیر متعین اور مجہول حق کا دعوی کیا اور یوں کہا کہ اس میں میرا بھی حق ہے تم وہ مجھے دیدو قابض یعنی طیب نے اسے سو درہم دے کر خاموش کر دیا اور اس پر مصالحت کر لی اس کے بعد وہ مکان ایک گز کے علاوہ مستحق نکل گیا اور ریاض نے ایک گز کے علاوہ میں استحقاق کا دعوی ثابت کر کے اس کو لے لیا تو اب قابض یعنی طیب مدعی یعنی حسین سے ان سو درہم میں سے ایک درہم بھی واپس لینے کا حق دار نہیں ہوگا اس لئے کہ مدعی کا دعوی حق مجہول اور حق غیر متعین میں تھا وہ کہہ سکتا ہے کہ میرا دعوی تو اسی بقیہ حصے میں تھا البتہ اگر مدعی نے پورے گھر کے اپنے ہونے کا دعوی کیا تھا اور اس قابض نے سو درہم کے عوض مصالحت کی تھی اس کے بعد گھر کا ایک مخصوص حصہ مثلاً تیس فیصد حصہ مستحق نکل گیا تو اب اس صورت میں قابض مدعی سے تیس درہم واپس لے لے گا کیونکہ یہاں توفیق کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ مدعی کا دعوی پورے مکان میں تھا اور سو درہم پر اس پورے مکان کے عوض صلح ہوئی تھی لیکن جب مکان کا ایک مخصوص حصہ مستحق نکل گیا تو اب قابض کو مدعی سے اس کے بقدر بدل صلح میں سے واپس لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ بدل مبدل منہ کے تمام اجزاء پر تقسیم ہوتا ہے اور بعض مبدل کے مستحق ہو جانے کی وجہ سے اس بعض کی سلامتی بھی معدوم ہوگئی اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ مدعی نے اس بعض کا بدل ناحق لیا ہے لہٰذا اسے اس بعض مستحق مبدل کا بدل واپس کرنا ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ بھائی اس مسئلہ سے ایک نئی حقیقت کا انکشاف ہوا ہے وہ یہ کہ شئی مجہول پر معلوم عوض کے بدلے صلح کرنا درست اور جائز ہے اس لئے کہ جو چیزیں اسقاط کے قبیل کی ہے ان میں جہالت مفضی الی النزاع نہیں ہوتی اور حق مجہول کی جہالت بھی چونکہ اسقاط کے قبیل سے ہے اس لیے یہ بھی مفضی الی النزاع نہیں ہوگی۔

(۲) ان دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں واپسی کا حق اس لیے نہیں ہے کیوں کہ مدعی کا دعویٰ حق مجہول اور حق غیر متعین میں تھا اور ایک گز باقی ہے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میرا دعویٰ اسی بقیہ حصے میں تھا اس لیے واپسی کا حق نہیں ہے۔

دوسری صورت میں مستحق حصہ کے بقدر واپسی کا حق اس لیے ہے بدل مبدل منہ کے تمام اجزاء پر تقسیم ہوتا ہے اور بعض مبدل کے مستحق ہو جانے کی وجہ سے اس بعض کی سلامتی بھی معدوم ہوگئی اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ مدعی نے اس بعض کا بدل ناحق لیا ہے لہٰذا اس بعض مستحق مبدل کا بدل واپس کرنا ہوگا۔

فصل فی بیع الفضولی

ہدایہ: ج/۳/ص/۹۳

سوال: وَمَنْ بَاعَ مِلْكَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَالْمَالِكُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَجَازَ الْبَيْعَ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَنْعَقِدُ. لِأَنَّهُ لَمْ يَصْدُرْ عَنْ وِلَايَةٍ شَرْعِيَّةٍ، لِأَنَّهَا بِالْمِلْكِ أَوْ بِإِذْنِ الْمَالِكِ وَقَدْ فُقِدَا، وَلَا اِنْعِقَادَ إِلَّا بِالْقُدْرَةِ الشَّرْعِيَّةِ.

ترجمہ: جس شخص نے دوسرے کی ملکیت کو اس کے حکم کے بغیر فروخت کر دیا، تو مالک کو اختیار ہے، اگر چاہے تو بیع کو نافذ کر دے اور اگر چاہے تو فسخ کر دے، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع ہی منعقد نہیں ہوگی، اس لئے کہ ولایتِ شرعیہ سے اس کا صدور نہیں ہوا ہے کیونکہ ولایتِ شرعیہ یا تو ملک سے ثابت ہوتی ہے یا مالک کی اجازت سے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور (یہاں) وہ دونوں مفقود ہیں، اور قدرتِ شرعیہ کے بغیر بیع کا انعقاد نہیں ہوتا ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں فضولی کے تصرفات اور اسکی بیع وغیرہ منعقد ہوجایا کرتی ہے البتہ مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے اگر مالک اجازت دے گا تو اس کا نفاذ ہوگا ورنہ نہیں البتہ امام شافعیؒ کے یہاں فضولی کا کوئی تصرف منعقد ہی نہیں ہوتا لہٰذا اسکی بیع بھی منعقد نہیں ہوگی۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ انعقاد بیع کے لئے شرعی ولایت ضروری ہے اور یہ ولایت یا تو ملک سے حاصل ہوتی ہے یا مالک کی اجازت سے متحقق ہوتی ہے اور فضولی کی بیع میں یہ دونوں چیزیں معدوم ہیں اس لئے اس کی بیع منعقد نہیں ہوگی۔ (احسن الہدایہ ج ۸/ص ۴۷۲)

(۲) **اختلاف الائمہ:** امام صاحبؒ کے نزدیک فضولی کے تصرف اور اسکی بیع وغیرہ منعقد ہوجایا کرتی ہے لیکن مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ فضولی کی بیع میں مالک بنانے کا تصرف موجود ہے یعنی جس طرح مالک اپنے عقد سے دوسرے کو کسی چیز کا مالک بناتا ہے اسی طرح فضولی بھی بیع کے ذریعے تملیک کا دروازہ کھول دیتا ہے لہٰذا جب اس میں تصرف تملیک موجود ہے اور یہ اپنے اہل یعنی عاقل بالغ سے صادر ہوکر اپنے محل یعنی مال متقوم میں واقع ہوتی ہے تو اب اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے اور مالک کو بھی کوئی ضرر نہیں ہے کیونکہ اس کو اختیار حاصل ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک فضولی کا کوئی تصرف منعقد ہی نہیں ہوتا ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ انعقاد بیع کے لئے شرعی ولایت ضروری ہے اور یہ ولایت یا تو ملک سے حاصل ہوتی ہے یا مالک کی اجازت سے متحقق ہوتی ہے اور فضولی کی بیع میں دونوں چیزیں معدوم ہیں اس لئے اسکی بیع منعقد نہیں ہوگی۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۹۷

سوال: وَمَنْ بَاعَ عَبْدَ غَيْرِهٖ بِغَيْرِ اَمْرِهٖ وَاَقَامَ الْمُشْتَرِیْ الْبَيِّنَةَ عَلٰى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إِقْرَارِ الْبَائِعِ أَوْ رَبِّ الْعَبْدِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْبَيْعِ، وَأَرَادَ رَدَّ الْمَبِيعِ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَتُهُ لِلتَّنَاقُضِ فِي الدَّعْوىٰ، وَإِنْ أَقَرَّ الْبَائِعُ بِذَالِكَ عِنْدَ الْقَاضِيْ بَطَلَ الْبَيْعُ إِنْ طَلَبَ الْمُشْتَرِيْ ذَالِكَ.

ترجمہ : اور جس شخص نے دوسرے کے غلام کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت کر دیا اور مشتری نے بائع کے اقرار پر یا مالکِ غلام کے اس اقرار پر بیّنہ قائم کر دیا کہ اس نے بائع کو بیچنے کا حکم نہیں دیا ہے، اور مشتری نے مبیع کو واپس کرنا چاہا، تو دعوے میں تناقض کی وجہ سے اس کا بیّنہ مقبول نہیں ہوگا۔ اور اگر بائع نے قاضی کے یہاں اس چیز کا اقرار کیا، تو اگر مشتری چاہے تو بیع باطل ہو جائے گی۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اخری ''ذٰلک'' کا مشارالیہ متعین کرے (۳) دعویٰ کا تناقض بیان کرے (۴) مسئلہ کی دونوں صورتوں میں فرق اور اسکی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کے غلام کو فروخت کر دیا اس کے بعد مشتری بائع سے کہتا ہے کہ میں مبیع کو واپس کر رہا ہوں اس لئے کہ تم نے مالک کی اجازت کے بغیر اس غلام کو فروخت کیا ہے بائع کہتا ہے کہ نہیں میں نے مالک کی اجازت سے بیچا تو چوں کہ مشتری مدعی اور بائع مدعیٰ الیہ ہے تو مشتری پر بینہ پیش کرنا لازم ہے اب اگر وہ اس بات پر بینہ پیش کر دیتا ہے کہ خود بائع نے یہ اقرار کیا ہے کہ مالک غلام نے اسے غلام بیچنے کی اجازت نہیں دی ہے یا اس بات پر بینہ پیش کر دیتا ہے کہ خود مالک نے یہ اقرار کیا ہے کہ میں بائع کو غلام بیچنے کی اجازت نہیں دی ہے فرماتے ہیں کہ اگر چہ مشتری نے ان دونوں صورتوں میں بینہ پیش کر دیا مگر پھر بھی اس کا بینہ مقبول نہیں ہوگا اس لئے کہ مشتری نے اس بینہ کے ذریعے عدم صحت شراء کا دعوی کر رہا ہے حالاں کہ اس سے پہلے شراء پر اقدام کر کے زبان حال سے وہ صحت شراء کا دعوی کر چکا ہے اس لئے اس کے دونوں دعوؤں میں تضاد ہے اور بینہ چوں کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دعوی صحیح پر مبنی ہوتا ہے اور یہاں مشتری کا عدم صحت شراء کا دعوی درست نہیں ہے اس لئے اس پر بینہ بھی مرتب نہیں ہوگا اور اس کا پہلا دعوی ہی قابل قبول ہوگا۔

اس مسئلے کی ایک شق یہ ہے کہ اگر یہی بات بائع قاضی کے یہاں جاکر کہے کہ میں نے مالک کی اجازت کے بغیر غلام کو فروخت کیا ہے تو قاضی اس کے اقرار کو مان لے گا اور اگر بائع کے ساتھ مشتری بھی نقض بیع کا مطالبہ کرے تو بیع فسخ ہوجائے گی۔ فسخ بیع کے لئے مشتری کا مطالبہ ضروری ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۸/ص ۲۸۶)

(۲) آخری "ذلک" کا مشار الیہ "ابطال البیع" ہے۔ (البنایہ ج ۸/ص ۳۲۴)

(۳) دعووں کا تناقض یہ ہے کہ مشتری نے شراء پر اقدام کرکے زبان حال سے صحت شراء کا دعوی کرچکا ہے اور اب مشتری اپنے بینہ کے ذریعہ عدم صحت شراء کا دعوی کررہا ہے اس لئے ان دونوں دعووں میں تضاد اور تناقض ہے۔

(۴) مسئلہ کی دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت جبکہ مشتری نے بینہ قائم کیا تو اس صورت میں تناقض کا اعتبار کرکے اس کے دعوی ثانیہ کو باطل کردیا گیا ہے۔ دوسری صورت میں جبکہ بائع نے خود قاضی کے پاس اقرار کیا تو اس صورت میں تناقض کا اعتبار نہیں کیا گیا اور اس کے اقرار کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ (فرق کی وجہ) پہلی صورت میں تناقض دو دعووں کے درمیان تھا جو باطل ہے اس لئے اس کے دعوی کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

دوسری صورت میں تناقض اقرار اور دعوی کے درمیان ہے جو باطل نہیں ہے اس لئے اس کے اقرار کو درست قرار دیا گیا ہے۔

ہدایہ: ج ۳/ص ۹۶

سوال: ومن باع دار الرجل وادخلها المشتری فی بنائہ لم یضمن البائع عند ابی حنیفۃ وھو قول ابی یوسف" آخرا

ترجمہ: اگر کسی شخص نے دوسرے کا گھر فروخت کردیا اور مشتری نے اسے اپنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بناء میں شامل کرلیا، تو امام صاحبؒ کے نزدیک بائع اس کا ضامن نہیں ہوگا اور یہی امام ابو یوسفؒ کا آخری قول ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) امام ابو یوسفؒ کا قول اول نقل کریں (۳) امام محمدؒ کا مذہب کیا ہے نقل کریں (۴) "فی بنائه" کی قید اتفاقی ہے یا احترازی۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کا مکان فروخت کردیا پھر یہ اعتراف کیا کہ میں نے اس کو غصب کر کے فروخت کیا ہے اور مشتری نے اسکی تکذیب کردی تو امام صاحبؒ کے یہاں بائع پر کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا۔

اس لئے کہ ان کے یہاں اشیاء غیر منقولہ کا غصب متحقق ہی نہیں ہوتا ہے اور جب غصب ثابت نہیں ہوا تو ضمان کس چیز کا واجب ہوگا۔ یہی امام ابو یوسفؒ کا دوسرا اور آخری قول ہے۔

(۲) امام ابو یوسفؒ کا قول اول یہ ہے کہ جب بائع نے اعتراف غصب کرلیا تو اس کا یہ اقرار اس کے حق میں حجت ہوگا اور اس پر ضمان واجب ہوگا "كان يقول اولا يضمن البائع"

(۳) امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر بائع نے غصب کا اعتراف کرلیا تو اس پر ضمان واجب ہوگا کیونکہ امام محمدؒ کے نزدیک اشیاء غیر منقولہ کا غصب بھی متحقق ہے

(۴) "فی بنائه" کی قید اتفاقی ہے مقصود قبضہ ہے "انما قيد بالادخال في البناء اتفاقا" (حاشیہ:۸/ص/۹۶)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باب السلم

ہدایہ: ج۳/ص ۹۷

سوال: ولایجوز السلم فی الحیوان وقال الشافعی یجوز لانه یصیر معلوما ببیان الجنس والسّن والنوع والصفة والتفاوت بعدذلک یسیرا فاشبه الثیاب

ترجمہ: اور حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے، کیونکہ جنس، عمر، نوع اور صفت کو بیان کردینے سے حیوان متعین ہوجاتا ہے، اور اس کے بعد کا تفاوت معمولی رہتا ہے، لہذا یہ کپڑوں کے مشابہ ہوگیا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۳) لکڑیوں کے گٹھر میں بیع سلم کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے جانوروں میں بیع سلم کی اور جس جانور میں بیع سلم کی اس کے تمام اوصاف کو بیان کردیا تو امام شافعی کے یہاں اس حیوان میں بیع سلم درست اور جائز ہے لیکن ہمارے یہاں اس صورت میں بھی مذکورہ حیوان میں بیع سلم درست نہیں۔

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جب جانور کی جنس نوع عمر اور صفت بیان کردی گئی تو وہ معلوم المقدار والصفة ہوگیا اور معلوم المقدار والصفة مبیع اور مسلم فیہ میں بیع سلم درست ہے اس لئے اس طرح کے جانور میں بھی بیع سلم درست اور جائز ہوگی اور پھر ان اوصاف کے بیان کرنے کے بعد اول تو کوئی جہالت ہی نہیں رہتی اور جو جہالت رہتی بھی ہے وہ بہت معمولی رہتی ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے اس لئے اس جہالت کا بھی اعتبار نہیں ہوگا اور جس طرح اگر کسی کپڑے کے تمام اوصاف معلوم ہوجائے تو اگرچہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس میں معمولی سی جہالت رہتی ہے مگر یہ جہالت بیع سلم سے مانع نہیں ہے۔

۲- **اختلاف ائمه**: امام شافعی کے نزدیک جانوروں میں بیع سلم جائز ہے۔

امام شافعی کی دلیل: یہ ہے کہ جب جانوروں کے تمام اوصاف بیان کردیے جائیں تو وہ معلوم معلوم المقدار والصفة ہوجاتے ہیں اور معلوم المقدار والصفة مبیع میں بیع سلم درست ہے اسی لئے ایسے جانوروں میں بیع سلم درست ہے جن کے تمام اوصاف بیان کردیے گئے ہو۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جانوروں میں بیع سلم درست نہیں ہے۔

امام صاحب کی دلیل: حدیث شریف ہے ان النبیؐ نھی عن السلم فی الحیوان (اخرجه الحاکم فی المستدرک)

دلیل ثانی: یہ ہے کہ حیوان کے تمام اوصاف بیان کرنے کے بعد بھی حیوانوں میں باطنی اور اندرونی اعتبار سے خفاء اور پوشیدگی رہتی ہے چنانچہ اندرونی طور پر کوئی گھوڑا تیز رفتار ہوتا ہے اور دوسرا کم رفتار ہوتا ہے ان صورتوں میں عقد مفضی الی النزاع ہوگا اور مفضی الی النزاع عقد فاسد ہوتا ہے اس لئے حیوان کی بیع سلم بھی فاسد ہوگی۔

(۳) لکڑی کے گٹھروں میں بیع سلم درست نہیں ہے" ولا یجوز السلم ایضا فی الحطب من حیث الحزم" (البنایہ: ج/۸/ص/۳۳۶)

ہدایہ: ج/۳/ص/۹۸

سوال: وَلَايَجُوْزُ السَّلَمُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْمُسْلَمُ فِيْهِ مَوْجُوْدًا مِنْ حِيْنِ الْعَقْدِ إِلٰى حِيْنِ الْمَحَلِّ حَتّٰى لَوْكَانَ مُنْقَطِعًا عِنْدَ الْعَقْدِ، مَوْجُوْدًا عِنْدَ الْمَحَلِّ، أَوْ عَلَى الْعَكْسِ أَوْ مُنْقَطِعًا فِيْمَا بَيْنَ ذَالِكَ لَايَجُوْزُ. لِأَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى التَّسْلِيْمِ بِالتَّحْصِيْلِ فَلَا بُدَّ مِنْ اسْتِمْرَارِ الْوُجُوْدِ فِيْ مُدَّةِ الْأَجَلِ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ التَّحْصِيْلِ.

ترجمه: بیع سلم جائز نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے لیکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ادائیگی کے وقت تک موجود ہو، یہاں تک کہ اگر مسلم فیہ بوقتِ عقد معدوم ہو اور ادائیگی کے وقت موجود ہو یا اس کے برعکس ہو یا اس کے دوران معدوم ہو تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ قدرت علی التسلیم حاصل کرنے سے ہوگی، لہٰذا مدت میعاد میں مسلم فیہ کا برابر موجود رہنا ضروری ہے تاکہ حاصل کرنے پر قدرت ہو جائے۔

جزئیات: (۱) ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل وضاحت کریں (۲) ہماری عقلی دلیل کی تشریح کریں۔

جواب: (۱) اختلاف الائمہ:

امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ مسلم فیہ ادائیگی کے وقت موجود ہو تو بیع سلم جائز ہے۔

امام شافعی کی دلیل: یہ ہے کہ بیع سلم میں اصل شرط اور بنیادی چیز مسلم فیہ کا مقدور التسلیم ہونا ہے اور مسلم فیہ جب بوقت ادائیگی موجود ہوگی تو ظاہر ہے کہ "قدرۃ علی التسلیم" بھی متحقق ہوگی اس لئے امام شافعی کے یہاں بیع سلم کی صحت کے لئے مسلم فیہ کا ادائیگی کے وقت موجود رہنا ضروری ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ بیع سلم میں بیع کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک مسلم فیہ کا بازار میں دستیاب ہونا ضروری ہے۔

امام صاحب کی دلیل: یہ حدیث شریف ہے "لا تسلفوا فی الثمار حتی یبدو صلاحھا" کہ بدو صلاح سے قبل پھلوں کی بیع سلم مت کرو اس حدیث شریف سے وجہ استدلال اس طرح ہے کہ حدیث پاک میں بوقت عقد پھلوں کا کارآمد ہونے کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط اس وقت پائی جائے گی جب مبیع موجود ہو اس لئے کہ بدو صلاح سے قبل مبیع در حقیقت معدوم ہی رہتی ہے معلوم ہوا کہ مسلم فیہ کا بوقت عقد موجود رہنا ضروری ہے۔

(۲) ہماری عقلی دلیل یہ ہے کہ مسلم الیہ اسی وقت مسلم فیہ کو سپرد کرے گا جب اس کو حاصل کرنے پر قدرت ہوگی اور یہ قدرت اسی وقت متحقق ہوگی جب مسلم فیہ وقت ادا سے قبل بازار میں دستیاب ہو کیونکہ مسلم فیہ کو تلاش کر کے رب السلم کے حوالہ کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں ایک مدت درکار ہے اب اگر مسلم الیہ مسلم فیہ کو اپنے پاس لا کر نہیں رکھے گا تو یوم اداء میں سب امور ایک ساتھ انجام دینا مشکل ہو جائے گا اور فتنہ اور فساد کا بازار گرم ہو جائے گا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مسلم فیہ کا میعاد مقررہ کے دوران بازار میں ہم دست ہونا ضروری ہے۔

ہدایہ: ج ۳ / ص ۱۰۰

سوال: وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِ رَأسِ الْمَالِ إذَا كَانَ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلٰى مِقْدَارِهِ كَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ وَالْمَعْدُوْدِ. وَتَسْمِيَةُ الْمَكَانِ الَّذِيْ يُوْفِيْهِ فِيْهِ إِذَا كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤنَةٌ، وَالْمَوْهُوْمُ فِيْ هٰذَا الْعَقْدِ كَالْمُتَحَقِّقِ لِشَرْعِهِ مَعَ الْمُنَافِيْ.

ترجمہ: (چھٹی شرط) رأس المال کی مقدار کا معلوم ہونا ہے بشرطیکہ عقد سلم اس کی مقدار سے متعلق ہو۔ جیسے مکیلی، موزونی اور معدودی ہونا۔ (ساتویں شرط) اس جگہ کو بیان کرنا ہے جہاں مسلم فیہ ادء کرے گا جبکہ مسلم فیہ کے لئے حمالی اور اس میں خرچہ ہو، اور اس عقد میں شئی موہوم متحقق کی طرح ہے کیونکہ یہ منافی کے باوجود مشروع ہے۔

جزئیات: (۱) مسلم فیہ رب السلم رأس المال مسلم الیہ کی وضاحت کریں (۲) ''من فروعه'' کو مثال سے واضح کریں (۳) ''ان کان یتعلق العقد علی مقدارہ'' کی قید کا فائدہ ذکر کریں (۴) امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع سلم کی صحت کے شرط کو بیان کریں (۵) کسی خاص مقام کے غلہ کی بیع سلم اور مکیلی اشیاء کسی خاص شخص کے کیل سے اور خاص ذراع سے بیع سلم کا کیا حکم ہے اور حکم کی وجہ۔

جواب: **رب السلم** : مال والا کہلاتا ہے اس کو مسلم اور صاحب دراہم بھی کہتے ہیں بالفاظ دیگر رب السلم کو مشتری کہتے ہیں۔

مسلم الیه : عاقد آخر کہلاتا ہے بالفاظ دیگر مسلم الیہ کو بائع بھی کہہ سکتے ہیں۔

رأس المال : دراہم و دنانیر اور نقود کا نام ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم فیہ : وہ اشیاء جن پر عقد واقع ہو یعنی مبیع کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

۲۔"من فروعه" امام صاحب اور حضرات صاحبین کے درمیان جو اختلاف ہے اسکی فروعات میں سے ایک فرع یہ ہے اسکی مثال یہ ہے طیب نے ریاض سے ایک کر گندم اور ایک کر جو کا عقد سلم کیا دس درہم کے عوض اور طیب نے ہر ایک کا رأس المال علاحدہ علاحدہ بیان نہیں کیا۔

حضرت امام صاحب کے یہاں یہ بیع درست اور جائز نہیں ہے رأس المال کی مقدار کے مجہول ہونے کی وجہ سے حضرات صاحبین کے نزدیک درست ہے کیونکہ ان کے یہاں رأس المال کی مقدار کی معرفت شرط نہیں ہے۔

(۳) "اذا كان يتعلق العقد على مقداره" اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر رأس المال ایسی چیز ہے کہ جس سے عقد متعلق ہو جاتا ہے تو اسکی مقدار کا معلوم کرنا ضروری ہے لیکن اگر رأس المال ایسی چیز ہے کہ عقد جس کی مقدار سے متعلق نہیں ہوتا ہے تو اس کی مقدار کا جاننا ضروری نہیں ہے جیسے کپڑا یہ مذروعات میں سے اور عقد مذروعات سے متعلق نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ صرف وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا ہے۔

اذا كان يتعلق العقد على مقداره احترازاعما لا يتعلق العقد بمقداره كالمذروعات (البنايه: ج/۸ص/۳۴۸)

(۴) حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع سلم کی صحت کے لئے سات اشیاء شرط ہیں۔

(۱) جنس معلوم ہو (۲) نوع معلوم ہو (۳) صفت معلوم ہو (۴) مبیع کی مقدار معلوم ہو (۵) مدت معلوم ہو (۶) ثمن کی مقدار معلوم ہو بشرطیکہ عقد سلم اسکی مقدار سے متعلق ہو (۷) اس جگہ کا بیان کرنا جہاں مسلم الیہ مسلم فیہ اداء کرے گا جبکہ مسلم فیہ کے اٹھانے میں زحمت ہو۔

(۵) کسی خاص مقام کے غلہ میں بیع سلم کرنا درست نہیں ہے "لا يجوز السلم في طعام قرية بعينها لا حتمال الانقطاع عنها"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حکم کی وجہ: اس لئے کہ ہوسکتا ہے اس خاص مقام کا غلہ کسی آفت سماویہ کی وجہ سے ہلاک ہوجائے اور مسلم الیہ اس کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو "لانہ قد تصیبہ آفة فلا یقدر علی التسلیم (البنایہ: ج/۸/ص/۳۴۵)

کسی خاص آدمی کے پیمانہ اور گز سے بیع سلم درست نہیں ہے "ولا یجوز السلم بمکیل رجل بعینه ولا ذراع رجل بعینه"

حکم کی وجہ: اس لئے کہ بیع سلم میں مسلم فیہ کی سپردگی تاخیر سے ہوتی ہے اور مدت میعاد کے دوران اس پیمانہ اور گز کا کھوجانا ممکن ہے اور اس کے گم ہونے سے عاقدین میں نزاع ہوگا اس لئے درست نہیں ہے۔

لانه یتأخر فیه التسلیم فربما یضیع فیعجز عن التسیلم فیئودی الی المنازعة (البنایه: ج/۸/ص/۳۴۴)

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۰۱

سوال: وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ حَتّٰى يَقْبِضَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ فِيْهِ، أَمَّا إِذَا كَانَ مِنَ النُّقُوْدِ فَلِأَنَّهُ إِفْتِرَاقٌ عَنْ دَيْنٍ بِدَيْنٍ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْكَالِئِ، وَلِأَنَّهُ لَابُدَّ مِنْ تَسْلِيْمِ رَأْسِ الْمَالِ لِيَتَقَلَّبَ الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ فَيَقْدِرُ عَلَى التَّسْلِيْمِ.

ترجمہ: اور بیع سلم صحیح نہیں ہوگی، یہاں تک کہ جدا ہونے سے پہلے اسی مجلس میں مسلم الیہ رأس المال پر قبضہ کرلے چنانچہ اگر رأس المال از قبیل نقود ہو تو اس وجہ سے (قبضہ ضروری ہے) کہ یہ دین بدین جدا ہونا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کے عوض ادھار معاملہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس لئے کہ رأس المال کی سپردگی ضروری ہے تاکہ مسلم الیہ اس میں تصرف کرکے (مسلم فیہ) کی سپردگی پر قادر ہوسکے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) "بیع الکالئی با لکالئی" کی صورت تحریر کریں (۳) بیع سلم میں خیار شرط یا خیار روئت کا کیا حکم ہے اور کیوں ہے (۴) بیع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سلم میں خیار عیب کا کیا حکم ہے اور کیوں ہے (۵) خیار شرط کو افتراق سے قبل ساقط کر دیا اور رأس المال موجود ہے تو کیا حکم ہے اور اگر رأس المال ہلاک ہو گیا تو کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ جس مجلس میں رب السلم اور مسلم الیہ عقد سلم کا انعقاد کریں اسی مجلس میں عاقدین کے جدا ہونے سے پہلے مسلم الیہ کے لئے رأس المال پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

اس لئے عام طور پر رأس المال کی دو صورتیں ہیں:

(۱) از قبیل نقود یعنی دراہم و دنانیر۔

(۲) از قبیل عیان مثلاً حیوان کپڑے وغیرہ۔

اگر پہلی شکل ہے تو اس صورت میں دین کی بیع دین کے عوض ہوگی کیونکہ مسلم فیہ تو ادھار رہتی ہی ہے اب اگر رأس االمال پر مجلس عقد میں قبضہ نہیں ہوگا تو ظاہر ہیکہ وہ بھی ادھار ہی رہے گی اور یہ ادھار کے عوض ادھار کی بیع ہوگی حالانکہ آپ نے ادھار کے عوض ادھار کی بیع سے منع فرمایا ہے اس لئے رأس المال پر قبضہ مجلس عقد میں ضروری ہے ورنہ بیع سلم باطل ہو جائے گی اگر دوسری صورت ہے تو اس پر بھی مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے کیونکہ سلم اور سلف دونوں علی الترتیب اسلام اور اسلاف سے مشتق ہے اور اسلام اور اسلاف کے لغوی معنی ہے جلدی کرنا اسی وجہ سے بیع سلم کے اصطلاحی معنی ہے مؤجل کے عوض معجّل کو لینا اس لئے سلم کے ماخذ اور مشتق منہ یعنی اسلام اور اسلاف کی رعایت کرتے ہوئے مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے اور اسی لئے رأس المال کی سپردگی ضروری ہے تاکہ مسلم الیہ اس میں تصرف کر کے مسلم فیہ کی سپردگی پر قادر ہو سکے اور یہ قبضہ مجلس عقد میں ہی ممکن ہے غیر مجلس میں اس کا امکان نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج۹/ص ۳۴۲)

(۲) "بیع الکالئی با لکالئی" کی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مبیع دونوں ادھار ہوں اور بیع سلم میں صرف ایک عوض یعنی مسلم فیہ ادھار ہوتا ہے اگر رأس المال بھی ادھار ہو تو یہ "بیع الکالئی با لکالئی" ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) بیع سلم میں خیار شرط اور خیار رویت درست نہیں ہے (حکم کی وجہ) خیار شرط بیع سلم میں اس لئے درست نہیں ہے کیونکہ خیار شرط قبضہ کے تمام ہونے سے مانع ہوتی ہے اس لئے عقد تام نہیں ہوتا ہے یعنی ملک ثابت نہیں ہوتی ہے اور عقد کے تام ہونے سے قبل افتراق یہ عقد کو باطل کر دیتا ہے اس لئے خیار شرط بیع سلم میں صحیح نہیں ہے۔

لأن خيار الشرط يمنع تمام القبض لكونه مانعا من الانعقاد في حق الحكم وهو ثبوت الملک والافتراق قبل تمامه مبطل للعقد ولذا لايصح السلم اذا كان فيه خيار الشرط

خیار رویت کے حکم کی وجہ: خیار رویت کا بیع سلم میں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ مسلم فیہ رب السلم کو پسند نہ آئے اور اگر سہ بار پسند نہ آئے تو واپس کر دیے گا تو اس طرح غیر متناہی طور پر مسلم الیہ کے ذمے مسلم فیہ واجب ہوتی رہے گی اور کبھی عقد مکمل نہیں ہوگا اس لئے بیع سلم میں خیار رویت درست نہیں ہے۔

(۴) اگر خیار شرط کو افتراق سے قبل ساقط کر دیا اور راس المال موجود ہے تو بیع سلم درست ہے اگر راس المال ھلاک ہو گیا اس کے بعد خیار شرط کو ساقط کیا تو بیع سلم بالا جماع درست نہیں ہوگی۔

"لوسقط خيار الشرط قبل الافتراق ورأس المال قائم في يد المسلم اليه جاز السلم عندنا ولواسقط خيارهٗ بعد هلاک رأس المال في يد المسلم اليه وانفاقه لايعود السلم جائزاً لاجماع" (البنايه: ج/۸ص/۳۵۴)

ہدایہ: ج/۳/ص ۱۰۲

سوال: وَلَايَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْ رَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَالْمُسْلَمِ فِيْهِ قَبْلَ الْقَبْضِ، أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِمَا فِيْهِ مِنْ تَفْوِيْتِ الْقَبْضِ الْمُسْتَحَقِّ بِالْعَقْدِ، وَأَمَّا الثَّانِيْ فَلِأَنَّ الْمُسْلَمَ فِيْهِ مَبِيْعٌ وَالتَّصَرُّفُ فِي الْمَبِيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ لَايَجُوْزُ، وَلَايَجُوْزُ الشَّرِكَةُ وَالتَّوْلِيَةُ فِي الْمُسْلَمِ فِيْهِ، لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِيْهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: قبضہ سے پہلے بیع سلم کے رأس المال اور مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، رہا پہلا تو اس وجہ سے کہ اس میں (تصرف کرنے سے) اس قبضہ کو فوت کرنا ہے جو عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہے، رہا دوسرا تو اس وجہ سے کہ اس عقد میں مسلم فیہ مبیع ہوتی ہے، اور قبضہ سے پہلے مبیع میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، اور مسلم فیہ میں شرکت اور تولیہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بھی مسلم فیہ میں تصرف کرنا ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) قبضہ سے پہلے رأس المال اور مسلم فیہ میں تصرف کی کیا صورت ہیں (۳) مسلم فیہ میں شرکت اور تولیہ کی صورت تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ رأس المال اور مسلم فیہ پر قبضہ تام ہونے سے پہلے ان میں کسی طرح کا تصرف درست اور جائز نہیں ہے چنانچہ قبضہ سے پہلے نہ تو مسلم الیہ رأس المال میں تصرف کرسکتا ہے اور نہ ہی رب السلم مسلم فیہ میں تصرف کرسکتا ہے رأس المال میں تصرف کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے اس میں تصرف کیا گیا تو اس سے اس قبضہ کو فوت کرنا لازم آئے گا جو عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہے اور صحت عقد کے لئے چونکہ قبضہ ضروری ہے اس لئے اگر قبل القبض تصرف کو جائز قرار دیدیں تو عقد سلم ہی فاسد ہوجائے گا۔

اور مسلم فیہ میں قبل القبض تصرف کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ مسلم فیہ مبیع ہوتی ہے اور مبیع میں قبل القبض تصرف کرنا جائز نہیں ہے اس لئے مسلم فیہ میں بھی قبل القبض تصرف جائز نہیں ہے اسی طرح قبضہ سے پہلے مسلم فیہ میں شرکت اور تولیہ کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں از قبیل تصرف ہیں اور قبضہ سے پہلے مسلم فیہ میں کسی طرح کا بھی تصرف درست اور جائز نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج۹/ص۲۹)

(۲) رأس المال میں قبل القبض تصرف کی صورت یہ ہے کہ مسلم الیہ رأس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے اس مال کی کسی کے لئے وصیت کردے یا کسی کو ھبہ کردے۔

مسلم فیہ میں قبل القبض تصرف کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کسی سے اس مسلم فیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی بیع کرلے جس پر اس کا ابھی قبضہ نہیں ہے۔

(۳) مسلم فیہ میں شرکت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کسی دوسرے سے نصف یا ربع رأس المال کی مقدار لے کر اسے مسلم فیہ میں شریک کرے مسلم فیہ میں تولیہ کی صورت یہ ہے کہ رب السلم قبل القبض کسی دوسرے سے پورے رأس المال کی رقم لیکر اسے مسلم فیہ لینے کا مالک بنائے یہ درست نہیں ہے۔

صورة الشركة ان يقول رب السلم لآخر اعطنى نصف راس المال حتى يكون شريكا فى المسلم فيه

صورة التوليه ان يقول رب السلم لآخر اعطنى مثل ما اعطيت للمسلم اليه حتى يكون المسلم فيه لك (حاشيه: ۱۸/ص/۱۰۲)

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۰۲

سوال: فان تقايلا السلم لم يكن له ان يشترى من المسلم اليه براس المال شيئا حتى يقبضه كله

ترجمہ: پھر اگر عاقدین نے بیع سلم کا اقالہ کرلیا تو ربُّ السلم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ رأس المال کے عوض مسلم الیہ سے کوئی چیز خرید لے، یہاں تک کہ پورے رأس المال پر قبضہ کرلے۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی تشریح مع مثال کریں (۲) اقالہ اور سلم کی تعریف نقل کریں (۳) مسئلہ کی دلیل عقلی تحریر کریں (۴) مذکورہ مسئلہ میں امام زفر کا کیا اختلاف ہے ان کی دلیل تحریر کریں (۵) ان کی دلیل کا جواب تحریر کریں۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے بیع سلم کو فسخ کرلیا اور رب السلم نے مسلم الیہ کو رأس المال دیدیا تھا تو اب جب تک رب السلم اپنے دیئے ہوئے رأس المال کو مسلم الیہ سے واپس لیکر اس پر قبضہ نہیں کرلیتا اس وقت تک اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ رأس المال کے عوض مسلم الیہ سے کوئی چیز خریدے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مثلاً: حسین نے طیب سے ایک ہزار روپے کے عوض ایک کتاب خریدی بیع سلم کے طور پر اس کے بعد چند دنوں کے بعد انہوں نے بیع مسلم کو فسخ کر دیا تو اب حسین جو کہ رب السلم ہے اس کو یہ اختیار نہیں ہے وہ طیب سے جو کہ مسلم الیہ ہے اپنے ہزار روپے کے عوض کوئی چیز خریدے۔

(۲) اقالہ کی تعریف یہ ہے: کہ عقد بیع کو ختم کر کے اس کو زائل کرنے کا نام اقالہ ہے "الاقالة رفع عقد البيع وازالته"

سلم کی تعریف یہ ہے کہ نقد ثمن کے عوض ادھار مبیع خریدنے کا نام سلم ہے "السلم بيع يتعجل فيه الثمن"

(۳) مسئلہ کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اقالہ کی وجہ سے رأس المال مبیع کے مشابہ ہو گیا بایں طور کہ اقالہ عاقدین کے علاوہ تیسرے شخص کے حق میں بیع جدید ہے اور بیع میں مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے اور اقالہ کی وجہ سے مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے سے ساقط ہو گئی ہے اس لئے وہ مبیع نہیں ہو سکتی لہٰذا انعقاد عقد کے لئے رأس المال کو مبیع بنانا ضروری ہے اور چونکہ مسلم فیہ کی طرح رأس المال بھی دین ہوتا ہے اس لئے اس حوالے سے اسے مبیع قرار دینا درست ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اس لئے رأس المال میں بھی قبل القبض تصرف کرنا درست اور جائز نہیں ہے۔

(۴) حضرت امام زفرؒ کا اختلاف یہ ہے کہ اگر عاقدین نے بیع سلم کا اقالہ کر لیا تو اقالہ کے بعد رب السلم کو یہ حق ہے کہ وہ قبضہ سے پہلے رأس المال کے عوض مسلم الیہ سے کوئی چیز خرید لے۔

امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ اقالہ کے بعد رأس المال مسلم الیہ کے پاس دین ہو گیا ہے لہٰذا جس طرح دیگر دیون کے عوض کوئی چیز خریدنا جائز ہے اسی طرح اس دین کے عوض بھی خریداری جائز اور درست ہے۔

(۵) حضرت امام زفرؒ کی دلیل کا جواب حدیث شریف ہے "قول النبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لاتأخذ الاسلمک او رأس مالک "اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ رب السلم کے لئے صرف اپنا راس المال لینے کی اجازت ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز کا تبادلہ درست اور جائز نہیں ہے۔

ہدایہ: ج ر۳ر ص ۱۰۳

سوال: وَمَنْ أَسْلَمَ فِیْ کُرِّ حِنْطَةٍ فَلَمَّا حَلَّ الْأَجَلُ إشْتَرَی الْمُسْلَمُ إلَیْهِ مِنْ رَجُلٍ کُرًّا وَأَمَرَ رَبَّ السَّلَمِ بِقَبْضِهٖ قَضَاءً، لَمْ یَکُنْ قَضَاءً، وَإنْ أَمَرَهٗ أَنْ یَّقْبِضَهٗ لَهٗ ثُمَّ یَقْبِضَهٗ لِنَفْسِهٖ فَاکْتَالَهٗ ثُمَّ إکْتَالَهٗ لِنَفْسِهٖ جَازَ، لِأَنَّهٗ إجْتَمَعَتِ الصَّفْقَتَانِ بِشَرْطِ الْکَیْلِ فَلَابُدَّ مِنَ الْکَیْلِ مَرَّتَیْنِ، وَهٰذَا هُوَمَحْمَلُ الْحَدِیْثِ۔

ترجمہ: جس شخص نے ایک کر گندم میں عقد سلم کیا پھر جب (ادائے مسلم فیہ کی) میعاد آگئی تو مسلم الیہ نے ایک آدمی سے ایک کر گندم خرید ا اور رب السلم کو اپنا حق اداء کرنے کے لئے اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا تو یہ اداء نہیں ہوگا، اور اگر اسے یہ حکم دیا کہ پہلے وہ مسلم الیہ کے لئے قبضہ کرلے پھر اپنے لئے قبضہ کرے چنانچہ رب السلم نے اسے مسلم الیہ کے واسطے کیل کیا پھر اپنے لئے اسے کیل کیا تو جائز ہے، کیونکہ بشرط الکیل دو صفقے جمع ہو گئے، اس لئے دو مرتبہ کیل کرنا ضروری ہے، اور یہی حدیث کا محمل ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) سلم کی تعریف اور اس کا حکم تحریر کریں (۳) اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو قبضہ کا وکیل نہیں بنایا صرف قبضہ کرنے کا حکم دیا اور وہ چیز ہلاک ہوگئی تو کس کے مال سے ھلاک ہوگی۔ (۴) اجتمعت الصفقتان سے کون سے دو صفقے مراد ہیں۔

جواب (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ عاقدین نے بیع سلم کیا اور جب مسلم فیہ کے ادائیگی کا وقت آگیا تو مسلم الیہ نے ایک تیسرے آدمی سے مسلم فیہ خرید کر اسی کے پاس رکھ دی اور رب السلم کو کہا کہ تم فلاں صاحب کے پاس سے مسلم فیہ لے لینا اور مبیع کیلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھی تو اب رب السلم نے اس تیسرے آدمی سے مسلم فیہ لے کر قبضہ کرلیا اور صرف ایک کیل کیا تو رب السلم کا یہ قبضہ معتبر نہیں ہوگا۔

اور اگر مسلم الیہ نے رب السلم سے یہ کہا کہ فلاں صاحب کے پاس میرا ایک کر گندم ہے تم میری طرف سے وکیل بن کر پہلے میرے لئے قبضہ کرلو اس کے بعد اپنے لئے قبضہ کرلو تو اس صورت میں مسلم فیہ کی ادائیگی ہو جائے گی اور رب السلم مسلم الیہ کے حق سے سبکدوش ہو جائے گا۔

صاحب ہدایہ اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں کیل کی شرط کے ساتھ دو صفقے جمع ہو گئے پہلا صفقہ رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان ہوا اور دوسرا صفقہ مسلم الیہ اور بائع آخر کے درمیان ہوا اس لئے جب یہاں دو عقد ہیں تو ظاہر ہے کہ دو مرتبہ کیل بھی ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں آپؐ نے دو مرتبہ جریانِ صاع سے پہلے اناج کی خرید و فرخت سے منع فرمایا ہے چنانچہ حکم یہ ہے کہ جب اسے خریدے تو ناپ کر خریدے اور پھر جب وہ بائع بن کر کسی کے ہاتھ فروخت کرے تو ناپ کر فروخت کرے باب المرابحہ والتولیہ میں پہلے جہاں یہ حدیث گزری ہے اس کا بھی یہی مفہوم و مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

(۲) بیع سلم کی تعریف یہ ہے کہ نقد ثمن کے عوض ادھار مبیع لینے کا نام سلم ہے "السلم هو اخذ الآجل بالعاجل"

بیع سلم کا حکم: مسلم فیہ میں بھی بطریق مؤجل رب السلم کے لئے ایسی ملکیت کا ثبوت جو مسلم الیہ کے لئے بطور معجل متعین کردہ رأس المال میں ثابت ہوتا ہے۔

ثبوت الملک لرب السلم في المسلم فيه مؤجلاً بمقابلة ثبوت الملک فی رأس العين او الموصوف للمسلم اليه معجّلاً بطريق الرخصة دفعا لحاجة الناس (البنایہ: ج ۸ ص ۴۲۰)

(۳) اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو صرف مسلم فیہ پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور وکیل بنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرا اپنے لئے قبضہ کا حکم نہیں دیا اور ایسی صورت میں رب السلم کے پاس مال ہلاک ہو گیا تو یہ مسلم الیہ کی ملک سے ہلاک ہوگا۔

اذا امرهٗ بقبضه فاقتضاه رب السلم لم يكن قبضا عن المسلم فيه حتى لو هلك المقبوض في يد رب السلم هلك من مال المسلم اليه

(البنایہ: ج/۸/ص/۳۵۹)

(۴) "الصفقتان" سے دوصفقے مراد ہیں پہلا صفقہ عقد سلم رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان ہے دوسرا صفقہ بیع وشراء کا ہے جو مسلم الیہ اور بائع کے درمیان ہوا ہے۔

الصفقتان احدهما صفقة عقد المسلم و الثانية التي جرت بين المسلم اليه وبائعه (حاشيه نمبر ٦)

ہدایہ: ج/۳/ص ۱۰۴

سوال: من اسلم جارية في كرّ حنطة وقبضها المسلم اليه ثم تقابلا فماتت في يد المشترى فعليه قيمتها يوم قبضها ولو تقابلا بعد هلاك الجارية جاز

ترجمہ: جس شخص نے ایک کر گندم میں ایک باندی کا عقد سلم کیا اور مسلم الیہ نے اس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اقالہ کر لیا، پھر وہ باندی مشتری کے قبضہ میں مر گئی تو مشتری (مسلم الیہ) پر اس باندی کی وہ قیمت واجب ہوگی جو اس کے قبضہ کے دن تھی اور اگر باندی کے ہلاک ہونے کے بعد انہوں نے اقالہ کیا تو جائز ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کیجئے (۲) اقالہ کے درست ہونے کی وجہ تحریر کریں (۳) "لو اشترى جارية بالف درهم ثم تقايلا فماتت في يد المشترى بطلت الاقالة" صورت مذکورہ میں اقالہ کے باطل ہونے کی وجہ تحریر کریں (۴) "بخلاف بيع المقايضة حيث يصح الاقالة وتبقى بعد هلاك احد العوضين" اس صورت میں ہلاکت کے بعد بھی اقالہ درست ہے اس کی وجہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک کر گندم میں ایک باندی کا عقد سلم کیا اور باندی کو رأس المال قرار دیا اور گندم کو مسلم فیہ اور پھر مسلم الیہ نے رأس المال پر قبضہ بھی کرلیا اس کے بعد دونوں نے عقد سلم کا اقالہ کرلیا اور اقالہ کے بعد باندی جو رأس المال تھی وہ مسلم الیہ کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو اس صورت میں اقالہ درست اور صحیح ہوگا اور باندی کی ہلاکت سے اقالہ کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا البتہ باندی چونکہ مرگئی ہے اس لئے مسلم الیہ پر باندی کی قیمت واجب ہوگی اور اسی دن کی قیمت واجب ہوگی جس دن باندی پر قبضہ کیا تھا یوم ہلاکت کے دن والی قیمت واجب نہیں ہوگی۔

اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے باندی کے مرنے کے بعد عقد سلم کا اقالہ کیا تو بھی اقالہ صحیح اور جائز ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج۹ر ص۴۹)

(۲) اقالہ کے درست ہونے کیوجہ یہ ہے کہ اقالہ کی صحت معقود علیہ کی بقاء پر موقوف ہے اور بیع سلم میں معقود علیہ مسلم فیہ ہوتی ہے اور مسلم فیہ دین ہونے کیوجہ سے ذمہ میں واجب رہتی ہے اور ہمہ وقت موجود رہتی ہے اس لئے رأس المال یعنی باندی کی ہلاکت کے بعد بھی اقالہ درست اور جائز ہے۔

لان صحة الاقالة تعتمد بقاء العقد وذلك بقيام المعقود عليه وفي السلم المعقود عليه انما هو المسلم فيه فصحت الاقالة حال بقائه

(۳) اگر کسی نے ایک باندی ایک ہزار روپے میں خریدی بیع وشراء کے طریقہ پر نہ کہ عقد سلم کے طریقہ پر اور پھر اقالہ کرلیا اقالہ کے بعد باندی مشتری کے قبضہ میں ہی ہلاک ہو گئی تو اس صورت میں اقالہ باطل ہوجائے گا اور اقالہ کے باطل ہونے کیوجہ یہ ہے کہ اس صورت میں معقود علیہ باندی ہے اور باندی کی ہلاکت کے بعد عقد باقی نہیں رہے گا اس لئے اقالہ درست نہیں ہوگا اور اقالہ باطل ہوجائے گا اس لئے کہ اقالہ میں اصل معقود علیہ ہے اس کے فوت ہونے سے اقالہ باطل ہوجاتا ہے۔

لان المعقود عليه في البيع انما هو الجارية فلا يبقى العقد بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ھلاکھا فلا تصح الاقالة لان الاقالة فسخ العقد ولا قیام لھا الا بقیام العقد ولا قیام العقد الا بقیام المبیع لانه ھو الاصل وقد فات.

(البنایہ: ج ۸ ص ۳۶۵)

(۴) "بخلاف بیع المقایضة" بیع مقایضہ میں ایک عوض کے ہلاک ہونے کے بعد بھی اقالہ درست رہتا ہے اس لئے کہ بیع مقایضہ میں دونوں عوض مبیع بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اگر ایک عوض ہلاک ہو جائے تو اس کو ثمن قرار دیکر باقی کو مبیع قرار دیدیا جائے گا اور صحت اقالہ کے لئے معقود علیہ کی بقاء شرط ہے اور یہاں معقود علیہ موجود ہے اس لئے اس صورت میں اقالہ درست ہے۔

ہدایہ: ج ر۳ ر ص ر۱۰۵

سوال: وَمَنْ أَسْلَمَ إِلَىٰ رَجُلٍ دَرَاهِمَ فِيْ كُرِّ حِنْطَةٍ فَقَالَ الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ شَرَطْتَ رَدِيًّا وَقَالَ رَبُّ السَّلَمِ لَمْ تَشْتَرِطْ شَيْئًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ وَفِيْ عَكْسِهٖ قَالُوْا يَجِبُ أَنْ يَكُوْنَ الْقَوْلُ لِرَبِّ السَّلَمِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا أَلْقَوْلُ لِلْمُسْلَمِ إِلَيْهِ وَسَنُقَرِّرُهٗ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: جس شخص نے ایک کر گندم کی بیعِ سلم میں کسی کو دراہم دیے اس کے بعد مسلم الیہ نے کہا میں نے ردّی کی شرط لگائی تھی اور رب السلم نے کہا تم نے کوئی شرط نہیں لگائی تھی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا، اور اس کے برعکس میں حضراتِ مشائخ نے فرمایا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہونا چاہئے اور صاحبینؒ کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہونا چاہئے، اور ان شاء اللہ ہم اسے بعد میں ثابت کریں گے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) متعنت کی تعریف کریں (۳) فی عکسہ کا مطلب تحریر کریں (۴) رب السلم کا صحت سلم سے انکار کس طرح سمجھا جارہا ہے (۵) متعنت کے سلسلے میں کوئی اصل اور قاعدہ ہو تو تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ دو لوگوں نے مل کر عقد سلم کیا اور رب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

السلم نے مسلم الیہ کو رأس المال دیدیا اس کے بعد جب ادائیگی مبیع کا وقت قریب آیا تو مسلم الیہ نے رب السلم نے کہا کہ بھائی میں نے ردی گندم دینے کی شرط لگائی تھی اور رب السلم اس شرط کا انکار کرتا ہے تو اب اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا کیونکہ مسلم الیہ صحت عقد کا دعویٰ کررہا ہے بایں طور کہ وہ مسلم فیہ کے وصف کو بیان کررہا ہے اور بیع سلم میں مسلم فیہ کے وصف کا بیان ضروری ہے اس لئے اس کا دعویٰ صحیح ہے اس کے برخلاف رب السلم اپنے انکار میں سرکش ہے کیونکہ مسلم فیہ اکثر و بیشتر رأس المال سے زیادہ ہوتی ہے لہٰذا عقد سلم کو باقی رکھنے میں اس کا نفع ہے اور جو شخص نفع بخش چیز کا انکار کریں وہ شرعاً متعنت کہلاتا ہے اور متعنت، کا قول مقبول نہیں ہوتا اس لئے یہاں رب السلم کا قول مردود قرار دیا ہے۔

اگر صورت مسئلہ اس کے برخلاف ہو یعنی رب السلم مسلم فیہ کے ردی ہونے کی شرط کا دعویٰ کرکے اس کے وصف کو بیان کرکے صحت سلم کی بات کہے اور مسلم الیہ اس کا انکار کرکے عقد سلم کے فاسد ہونے کا دعویٰ کرے تو اس صورت میں امام اعظمؒ کے یہاں رب السلم کا قول معتبر ہوگا جبکہ حضرات صاحبین کے یہاں اس صورت میں بھی مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اس سلسلے میں حضرت امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر رب السلم صحت سلم کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے مدعی ہے اور مسلم الیہ اس کا منکر ہے رب السلم مدعی ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہر حال کے موافق بات کررہا ہے اور مسلم الیہ کا قول ظاہر کے مخالف ہے اس لئے صورت مسئلہ میں رب السلم کا قول معتبر ہوگا۔

رہا مسئلہ حضرات صاحبین کا مسلم الیہ کو منکر مان کر کے "القول قول المنکر عند عدم البینة" والے ضابطے کے تحت مسلم الیہ کے قول کو معتبر ماننے کا تو وہ درست نہیں ہے کیونکہ ضابطہ انکار صحت میں جاری نہیں ہوتا ہے۔ (احسن الہدایہ ج۹/ص۵۶)

(۲) **متعنت**: کی تعریف یہ ہے کہ جو ایسی چیز کا انکار کریں جو اس کے لئے نفع بخش ہو اور اس کے ذریعہ دوسرے کو ضرر پہنچانا چاہتا ہو اور خصم اس چیز کا انکار کریں جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کے لئے ضرر رساں ہے۔

المراد بالمتعنت شرعاً من ينكر ماينفعه ويريد الاضرار بغيره وبالمخاصم من ينكر مايضره (البنايه: ج/۸/ص/ ۳۶۶)

(۳) "فی عکسه" کا مطلب یہ ہے کہ رب السلم مسلم فیہ کے ردی ہونے کی شرط کا دعویٰ کر کے اس کے وصف کو بیان کر کے صحت سلم کی بات کہے اور مسلم الیہ اس کا انکار کر کے عقد سلم کے فاسد ہونے کا دعویٰ کرے یہ صورت پہلی صورت کے برعکس ہے اس میں مسلم الیہ شرط کا دعویٰ کرتا ہے اور رب السلم شرط کا انکار کرتا ہے۔

(۴) رب السلم صحت سلم کا انکار اس طرح کر رہا ہے کیونکہ مسلم الیہ مسلم فیہ کے وصف کو بیان کر رہا ہے اور بیع سلم میں مسلم فیہ کے وصف کا بیان کرنا ضروری ہے اور رب السلم اس کا انکار کر رہا ہے اس کے انکار سے سلم کے صحت کا انکار لازم آرہا ہے۔

(۵) متعنت کے سلسلے میں اصل یہ ہے کہ جس شخص کا کلام سرکشی اور تعنت پر مشتمل ہو اور وہ ایسی چیز کا انکار کریں جو اس کے لئے نفع بخش ہو تو اس شخص کا قول مردود ہوتا ہے اور وہ متعنت کہلاتا ہے۔

الاصل ان من خرج كلامه تعنتا فالقول لصاحبه لان كلام المتعنت مردود (البنايه: ج/۸/ص/ ۳۷۰)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسائل منثورة

ہدایہ: ج ۳، ص/ ۱۰۹

سوال: وَمَنِ اشْتَرٰی جَارِيَةً وَلَمْ يَقْبِضْهَا حَتّٰى زَوَّجَهَا فَوَطِيَهَا الزَّوْجُ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ لِوُجُوْدِ سَبَبِ الْوِلَايَةِ وَهُوَ الْمِلْكُ فِي الرَّقَبَةِ عَلَى الْكَمَالِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ، وَهٰذَا قَبْضٌ، لِأَنَّ وَطْىَ الزَّوْجِ حَصَلَ بِتَسْلِيْطٍ مِنْ جِهَتِهٖ فَصَارَ فِعْلُهٗ كَفِعْلِهٖ.

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا، یہاں تک کہ اس کا نکاح کر دیا اور شوہر نے اس سے وطی کر لی تو نکاح جائز ہے، سببِ ولایت یعنی مکمل طور پر رقبہ پر ملکیت پائے جانے کی وجہ سے، اور شوہر پر مہر واجب ہوگا اور یہ قبضہ ہے، اس لئے کہ شوہر کا وطی کرنا مشتری کی جانب سے قدرت دینے سے حاصل ہوا ہے، لہٰذا شوہر کا فعل مشتری کے فعل کی طرح ہو گیا۔

جزئیات: (۱) مطلب بیان کرتے ہوئے صحت نکاح کی دلیل کو واضح کریں (۲) ہذا کا مشار الیہ متعین کیجئے (۳) اور بتائے کہ اگر نکاح کے بعد شوہر وطی نہ کرے تو قبضہ تسلیم کیا جائیگا یا نہیں مدلل لکھیں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی باندی خریدی لیکن اس پر قبضہ نہیں کیا اور قبضہ سے پہلے ہی اس نے اس باندی کا نکاح کر دیا اور جس سے نکاح لیا اس نے اس سے وطی بھی کر لی تو ہمارے یہاں یہ نکاح جائز ہے نکاح کے صحت کی دلیل یہ ہے کہ مشتری خرید لینے کی وجہ سے اس باندی کا مالک ہو گیا ہے اور اس پر مشتری کو سبب ولایت حاصل ہو چکا ہے اور اب وہ علی وجہ الکمال اس کے رقبہ کا مالک ہے اور اس میں ہر تصرف کا مجاز اور مستحق ہے اس لئے اس کا یہ تصرف نکاح بھی درست اور جائز ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جب نکاح جائز ہے تو وطی کرنے کی وجہ سے شوہر پر اس کا مہر لازم ہے اور اگر چہ مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے مگر نکاح اور وطی مشتری کی طرف سے قبضہ شمار ہوگا کیونکہ شوہر نے جو باندی سے وطی کی ہے وہ مشتری کے ایماء اور اس کی طرف سے تسلیط کی وجہ سے کی ہے لہٰذا صورت مسئلہ میں شوہر کا فعل مشتری کا فعل شمار ہوگا لہٰذا شوہر کی وطی سے قبضہ متحقق ہوجائے گا۔ (احسن الہدایہ: ج/۹/ص/۷۰)

(۲) ہذا کا مشار الیہ " وطء الزوج " ہے۔ (البنایہ: ج/۸/ص/۳۸۶)

(۳) اگر نکاح کے بعد شوہر نے وطی نہیں کی تو مشتری کا قبضہ تسلیم نہیں کیا جائے گا " وان لم یطأها لم یتحقق القبض حتی ان هلکت الجاریة تهلک من مال البائع "

دلیل: شوہر کے وطی نہ کرنے سے قبضہ تسلیم نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ محض نکاح سے باندی معیوب ہوتی ہے اور یہ تعیب حکمی ہے اور تعیب حکمی میں صرف محل معیوب ہوتا ہے اس پر غلبہ نہیں ہوتا لہٰذا اس صورت میں قبضہ متحقق نہیں ہوگا۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۱۰

سوال - مَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ جِيَادٌ فَقَضَاهُ زُيُوْفًا وَهُوَ لَايَعْلَمُ فَأَنْفَقَهَا أَوْهَلَكَتْ فَهُوَ قَضَاءٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ يَرُدُّ مِثْلَ زُيُوْفِهِ وَيَرْجِعُ بِدَرَاهِمِهِ، لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْوَصْفِ مَرْعِيٌّ كَهُوَ فِي الْأَصْلِ، وَلَايُمْكِنُ رِعَايَتُهُ بِإِيْجَابِ ضَمَانِ الْوَصْفِ وَ لَايُمْكِنُ تَدَارُكُهَا بِإِيْجَابِ ضَمَانِهَا لِمَا ذَكَرْنَا، وَكَذَا بِإِيْجَابِ ضَمَانِ الْأَصْلِ، لِأَنَّهُ إِيْجَابٌ لَهُ عَلَيْهِ وَلَانَظِيْرَ لَهُ.

ترجمہ: جس شخص کے دوسرے آدمی پر دس کھرے دراہم ہوں پھر قرض دار نے اسے کھوٹے دراہم دیے، اور قرض خواہ کو اس کا علم نہ ہوا چنانچہ اس نے ان دراہم کو خرچ کردیا یا وہ ضائع ہوگئے تو حضرات طرفینؒ کے نزدیک یہ ادائیگی ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) کھوفی الاصل اور ولایمکن تدراکھا الخ کی تشریح خاص طور پر مطلوب ہے۔

جواب: (ا) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً منیر کے ذمہ اخلد کے دس عمدہ دراہم قرض تھے لیکن منیر نے چالاکی کی اور اس کے عمدہ دراہم کی جگہ اس کو کھوٹے دراہم دے دیئے اخلد نے انجانے میں ان کو خرچ کر دیا یا ضائع ہو گئے تو حضرات طرفینؒ کے یہاں معاملہ ختم ہے اور قرض دار اپنے قرض سے بری الذمہ ہے لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ کا فرمان ہے کہ قرض خواہ مقروض کے اداء کردہ کھوٹے دراہم جیسے دراہم اس کو واپس کر دے اور اس سے اپنے کھرے دراہم واپس لے ان کے یہاں ابھی قرض اداء نہیں ہوا ہے۔

"لان حقہ فی الوصف" سے امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح اصل میں قرض خواہ کے حق کی رعایت کی جاتی ہے یعنی مقدار قرض میں کمی سے بری الذمہ نہیں ہوتا اسی طرح وصف میں بھی قرض خواہ کے حق کی رعایت کی جاتی ہے اور کھرے دراہم کی جگہ کھوٹے دراہم کی ادائیگی سے بھی مقروض بری الذمہ نہیں ہوگا۔ لیکن صرف وصف کا ضمان واجب کر کے اسکی تلافی نہیں کی جاسکتی کیونکہ اگر دراہم کا دراہم سے مقابلہ ہو تو وصف کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور ایک کھرے درہم کا ایک کھوٹے درہم سے مقابلہ درست ہے معلوم ہوا کہ ہم جنس سے مقابلہ کی صورت میں وصف کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے اور اس صورت میں قرض خواہ کے حق میں وصف کی رعایت کرنا ضروری ہے اس لئے عمدہ شکل وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ اس کے کھوٹے دراہم جیسے دراہم اس کو واپس کر دے اور عمدہ دراہم اس سے حاصل کر لے۔

"ولھا" سے حضرات طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرض دار نے جو کھوٹے دراہم اداء کئے ہیں وہ بھی دراہم ہی ہے اگر چہ صفت میں ان دراہم سے الگ ہیں جو قرض خواہ نے اسے دیا تھا لیکن چشم پوشی کے ساتھ اس طرح کا استبدال جائز ہے چنانچہ اگر عقد صرف میں کسی عاقد نے اپنے ساتھی کو کھرے دراہم کی جگہ کھوٹے دراہم اداء کیا اور اس نے چشم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پوشی کر کے انھیں رکھ لیا تو یہ جائز ہے جبکہ عقد صرف عوضین پر قبضہ کرنے سے قبل ان کا تبادلہ جائز نہیں ہے معلوم ہوا کہ دراہم زیوف بھی دراہم جیاد ہی کی طرح ہیں اور مالیت کے اعتبار سے ان میں کوئی تفاوت نہیں ہے ہاں قرض خواہ کو اس کا اصل حق چونکہ نہیں ملا ہے اور صفت جودت مفقود ہے لیکن اس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نہ تو تنہا جودت کا ضمان واجب کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اصل کا ضمان واجب کیا جا سکتا ہے اور جب ضمان واجب نہیں کیا جا سکتا تو اب ایک دوسرے کا حساب صاف ہو گیا ہے۔

(احسن الہدایہ: ج۹ /ص ۷۷)

(۲) **اختلاف الائمہ** حضرت امام ابو یوسفؒ کا مسلک یہ ہے کہ عمدہ دراہم قرض تھے لیکن کھوٹے دراہم دیدیئے تو قرض پوری طرح ادا نہیں ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ جس طرح اصل میں قرض خواہ کے حق کی رعایت کی جاتی ہے اسی طرح وصف میں بھی قرض خواہ کے حق کی رعایت کی جاتی ہے اور کھرے درہم کی جگہ کھوٹے درہم کی ادائیگی سے بھی مقروض قرضے سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔

حضرات طرفینؒ کا مسلک یہ ہے کہ عمدہ دراہم قرض تھے لیکن اس نے کھوٹے دراہم دیدیئے تو اس کا قرض ادا ہو گیا اور مقروض بری الذمہ ہو گیا ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ کھوٹے دراہم بھی اس کے حق کی جنس سے ہیں یہاں تک اگر اس نے اس عقد میں چشم پوشی کر کے کھوٹے دراہم لئے جس میں استبدال جائز نہیں ہے تو یہ جائز ہے لہٰذا اس سے وصول یابی متحقق ہو جائیگی اور قرض خواہ کا حق صرف عمدگی میں باقی رہے گا اور عمدگی کا ضمان واجب کر کے اس کا تدارک ممکن نہیں ہے اس لئے اس کا قرض اداء ہو جائے گا۔

(۳) **کھو فی الاصل**: کا مطلب یہ ہے کہ کھوٹے دراہم دینے کی صورت میں اس کا حق صرف عمدگی یعنی وصف میں باقی رہا ہے لیکن اس حق وصف کی رعایت اس طرح کی جائے جس طرح اصل حق کی رعایت کی جاتی ہے کہ اگر اصل حق باقی ہے تو اس کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطالبہ ساقط نہیں ہو جاتا اس طرح حق وصف میں بھی اگر چہ یہ حق اصل سے کم ہے لیکن ایک حق ہے پس مقروض کے پاس اگر باقی ہے تو اس کو لوٹائے اگر ہلاک ہو گئے تو اس کے مثل ادا کرے۔

کهو في الاصل أى كحقه في القدر حتى لو كان حقه في القدر الذى هو الاصل لم يسقط مطالبتهٔ فكذا اذا كان دون حقه وصفا فيرد المقروض ان كان باقيا وبمثله ان كان مستهلكا (البنایہ: ج/۸/ص/۳۹۰)

ولا يمكن تدارکها: اس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نہ تو تنہا جودت کا ضمان واجب کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اصل کا ضمان واجب کیا جا سکتا ہے جودت کا ضمان تو اس لئے واجب نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور جسکی کوئی قیمت نہیں ہوتی اس کا ضمان بھی نہیں ہوتا ہے اور اصل کا ضمان اس لئے واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اصل تو پورا ادا ہو چکا ہے اس لئے اس کا تدارک کی کوئی صورت نہیں ہے صرف یہ کہ اب قرض ادا ہو چکا ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۱۰

سوال: إِذَا أَفْرَخَ طَيْرٌ فِي أَرْضٍ فَهُوَ لِمَنْ أَخَذَهُ، وَكَذَا إِذَا بَاضَ فِيهَا وَكَذَا إِذَا تَكَنَّسَ فِيهَا ظَبْيٌ، لِأَنَّهُ مُبَاحٌ سَبَقَتْ يَدُهُ إِلَيْهِ، وَصَاحِبُ الْأَرْضِ لَمْ يُعِدَّ أَرْضَهُ لِذَالِكَ فَصَارَ كَنَصْبِ شَبَكَةٍ لِلْجَفَافِ.

ترجمہ: جب کسی زمین میں کسی پرندے نے بچہ جنا تو وہ پکڑنے والے کا ہوگا اور ایسے ہی جب پرندے نے زمین میں انڈا دیا ہو اور اسی طرح جب اس میں ہرن نے گھر بنایا ہو، اس لئے کہ یہ مباح چیز ہے اور پکڑنے والے کا ہاتھ پہلے اس تک پہونچا ہے، اور زمین والے نے اس کام کے لئے اپنی زمین کو تیار نہیں کیا ہے، لہٰذا یہ سکھانے کے لئے جال پھیلانے کی طرح ہو گیا۔

جزئیات: (۱) ہر ہر مسئلہ کی الگ الگ تشریح کر کے مصنف کی بیان کردہ دلیلوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے مدلل کریں (۲) اور بتائیں کہ نکاح کا چھوہارہ لٹایا گیا آپ کے دامن میں گرا دوسرے ساتھی نے اٹھایا تو اس کا مالک کون ہے آپ ہیں یا یہ ساتھی اور کیوں؟ (۳) ''صاحب الارض لم یعد'' کا فائدہ تحریر کریں (۴) اگر درخت پر شہد کا چھتہ لگا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) اگر کسی کی کاشت کاری میں پرندے نے بچے جن دے یا انڈے دے دے یا کسی ہرن نے اس میں اپنا مکان بنا لیا اور صاحب ارض نے ان چیزوں کے لئے تیار نہیں کیا تھا تو اس صورت میں خاص صاحب ارض اس کا مالک نہیں ہوگا بلکہ جو پہلے پکڑے گا وہ مالک ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز مباح ہے اور مباح چیز کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جو پہلے پکڑتا ہے وہ اسی کی مملوک ہو جاتی ہے۔

لان کل واحد من الفرخ والبیض والظبی مباح سبقت یدہ الیہ فاستحق ذلک بالسبق (البنایہ: ج/۸/ص/۳۹۱)

دلیل ثانی: یہ ہے کہ یہ سب کے سب شکار ہیں اور شکار کے متعلق آپ ؐ نے فرمایا کے ''الصید لمن اخذہ'' یعنی جو شکار پکڑے گا وہ اس کا مالک ہوگا۔

جو حکم شکار کا ہے وہی حکم اس کے انڈے کا ہے جس طرح شکار پکڑنے والا شکار کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح انڈوں کو پکڑنے والا انڈوں کا مالک ہو جائے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ اگر کوئی محرم شکار کے انڈے توڑ دے یا بھون لے تو اس پر جزاء واجب ہوتی ہے معلوم ہوا کہ شکار اور اس کے انڈوں کا حکم ایک ہی ہے۔

اگر صاحب ارض نے شکار وغیرہ پکڑنے کے مقصد سے اس زمین کو چھوڑ رکھا ہے تو اس صورت اس زمین کے شکار کا صرف وہی مالک ہوگا اور کسی دوسرے کے لئے مالک ہونا تو در کنار اس میں ہاتھ ڈالنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

(۲) اس طرح کی صورت میں اگر اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے دامن میں چھوہارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آ کر گرے اور اس نے دامن اسی نیت سے پھیلا رکھا تھا تو اب ان چھوہاروں کا خود مالک ہوگا کسی کو لینے کا کوئی حق نہیں ہوگا لیکن اگر اس نے دامن تو نہیں پھیلایا لیکن جب چھوہارا اس کے دامن میں گرا تو اس نے اس کو سمیٹنے کی کوشش کی تو اس سے پہلے اس کے ساتھی نے اس کو لے لیا تو اب اس کا ساتھی اس چھوہارے کا مالک ہوگا۔ "لان الخلا، مباح سبقت یدہ الیہ فاستحق ذلک بالسبق"

(۴) "صاحب الارض لم یعد" کا فائدہ یہ ہے کہ اگر زمین والے نے شکار وغیرہ کے لئے زمین کو تیار نہیں کیا ہے تو اس صورت میں تو صرف شکار کو پکڑنے والا اس کا مالک ہوجائے گا لیکن اگر رب الارض نے زمین میں کوئی کنواں کھدوایا یا شکار پکڑنے کی کوئی تدبیر کی تو اب اس زمین میں شکار کے صرف پھنس جانے سے ہی رب الارض شکار کا مالک ہوجائے گا۔

فان اعدھا لذلک لایملکھا الآخذ بل رب الارض یصیر قابضا حکما (حاشیہ/۱۲/ص/۱۱۰)

(۴) اگر کسی کی زمین میں شہد کی مکھیوں نے شہد کا چھتہ لگا دیا تو زمین والا ہی اس کا مالک ہوگا اور برسبیل عموم شہد مباح نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ شہد کو زمین ہی کی پیداوار اور حاصلات میں سے شمار کیا جاتا ہے لہٰذا جس طرح زمین صاحب زمین کی مملوک ہے اسی طرح شہد بھی زمین کے تابع ہو کر رب الارض کی مملوک ہوگی۔

(احسن الہدایہ: ج/۹/ص/۸۰)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الصرف

ہدایہ: ج ۳ ص ۱۱۲

سوال: وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً قِيْمَتُهَا أَلْفُ مِثْقَالِ فِضَّةٍ وَفِيْ عُنُقِهَا طَوْقُ فِضَّةٍ قِيْمَتُهُ أَلْفُ مِثْقَالٍ بِأَلْفَيْ مِثْقَالِ فِضَّةٍ وَنَقَدَ مِنَ الثَّمَنِ أَلْفَ مِثْقَالٍ ثُمَّ إِفْتَرَقَا فَالَّذِيْ نَقَدَ ثَمَنُ الْفِضَّةِ، لِأَنَّ قَبْضَ حِصَّةِ الطَّوْقِ وَاجِبٌ فِيْ الْمَجْلِسِ لِكَوْنِهِ بَدَلَ الصَّرْفِ وَالظَّاهِرُ فِيْهِ إِتْيَانُ الْوَاجِبِ۔

ترجمہ: جس شخص نے ایسی باندی کو دو ہزار مثقال چاندی کے عوض فروخت کیا جس کی قیمت ایک ہزار مثقال چاندی ہے اور اس کی گردن میں ایک چاندی کا ہار ہے جس کی قیمت بھی ایک ہزار مثقال ہے اور مشتری نے ایک ہزار مثقال نقد اداء کر دیا پھر دونوں جدا ہو گئے تو مشتری نے جو ثمن نقد دیا ہے وہ طوق (ہار) کا ثمن ہے، اس لئے کہ حصۂ طوق پر قبضہ کرنا مجلس عقد میں واجب ہے، کیونکہ وہ صرف کا بدل ہے، اور (بائع کا) ظاہر حال یہی ہے کہ اس نے واجب اداء کیا ہوگا۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ کی وضاحت مع دلیل کریں، (۲) اگر کسی نے ایسی تلوار فروخت کی جو چاندی سے آراستہ ہو ایک سو درہم کے عوض اور اس کا حلیہ پچاس درہم کا ہے اور مشتری نے ثمن میں صرف پچاس درہم اداء کئے تو اس صورت میں بیع کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دو ہزار مثقال چاندی کے عوض کوئی ایسی باندی خریدی جس کی قیمت ایک ہزار مثقال ہے اور اس باندی کی گردن میں چاندی کا ایک طوق ہے اسکی بھی قیمت ایک ہزار مثقال ہے اور پھر ثمن میں سے اس نے ایک ہزار مثقال نقد اداء کر دیا اس کے بعد عاقدین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو جو ثمن مشتری نے نقد ادا کیا ہے وہ باندی کا عوض نہیں ہے بلکہ اداء کردہ ثمن طوق کا عوض ہوگا کیو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نکہ یہاں مبیع یعنی باندی دوطرح مال ہے ایک بذات خود مال ہے دوسرے اس کی گردن میں موجود طوق بھی مال ہے اور طوق چونکہ نقد ہے اور مشتری کی طرف سے اداء کردہ ثمن بھی نقد ہے اس لئے ان دونوں میں جو عقد ہوگا وہ عقد صرف ہوگا اور عقد صرف کے متعلق آپ کو پتا ہے کہ مجلس عقد میں اس کے عوضین پر قبضہ کرنا ضروری ہے اس لئے اس نقد ثمن کو طوق کا عوض قرار دیا جائے گا۔ (احسن الہدایہ: ج۹/ص۹۰)

دلیل : یہ عقد صرف ہے اور عقد صرف میں مجلس عقد میں ہی عوضین پر قبضہ کرنا ضروری ہے اس لئے اس نقد ثمن کو طوق کا عوض قرار دیا جائے گا تاکہ عوضین پر مجلس عقد میں قبضہ متحقق ہو جائے اور عقد صرف درست ہو جائے۔

(۲) اگر کسی نے ایسی تلوار فروخت کی جو چاندی سے آراستہ ہے ایک سو درہم کے عوض اور پچاس درہم کا اس کا چاندی کا حلیہ ہے اور مشتری نے صرف پچاس درہم نقد دے تو ایسی صورت میں بیع درست ہے اور یہ پچاس درہم اس حلیہ کے مقابلہ میں ہونگے اس طرح عقد صرف درست ہوگا۔

لو باع سيفا محلى بمائة درهم وحليته خمسون و دفع من الثمن خمسين جاز البيع و كان المقبوض حصة الفضة (البنایہ: ج۸/ص۴۰۰)

ہدایہ: ج۳/ص۱۱۳

سوال: وَمَنْ بَاعَ إِنَاءَ فِضَّةٍ ثُمَّ افْتَرَقَا وَقَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهِ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيمَا لَمْ يَقْبِضْ وَصَحَّ فِيمَا قَبَضَ وَكَانَ الْإِنَاءُ مُشْتَرِكًا بَيْنَهُمَا، وَلَوْ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الْإِنَاءِ فَالْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْبَاقِي بِحِصَّتِهِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، لِأَنَّ الشَّرْكَةَ عَيْبٌ فِي الْإِنَاءِ.

ترجمہ: اگر کسی شخص نے چاندی کا برتن فروخت کیا پھر عاقدین جدا ہو گئے اور بائع بعض ثمن پر قبضہ کر چکا ہے تو غیر مقبوض میں بیع باطل ہے اور حصہ مقبوضہ میں صحیح ہے اور وہ برتن ان کے درمیان مشترک ہوگا، اور اگر برتن کا کچھ حصہ مستحق نکل گیا تو مشتری کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختیار ہے اگر چاہے تو باقی کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو اسے واپس کر دے، کیونکہ برتن میں شرکت عیب ہے۔

جـزئـیات: (۱) بیع صرف کی تعریف اور اس کا حکم تحریر کریں (۲) عبارت کا مطلب اس طرح تحریر کریں کہ دونوں مسئلے مع دلائل واضح ہو جائے (۳) اگر کسی نے چاندی کا کوئی ٹکڑا فروخت کیا پھر اس کا کچھ حصہ کا مستحق نکل گیا اس صورت میں مشتری کو اختیار نہیں حاصل ہوگا اور برتن کے مستحق نکلنے کی صورت مشتری کو اختیار ہوتا ہے اس کا فرق واضح کریں۔

جـواب: (۱) بیع صرف کی تعریف: صرف بیع کی ایسی قسم ہے جس میں ثمن کے عوض ثمن کا معاملہ کیا جاتا ہے "الصرف اسم لنوع بیع وهو مبادلة الاثمان بعضها ببعض" (البنایہ: ج/۸/ص/۳۹۳)

بیع صرف کا حکم یہ ہے کہ افتراق سے پہلے عوضین پر قبضہ کرنا ضروری ہے "ولا بد من قبض الاعوضين قبل الافتراق بالابدان باجماع العلماء" (البنایہ ج/۸/ص/۳۹۵)

(۲) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے چاندی کا برتن فروخت کیا پھر مشتری نے ثمن میں سے بعض حصہ ادا کر دیا اس کے عاقدین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو اب حکم یہ ہے کہ جتنے ثمن پر بائع نے قبضہ کیا ہے اتنی مقدار میں برتن میں بیع درست ہوگی اور مبیع کا جو حصہ ثمن سے خالی ہے اس حصہ میں بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ عقد مکمل طور پر عقد صرف ہے اور عقد صرف کی صحت کے لئے مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ کرنا شرط ہے اور وہ مبیع بائع اور مشتری کے درمیان مشترک ہوگی کیونکہ جس میں بیع درست ہوتی ہے وہ حصہ مشتری کا مملوک ہے اور جس حصہ میں بیع باطل ہوئی ہے وہ حصہ بائع کی ملکیت میں ہے اسلئے مبیع دونوں کے درمیان مشترک ہوگی۔

الفساد طار: سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سـوال: یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں جب نصف برتن پر قبضہ نہ کرنے کی وجہ سے اس میں بیع فاسد ہے تو یہ فساد پورے عقد میں پھیلے گا اور حصہ مقبوضہ میں بھی بیع درست نہیں ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب : یہ ہے کہ فساد کی دو قسمیں ہیں (۱) فساد اصلی (۲) فساد طاری۔
فساد اصلی: ابتداء عقد میں پیدا ہونے والا فساد ہے اور جو فساد درمیان عقد میں پیدا ہوا ہے اس کو فساد طاری کہتے ہیں ان دونوں میں سے فساد اصلی پورے عقد میں پھیل جاتا ہے لیکن فساد طاری پورے عقد میں نہیں پھیلتا ہے بلکہ بقدر مفسد ہی رہتا ہے اور یہاں ایک حصہ میں عقد صحیح ہے اسلئے فساد طاری ہوگا لہٰذا بقدر مفسد ہی محدود رہے گا پورے عقد میں نہیں پھیلے گا۔
اگر برتن کا کوئی حصہ مستحق نکل گیا تو پھر مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو غیر مستحق مبیع کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو مبیع کو رد کردے اس لئے کہ مبیع میں شرکت پیدا ہونا عیب ہے اور مبیع کے معیوب ہونے کیوجہ سے چونکہ مشتری کو خیار ملتا ہے اس لئے اس صورت میں بھی مشتری کو خیار حاصل ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج ۹/ص ۹۵)
(۳) برتن کی صورت میں مبیع کا مستحق نکل جانا عیب دار ہے کیونکہ اس میں ٹکڑے ہونا مضر ہے اس لئے اس میں اختیار حاصل ہوگا اور چاندی کے ٹکڑے میں مستحق نکل جانا عیب دار نہیں ہے کیونکہ اس میں ٹکڑے ہونا مضر نہیں ہے اس میں اختیار حاصل نہیں ہوگا۔
لان الشركة عيب في الاناء ولذا يثبت الخيار للمشترى لان الشركة في الاعيان المجتمعة عيب لانها ينتقض بالتبعيض والاناء ينتقض بالتبعيض، بخلاف قطعة نقرة لانه لايضره التبعيض فاذا لم يكن عيبا لم يثبت الخيار لان الخيار لا يثبت بلا سبب (البنایہ: ج ۸/ص ۴۰۳)

ہدایہ: ج ۳/ص ۱۱۳

سوال: وَمَنْ بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَدِينَارًا بِدِرْهَمٍ وَدِينَارَيْنِ جَازَ الْبَيْعُ وَجُعِلَ كُلُّ جِنْسٍ مِنْهُمَا بِخِلَافِهِ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ لَايَجُوزُ، وَمِنْ قَضِيَّتِهِ الْإِنْقِسَامُ عَلَى الشُّيُوعِ لَا عَلَى التَّعْيِينِ وَالتَّغْيِيرُ لَايَجُوزُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ تَصْحِيحُ التَّصَرُّفِ وَلَنَا أَنَّ الْمُقَابَلَةَ الْمُطْلَقَةَ تَحْتَمِلُ مُقَابَلَةَ الْفَرْدِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِالْفَرْدِ كَمَا فِيْ مُقَابَلَةِ الْجِنْسِ بِالْجِنْسِ وَاَنَّهُ طَرِيْقٌ مُتَعَيَّنٌ لِتَصْحِيْحِهِ فَتُحْمَلُ عَلَيْهِ تَصْحِيْحًا لِتَصَرُّفِهِ وَفِيْهِ تَغْيِيْرُ وَصْفِهِ لَا اَصْلِهِ، لِاَنَّهُ يَبْقٰى مَوْجَبُهُ الْاَصْلِيُّ وَهُوَ ثُبُوْتُ الْمِلْكِ فِي الْكُلِّ بِمُقَابَلَةِ الْكُلِّ.

ترجمہ: اگر کسی شخص نے دو درہم اور ایک دینار کو ایک درہم اور دو دینار کے عوض فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے خلافِ جنس کا عوض قرار دیا جائے گا، اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیع جائز نہیں ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ بٹوارہ مشترکہ طور پر ہو نہ کہ متعین طور پر اور (تصرف کو) متغیر کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ اس میں تصرف کو صحیح کرنا ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مقابلۂ مطلقہ مقابلہ فرد بالفرد کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ جنس کا مقابلہ جنس میں ہے اور یہ اس عقد کو درست کرنے کا متعین راستہ ہے لہٰذا عاقد کے تصرف کو صحیح کرنے کے لئے اس طرح کے مقابلہ پر محمول کیا جائے گا اور ایسا کرنے میں عقد کا وصف متغیر ہوتا ہے نہ کہ اس کی اصل، اس لئے کہ اس کا موجبِ اصلی باقی رہتا ہے اور وہ کل کے مقابلہ میں کل میں ملک کا ثابت ہونا ہے۔

جزئیات: (۱) امام زفرؒ امام شافعیؒ کی دلیل تحریر کریں (۲) پھر اپنی دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) **دلیل:** امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں عقد کو جائز اور درست قرار دینے کی کوئی شکل نہیں ہے کیونکہ عوضین کو ہم جنس کی طرف پھیرنے میں ربوا لازم آتا ہے اور ربوا جائز نہیں ہے اس لئے یہ صورت تو باطل ہے اور عوضین کو خلافِ جنس کی طرف پھیر کر عقد کو درست قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ عاقدین نے یہاں مجموعے کا مجموعے کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور دو درہم اور ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کا عوض قرار دیا ہے اور تقابل کی صورت میں جو بٹوارہ ہوتا ہے وہ مشترکہ طور پر ہوتا ہے اب اگر ہم خلاف جنس کی طرف اسے پھیریں گے تو ظاہر ہے کہ اسے متعین طور پر تقسیم کرنا پڑے گا حالانکہ اس میں عاقدین کے تصرف کو بدلنا لازم آتا ہے کیونکہ عاقدین نے مشترکہ طور پر بٹوارہ کی راہ اختیار کی ہے اور چونکہ عاقدین کے تصرف کو بدلنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائز نہیں ہے اس لئے صورت مسئلہ میں عوضین کو خلاف جنس کی طرف ... نا بھی درست نہیں ہے اگر چہ اس میں عقد کی تصحیح ہی کیوں نہ ہوتی ہو اس لئے تصحیح عقد کی یہ صورت بھی باطل ہے اس لئے اس کو ناجائز قرار دیا جائے۔ (احسن الہدایہ: ج ۹ ص ۹۷)

(۲) ہماری دلیل یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں جو دو درہم اور ایک دینار اور ایک درہم کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے وہ مقابلہ مطلق ہے اور مطلق میں کئی احتمال ہوتے ہیں چنانچہ جس طرح یہاں یہ احتمال ہے کہ مجموعہ کا مجموعہ کے ساتھ مقابلہ ہو اسی طرح یہ احتمال بھی ہے کہ یہ مقابلہ فرد بالفرد ہو جیسے جنس کے ساتھ اگر جنس کا مقابلہ کیا جائے تو اس میں بھی مقابلہ جنس بغیر الجنس اور جنس مع الجنس دونوں کا احتمال رہتا ہے اور ان تمام احتمالات میں سے جس احتمال اور جس صورت کو اختیار کرنے میں عاقدین کا تصرف درست ہوتا ہے وہی مراد ہوتا ہے چونکہ مقابلہ فرد بالفرد و بغیر جنسہ مراد لینے کی صورت میں عاقدین کا تصرف درست ہو جاتا ہے اس لئے یہاں مقابلہ مطلقہ سے مقابلہ فرد بالفرد ہی متعین ہے اور دیگر احتمالات باطل ہے اور اس صورت عاقدین کا تصرف بھی درست ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۹/ ص ۱۰۰)

ہدایہ: ج ۳/ ص ۱۱۶/

سوال: اذا اشتری بها سلعة فکسدت وترک الناس المعاملة بطل البیع عند أبی حنیفة وقال ابویوسف علیه قیمتها یوم البیع قال محمّد قیمتها آخر ما تعامل الناس بها

ترجمہ: جب کسی نے دراہم مغشوشہ کے عوض کوئی سامان خریدا پھر ان کا رواج بند ہو گیا اور لوگوں نے ان کے ذریعہ لین دین بند کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشتری پر بیع والے دن کی دراہم کی قیمت واجب ہے، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس آخری دن لوگوں نے دراہم مشغوشہ کا لین دین کیا ہے اس دن کی قیمت واجب ہوگی۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔ (۲) ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دراہم مغشوشہ کے عوض کوئی سامان خریدا اس کے بعد ان دراہم کا چلن ٹھپ ہو گیا اور لوگوں نے ان کا لین دین بند کر دیا تو امام اعظمؒ کے یہاں یہ بیع ہی باطل ہو جائے گی اور ثمن کے سلسلے میں کوئی کلام ہی نہیں ہوگا جبکہ حضرات صاحبینؒ کے یہاں بیع باطل نہیں ہوگی اور ثمن کی جگہ مشتری پر ان دراہم کی قیمت واجب ہوگی البتہ امام ابو یوسفؒ کے یہاں بیع والے دن کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے یہاں اس آخری دن کی قیمت واجب ہوگی جس دن لوگوں نے اس کا لین دین بند کیا ہوگا مثلاً آج ۱۵/صفر المظفر ہے اور لوگوں نے ذی الحجہ کی ۲۰/تاریخ کو دراہم مغشوشہ کا لین دین بند کیا تو ۲۰/ذی الحجہ والی قیمت واجب ہوگی۔ (احسن الہدایہ: ج۹/ص۱۱۲)

(۲) **اختلاف الائمہ:** حضرت امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ دراہم مغشوشہ کے عوض کوئی سامان خریدا اس کے بعد ان دراہم کا چلن ٹھپ ہو گیا تو امام صاحبؒ کے یہاں یہ بیع باطل ہو جائے گی اور ثمن کے سلسلے میں کوئی کلام ہی نہیں ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ مغلوب الغش دراہم کا ثمن ہونا لوگوں کے اتفاق کر لینے کی وجہ سے تھا لیکن جب لوگوں نے باہمی اتفاق سے ان کی ثمنیت ختم کر دی تو ان کا ثمن ہونا بھی باطل ہو گیا اور بیع ثمن سے خالی رہ گئی اور بیع کا ثمن سے خالی ہونا مفسد عقد ہے اس لئے اس صورت میں بیع باطل ہو گئی ہے اور جب بیع باطل ہو گئی ہے تو ظاہر ہے کہ مشتری پر مبیع کی واپسی ضروری ہے اب اگر مبیع موجود ہو تو عین مبیع کو واپس کرنا ضروری ہے کوئی قیمت واجب نہیں ہوگی۔

حضرات صاحبینؒ کے یہاں بیع باطل نہیں ہوگی اور ثمن کی جگہ مشتری پر ان دراہم کی قیمت واجب ہوگی۔

دلیل: حضرات صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں عقد صحیح ہے کیونکہ "مبادلة المال بالمال" موجود ہے لیکن دراہم مغشوشہ کے ٹھپ پڑ جانے سے چونکہ ثمن کی ادائیگی متعذر ہو گئی ہے ادائیگی ثمن متعذر ہونے کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اس لئے صورت مسئلہ میں بیع فاسد نہیں ہوگی دراہم مغشوشہ کی قیمت واجب ہوگی البتہ امام ابو یوسف کے یہاں جس دن بیع ہوئی ہے اسی دن کی قیمت واجب ہوگی اور اس وجوب میں یوم بیع کا دخل ہے اس لئے وجوب قیمت کے حوالے سے یوم بیع ہی کی قیمت واجب ہوگی۔

اور امام محمدؒ کے یہاں جس دن دراہم مغشوشہ کا چلن بند ہوا ہے اسی دن کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ ثمن کا قیمت کی طرف منتقل ہونا اسی دن ہوگا اس لئے اسی دن کی قیمت معتبر ہوگی۔

ہدایہ: ج ۳/ص/۱۱۶

سوال: وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوْسِ، لِأَنَّهُ مَالٌ مَعْلُوْمٌ فَإِنْ كَانَتْ نَافِقَةً جَازَ الْبَيْعُ بِهَا وَإِنْ تَعَيَّنَ، لِأَنَّهَا أَثْمَانٌ بِإِصْطِلَاحِ، وَإِنْ كَانَتْ كَاسِدَةً لَمْ يَجُزْ الْبَيْعُ بِهَا حَتّٰى يُعَيِّنَهَا لِأَنَّهَا سِلَعٌ فَلَابُدَّ مِنْ تَعْيِيْنِهَا وَإِذَابَاعَ بِالْفُلُوْسِ النَّافِقَةِ ثُمَّ كَسَدَتْ بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَؒ خِلَافًا لَهُمَا وَهُوَ نَظِيْرُ الْإِخْتِلَافِ الَّذِيْ بَيَّنَّاهُ.

ترجمہ: اور پیسوں کے عوض بیع جائز ہے کیونکہ وہ مالِ معلوم ہے پھر اگر یہ پیسے رائج ہوں تو ان کے عوض بیع جائز ہے اگر چہ انہیں متعین نہ کیا گیا ہو کیونکہ اتفاقِ باہمی سے وہ اثمان ہیں، اور اگر ان کا رواج بند ہو گیا تو متعین کئے بغیر ان کے عوض بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ (اب) وہ سامان ہیں اس لئے انہیں متعین کرنا ضروری ہے، اور اگر کسی نے رائج پیسوں کے عوض کوئی چیز فروخت کی پھر ان کا رواج بند ہو گیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی حضراتِ طرفین کا اختلاف ہے، اور یہ اس اختلاف کی نظیر ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اگر کسی نے رائج فلوس کے عوض کوئی چیز خریدی اور ان کا چلن بند ہو گیا اور ابھی مبیع پر قبضہ نہیں ہوا تھا اس صورت میں امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صاحبؒ کا کیا حکم ہے اور حضرات صاحبینؒ کا کیا حکم ہے (۳) نظیر الاختلاف سے کون سا اختلاف مراد ہے (۴) اگر کسی نے فلوس کو قرض کے طور پر لیا اس کے بعد ان کا رواج بند ہو گیا تو اب یہ کیا اداء کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ پیسوں کے عوض خرید وفروخت کرنا درست اور جائز ہے کیونکہ نقود کی طرح پیسے بھی معلوم اور متعین مال ہیں اور مال متعین کے عوض خرید وفروخت درست اور جائز ہے اب اگر سکے رائج ہوں اور ان کا چلن جاری ہو تو متعین کئے بغیر بھی ان کے عوض بیع درست اور جائز ہے کیونکہ لوگوں کے اتفاق کر لینے کی وجہ سے فلوس ثمن ہو گئے ہیں اور ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے بدون تعین بھی ان کے عوض عقد درست اور جائز ہے اور اگر فلوس کا رواج اور چلن ختم ہو گیا ہو تو بغیر متعین کیے ان کے عوض بیع جائز نہیں ہے کیونکہ رواج بند ہونے کی وجہ سے فلوس سامان کے درجے میں ہو جاتے ہیں اور سامان چونکہ متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے عوض خرید وفروخت کرنے کے لئے انھیں متعین کرنا ضروری ہے۔

اور کسی شخص نے رائج فلوس کے عوض کوئی چیز خریدی پھر ان کا چلن بند ہو گیا اور ابھی تک مبیع پر قبضہ نہیں ہوا تھا تو امام اعظمؒ کے یہاں بیع باطل ہو جائے گی اور حضرات صاحبینؒ کے یہاں بیع درست ہوگی اور مشتری پر فلوس کی قیمت واجب ہوگی۔ (احسن الہدایہ ج ۹ ص ۱۴۲)

(۲) اگر فلوس کا رواج بند ہو جائے اور مبیع پر ابھی قبضہ نہیں ہوا تو امام اعظمؒ کے یہاں بیع باطل ہو جائے گی۔

حضرات صاحبینؒ کے یہاں بیع درست رہے گی اور مشتری پر ان فلوس کی قیمت واجب ہوگی۔

(۳) ''**نظیر الاختلاف**'' یہ نظیر اس اختلاف کی ہے کہ اگر درہم کھوٹا نکل جائے تو بیع باطل ہو جائے اور مشتری پر مبیع کا واپس کرنا ضروری ہوتا ہے اگر مبیع موجود نہ ہو تو اس کا مثل یا اس کی قیمت دینا ضروری ہے یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صاحبینؒ کے نزدیک اگر درہم کھوٹا نکل جائے تو بیع باطل نہیں ہوگی بلکہ مبیع کی قیمت واجب ہوگی امام ابو یوسفؒ کے یہاں بیع کے دن کی قیمت اور امام محمدؒ کے نزدیک ان کے بند ہونے کے دن کی قیمت ہے۔

الاختلاف الذی بیناہٗ فی الدراھم الغالب الغش فانه یبطل البیع فیجب علی المشتری ردّ المبیع علی البائع ان کان قائما ورد مثله او قیمته ان کان ھالکا وعندھما یجب قیمتھا لکن عند ابی یوسف قیمته یوم البیع وعند محمد قیمته یوم الانقطاع (حاشیہ:۱۱ص۱۱۶)

(۴) اگر کسی شخص نے رائج الوقت فلوس قرض لیا اس کے بعد ان فلوس کا چلن بند ہوگیا تو امام اعظمؒ کے یہاں قرض دار پر ان کا مثل ادا کرنا واجب ہے۔

حضرات صاحبینؒ کے یہاں اس صورت میں قرض دار پر ان فلوس کی قیمت واجب ہوگی۔

امام ابو یوسفؒ کے یہاں ''یوم القبض'' کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے یہاں ''یوم الانقطاع'' کی قیمت واجب ہوگی۔

نوٹ: یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے۔

اختلاف یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز غصب کی جو کہ مثلی ہے تو اب امام ابو یوسفؒ کے یہاں اس پر غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی ہلاکت کے دن کی قیمت واجب ہوگی۔

فرع الاختلاف فیمن غصب مثلیا فانقطع فعند ابی یوسف تجب القیمة یوم الغصب وعند محمدؒ یوم الانقطاع (حاشیہ:۲ص۱۱۷)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الکفالۃ

ہدایہ: ج ر۳ ر ص ر ۱۱۸ ر ۱۱

سوال: قال الکفالۃ ھی التنم لغۃ قال اللّٰہ تعالیٰ و کفلھا زکریا ثم قیل ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ کفالہ کے لغوی معنی ہیں ملانا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور زکریا نے مریم کو اپنے ساتھ ملالیا، پھر کہا گیا کہ مطالبہ میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانے کا نام کفالہ ہے۔

(۱)''کفالہ بالمال'' اور''کفالہ باالنفس'' کی تعریف کریں (۲) کفیل مکفول عنہ مکفول لہ اور مکفول بہ کی وضاحت کریں (۳) اگر موجودہ دور میں کوئی کسی کو عدالت میں سپرد کرنے کا کفیل ہوا اور اس نے بازار میں سپرد کردیا تو کیا وہ بری ہو جائے گا یا نہیں۔

جواب: (۱) کفالہ بالمال کی تعریف:

ایک ذمہ کو مطالبہ میں دوسرے ذمہ سے ملانے کا نام کفالہ بالمال ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں آدمی پر اتنا قرض ہے اس کو ادا کرنے کا میں کفیل ہوں وہ ادا نہ کرے گا تو میں ادا کرونگا۔ اس کو کفالہ بالمال کہتے ہیں''الکفالۃ ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ''۔

کفالہ بالنفس کی تعریف: اس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں آدمی مجلس قضاء میں مقدمہ کے لئے مطلوب ہے اس کو ابھی چھوڑ دیں میں اس کو وقت مقررہ پر مجلس قضاء میں حاضر کرنے کا ذمہ دار ہوں اس کو کفالہ بالنفس کہتے ہیں''الکفالۃ بالنفس ھی الضمانۃ احضار المکفول بہ''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) **کفیل**: جو ذمہ دار بنا ہو اس کو کفیل کہتے ہیں اس کو زعیم اور حمیل بھی کہتے ہیں۔
مکفول عنہ: جس کی جانب سے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری کفیل لے رہا ہے۔
مکفول لہ: قرض خواہ جس کے لئے تیسرا آدمی کفیل بن رہا ہے۔
مکفول بہ: وہ مال جس کے ادا کرنے کا ذمہ دار بن رہا ہے یا وہ آدمی جس کو عدالت میں حاضر کرنے کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ ابھی اس کو ضمانت پر چھوڑ دیں مقررہ وقت پر میں اس کو عدالت میں حاضر کرنے کا ذمہ دار ہوں بشرطیکہ وہ زندہ ہو۔

(۳) اگر موجودہ زمانے میں کوئی کسی کو عدالت میں سپرد کرنے کا کفیل ہوا لیکن اس کو بازار میں سپرد کر دیا تو یہ کفیل اپنی کفالت سے بری نہیں ہوگا کیونکہ آج کل بازار میں اس کا سپرد کرنا مفید نہیں ہوگا کیونکہ بازار میں وہ اپنی مظلومیت کا اظہار کرے گا تو لوگ اس کو چھڑانے میں لگ جائیں گے اس لئے عدالت میں سپرد کرنے سے ہی بری ہوگا اور آج کل فتوی اسی قول پر ہے۔

و اذا کفل علی ان یسلمہ فی مجلس القاضی فی السوق لایبرأ فی زماننا لان الظاھر المعاونۃ علی الامتناع لا علی الحضار لان الناس لایعینونہ للأحضار ویجب ان یکون الفتویٰ علی ھذا الیوم
(البنایہ: ج/۸/ص/۴۲۵)

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۲۰

سوال: فَإِنْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ عَلَىٰ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ إِلَىٰ وَقْتِ كَذَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا عَلَيْهِ وَهُوَ أَلْفٌ فَلَمْ يُحْضِرْهُ إِلَىٰ ذَالِكَ الْوَقْتِ لَزِمَهُ ضَمَانُ الْمَالِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَاتَصِحُّ هٰذِهِ الْكَفَالَةُ وَيَصِحُّ بِشَرْطٍ مُتَعَارَفٍ عَمَلًا بِالشَّبْهَيْنِ.

ترجمہ: اگر کوئی شخص اس شرط پر کسی کے نفس کا کفیل ہوا کہ اگر میں فلاں وقت اسے پورا نہ کر سکا تو وہ اس چیز کا ضامن ہوگا جو مکفول بنفسہ پر ہے اور وہ ہزار درہم ہیں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھر وہ اس وقت تک اسے حاضر نہ کرسکا تو اس پر مال کا ضمان لازم ہے، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کفالہ صحیح نہیں ہوگا اور شرطِ متعارف (پر معلق کرنا) صحیح ہے تاکہ دونوں مشابہتوں پر عمل ہوجائے۔

جزئیات: (۱) کفالت کی تعریف (۲) "لماعلیه" میں ضمیر کا مرجع متعین کریں (۳) مطلق شرط اور شرط متعارف کا مفہوم لکھئے (۴) فریقین کے دلائل کی وضاحت کریں (۵) اور نظیروں کی مکمل وضاحت کیجئے۔

جواب: (۱) کفالہ کی تعریف: مطالبہ میں ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ سے ملانے کا نام کفالہ ہے "الكفالة هي ضم الذمة الى الذمة فى المطالبة"

(۲) "لماعليه" ضمیر کا مرجع "الف" ہے۔

(۳) شرط مطلق کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی شرط جو عوام الناس کے درمیان غیر متعارف ہو جیسے کسی کام کو بارش کے برسنے پر معلق کرنا یا گھر کے اندر داخل ہونے پر معلق کرنا اس طرح کی تمام شرطیں غیر متعارف ہے تو یہ ہی شرط مطلق ہے "مطلق الشرط كهبوب الريح بجئ المطر"

شرط متعارف کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی شرط لگانا جو عوام الناس کے درمیان متعارف ہو جیسے کفالہ بالمال کو کسی نفس کے عدم موافاۃ پر معلق کرنا یہ عوام الناس کے درمیان متعارف ہے اس لئے اس طرح کی شرطوں کو شرط متعارف کہتے ہیں۔

بشرط متعارف و التعليق بعدم الموافاة متعارف فان الناس تعارفوا تعليق الكفالة بالمال لعدم الموافاة بالنفس (حاشیہ:۱۰ص۱۲۰)

(۴) حضرت امام شافعیؒ کے یہاں صورت مسئلہ میں کفالہ بالمال درست نہیں ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں وجوب مال کے سبب کو ایک محتمل اور متردد امر پر معلق کیا ہے ہوسکتا ہے کہ شرط پائی جائے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شرط نہ پائی جائے اور اس حوالہ سے کفالہ بالمال بیع کے مشابہ ہے اور بیع کو شرط پر معلق کرنا بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائز نہیں ہے لہٰذا کفالہ بالمال کو بھی شرط پر معلق کرنا جائز نہیں ہے اس لئے صورت مسئلہ میں کفالہ بالمال درست نہیں ہے۔

احناف کے یہاں اس صورت مسئلہ میں کفالہ بالمال درست ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ بالمال کی اس صورت میں دو حیثیتیں ہیں:

(۱) **انتہاءً:** وہ بیع کے مشابہ ہے بشرطیکہ مکفول عنہ کے حکم سے کوئی کفیل ہوا ہو کیونکہ اس صورت میں کفیل مکفول عنہ سے ادا کردہ مال کی مقدار کو واپس لے گا اور یہ مبادلۃ المال بالمال ہو کر عقد معاوضہ بن جائے گا اور مبادلۃ المال بالمال کا ہی نام بیع ہے اس لئے اس حوالے سے یہ بیع کے مشابہ ہے۔

(۲) دوسری حیثیت یہ ہے کہ کفالہ بالمال ابتداءً نذر کے مشابہ ہے کیونکہ جس طرح نذر ماننے والا اپنے ذمے ایک غیر واجب چیز کو واجب کرتا ہے ایسے ہی کفیل بھی اپنے ذمہ ایک غیر واجب چیز کو واجب کرتا ہے لہٰذا اس حوالہ سے یہ نذر کے مشابہ ہے اور نذر کو ہر طرح کی شرط پر معلق کرنا صحیح ہے خواہ شرط متعارف ہو یا شرط غیر متعارف ہو اس کے برخلاف بیع کو نہ شرط متعارف اور نہ غیر متعارف پر معلق کرنا درست ہے اور دونوں مشابہتوں پر عمل کرنا ضروری ہے لہٰذا بیع کی مشابہت کو دیکھتے ہوئے ہم نے شرط غیر متعارف پر اس کی تعلیق کو ناجائز قرار دیا ہے اور نذر کے ساتھ مشابہت کو دیکھتے ہوئے ہم نے شرط متعارف پر اسکی تعلیق کو درست قرار دیا اس لئے صورت مسئلہ میں کفالہ درست اور جائز ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۹/ ص ۳۲)

(۵) بیع کے مشابہ اس صورت میں ہے جبکہ مکفول عنہ کے حکم سے کفیل ہوا ہو کیونکہ اس صورت میں کفیل مکفول عنہ سے کفالہ بالمال میں اداء کردہ مال کی مقدار کو واپس لے گا اور یہ مبادلۃ المال بالمال ہو کر عقد معاوضہ بن جائے گا اور مبادلۃ المال بالمال کا یہ نام بیع ہے اس لئے یہ بیع کے مشابہ ہے یہ ایک نظیر کی وضاحت ہے۔

دوسری نظیر یہ ہے کہ کفالہ بالمال نذر کے مشابہ ہے کیونکہ جس طرح نذر ماننے والا اپنے ذمے ایک غیر واجب چیز کو واجب کرتا ہے ایسے ہی کفیل بھی اپنے ذمے ایک غیر واجب چیز کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واجب کرتا ہے لہٰذا اس حوالہ سے کفالہ بالمال نذر کے مشابہ ہے نظیر ثانی کی وضاحت ہے۔

ہدایہ: ج ر ۳ ر ص ر ۱۲۳

سوال: وَالْمَكْفُوْلُ لَهٗ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ طَالَبَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْأَصْلُ وَإِنْ شَاءَ طَالَبَ كَفِيْلَهٗ، لِأَنَّ الْكَفَالَةَ ضَمُّ الذِّمَّةِ إِلَى الذِّمَّةِ فِي الْمُطَالَبَةِ وَذَالِكَ يَقْتَضِيْ قِيَامَ الْأَوَّلِ، لَا الْبَرَاءَةَ عَنْهُ، إِلَّا إِذَا شَرَطَ فِيْهِ الْبَرَاءَةَ فَحِيْنَئِذٍ تَنْعَقِدُ حَوَالَةً إِعْتِبَارًا لِلْمَعَانِيْ، كَمَا أَنَّ الْحَوَالَةَ بِشَرْطِ أَنْ لَا يَبْرَأَ الْمَحِيْلُ يَكُوْنُ كَفَالَةً.

ترجمہ: اور مکفول لہ کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس شخص سے مطالبہ کرے جس پر اصلِ دین ہے اور اگر چاہے تو اس کے کفیل سے مطالبہ کرے، کیونکہ مطالبہ میں ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ ملانے کا نام کفالہ ہے اور یہ پہلے موجود ہونے کا متقاضی ہے نہ کہ اس سے بری ہونے کا، الا یہ کہ اس میں برأت کی شرط لگائی گئی ہو لہٰذا معانی کا اعتبار کرتے ہوئے اس وقت حوالہ منعقد ہو جائے گا جیسا کہ محیل کی عدمِ برأت والی شرط کے ساتھ حوالہ کفالہ ہو جاتا ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) حوالہ کی تعریف نقل کریں (۳) کفالہ میں کفیل اور اصل دونوں سے مطالبہ کا حق ہے لیکن غصب میں اگر ایک سے ضمان کا مطالبہ کر لیا تو دوسرے سے مطالبہ کا حق نہیں ہے اس فرق کو واضح کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کفالہ میں مکفول لہ کو اس بات کا پورا حق اور اختیار رہتا ہے وہ اصل اور مکفول عنہ سے دین کا مطالبہ کرے یا اس کے کفیل سے مطالبہ کرے، کیونکہ کفالہ مطالبہ میں ایک ذمے کو دوسرے کے ذمے کے ساتھ ملانے کا نام ہے اور یہ ضم اس بات کا متقاضی ہے کہ پہلا یعنی اصل کا ذمہ باقی ہو کیوں کہ اگر پہلا باقی نہیں ہے ہوگا تو ملانا اور ضم کرنے کا معنی ہی متحقق نہیں ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ جب اصیل سے مطالبہ باقی ہے تو مکفول لہ کفیل اور اصل دونوں سے مطالبہ کرنے کا مجاز

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور حق دار ہوگا ہاں اگر کفالہ میں یہ شرط لگادی ہو کہ اصیل اور مکفول عنہ کے ذمے سے مطالبہ ساقط ہو جائے گا تو وہ عقد لفظاً اگرچہ کفالہ ہوگا مگر مفہوم اور معنی کے اعتبار سے وہ حوالہ ہو جائے گا کیوں کہ حوالہ ہی میں اصل کے بری ہونے کی شرط لگائی جاتی ہے اس لئے فرمایا گیا کہ اگر حوالہ میں اصیل کے بری نہ ہونے کی شرط لگائی جائے تو وہ حوالہ معنا کفالہ ہو جاتا ہے اور عقود شرعیہ میں چوں کہ معانی ہی کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے جس عقد میں جو معنی ثابت اور متحقق ہوگا وہ عقد اسی کے مطابق منعقد ہوگا کیونکہ عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے۔(احسن الہدایہ ج/۹ ص/۱۴۲)

(۲) حوالہ کی تعریف: مقروض کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے مطالبہ منتقل کرنے کا نام حوالہ ہے

(۳) کفالہ میں اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ کا حق ہے اور غصب میں اگر ایک سے ضمان لینا اختیار کرلیا تو اب دوسری سے مطالبہ کا حق نہیں ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مالک نے جس سے ضمان لینا اختیار کیا ہے مالک نے اس کو اپنی چیز کا مالک بنادیا ہے اور ایک وقت میں ایک چیز کا ایک ہی مالک ہو سکتا ہے اس لئے اب مالک کو دوسرے سے ضمان کا مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

کفالہ کی وجہ سے جو مطالبہ ہوتا ہے چوں کہ کفیل سے مطالبہ میں تملیک کے معنی نہیں پائے جاتے اس لئے یہاں دو مرتبہ مالک بنانا نہیں ہوگا کفیل اور اصیل دونوں سے مکفول لہ کو مطالبہ کا حق ہوگا اور یہی وہ بنیادی جزء ہے جو دونوں میں حد فاصل ہے اور وجہ فارق یہ ہے کہ غصب میں مالک بنانا ہوتا ہے اور کفالہ میں مالک بنانا نہیں ہوتا ہے۔(احسن الہدایہ ج/۹ ص/۱۴۳)

ہدایہ: ج/۳ ص/۱۲۷

سوال: وَلَاتَصِحُّ الْكَفَالَةُ إِلَّا بِقُبُولِ الْمَكْفُوْلِ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ يَجُوْزُ إِذَا بَلَغَهُ فَأَجَازَ وَلَمْ يَشْتَرِطْ فِي بَعْضِ النُّسَخِ الإِجَازَةَ، وَالْخِلَافُ فِي الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَالْمَالِ جَمِيْعًا إِلَّا فِيْ مَسْئَلَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ أَنْ يَّقُوْلَ الْمَرِيْضُ لِوَارِثِهِ تَكَفَّلْ عَنِّيْ بِمَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَكَفَلَ بِهٖ مَعَ غَيْبَةِ الْغُرَمَاءِ جَازَ.

ترجمہ: اور مکفول لہ کے مجلس میں قبول کئے بغیر کفالہ صحیح نہیں ہوتا اور یہ حکم حضرات طرفینؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جب مکفول لہ کو کفالہ کی خبر پہنچی اور اس نے اجازت دیدی تو جائز ہے اور بعض نسخوں میں اجازت شرط نہیں ہے اور کفالہ بالنفس اور کفالہ بالمال دونوں میں اختلاف ہے، سوائے ایک مسئلہ کے اور وہ یہ ہے کہ مریض اپنے وارث سے کہے تم میری طرف سے اس دین کے کفیل ہو جاؤ جو مجھ پر واجب ہے چنانچہ غرماء کی عدمِ موجودگی میں وہ وارث اس کا کفیل بن گیا تو یہ جائز ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) مسئلہ اولیٰ میں ائمہ احناف کا اختلاف مع دلائل کے بیان کیجئے (۳) مسئلہ ثانیہ میں جواز کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت میں بیان کردہ مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح دیگر عقود کے لئے مجلس عقد میں عاقدین کی طرف سے ایجاب وقبول ضروری ہے اسی طرح عقد کفالہ میں بھی حضرات طرفینؒ کے یہاں مجلس عقد میں مکفول لہ کا کفالہ کو قبول کرنا شرط اور ضروری ہے چنانچہ اگر مکفول لہ مجلس عقد میں کفالہ کو قبول کرتا ہے تو کفالہ صحیح ہے ورنہ نہیں خواہ کفالہ بالمال ہو یا کفالہ بالنفس ہو۔

حضرت امام ابو یوسفؒ سے اس بارے میں دو روایتیں منقول ہیں:

(۱) پہلی روایت یہ ہے کہ اگر مجلس عقد میں مکفول لہ موجود نہ ہو اور بعد میں اسے کفالہ کی خبر پہنچی اور اس نے اس کی اجازت دیدی تو کفالہ درست ہو جائے گا (۲) دوسری روایت یہ ہے کہ کفالہ کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار کفیل پر ہے نہ کہ مکفول لہ پر چنانچہ اگر کفیل کفالہ کی ذمہ داری لیتا ہے تو خواہ مکفول لہ اس کو قبول کریں یا نہ کریں بہر صورت کفالہ درست اور جائز ہے اور یہ اختلاف کفالہ بالمال اور کفالہ بالنفس دونوں صورتوں میں ہے۔

البتہ مسئلہ ایسا ہے جو اس شرط سے مستثنیٰ ہے اور جہاں مکفول لہ کے قبول کئے بغیر بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کفالہ درست ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مریض ہے جو مقروض ہے اور مرض الموت کی حالت میں اس نے اپنے کسی وارث سے یوں کہا کہ بھائی مجھ پر جو قرض ہے تم اس کے لئے کفیل بن جاؤ چنانچہ اس وارث نے قرض خواہوں کی عدم موجودگی میں اس مریض کے دیون ادا کرنے کی کفالت قبول کرلی تو یہ درست اور جائز ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۹ ص ۱۶۳)

(۲) **اختلاف الائمہ** : حضرات طرفینؒ کا مذہب یہ ہے کہ مجلس عقد میں مکفول لہ کا کفالہ کو قبول کرنا شرط اور ضروری ہے۔

حضرات طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ عقد کفالہ میں تملیک کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں بایں طور کہ کفیل کفالہ کو اپنے اوپر واجب کر کے مکفول لہ کو اپنی ذات سے مطالبہ کا مالک بناتا ہے اور تملیک کے لئے مُملِّک اور مُملَّک دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ مجلس عقد میں کفیل اور مکفول لہ کو مطالبہ کا مالک بنائے اور مکفول لہ اسے قبول بھی کرلے کیوں کہ حضرات طرفینؒ کے یہاں عقد کا کوئی بھی جزء ماورائے مجلس پر موقوف نہیں ہوتا ہے اور یہاں چوں کہ عقد کفالہ کا ایک جزء یعنی مکفول لہ کا قبول کرنا معدوم ہے اس لئے اس کے بغیر کفالہ درست نہیں ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف کے مذہب میں اس بارے میں دو روایت ہے:

(۱) کفالہ کی صحت مکفول لہ کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۲) کفالہ کی صحت اور عدم صحت کفیل پر موقوف ہے۔

پہلی روایت کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح فضولی شخص کا نکاح ماورائے مجلس میں عورت کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں عقد کے دونوں جزوں میں سے ایک جزء ماورائے مجلس پر موقوف ہوسکتا ہے اسی طرح عقد کفالہ کا بھی ایک جزء یعنی مکفول لہ کا قبول کرنا ماورائے مجلس پر موقوف ہوگا اور اگر بعد میں وہ اجازت دے کر اسے نافذ کردے تو کفالہ درست ہوجائے گا۔

دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ اپنے اوپر ایک چیز کو لازم کرنے کا تصرف ہے اور تصرف التزام میں ملتزم خود مستقل ہوتا ہے اور اس کا التزام دوسرے کے قبول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے یا اس کی اجازت دینے پر موقوف نہیں ہوتا ہے تو کفیل کا التزام مطالبہ بھی کسی کی اجازت اور اس کی قبولیت پر موقوف نہیں ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج ۹ / ص / ۱۶۱)

(۳) مسئلہ ثانیہ کے جواز کیوجہ یہ ہے کہ یہاں اگر چہ لفظاً کفالہ ہے لیکن معنیٰ اور حقیقت کے اعتبار سے یہ وصیت ہے اور مریض کا اپنے وارث سے "تکفل عنی" کہنا درحقیقت اسے ادائے دین کی وصیت کرنا ہے اور وصیت صحیح ہونے کے لئے موصیٰ لھم کی موجودگی ضروری نہیں ہے جسکو وصیت کی گئی ہے اس کا قبول کرنا شرط ہے۔

لان ذلک وصية فی الحقيقة ان يصير كا نه اوصٰی اليه بقضاء ديونه فيشترط قبول من اوصی اليه ليصير وصيًا لاقبول غيره

(البنایہ: ج ۸ / ص / ۴۵۳)

ہدایہ: ج ۳ / ص / ۱۲۸

سوال: قال واذا مات الرجل وعليه ديون ولم يترک شيئًا فتكفل عنه رجل للغرماء لم تصح عند ابی حنيفة وقالا تصح اليه كفل بدين ثابت لانه وجب لحق الطالب ولم يوجد المسقط ولهذا يبقى فی حق احكام الأخرة ولو تبرع به انسان يصح وكذا يبقى اذا كان به كفيل أومال.

ترجمہ: اور جب کوئی شخص مر جائے اور اس پر قرضے ہوں اور اس نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو پھر قرض خواہوں کے لئے کوئی شخص اس کی طرف سے کفیل ہوگیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک یہ کفالہ صحیح نہیں ہے، حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ صحیح ہے کیونکہ کفیل نے ایک ثابت شدہ دین کی کفالت کی ہے اس لئے کہ وہ دین مکفول لہ کے حق کی وجہ سے واجب ہوا ہے اور اسے ساقط کرنے والا کوئی امر نہیں پایا گیا اس لئے وہ احکام آخرت کے حق میں باقی رہتا ہے اور اگر کسی انسان نے (اس دین کو ادا کر کے) تبرع کیا تو صحیح ہے، نیز یہ قرضہ اس وقت بھی باقی رہتا ہے جب اس کا کوئی کفیل ہو یا میت کا کچھ مال ہو۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تحریر کریں (۳) ائمہ ثلاثہ کی دلیل نقلی کو نقل کریں۔

جواب: (ا) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص پر لوگوں کا قرض تھا اور اپنی زندگی میں وہ قرض ادا نہیں کر سکا اور نہ ہی اس کی زندگی میں کوئی اس کا کفیل ہوا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور ترکہ میں مال وغیرہ نہیں چھوڑا اب اس کی موت کے بعد اگر کوئی شخص اس کی طرف سے قرض خواہوں کے لئے کفیل ہوا تو امام اعظمؒ کے یہاں یہ کفالہ درست نہیں ہے، لیکن حضرات صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں کفالہ درست ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ صحت کفالہ کے لئے دین کا صحیح اور ثابت ہونا شرط ہے اور یہاں یہ شرط موجود ہے کیونکہ کفیل نے ایسے دین کی کفالت قبول کی ہے جو میت کے ذمہ ثابت ہے اور اس سے قرض خواہوں کا حق متعلق ہے اور اسے ساقط کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی کیونکہ نہ تو قرض خواہوں نے مدیون کو بری کیا اور نہ میت کی طرف سے اسکی ادائیگی ہوئی لہٰذا جب دین اور مطالبہ دین اور سبب دین تمام چیزیں موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ دین بھی موجود ہوگا اور اس دین کا کفالہ بھی درست ہوگا۔

بقائے دین کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آخرت میں میت سے اس قرض کے متعلق باز پرس ہوگی اور آخرت میں ان ہی امور کا مواخذہ ہوتا ہے جو دنیا میں انسان پر لازم رہتے ہیں۔

اس دین کے صحیح اور ثابت ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر میت کی طرف سے تبرع اور احسان کر کے کوئی شخص اس کا قرض ادا کر دے تو ادائیگی بھی جائز ہے اور غرماء کا اس کو لینا بھی جائز ہے اگر میت کی زندگی میں اس کے دین کا کوئی کفیل ہو یا میت کے پاس مال ہو تو ان صورتوں میں بھی اس کا دین باقی اور برقرار رہتا ہے اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ موت کی وجہ سے دین باطل نہیں ہوتا بلکہ برقرار رہتا ہے اور جب دین برقرار ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا کفالہ درست اور جائز ہے۔ (احسن الہدایہ: ج۹ر ص۱۶۵)

(۲) **اختلاف الائمہ**: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص مقروض تھا اور اپنی زندگی میں وہ قرض ادا نہیں کر سکا اور نہ اس کی زندگی میں کوئی اس کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کفیل ہوا اور وہ مر گیا اور ترکہ میں مال وغیرہ بھی نہیں چھوڑا اب اسکی موت کے بعد اگر کوئی شخص اسکی طرف سے قرض خواہوں کے لئے کفیل ہوا تو یہ کفالہ درست نہیں ہے۔

دلیل: حضرت امام ابوحنیفہؒ کی یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں مقروض کی موت کے بعد کفیل نے جو کفالہ قبول کیا وہ دین صحیح کا کفالہ نہیں ہے بلکہ دین ساقط کا کفالہ ہے حالاں کہ صحت کفالہ کے لئے دین کا صحیح اور ثابت ہونا شرط ہے اور میت کا دین ساقط اس لئے ہے کیونکہ دین اصلاً مال کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت میں دین اس فعل کو کہتے ہیں جس کا دائن اور مدیون کیطرف سے لین دین ہوتا ہے اور اسی وجہ سے دین کو وجوب کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اور وجوب افعال کی صفت ہے نہ کہ اعیان کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین فعل کا نام ہے اور فعل قدرت کامحتاج ہوتا ہے بدون قدرت فعل نہیں ہوتا ورنہ تو تکلیف مالا یطاق لازم آئے گا جو کہ نص قرآنی سے ناجائز ہے اور میت نہ تو خود دین اداء کرنے پر قادر ہے اور نہ نائب کے ذریعہ دین اداء کرانے پر قادر ہے لہٰذا بر بنائے ضرورت احکام دنیا کے حق میں اس سے دین کو ساقط مان لیا جائے گا اور جب دین ساقط ہو گیا تو کفالہ درست اور جائز نہیں ہوگا۔

دلیل ثانی: کفالہ نام ہے ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ سے مطالبہ میں ضم کرنا اور اس سے مطالبہ ختم ہو چکا ہے تو اب مطالبہ میں ضم بھی نہیں ہوگا اور جب ضم نہیں ہوگا تو کفالہ بھی درست نہیں ہوگا۔

لانها ضم الذمة الى الذمة فى المطالبة ولا مطالبة ههنا على الاصيل فلاضم فصار الدين كانه ساقط عنه فى احكام الدنيا

(مسلم الثبوت: ص/۷۵)

حضرات صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صورت مسئلہ میں کفالہ درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ صحت کفالہ کے لئے دین کا صحیح اور ثابت ہونا شرط ہے اور یہاں یہ شرط موجود ہے کیوں کہ کفیل نے ایسے دین کی کفالت قبول کی ہے جو میت کے ذمہ ثابت ہے اور اس سے قرض خواہوں کا حق متعلق ہے اور اس سے ساقط کرنے والی کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چیز نہیں پائی گئی کیونکہ نہ تو قرض خواہوں کی طرف سے مدیوں کو بری کرنا پایا گیا نہ ہی میت کی طرف سے ادائیگی ہوئی اور نہ ہی کوئی ایسا ناسخ پایا گیا جو سبب دین کو فسخ کر دے لہٰذا جب دین اور مطالبۂ دین اور سبب دین تمام چیزیں موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ دین بھی موجود ہوگا اور اس دین کا کفالہ بھی درست اور جائز ہوگا۔

(۳) ائمہ ثلاثہ کی دلیل نقلی یہ حدیث ہے:

عن جابرؓ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايصلي على رجل مات وعليه دين فاتي بميت فقال اعليه دين قال نعم ديناران قال صلّوا على صاحبكم فقال ابو قتاده الانصارى هما عليّ يارسول الله فصلى عليه رسول اللّٰه. (ابوداؤد شريف)

كتاب الحوالة

ہدایہ: ج ۳/ص ۱۳۶/

سوال: وَتَصِحُّ الْحَوَالَةُ بِرِضَاءِ الْمُحِيْلِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ أَمَّا الْمُحْتَالُ فَلِأَنَّ الدَّيْنَ حَقُّهُ وَهُوَ الَّذِيْ يَنْتَقِلُ بِهَا وَالذِّمَمُ مُتَفَاوِتَةٌ فَلَابُدَّ مِنْ رِضَاهُ، وَأَمَّا الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ فَلِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ الدَّيْنُ، وَلَالُزُوْمَ بِدُوْنِ اِلْتِزَامِهِ، وَأَمَّا الْمُحِيْلُ فَالْحَوَالَةُ تَصِحُّ بِدُوْنِ رِضَاهُ، ذَكَرَ فِي الزِّيَادَاتِ، لِأَنَّ اِلْتِزَامَ الدَّيْنِ مِنَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ تَصَرُّفٌ فِيْ حَقِّ نَفْسِهِ وَهُوَ لَايَتَضَرَّرُ بِهِ بَلْ فِيْهِ نَفْعُهُ، لِأَنَّهُ لَايَرْجِعُ عَلَيْهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بِأَمْرِهِ.

ترجمہ: حوالہ، محیل محتال لہ محتال علیہ کی رضامندی سے صحیح ہو جاتا ہے، بہرحال محتال لہ تو اس وجہ سے کہ قرضہ اس کا حق ہے اور وہ حوالہ کے ذریعہ منتقل ہو جاتا ہے اور ذمے متفاوت ہوتے ہیں، لہٰذا محتال لہ کی رضامندی ضروری ہے، اور رہا محتال علیہ تو اس وجہ سے (اس کی رضامندی ضروری ہے) کہ وہ دین اپنے اوپر لازم کرتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اس کے لازم کیے بغیر لزوم نہیں ہوسکتا، اور رہا محیل تو حوالہ اس کی رضامندی کے بغیر بھی صحیح ہو جاتا ہے، اسے (امام محمدؒ نے) زیادات میں ذکر کیا ہے، کیونکہ محتال علیہ کی جانب سے دین کا التزام اس کی ذات میں ایک تصرف ہے اور محیل کو اس سے کوئی ضرر بھی نہیں ہے، بلکہ اس میں محیل کا نفع ہے، کیونکہ اگر حوالہ اس کے حکم سے نہ ہو تو محتال علیہ اس سے واپس بھی نہیں لے سکتا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) حوالہ کی تعریف نقل کریں (۳) ایک مثال سے محیل محتال لہ محتال علیہ اور محتال بہ کی تعین کیجئے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حوالہ کی صحت اور اس کی درستگی کے لئے محتال لہ محتال علیہ اور محیل سب کی باہمی رضامندی ضروری ہے چنانچہ محتال لہ کی رضامندی تو اس لئے ضروری ہے کہ قرض اسی کا حق ہے اور اسی کے حق کے لئے حوالہ کیا جاتا ہے اور چونکہ حوالہ کے ذریعہ یہ حق محیل کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے کی طرف منتقل ہو جائے گا اور محتال علیہ کئی طرح کے لوگ ہوسکتے ہیں اور سب کا ذمہ متفاوت ہوتا ہے بعض دیندار اور خداترس ہوتے ہیں ٹال مٹول کیئے بغیر دین اداء کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ ٹال مٹول کرتے ہیں محتال لہ کو محتال علیہ کا علم ہونا چاہئے تاکہ وہ اپنی فہم کے مطابق محتال علیہ کی امانت و دیانت کے مطابق حوالہ پر رضامندی یا عدم رضاء کا اظہار کر سکے۔

اور صحت حوالہ کے لئے محتال علیہ کی رضامندی بھی ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے اوپر دین کو لازم کرتا ہے اور اس کے لازم کیئے بغیر دین لازم نہیں ہوگا اس لئے محتال علیہ کی رضامندی ضروری ہے

محیل کی رضامندی کے تعلق سے دو قول ہیں:

(۱) پہلا قول: جو امام محمد کے زیادات میں مذکور ہے کہ اگر محیل کی رضامندی شامل حال نہ ہو تو بھی حوالہ درست اور جائز ہے کیونکہ حوالہ میں محتال علیہ اپنے ذمہ قرض کو لازم کرتا ہے اور یہ اس کی ذات میں ایک تصرف ہے اور محیل کو اس سے کوئی ضرر نہیں ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بلکہ اس کو فائدہ ہی فائدہ ہے اس لئے محیل کی رضامندی کے بغیر بھی حوالہ درست ہے کیونکہ حوالہ محیل کے حکم سے نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ محتال علیہ کو اس کے اداء کردہ مال واپس لینے کا اختیار بھی نہیں ہوگا۔

دوسری روایت امام قدوری کی ہے کہ حوالہ کی صحت کے لئے محیل کی رضامندی بھی شرط اور ضروری ہے۔

(۲) حوالہ کی تعریف: مقروض کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے مطالبہ کو منتقل کرنے کا نام حوالہ ہے "الحوالة في اصطلاح الفقهاء تحويل الدين من ذمة الاصيل الى ذمة المحتال عليه على سبيل التوثيق به" (البنایہ: ج/۸/ص/۴۸۵)

حوالہ کے لغوی معنی "هو نقل الشيء من محل الى محل"

(۳) منیر نے اخلد سے ایک ہزار روپے قرض لئے اب منیر اداء نہیں کر رہا ہے تو توفیق نے اس قرض کے اداء کرنے کا ذمہ لے لیا تو اس مثال میں منیر محیل یعنی مقروض ہے اور اخلد محتال لہ یعنی قرض خواہ اور توفیق محتال علیہ یعنی حوالہ قبول کرنے والا ہے اور ایک ہزار روپے محتال بہ یعنی وہ مال جس کا حوالہ کیا جاتا ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۳۷

سوال: وَلَايَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَى الْمُحِيْلِ إِلَّا أَنْ يَتْوِيَ حَقُّهُ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَايَرْجِعُ وَإِنْ تَوِيَ، لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ قَدْ حَصَلَتْ مُطْلَقَةً فَلَايَعُوْدُ إِلَّا بِسَبَبٍ جَدِيْدٍ، وَلَنَا أَنَّهَا مُقَيَّدَةٌ بِسَلَامَةِ حَقِّهِ، لَهُ إِذْ هُوَ الْمَقْصُوْدُ أَوْ تَنْفَسِخُ الْحَوَالَةُ لِفَوَاتِهِ، لِأَنَّهُ قَابِلٌ لِلْفَسْخِ فَصَارَ كَوَصْفِ السَّلَامَةِ فِي الْمَبِيْعِ.

ترجمہ: محتال لہ محیل سے واپس نہیں لے سکتا مگر یہ کہ اس کا حق ہلاک ہوجائے، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ واپس نہیں لے گا اگر چہ ہلاک ہوجائے، کیونکہ برأت مطلق حاصل ہوئی ہے، لہٰذا سبب جدید کے بغیر عود نہیں کرے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ برأت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

محتال کے حق کی سلامتی کے ساتھ مقید ہے، کیونکہ وہی مقصود ہے یا (اس وجہ سے کہ) مقصود فوت ہونے سے حوالہ فوت ہو جائے گا، کیونکہ حوالہ فسخ کو قبول کرنے والا ہے، لہٰذا یہ مبیع میں وصف کی سلامتی کی طرح ہو گیا۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی تشریح کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) حوالہ کسے کہتے ہیں (۴) محتال علیہ اور محتال لہ نیز محیل کو الگ الگ مثال سے سمجھائیں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ جب حوالہ مکمل ہو گیا تو محتال لہ کو محیل سے دین وغیرہ کے متعلق رجوع وغیرہ کا اختیار نہیں ہوگا لیکن اگر اس کا حق ہلاک اور ضائع ہو رہا ہو بایں معنی کہ محتال علیہ حوالہ کا انکار کر دے یا قاضی اس کے مفلس ہونے کا فیصلہ کر دے تو اس صورت میں محتال لہ کو محیل سے اپنا حق واپس لینے کا حق ہوگا۔

(۲) **اختلاف الائمہ:** احناف کے یہاں صورت مسئلہ میں اگر محتال لہ کا حق ضائع ہو رہا ہو تو محتال لہ کو محیل سے اپنا حق واپس لینے کا حق ہوگا۔

دلیل: ہماری یہ ہے کہ حوالہ مکمل ہونے سے محیل کا دین سے بری ہونا مطلق نہیں ہے بلکہ اس کے حق کی سلامتی کے ساتھ مقید اور مشروط ہے کیونکہ حوالہ کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ محتال لہ کو صحیح سلامت اس کا حق مل جائے لیکن اگر محتال لہ کو اس کا حق نہیں مل رہا ہے تو حوالہ کا مقصد فوت ہو جائے گا اور مقصد فوت ہونے سے حوالہ فسخ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب حوالہ فسخ ہو جائے گا تو پھر دین میں محیل پر محتال لہ کا حق عود کر آئے گا اور اسے محیل سے رجوع کا حق ہوگا۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک کسی بھی صورت میں محتال لہ محیل سے رجوع نہیں کر سکتا ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ ابتداء میں جب حوالہ منعقد ہوا تھا تو محیل بغیر کسی قید کے مطلق بری ہوا تھا اور اس میں یہ قید نہیں تھی کہ اگر محتال لہ کا حق ضائع ہوگا تو اسے محیل سے رجوع کا حق حاصل ہوگا لہٰذا جب ایک مرتبہ کسی قید کے بغیر محیل بری ہو چکا ہے تو اب اس کے حق میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ برآۃ عود نہیں کرے گی اور محتال لہ کو محیل سے حق رجوع حاصل نہیں ہوگا۔

(۳) حوالہ کے لغوی معنی منتقل ہونا اور زائل ہونا ہے۔"ھو نقل الشیء من محل الی محل"

حوالہ کے اصطلاحی معنی یہ ہے کہ مقروض کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے مطالبہ منتقل کرنے کا نام حوالہ ہے۔

الحوالة فی اصطلاح الفقهاء تحویل الدین من ذمة الاصیل الی ذمة المحتال علیه علی سبیل التوثیق به (البنایہ: ج/۸/ص/۴۸۵)

(۴) طیب نے حسین سے قرض لیا اب طیب قرض ادا نہیں کر پاتا ہے تو ریاض نے طیب کے قرض کا ذمہ لے لیا تو اس مثال میں طیب محیل یعنی مقروض ہے اور حسین محتال لہ یعنی قرض خواہ ہے اور ریاض محتال علیہ یعنی قرض کا حوالہ لینے والا ہے۔

ہدایہ: ج/۳/ص/۱۳۷

سوال: وَإِذَا طَالَبَ الْمُحِيْلُ الْمُحْتَالَ بِمَا أَحَالَهُ بِهِ فَقَالَ إِنَّمَا أَحَلْتُکَ لِتَقْبِضَهُ لِي وَقَالَ الْمُحْتَالُ لَا، بَلْ أَحَلْتَنِيْ بِدَيْنٍ كَانَ لِيْ عَلَيْکَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُحِيْلِ لِأَنَّ الْمُحْتَالَ يَدَّعِيْ عَلَيْهِ الدَّيْنَ وَهُوَ يُنْكِرُ، وَلَفْظَةُ الْحَوَالَةِ مُسْتَعْمَلَةٌ فِي الْوَكَالَةِ فَيَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ يَمِيْنِهِ.

ترجمہ: جب محیل نے محتال لہ سے اس مال کا مطالبہ کیا جو اس کے لئے حوالہ کیا تھا اور یوں کہا کہ میں نے اس لئے تجھے حوالہ کیا تھا تا کہ تم وہ مال میرے لئے قبضہ کرلو، اور محتال نے کہا کہ نہیں، بلکہ تم نے اس دین کے عوض حوالہ کیا تھا جو میرا تم پر ہے، تو محیل کا قول معتبر ہوگا، کیونکہ محتال لہ اس پر دین کا دعویٰ کر رہا ہے اور محیل اس کا منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت میں بھی مستعمل ہے لہٰذا محیل کی یمین کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) "ولفظة الحوالة مستعملة الخ" سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب محتال علیہ نے محتال لہ کو حوالہ کا مال دے دیا اس کے بعد محیل محتال لہ سے کہتا ہے کہ بھائی شرافت کے ساتھ حوالہ میں لئے ہوئے مال کو مجھے واپس کر دے اور میں نے اس لئے تھوڑا ہی محتال لہ بنایا تھا کہ تم ہڑپ کر جاؤ میں نے صرف اس لئے حوالہ کیا تھا تاکہ تم وہ مال میرے لئے قبضہ کر کے مجھے دیدو لیکن محتال لہ کہنے لگا کہ نہیں تم نے اس دین کے عوض مجھے حوالہ کیا تھا جو تم پر باقی ہے اس لئے یہاں سے دفع ہو جاؤ اور مال کا نام بھی مت لو تو اس صورت میں محیل ہی کی جیت ہوگی اور اسی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ محتال لہ اس پر دین کا دعویٰ کر رہا ہے اور محیل اس کا منکر ہے اور چونکہ محتال علیہ کے پاس بینہ نہیں ہے اس لئے ضابطہ سابقہ کے تحت محیل جو منکر ہے یمین کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور لفظ حوالہ وکالہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ محیل نے حوالہ بول کر وکالہ مراد لیا ہو اور محتال علیہ کو اس مال کے قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہو اس لئے اس حوالے سے بھی محیل کا قول معتبر ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج ۹/ ص ۲۱۴)

(۲) ''لفظة الحوالة'' سے مصنف ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حوالہ دین کے نقل کرنے میں حقیقت ہے اور محیل کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے صرف قبضہ کرنے کے لئے حوالہ کیا تھا جو کہ حقیقت کے خلاف بات ہے اور بغیر دلیل کے ہے۔

اس کا جواب ''ولفظة الحوالة'' سے یہ ہے کہ حوالہ کا مجازاً استعمال وکالہ میں بھی ہوتا ہے کیونکہ وکالہ میں بھی مؤکل کے تصرف کو وکیل کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اس لئے اس سے وکالہ مراد لینا مجازاً درست ہے۔

ولفظة الحوالة جواب عما يقال الحوالة حقيقة في نقل الدين ودعوى المحيل انه احاله ليقبضه له خلاف الحقيقة بلا دليل فاجاب لقوله ولفظة الحوالة مستعملة في الوكالة مجازاً لما في الوكالة من نقل التصرف من المؤكل الى الوكيل فيجوز ان يكون مراده من لفظه ذلك

(البنایہ: ج ۸/ ص ۹۰۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج۳، ص۱۳۸/

سوال: وَمَنْ أَوْدَعَ رَجُلًا أَلْفَ دِرْهَمٍ وَأَحَالَ بِهَا عَلَيْهِ آخَرَ فَهُوَ جَائِزٌ، فَإِنْ هَلَكَتْ بَرِئَ لِتَقْيِيْدِهَا بِهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ مُقَيَّدَةً بِالْمَغْصُوْبِ وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَوَالَةُ مُقَيَّدَةً بِالدَّيْنِ أَيْضًا، وَحُكْمُ الْمُقَيَّدَةِ فِيْ هٰذِهِ الْجُمْلَةِ أَنْ لَّا يَمْلِكَ الْمُحِيْلُ مُطَالَبَةَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ، وَلِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُحْتَالِ عَلٰى مِثَالِ الرَّهْنِ.

ترجمہ: جس شخص نے کسی آدمی کے پاس ایک ہزار درہم ودیعت رکھے اور انہیں ان دراہم کے ساتھ دوسرے کے حوالے کیا جو اس پر ہیں تو یہ جائز ہے۔ پھر اگر ودیعت ہلاک ہوگئی تو مودع بری ہوجائے گا، برخلاف اس صورت کے جب حوالہ مال مغصوب کے ساتھ مقید ہو، اور حوالہ کبھی دین کے ساتھ بھی مقید ہوتا ہے، اور ان تمام صورتوں میں حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مالِ مذکور کے ساتھ محتال لہٗ کا حق متعلق ہوگیا ہے جیسے رہن میں ہوتا ہے۔

مزنیسانہ: (۱) حوالہ اور ودیعت کی تعریف اور علی مثال الرہن کی نظیر کی وضاحت کریں (۲) عبارت کا مطلب اس طرح تحریر کریں کہ حوالہ "مقیدۃ بالودیعۃ ومقیدۃ بالمغصوب وبالدین" کے احکام کا فرق مع دلائل واضح ہوجائے۔ (۳) اور السفاتج کی صورت تحریر کریں۔

جواب: (۱) حوالہ کی تعریف مقروض کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے مطالبہ کو منتقل کرنے کا نام حوالہ ہے "الحوالة تحويل الدين من ذمة الاصيل الى ذمة المحتال عليه على سبيل التوثيق به" (البنایہ: ج۸/ص۱۸۵)

ودیعت کی تعریف: کسی دوسرے شخص کو اس امر کا اختیار دیدینا کہ وہ اس کے مال کی حفاظت کریں "الوديعة هى تسليط الغير على حفظ المال"

(البنایہ: ج۱۰/ص۱۰۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علی مثال الرھن: اس نظیر کی وضاحت یہ ہے کہ شئ مرہونہ کے ساتھ رہن مکمل ہونے کے بعد مرتہن کا حق متعلق ہو جاتا ہے اب جب تک راہن مرتہن کا حق ادا نہ کردے اس وقت تک اسے شئ مرہونہ کے مطالبہ کا حق نہیں رہتا اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی جب حوالہ مقیدہ ہے محتال لہ کا حق متعلق ہو چکا ہے تو اس کو ادا کیئے بغیر محیل اس مال کو ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے۔

علی مثال الرھن : لـمـا تعلق بہ حق المرتھن لم یکن للراھن مطالبة الرھن قبل أداء الدین (البنایہ: ج ۸/ص ۴۹۱)

(۲) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کے پاس ایک ہزار دراہم ودیعت رکھے اور ودیعت رکھنے والے پر ایک ہزار دراہم قرض ہے تو اس نے اپنے مودع کو ان ایک ہزار دراہم کے دیدنے کا حوالہ کیا کہ میرے غریم کو دیدینا تو یہ درست ہے۔

اس لئے کہ حوالہ کا مقصد محتال لہ کو اس کا حق دلانا ہے اور صورت مسئلہ میں محتال لہ کو محتال علیہ سے اپنا حق لینے میں سہولت ہے بایں طور کہ محتال علیہ اس کی ادائیگی پر ہر طرح سے قادر ہے لیکن اگر محتال علیہ کے محتال لہ کو اداء کرنے سے پہلے ہی محتال علیہ کی طرف سے تعدی کے بغیر مالِ ودیعت اس کے پاس سے ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں محتال علیہ حوالہ سے بری ہو جائے گا کیونکہ یہاں حوالہ مال ودیعت کے ساتھ مقید ہے اور محتال علیہ نے اسی مال سے محتال لہ کو اداء کرنے کا التزام کیا ہے لیکن اس مال کے ہلاک ہونے سے ادائیگی متعذر ہو گئی ہے اور حوالہ باطل ہو چکا ہے کیونکہ اس صورت میں حوالہ مال ودیعت کے ساتھ مقید تھا اس کے ہلاک ہونے سے حوالہ باطل ہو گیا ہے یہ حوالہ مقیدہ بالودیعت کا حکم ہے۔

اس کے برخلاف اگر حوالہ مال مغصوب کے ساتھ مقید اور متعلق ہو تو اس صورت میں اگر مالِ مغصوب ہلاک ہو جائے تب بھی حوالہ باطل نہیں ہوگا اور محتال علیہ حوالہ سے بری نہیں ہوگا۔

اس صورت میں حوالہ اس لئے باطل نہیں ہوگا کہ شئ مغصوب کی ہلاکت سے محتال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ بری نہیں ہوتا بلکہ اس پر اس کا مثل یا اسکی قیمت واجب ہوتی ہے چنانچہ شیء مغصوب کی ہلاکت بدل اور نائب چھوڑنے کی حالت میں ہوگی اس لئے حکماً باقی شمار ہوتی ہے اور حوالہ مال مغصوب سے مقید ہے اس وجہ سے حوالہ باقی رہے گا اور محتال علیہ بری نہیں ہوگا۔ یہ حوالہ مقیدہ بالمغصوب کا حکم ہے کہ حوالہ مال مغصوب کے ہلاک ہونے سے باطل نہیں ہوتا بلکہ اس کا مثل یا قیمت واجب ہوتی ہے اور کبھی حوالہ دین کے ساتھ مقید ہوتا ہے اسکی مثال اس طرح ہے کہ منیر پر اخلد کے ایک ہزار درہم قرض ہے اور عفان پر منیر کے ایک ہزار درہم قرض ہے اب اگر اخلد نے اپنے مقروض منیر سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا اور منیر اسے اپنے مقروض عفان کی طرف منتقل کر کے کہا کہ تم عفان سے لے لینا تو یہ حوالہ مقیدہ بالدین ہوا اور یہ بھی درست ہے۔

ان تمام صورتوں کا حکم یہ ہے کہ خواہ حوالہ عین کے ساتھ مقید ہو اور وہ عین مال ودیعت ہو یا مال مغصوب یا دین کے ساتھ متعلق ہو محیل محتال علیہ سے اس عین اور دین کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔ (احسن الہدایہ: ج/۹/ص ۲۱۶)

(۳) ''السفاتج'' اس کے معنی محکم شیء ہے آج کی زبان میں اسے ہنڈی کہا جاتا ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کانپور میں ہے اور اس نے کانپور میں ایک تاجر کو کچھ رقم بطور قرض دی اور کہا کہ تم اسے میرے وطن ہریدوار میں فلاں شخص کو دیدینا تو یہ صورت مکروہ ہے کیونکہ قرض دینے والے نے اس کے ذریعہ راستے کے خطرات سے مامون ہونے کا نفع اٹھایا ہے اور حدیث میں اسکی ممانعت ہے۔

صورته ان يدفع الى تاجر عشرة دراهم قرضا ليدفعه الى صديقيه فى بلد اخر يفيد به سقوط خطر الطريق (البنایہ: ج/ ۸/ص ۴۹۲)

والله اعلم بالصواب

توفیق عالم قاسمی پیرپوری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الشفعة

ہدایہ: ج۴/ص۳۹۱/

سوال: اَلشُّفعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيطِ فِيْ نَفْسِ الْمَبِيعِ ثُمَّ لِلْخَلِيطِ فِيْ حَقِّ الْمَبِيعِ كَالشُّرْبِ وَ الطَّرِيْقِ ثُمَّ لِلْجَارِ أَفَادَ هٰذَا اللَّفْظُ بِثُبُوْتِ حَقِّ الشُّفْعَةِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ وَ أَفَادَ التَّرْتِيْبَ.

أَمَّا الثُّبُوْتُ فَلِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ الشُّفْعَةُ لِشَرِيْكٍ لَمْ يُقَاسِمْ وَ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ وَ الْأَرْضِ يُنْتَظَرُ لَهٗ وَ إِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِداً لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهٖ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاسَقَبُهٗ قَالَ شُفْعَتُهٗ وَ يُرْوٰى اَلْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ.

ترجمه: شفعہ ثابت ہے شریک فی نفس المبیع کے لئے پھر حق مبیع میں شریک کے لئے جیسے شرب اور راستہ پھر پڑوسی کے لئے فائدہ دیا اس لفظ نے حق شفعہ کے ثبوت کا ان میں سے ہر ایک کے لئے اور فائدہ دیا ترتیب کا۔

بہر حال ثبوت نبی علیہ السلام کے فرمان الشفعة الخ کی وجہ سے ہے اور نبی علیہ السلام کے فرمان جار الدار الخ کی وجہ سے ہے اور نبی علیہ السلام کے فرمان الجار أحق بسقبه کی وجہ ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ سقبہ کیا چیز ہے فرمایا شفعته۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) شفعہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف نقل کریں (۳) شفعہ جار میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۴) ''افاد هذا اللفظ'' سے کون سا لفظ مراد ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ شفعہ کا سبب مبیع کے ساتھ شفیع کی ملکیت کا متصل ہونا ہے اور اتصال کی دو صورتیں ہیں (۱) شرکت (۲) پڑوس پھر شرکت کے دو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درجہ ہیں (۱) عین مبیع میں شرکت یعنی مبیع میں کسی طرح کا کوئی بٹوارہ نہ ہو (۲) حق مبیع میں شرکت یعنی راستہ اور پانی۔ کے علاوہ دیگر مبیع میں بٹوارہ ہو اور تقسیم ہوگئی ہو چوں کہ شرکت فی نفس المبیع کی شراکت اور اتصال شریک فی حق المبیع اور پڑوس دونوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اس لئے امام قدوری نے پہلے نمبر پر اس کا تذکرہ کر کے یہ اشارہ دیا ہے کہ اس کا حق سب سے مقدم ہوگا اور پڑوسی کو صرف جوار کی بنیاد پر شفعہ ملتا ہے مبیع میں اسکی کوئی شرکت نہیں ہوتی جبکہ شریک فی حق المبیع کسی نہ کسی درجہ میں مبیع سے جڑا ہوا رہتا ہے اس لئے شریک فی نفس المبیع کے بعد اس کا تذکرہ کر کے پڑوسی پر اس کے حق شفعہ کی تقدمیت کو ثابت کر دیا اور یہ بتا دیا کہ شفعہ کا سب سے پہلا حق دار شریک فی نفس المبیع ہے دوسرے نمبر پر شریک فی حق المبیع ہے اور تیسرے نمبر پر پڑوسی کا حق ہے۔

اس کے بعد صاحب کتاب نے شفیع کی تینوں قسموں سے متعلق الگ الگ تین حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

چنانچہ پہلی حدیث کا تعلق شریک فی نفس المبیع سے ہے جس میں اس کے لئے شفعہ ثابت کیا گیا ہے اور دوسری حدیث کا تعلق شریک فی حق المبیع سے ہے اس حدیث میں لفظ جار شریک کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر شریک فی حق المبیع اور بائع کا راستہ ایک ہی ہے تو شریک فی نفس المبیع کی دست کشی کے بعد شریک فی حق المبیع کا حق مقدم ہوگا اور اسکی عدم موجودگی میں بھی اس کی رائے اور اس کے فیصلے کا انتظار رہے گا تیسری حدیث کا تعلق پڑوس سے ہے جس میں لفظ سقب سے اس کے لئے شفعہ ثابت کیا گیا ہے سقب کے معنی قربت ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ / ص ۸)

(۲) شفعہ کی لغوی تعریف: خریدی ہوئی زمین کو شفیع کی زمین کے ساتھ ملانے کا نام شفعہ ہے۔ ''ضم العقار المشتراۃ الی عقار الشفیع''

شفعہ کی اصطلاحی تعریف: یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بنیاد پر مشتری کی ادا کردہ قیمت کے بقدر دے کر کسی منفعت کو اپنی ملکیت میں لینا۔ ''تملک المنفعۃ بماقام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

على المشترى بالشركة او الجوار'' (البنایہ: ج۱۱رص۲۷۴)

(۳) **اختلاف الائمہ:** حضرت امام شافعی کا مذھب یہ ہے کہ پڑوس کی بنیاد پر شفعہ نہیں ملتا ہے۔

دلیل نقلی: حضرت امام شافعی دلیل نقلی آپؐ کا ارشاد مبارک ہے''الشفعة فیما لم یقسم'' وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں الشفعۃ کا لام جنس کا ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شفعہ ان چیزوں کے ساتھ خاص ہے جن میں تقسیم نہ ہوئی ہو اور تقسیم صرف شریک فی نفس المبیع میں نہیں ہوتی ہے لہٰذا ان کے نزدیک صرف شریک فی نفس المبیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا جار وغیرہ کو حاصل نہیں ہوگا۔

دلیل عقلی: دلیل عقلی یہ ہے کہ شفعہ کا حق قیاس کے طریقوں کے خلاف ہے کیونکہ اس میں غیر کے مال پر اس کی رضامندی کے بغیر مالک بننا ہوتا ہے جب کہ شریعت حق شفعہ کے ساتھ غیر مقسوم چیزوں میں وارد ہوئی ہے اور جار مورد شرع کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ ضرر تقسیم صرف اور صرف شریک فی نفس المبیع میں لازم آتا ہے ان کو ضرر تقسیم لازم نہیں آتا اس لئے حق شفعہ حاصل نہیں ہوگا احناف کا مذھب یہ ہے کہ جار کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

دلیل حدیث شریف ہے:

''قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم جار الدار احق بالدار والارض من غیرہ'' (المعجم الکبیر للطبرانی:۷/۱۹٦ رقم: ٦٨٠١)

دلیل عقلی: یہ ہے کہ شریک فی نفس المبیع کو بھی جو شفعہ ملتا ہے وہ اس لئے ملتا ہے کہ مشتری کی ملکیت کے ساتھ دائمی طور پر اسکی ملکیت متصل ہوتی ہے اور وہ قیمت کے عوض مشتری سے گھر خریدتا ہے اور یہ علت جوار میں بھی موجود ہے لہٰذا جب اتصال دائمی کے سبب قیمت دے کر شریک گھر خرید سکتا ہے تو پڑوسی کے لئے ایسا کرنے میں کیا نقصان ہے اس لئے پڑوس کی بناء پر حق شفعہ حاصل ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴)افاد هذا اللفظ سے مصنف نے بیان کیا کہ امام قدوری کی مراد ان کا قول "للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع ثم للجار" ہے۔

قال المنصف افاد لفظ القدوری هذا وهو قوله للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع ثم للجار ۔(البنايه: ج/۱۱/ ص/۲۷۵)

ہدایہ: ج/۴/ص/۳۹۳

سوال: وَ إذَا اجْتَمَعَ الشُّفَعَاءُ فَالشُّفْعَةُ بَيْنَهُمْ عَلىٰ عَدَدِ رُؤُسِهِمْ وَلَايُعْتَبَرُ اخْتِلَافُ الأَمْلَاكِ وَ قَالَ الشَّافِعِيُّ هِيَ عَلىٰ مَقَادِيْرِ الأنصباءِ لأَنَّ الشُّفْعَةَ مِنْ مَرَافِقِ الْمِلْكِ أَلَايَرىٰ أَنَّهَا لِتَكْمِيْلِ مَنْفَعَتِهِ فَأَشْبَهَ الرِّبْحَ وَالْغَلَّةَ وَالْوَلَاءَ وَالثَّمَرَةَ.

ترجمہ: اور جبکہ چند شفیع جمع ہو جائیں تو شفعہ ان کے درمیان ان کے عدد رؤس کے مطابق ہوگا اور اختلاف املاک کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ شفعہ حصوں کے بقدر ہوگا اس لئے کہ شفعہ منافع ملک میں سے ہے کیا یہ بات نہیں دیکھتے کہ شفعہ ملک کی تکمیل کے لئے ہے تو یہ (حق شفعہ) ربح اور غلہ اور ولد اور پھل کے مشابہ ہو گیا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) امام شافعی کی دلیل کا جواب تحریر کریں (۴) "شفعة علىٰ عدد رأس" اور اختلاف املاک معتبر ہونے یا معتبر نہ ہونے کا مطلب تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں صاحب کتاب چند شفیع کے اجتماع کی صورت میں تقسیم کی شکل کو بیان کر رہے ہیں اس سلسلے میں احناف کا مذھب یہ ہے کہ جتنے بھی شفیع ہیں سب کو برابر برابر حصہ ملے گا ملکیت کے تناسب اور فرق سے ان کے حق شفعہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اجتماع شفعاء کی صورت میں ہر شفیع کو اس کے حصے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بقدر ہی شفعہ ملے گا ان کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ یہ ملک کے منافع میں سے ہے یعنی ملکیت ہی کیوجہ سے شفیع کو یہ حق ملتا ہے تو جب شفعہ ملک کے منافع میں سے ہے اور منافع ملک بقدر حصص تقسیم ہوتے ہیں تو شفعہ بھی شفعاء کے حصوں کے بقدر تقسیم ہوگا۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپ خود غور کریں کہ شفعہ کے ذریعہ منفعت کی تکمیل ہوتی ہے یعنی ایک چیز مشترک ہے جب کوئی اس کو بطور شفعہ لے لے گا تو اس میں اسکی ملکیت تام ہو جائے گی تو حق شفعہ ربح ولد اور پھل کے مشابہ ہو گیا جیسے دو آدمیوں نے ایک چیز خریدی ایک نے دس روپئے دیئے اور ایک نے پانچ روپئے تو اب ربح بھی ان ملکیت کے اعتبار سے ہوگا ایسا ہی شفعہ میں بھی ملکیت کے اعتبار سے حق شفعہ حاصل ہوگا۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ / ص ۱۷)

(۲) **اختلاف ائمہ** : امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اجتماع شفعاء کی صورت میں ہر شفیع کو اس کے حصے کے بقدر ہی شفعہ ملے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ شفعہ یہ ملکیت کے منافع میں سے یعنی ملکیت ہی کیوجہ سے شفیع کو یہ حق ملتا ہے تو جب شفعہ ملک کے منافع میں سے ہے اور منافع ملک بقدر حصص تقسیم ہوتے ہیں تو شفعہ بھی شفعاء کے حصوں کے بقدر تقسیم ہوگا۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ جتنے بھی شفیع ہیں سب کو برابر برابر ملے گا ملکیت کے تناسب اور فرق سے ان کے حق شفعہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ شفعہ کا سبب اتصال ہے اور تمام شفعاء میں اتصال برابر ہیں لہٰذا وہ استحقاق شفعہ میں بھی ایک دوسرے کے مساوی رہیں گے اگر ان میں سے کوئی تنہا ہو تو اسے پورے کا پورا شفعہ ملے گا ایسا نہیں کہ صرف حصے کے ہی بقدر ملے گا لہٰذا انفرادی حالت میں تمام شفعہ کا ملنا یہ خود کمال سبب کی دلیل ہے۔

(۳) حضرت امام شافعی کی دلیل کا جواب، یہ ہے کہ آپ نے شفعہ کو منافع ملک میں سے مانا ہے مگر یہ نہیں سوچا کہ شفعہ منافع میں کیسے آسکتا ہے آپ ہی بتائیں کہ مثلاً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باپ کو اپنے بیٹے کی باندی پر ملکیت کی قدرت حاصل ہوتی ہے لیکن یہ ملک باپ کی ملکیت کا ثمرہ تو نہیں ہے بلکہ یہ تو بیٹے کی ملکیت کا ثمرہ ہے پھر شفعہ کو ہم کیسے منافع ملک میں مان لیں رہا مسئلہ پھل وغیرہ کا تو چوں کہ پھل عین ملک سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اسے ہم بھی منافع ملک سے مانتے ہیں لیکن شفعہ کو منافع ملک میں سے ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۴) ''الشفعة علی عدد رأس'' کا مطلب یہ ہے کہ شفعہ میں جتنے لوگ شریک ہے ان کی تعداد کے اعتبار سے حق شفعہ حاصل ہوگا نہ کہ ان کی ملکیت کے اعتبار سے اختلاف ملک کے معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دو آدمیوں نے ایک چیز خریدی اور ایک نے دس روپے دیئے اور ایک نے پانچ روپے تو اب اس سے حاصل ہونے والا ربح ان کی ملکیت کے اعتبار سے ہوگا تو اگر اختلاف ملک کا اعتبار کریں تو شفعہ شفعاء کی ملکیت کے بقدر حاصل ہوگا۔

اختلاف ملک کے معتبر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شفعاء کی ملکیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ شفعہ ان کو عدد روس کے اعتبار سے حاصل ہوگا۔

ہدایہ: ج ۴، ص ۳۹۴

سوال: وتستقر بالاشهاد ولابد من طلب المواثبة لانه حق ضعيف يبطل بالا عراض فلابد من الاشهاد و الطلب ليعلم بذلك رغبته فيه دون اعراضه عنه

ترجمہ: اور شفعہ پختہ ہوتا ہے طلب اشہاد سے اور ضروری ہے طلب مواثبت کا ہونا اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہے جو اعراض سے باطل ہو جاتا ہے تو ضروری ہے اشہاد اور طلب کا ہونا تا کہ طلب سے شفیع کی اس میں رغبت معلوم ہو جائے نہ کہ اس سے اس کا اعراض۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) طلب کی تینوں قسموں کو تفصیل سے لکھیں (۳) طلب مواثبت میں اشہاد ضروری ہے یا نہیں (۴) طلب اشہاد کی کیا صورت ہوتی ہے اور اس میں تاخیر کا کیا حکم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جـــواب: (۱) مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب شفیع کے لئے حق شفعہ ثابت ہو جائے تو ارض مشفوعہ کی فروختگی کا علم ہوتے ہی شفیع کے لئے اپنا حق طلب کرنا اور اس پر گواہ بنانا ضروری ہے گواہ بنانا اس لئے ضروری ہے کہ اس سے حق شفعہ مکمل اور پختہ ہو جاتا ہے اور طلب مواثبہ اس لئے ضروری ہے کہ حق شفعہ نہایت کمزور حق ہے جو معمولی اعراض سے باطل ہو جاتا ہے لہٰذا شفیع کو چاہیئے کہ جاننے کے بعد فوراً اپنا حق طلب کرے اور اس پر گواہ قائم کرے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ارض مشفوعہ کو لینے میں دلچسپی رکھتا ہے اور اپنا حق ساقط کرنے کے لئے کسی بھی قیمت پر راضی نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج/۱۲ رص ۲۲)

(۲) طلب کی تین قسمیں ہیں:

۱-طلب المواثبہ ۲-طلب التقریر والاشہاد ۳-طلب الخصومة

(۱) ''طلب المواثبہ'' یہ ہے کہ مکان کی بیع کا علم ہوتے ہی شفیع اپنا حق شفعہ طلب کرے اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد اپنا شفعہ طلب نہیں کیا تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

(۲) طلب التقریر والاشہاد: یہ ہے کہ مجلس علم میں طلب مواثبہ کے بعد شفیع کو چاہئے کہ تیزی سے اٹھے اور اگر ابھی تک مبیع مشتری کے حوالے نہ کی گئی ہو تو بائع کے پاس جا کر اپنی طلب پر گواہ بنالے پھر اسی طرح مشتری یا زمین کے پاس جا کر بھی اپنی طلب پر گواہ قائم کرے ایسا کرنے سے دنیا کو اس کی طلب کا علم ہو جائے گا اور اس کا شفعہ بھی پختہ ہو جائے گا۔

(۳) طلب الخصومة: یہ ہے کہ شفیع کو چاہئے کہ وہ قاضی کی عدالت میں جا کر دار مشفوعہ کے فروخت ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر اپنا حق شفعہ طلب کرے اس طرح طلب کرنے کو طلب خصومت کہتے ہیں۔

(۴) طلب مواثبہ میں اشہاد ضروری نہیں ہے اس لئے کہ یہ حق کو ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اتنا بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ اس سے اعراض نہیں کر رہا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بلکہ وہ اس کا طالب ہے۔

طلب المواثبة والاشهاد فيه ليس بلازم لانه ليس لا ثبات الحق وانما هو ليعلم انه غير معرض عنها (البنايه: ج/ ۱۱/ ص/ ۳۰۳)

(۴) طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع یوں کہے کہ فلاں شخص نے اس گھر کو خرید لیا اور میں اس کا شفیع ہوں میں نے اس سے پہلے بھی شفعہ طلب کیا تھا اور اس وقت بھی طلب کر رہا ہوں لہٰذا تم لوگ اس پر گواہ رہو۔

صورته ان يقول ان فلانا اشترى هذا الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهد واعلى ذلك (البنايه: ج/ ۱۱/ ص/ ۳۰۷)

طلب اشہاد میں اگر قدرت کے باوجود تاخیر کر دے تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔

لو لم يطلب بعد التمكن بطلت شفعته لدفع الضرر عن المشتري

(البنايه: ج/ ۱۱/ ص/ ۳۰۶)

ہدایہ: ج/ ۴/ ص/ ۳۹۷

سوال: وَ تَجُوْزُ الْمُنَازَعَةُ فِي الشُّفْعَةِ وَ إِنْ لَمْ يَحْضُرِ الشَّفِيْعُ الثَّمَنَ إِلَى مَجْلِسِ الْقَاضِيْ فَإِذَا قَضَى الْقَاضِيْ بِالشُّفْعَةِ لَزِمَهُ إِحْضَارُ الثَّمَنِ وَ هٰذَا ظَاهِرُ رِوَايَةِ الْأَصْلِ وَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا يَقْضِيْ حَتّٰى يُحْضِرَ الشَّفِيْعُ الثَّمَنَ وَهُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ لِأَنَّ الشَّفِيْعَ عَسَاهُ يَكُوْنُ مُفْلِسًا فَيَتَوَقَّفُ الْقَضَاءُ عَلٰى إِحْضَارِهِ حَتّٰى لَا يَتْوِيَ مَالُ الْمُشْتَرِيْ.

ترجمہ: اور شفعہ کے اندر منازعت جائز ہے اگر چہ شفیع مجلس قاضی میں ثمن کو حاضر نہ کرے پھر جب قاضی نے شفعہ کا فیصلہ کر دیا تو شفیع کو لازم ہے کہ ثمن حاضر کرے اور یہی مبسوط کی روایت کا ظاہر ہے اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ قاضی فیصلہ نہ کرے یہاں تک کہ شفیع ثمن حاضر کر دے اور یہی ابوحنیفہؒ سے حسن کی روایت ہے اس لئے کہ شفیع کبھی مفلس ہوتا ہے تو قاضی کا فیصلہ موقوف رہے گا ثمن کے حاضر کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پڑتا کہ مشتری کا مال ہلاک نہ ہو۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) ائمہ احناف کی مختلف روایات کو دلائل کے ساتھ واضح کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ جب شفیع قاضی کی عدالت میں شفعہ کے متعلق منازعہ کرنے جائے تو ثمن ساتھ لے جانا ضروری ہے یا نہیں اس سلسلے میں دو مذہب ہیں پہلا مذہب یہ ہے کہ شفعہ کا فیصلہ ہونے سے پہلے شفیع پر ثمن ساتھ لے جانا ضروری نہیں ہے البتہ فیصلہ ہونے کے بعد ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے ظاہر الروایہ سے یہی حکم سمجھ میں آتا ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ جب تک شفیع ثمن نہ لے آئے اس وقت تک قاضی شفعہ کا فیصلہ نہیں کرے گا امام محمدؒ سے یہ منقول ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت یہی ہے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ہوسکتا ہے شفیع قلاش ہو اور مشتری کو پریشان کرنے کے لئے اس نے احضار ثمن کے بغیر آ کر منازعہ کرلیا اس لئے ثمن حاضر کرنے کے بعد ہی شفعہ کا فیصلہ ہوگا تا کہ مشتری کو نقصان سے بچایا جاسکے کیونکہ اگر فیصلہ شفعہ بعد شفیع کی مفلسی کا پتہ چلے گا تو اس صورت میں مشتری کو ضرر ہوگا اس لئے کہ وہ بے چارہ اپنا پیسہ لگا کر اب تک خاموش تماشائی بنا رہے گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ احضار ثمن کے بعد ہی شفعہ کا فیصلہ کیا جائے۔ (احسن الہدایہ: ج ر ۱۳ ر ص ر ۳۹)

(۲) پہلا مذہب یہ ہے کہ شفعہ کا فیصلہ ہونے سے پہلے شفیع پر ثمن ساتھ لے جانا ضروری نہیں ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ فیصلۂ شفعہ سے پہلے مشتری کو شفیع سے ثمن کے مطالبہ کرنے کا حق ہی نہیں ہے اس لئے ابھی تک تو شفیع پر ثمن لازم ہی نہیں ہے ثمن تو فیصلۂ شفعہ کے بعد لازم ہوگا یہی وجہ ہے کہ قضاء قاضی سے پہلے ثمن کی سپردگی ضروری نہیں ہے تو قبل القضاء ثمن کو لانے کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ جب تک شفیع ثمن نہ لے آئے اس وقت تک قاضی شفعہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فیصلہ نہیں کرے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ ہوسکتا ہے شفیع قلاش ہو اور مشتری کو پریشان کرنے کے لئے اس نے احضار ثمن کے بغیر آکر منازعہ کرلیا اس لئے ثمن حاضر کرنے کے بعد ہی شفعہ کا فیصلہ ہو گا تا کہ مشتری کو نقصان سے بچایا جاسکے۔

ہدایہ: ج ۴ / ص / ۳۹۷

سوال: وَإِذَا قُضِيَ لَهُ بِالدَّارِ فَلِلْمُشْتَرِيْ أَنْ يَّحْبِسَهَا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ وَ يَنْفُذُ الْقَضَاءُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ أَيْضاً لِأَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهِدٌ فِيْهِ وَ وَجَبَ عَلَيْهِ الثَّمَنَ فَيُحْبَسُ فِيْهِ فَلَوْ أَخَّرَ أَدَاءَ الثَّمَنِ بَعْدَ مَاقَالَ لَهُ إِدْفَعِ الثَّمَنَ إِلَيْهِ لَاتَبْطُلُ شُفْعَتُهُ لِأَنَّهَا تَأَكَّدَتْ بِالْخُصُوْمَةِ عِنْدَ الْقَاضِيْ.

ترجمہ: اور جب شفیع کے لئے گھر کا فیصلہ کر دیا گیا تو مشتری کو حق ہے کہ گھر کو روکے یہاں تک کہ ثمن کو وصول کرلے اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی فیصلہ نافذ ہوگا اس لئے کہ یہ فصل مجتہد فیہ ہے اور شفیع پر ثمن واجب ہوگا پس روک لیا جائے گا مبیع کو ثمن کے بارے میں پس اگر تاخیر کی شفیع نے ثمن کے اداء کرنے میں بعد اس کے کہ اس کو قاضی نے کہہ دیا کہ مشتری کو ثمن دیدے تو شفیع کا شفعہ باطل نہ ہوگا اس لئے کہ وہ (شفعہ) مضبوط ہو گیا ہے قاضی کے سامنے خصومت کرنے سے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی اطمینان بخش تشریح کریں (۲) "لہ" اور "علیہ" میں ضمیر مجرور اور "آخر" اور "قال" میں ضمیر مرفوع پھر "الیہ" کی ضمیر مجرور کا مرجع متعین کرے۔
(۳) اور بتلائیے کہ اوپر امام محمد سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جب تک شفیع ثمن حاضر نہ کرے اس وقت تک قاضی شفعہ کا فیصلہ نہ کرے پھر یہاں کیسے کہہ رہے ہیں کہ امام محمدؒ کے نزدیک بھی فیصلہ نافذ ہو جائے گا بوضاحت لکھئے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب شفیع نے قاضی کی مجلس میں احضار ثمن کے بغیر منازعہ کیا اور قاضی نے شفعہ کا فیصلہ بھی کر دیا تو اب مشتری کو یہ حق ہے کہ جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تک پوری قیمت وصول نہ کرے گھر شفیع کے حوالے نہ کرے اس لئے کہ جب اس نے ثمن دے کر اسے خریدا ہے تو ظاہر ہے کہ ثمن لیئے بغیر وہ کیسے دے گا۔

"وینفذ القضاء" سے ایک اشکال کا جواب۔ اشکال یہ ہے کہ جب امام محمد کے نزدیک احضار ثمن سے پہلے فیصلہ ہی درست نہیں ہے تو مشتری کے لئے گھر روکنے کا کیا مطلب ہے۔

اس کا جواب دیا کہ اگر چہ امام محمدؒ احضار ثمن سے پہلے عدم قضاء کے قائل ہیں مگر چوں کہ یہ مجتہد فیہ مسئلہ ہے اس لئے اگر احضار ثمن کے بغیر بھی قاضی فیصلہ کرتا ہے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا اور پھر قضاء کے بعد شفیع کے ذمہ ثمن واجب ہو چکا ہے۔

اس لئے مشتری کو اختیار حبس ہوگا اور جب قضاء شفعہ کے بعد قاضی نے شفیع کو ادائیگی ثمن کا مکلّف بنا دیا اور پھر شفیع ادائے ثمن میں تاخیر کرتا ہے تو اس تاخیر کیوجہ سے اس کا شفعہ باطل نہیں ہوگا اس لئے کہ شفیع قاضی کی مجلس میں مخاصمت کر کے اسے پختہ کرا چکا ہے لہٰذا ادائے ثمن میں تاخیر سے اس کی پختگی پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۴۰)

(۲) "له" ضمیر مجرور کا مرجع شفیع ہے "فاذا قضى للشفيع" اور "عليه" کی ضمیر مجرور کا مرجع شفیع ہے "اى علـى الشـفيع" اور "آخـر" میں ضمیر مرفوع کا مرجع شفیع ہے "اى فـلـو آخر الشفيع الثمن" اور "قال" میں ضمیر مرفوع کا مرجع قاضی ہے" اى قال القاضى ادفع الثمن" اور "اليه" میں ضمیر مجرور کا مرجع مشتری ہے۔ "ادفع الثمن اليه اى الى المشترى" (البنایہ: ج ۱۱ ص ۳۱۵)

(۳) اگر چہ امام محمد احضار ثمن سے پہلے سے پہلے عدم قضاء کے قائل ہیں مگر یہاں وہ بھی قضاء کے نفاذ کے قائل ہے اس لئے کہ یہ مجتہد فیہ مسئلہ ہے اس لئے اگر قاضی فیصلہ کرتا ہے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔

ان عـنـد مـحـمـد لايقضى بالشفعة قبل احضار الثمن ومع هذا لو قـضـى بهـا قبـل الاحـضـار ينفـذ القضاء عندهٗ ايضا لو قوعه فى محل مجتهد فيه (البنايه: ج ۱۱ / ص ۳۱۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ر۴ص ر۳۹۸

سوال: وَ إِذَا قُضِيَ لِلشَّفِيْعِ بِالدَّارِ وَ لَمْ يَكُنْ رَاٰهَا فَلَهٗ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ وَ إِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْباً فَلَهٗ أَنْ يَّرُدَّهَا وَ إِنْ كَانَ الْمُشْتَرِيْ شَرَطَ الْبَرَاءَةِ مِنْهُ لِأَنَّ الْأَخْذَ بِالشُّفْعَةِ بِمَنْزِلَةِ الشِّرَاءِ اَلَايُرٰی أَنَّهٗ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فَيَثْبُتُ فِيْهِ الْخِيَارُ اَنَّ كَمَا فِي الشِّرَاءِ وَلَايَسْقُطُ بِشَرْطِ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْمُشْتَرِيْ وَ لَابِرُؤْيَتِهٖ لِأَنَّهٗ لَيْسَ بِنَائِبٍ عَنْهُ فَلَايَمْلِكُ إِسْقَاطَهٗ.

ترجمہ: اور جب کہ شفیع کے لئے دار کا فیصلہ کر دیا گیا حالانکہ اس نے اس کو دیکھا نہیں تھا تو شفیع کے لئے خیارِ رویت ہے اور اگر وہ اس دار میں عیب پائے تو اس کے لئے اس کو واپس کرنے کا حق ہے اگر چہ مشتری نے عیب سے براءت کی شرط لگائی ہو اس لئے کہ شفعہ میں لینا خریدنے کے درجہ میں ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مبادلة المال بالمال ہے۔

تو اس میں (شفعہ میں لنے میں) دونوں خیار ثابت ہوں گے جیسا کہ شراء میں اور مشتری کے برأت کی شرط لگانے سے خیار ساقط نہ ہوگا اور نہ مشتری کے دیکھنے سے اس لئے کہ مشتری شفیع کا نائب نہیں ہے تو مشتری مالک نہیں ہوگا شفیع کے خیار کو ساقط کرنے کا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) خیارین سے کون سے دو خیار مراد ہیں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں صاحب قدوری نے شفیع کے لئے خیار عیب اور خیار رویت کو ثابت کیا ہے کہ جس طرح دیکھے بغیر کوئی چیز خریدنے کے بعد اس میں عیب نظر آنے کی صورت میں مشتری کو خیار عیب اور خیار رویت ملتا ہے ٹھیک اسی طرح دیکھنے سے پہلے کسی کو بطور شفعہ لینے کی صورت میں بھی شفیع کو خیار رویت حاصل ہوگا اور ایسے ہی مبیع میں عیب نظر آنے کے بعد شفیع کو واپس کرنے کا بھی اختیار ملے گا اگر چہ مشتری نے عیب سے بری ہونے کی شرط لگادی ہو اس لئے کہ شفعہ کے طور پر مبیع کو لینا یہ خریدنے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درجے میں ہے پھر اس میں شراء ہی کی طرح مبادلۃ المال بالمال بھی موجود ہے لہٰذا جس طرح دیکھے بغیر شراء کی صورت میں خیار رویت اور خیار عیب ملتا ہے اسی طرح شفعہ میں بھی یہ دونوں خیار ملیں گے۔

"ولا یسقط بشرط البراء ۃ......الخ" سے یہ بتانا چاہتے ہے کہ مشتری کی جانب سے برأت عیب کی شرط لگانے یا رویت کا اقرار کرنے سے شفیع کے حق میں خیار کے ساقط ہونے کا وہم نہ کیا جائے اس لئے کہ خیار تو وہاں ساقط ہوتا ہے جہاں برأت کی شرط لگانے والا یا دیکھنے والا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے اور صورت مذکورہ میں مشتری نہ تو شفیع کا نائب ہے اور نہ ہی اس کا قائم مقام لہٰذا اسکی شرط برأت یا اس کی رویت سے شفیع کے خیار عیب اور اسکے خیار رویت پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۵۴)

(۲) خیارین سے خیار رویت اور خیار عیب مراد ہیں۔

الاخذ بالشفعة شراء من وجه من حيث يملك بثمن معلوم حيث يثبت له خيار الرؤية وخيار العيب (البنایہ ج/۱۱/ص/۳۲۰)

ہدایہ: ج/۴/ص/۳۹۸

سوال: وَ إِن اخْتَلَفَ الشَّفِيعُ وَالْمُشْتَرِىْ فِي الثَّمَنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِىْ لِأَنَّ الشَّفِيعَ يَدَّعىٰ إسْتِحْقَاقَ الدَّارِ عَلَيْهِ عِنْدَ نَقْدِ الأَقَلِّ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِيْنِهِ وَلَايَتَحَالِفَانِ لِأَنَّ الشَّفِيْعَ إِنْ كَانَ يَدَّعِى عَلَيْهِ إسْتِحْقَاقَ الدَّارِ فَالْمُشْتَرِىْ لَايَدَّعىٰ عَلَيْهِ شَيْئًا لِتَخَيُّرِهِ بَيْنَ التَّرْكِ وَالأَخْذِ وَلَانَصَّ هٰهُنَا فَلَايَتَحَالِفَانِ.

ترجمہ: اور اگر شفیع و مشتری ثمن میں اختلاف کرے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس لئے کہ شفیع اس پر دعویٰ کرتا ہے گھر کے استحقاق کا اقل کی ادائیگی کی صورت میں اور مشتری منکر اور قول منکر کا معتبر ہوتا ہے مع اس کی یمین کے اور دونوں قسم نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کھائیں گے اس لئے کہ شفیع اگر چہ اس کے اوپر استحقاقِ دار کا دعویٰ کرتا ہے پس مشتری تو شفیع پر کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔ شفیع کے مختار ہونے کی وجہ سے چھوڑنے اور لینے کے درمیان اور یہاں کوئی نص نہیں تو دونوں قسم نہیں کھائیں گے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) تحالف کو مثال سے سمجھائیے (۳) ''ولا نص ھٰھنا فلا یتحالفان'' کی تشریح کریں (۴) علیہ اول اور علیہ ثانی دونوں کی ضمیر مجرور کا مرجع متعین کریں اور ''لتخیرہ'' میں ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر مقدار ثمن کے سلسلے میں مشتری اور شفیع کے مابین اختلاف ہوجائے اس صورت میں مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

اس لئے کہ شفیع کم قیمت کے عوض مشتری پر استحقاق دار کا دعویٰ کررہا ہے اور مشتری اس کا منکر ہے اگر مدعی اقامت بینہ سے عاجز ہو تو اس صورت میں مدعی علیہ کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے۔

''ولا یتحالفان......الخ'' یہاں سے ایک اعتراض مقدر کا جواب دے رہے ہیں اعتراض یہ ہے کہ جب شفیع اور مشتری دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ موجود نہیں ہیں تو جس طرح مشتری سے قسم لے کر اس کا قول معتبر مانا جاتا ہے اسی طرح شفیع سے بھی قسم لے کر اس کا قول معتبر مان لیا جائے اس لئے کہ اگر اس موقعہ پر بائع اور مشتری میں اختلاف ہو اور کسی کے پاس بینہ نہ ہو تو دونوں سے قسم لی جاتی ہے اور آپ نے شفیع اور مشتری کو بائع اور مشتری کے مثل مانا ہے لہٰذا یہاں بھی دونوں نے قسم لی جانی چاہیے۔

اس کا جواب یہ دیا کہ بائع اور مشتری والے مسئلے میں دونوں سے قسم اس لئے لی جاتی ہے کہ وہاں دونوں کا انکار ہوتا ہے اور دونوں سے قسم لینے کے سلسلے میں نص اسی موقع کی ہے جہاں دونوں کا انکار ہو۔

حدیث شریف ''اذا اختلف المتبایعان والسلعة قائمة بعینها تحالفا وترادا''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اس مسئلے میں نہ تو کوئی نص ہے اور نہ ہی دونوں طرف سے انکار اس لئے مشتری ہی صرف منکر ہے شفیع تو اقل قیمت کا مدعی ہے لہذا اس مسئلے پر قیاس کر کے یہاں بھی دونوں سے قسم لینا درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳/ ص ۴۶)

(۲) تحالف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر خالد نے منیر سے کوئی چیز خریدی اسکے بعد دونوں میں اختلاف ہوگیا اور دونوں منکر ہے تو اب قاضی ان دونوں سے قسم لے گا یہ تحالف ہے۔

(۳) ”ولا نص ھھنا ولا یتحالفان“ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ شفیع اور مشتری کے اختلاف کے سلسلے میں نص وارد نہیں ہوا نص صرف اور صرف بائع اور مشتری کے سلسلے میں وارد ہوا ہے جبکہ دونوں طرف سے انکار پایا جائے اور یہاں صرف مشتری منکر ہے شفیع تو اقل قیمت کا مدعی ہے تو یہ وہ صورت بھی نہیں ہے تو ان دونوں سے قسم بھی نہیں لی جائے گی۔

(۴) علیہ اول ضمیر کا مرجع مشتری ہے اور علیہ ثانی ضمیر کا مرجع شفیع ہے اور ”لتخیرہ“ کی ضمیر کا مرجع شفیع ہے۔

ہدایہ: ج ۴/ ص ۳۹۹

سوال: ولو ادعی البائع اکثر یتحالفان ویترادان وایھما نکل ظھران الثمن مایقوله الأخر فیاخذھا الشفیع بذالک وان حلفا یفسخ القاضی البیع علی ماعرف ویأخذھا الشفیع بقول البائع لان فسخ البیع لایوجب بطلان حق الشفیع

ترجمہ: اور اگر بائع اکثر کا دعویٰ کرے تو دونوں قسم کھائیں اور عقد کو پھیر لیں اور ان دونوں میں سے جس نے قسم سے انکار کیا تو یہ بات ظاہر ہوگی کہ ثمن وہ ہے جس کو دوسرا کہہ رہا ہے تو شفیع اس گھر کو اسی مقدار پر لے گا اور اگر دونوں نے قسم کھالی تو معروف طریقہ کے مطابق قاضی بیع کو فسخ کردے گا اور شفیع اس دار کو بائع کے قول کے مطابق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لے گا اس لئے کہ بیع کا فسخ شفیع کے حق کے بطلان کو واجب نہیں کرتا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اگر بائع اقل کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر بائع زیادہ قیمت کا دعویٰ کریں تو اس صورت میں سب سے پہلے تو دونوں کو گواہ پیش کرنے کا حکم دیا جائے گا گواہ نہ پیش کر سکنے کی صورت میں دونوں سے قسم کھانے کے لئے کہا جائے گا اب اگر کوئی ایک قسم کھانے سے انکار کر دیتا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کی بات جھوٹی ہے اور جو شخص قسم کھا رہا ہے خواہ وہ مشتری ہو یا بائع اس کی بات سچی ہے اسی کا قول معتبر مان کر اسی کی بیان کردہ قیمت پر شفیع کو وہ مکان دلوا دیا جائے گا۔

لیکن اگر دونوں قسم کھالیں تو اس صورت میں ان کے مابین بیع فسخ کر دی جائے گی اور جب بیع فسخ ہو گئی تو مشتری کا حق اس سے منقطع ہو گیا اب صرف بائع کا حق مبیع سے متعلق ہے۔

اور مبیع اسی کی ملکیت ہے لہٰذا شفیع کی مانگی ہوئی قیمت پر خریدے گا "لان فسخ البیع الخ" سے ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں وہ اشکال یہ ہے کہ جب متعاقدین کے درمیان بیع فسخ ہو گئی تو اب شفعہ بھی نہیں ملنا چاہئے اس لئے ثبوت شفعہ کے لئے ثبوت بیع ضروری ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شفعہ علم بالبیع سے ہی ثابت ہو جاتا ہے اور کسی چیز کا فسخ اس کے ثبوت کی بین دلیل ہے لہٰذا ثبوت بیع سے تو شفیع کا حق ثابت ہو چکا ہے اب اس کے بعد فسخ بیع سے اس کا حق ختم نہیں بلکہ اور مضبوط ہو گا۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۵۱۷)

(۲) اگر بائع نے کم کا دعویٰ کیا اور بائع نے ابھی تک ثمن پر قبضہ نہیں کیا ہے تو شفیع بائع کے دعویٰ کے مطابق بیان کردہ قیمت پر خریدے گا۔

ہدایہ: ج ۴ / ص ۴۰۰

سوال: وَ إِذَا حَطَّ الْبَائِعُ عَنِ الْمُشْتَرِي بَعْضَ الثَّمَنِ يَسْقُطُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذَالِکَ عَنِ الشَّفِیْعِ وَ إِنْ حَطَّ جَمِیْعَ الثَّمَنِ لَمْ یَسْقُطْ عَنِ الشَّفِیْعِ لأَنَّ حَطَّ الْبَعْضِ یَلْتَحِقُ بِاَصْلِ الْعَقْدِ فَیَظْهَرُ فِیْ حَقِّ الشَّفِیْعِ لأَنَّ الثَّمَنَ مَابَقِیَ وَ کَذَا إِذَا حَطَّ بَعْدَ مَا أَخَذَهَا الشَّفِیْعُ بِالثَّمَنِ یُحَطُّ عَنِ الشَّفِیْعِ حَتّٰی یَرْجِعَ عَلَیْهِ ذَالِکَ الْقَدْرِ بِخِلَافِ حَطِّ الْکُلِّ لأَنَّهُ لَایَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ بِحَالٍ وَقَدْ بَیَّنَّاهُ فِی الْبُیُوْعِ وَ إِنْ زَادَ الْمُشْتَرِیْ لِلْبَائِعِ لَمْ تَلْزَمِ الزِّیَادَةُ فِیْ حَقِّ الشَّفِیْعِ لأَنَّ فِیْ إِعْتِبَارِ الزِّیَادَةِ ضَرَراً بِالشَّفِیْعِ لِإِسْتِحْقَاقِ الأَخْذِ بِمَادُوْنَهَا بِخِلَافِ الْحَطِّ لأَنَّ فِیْهِ مَنْفَعَةٌ لَهُ.

ترجمہ: اور جب بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کم کر دیا تو وہ شفیع کے لئے ساقط ہو جائے گا اور اگر بائع نے سارا ثمن کم کر دیا تو یہ کمی شفیع کے اوپر سے ساقط نہ ہوگی اس لئے کہ بعض کو کم کر دینا اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوتا ہے تو یہ کمی شفیع کے حق میں ظاہر ہوگی اس لئے کہ باقی بچ گیا وہ ثمن ہے اور ایسے ہی جبکہ بائع نے کم کر دیا بعد اس کے کہ شفیع اس کو لے چکا ہے ثمن کے بدلے میں کم کر دیا جائے گا (وہ ثمن) شفیع سے۔
یہاں تک کہ شفیع مشتری پر رجوع کرے گا اسی مقدار کے مطابق بخلاف کل کو کم کر دینے کے اس لئے کہ کمی کسی بھی حال میں اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی اور ہم اس کو کتاب البیوع میں بیان کر چکے ہیں اور اگر مشتری نے بائع کے لئے (ثمن میں) زیادتی کر دی تو شفیع کے حق میں زیادتی کو لازم نہ ہوگی اس لئے کہ زیادتی کا اعتبار کرنے میں شفیع کا ضرر ہے شفیع کے مستحق ہونے کی وجہ سے لینے کا اس سے (زیادتی سے) کم کے ساتھ بخلاف کم کر دینے کے اس لئے کہ اس میں شفیع کی منفعت ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) اور پورے ثمن کو ساقط کر دینا اصل عقد کے ساتھ کیوں لاحق نہیں ہوگا (۳) اگر بائع اور مشتری عقد جدید کے بعد ثمن میں اضافہ کرے تو کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) اور عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب بائع نے مشتری کے ذمہ سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کچھ ثمن کم کردیا تو یہ شفیع کے ذمے سے بھی ساقط ہوجائے گا اور اگر پورا ثمن کم کردیا (معاف کردیا) تو شفیع کے ذمے سے کچھ بھی ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ اگر بعض ثمن کو ساقط کرتا ہے تو اسکے بعد بھی ثمن کا نام باقی ہے اور شفیع ثمن ہی دیکر شفعہ لیتا ہے لہٰذا اس صورت میں یہ کمی اس کے حق میں بھی ظاہر ہوگی اور اسے مکان ملے گا لیکن جب بائع نے پورا ثمن معاف کردیا تو اب یہاں ثمن کا نام ونشان ہی نہیں رہا اس لئے کہ جب پورا ثمن معاف ہوگیا تو کمی کس میں سے ہوگی اب یا تو وہ مکان بائع کی طرف سے ہبہ ہے یا پھر بیع بلاثمن ہے اور شفعہ نہ تو ہبہ میں ملتا ہے نہ ہی بیع بلاثمن میں اس لئے کہ یہ بیع فاسد ہے لہٰذا اگر ہم یہاں شفیع سے پورا ثمن ساقط کردیں گے تو اس کا حق ہی ختم ہوجائے گا اس لئے کہ شفیع کے حق کی رعایت کرتے ہوئے ہم نے یہاں اس کے حق میں ثمن کی کمی کو نہیں مانا اور پوری قیمت پر اسے مکان لینے کا مکلف بنایا ہے اور اگر مشتری بائع کی خاطر ثمن میں کچھ زیادتی کردے تو یہ زیادتی شفیع کے حق میں لازم نہ ہوگی اس لئے کہ زیادتی کو معتبر ماننے میں شفیع کا نقصان ہے کیوں کہ شفیع اس سے کم میں لینے کا مستحق ہے برخلاف کمی کے کیوں کہ اس میں شفیع کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳، ص ۵۵)

(۲) اگر پورا ثمن ساقط کردیا تو اس کو اصل عقد کے ساتھ لاحق اس لئے نہیں کریں گے کیونکہ یا تو اب یہ ہبہ ہے یا بیع بلاثمن اور شفعہ نہ ہبہ میں ملتا ہے نہ ہی بیع بلاثمن میں اس لئے کہ یہ بیع فاسد ہے لہٰذا اگر ہم یہاں شفیع سے پورا ثمن ساقط کردیں گے تو اس کا حق ختم ہوجائے گا اس لئے پورا ثمن کو ساقط کرنے کو اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

لانه لو التحق باصل انعقد فاماان يكون العقد هبة فلا شفعة فيها اوبيعا بلاثمن فيكون فاسدا ولاشفعة في البيع الفاسد فيؤدى الى ابطال حق الشفيع (البنایہ: ج/۱۱ ص/۳۲۷)

(۳) اگر بائع اور مشتری تجدید کے بعد ثمن میں اضافہ کرے تو اس صورت میں بھی شفیع کو زیادہ ثمن ادا کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں بھی شفیع کو ضرر لاحق ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اذا زاد فی الثمن بعد تجدید العقد لم یلزم الشفیع حتی کان له ان یأخذها بالثمن الاول لان فی الزیادة ضرراً بالشفیع لاستحقاقه الاخذ بما دونها (البنایہ/ج ١١/ص/٣٢٧)

ہدایہ: ج/٤/ص/٤٠١

سوال: وَإِذَا بَنَى الْمُشْتَرِيْ أَوْ غَرَسَ ثُمَّ قُضِيَ لِلشَّفِيْعِ بِالشُّفْعَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِالثَّمَنِ وَ قِيْمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ وَ إِنْ شَاءَ كَلَّفَ الْمُشْتَرِيْ قَلْعَهُ وَ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ أَنَّهُ لَا يُكَلَّفُ الْقَلْعَ وَ يُخَيَّرُ بَيْنَ أَنْ يَّأْخُذَ بِالثَّمَنِ وَ قِيْمَةِ الْبِنَاءِ وَ الْغَرْسِ وَ بَيْنَ أَنْ يَّتْرُكَ وَ بِهِ قَالَ الشَّافِعِيْ إِلَّا أَنَّ عِنْدَهُ لَهُ أَنْ يَّقْلَعَ وَ يُعْطِيْ قِيْمَةَ الْبِنَاءِ لِأَبِيْ يُوْسُفَ أَنَّهُ مُحِقٌّ فِي الْبِنَاءِ لِأَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى أَنَّ الدَّارَ مِلْكُهُ وَ التَّكْلِيْفُ مِنْ أَحْكَامِ الْعُدْوَانِ وَ صَارَ كَالْمَوْهُوْبِ لَهُ وَ الْمُشْتَرِيْ شِرَاءً فَاسِداً وَ زَرْعِ الْمُشْتَرِيْ فَإِنَّهُ لَا يُكَلَّفُ الْقَلْعَ وَهٰذَا لِأَنَّ فِيْ إِيْجَابِ الْأَخْذِ بِالْقِيْمَةِ رَفْعَ أَعْلَى الضَّرَرَيْنِ بِتَحَمُّلِ الْأَدْنٰى فَيُصَارُ إِلَيْهِ وَ وَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ بَنٰى فِيْ مَحَلٍّ تَعَلَّقَ بِهِ حَقٌّ مُتَأَكِّدٌ لِلْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيْطٍ مِنْ جِهَةِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ فَيُنْقَضُ كَالرَّاهِنِ إِذَا بَنٰى فِي الْمَرْهُوْنِ وَ هٰذَا لِأَنَّ حَقَّهُ أَقْوٰى مِنْ حَقِّ الْمُشْتَرِيْ.

ترجمہ: اور جبکہ مشتری نے مکان بنالیا یا پودا لگالیا پھر شفیع کے لئے شفعہ کا فیصلہ کردیا گیا تو شفیع اختیار کے ساتھ ہے اگر چاہے اس زمین کو ثمن سے بدلہ لے لے اور تعمیر اور پودے کی قیمت کے بدلہ اور اگر چاہے مشتری کو اس کے اکھاڑنے کا مکلف بنائے اور ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ مشتری کو اکھاڑنے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا اور اس کو (شفیع) کو اختیار دیا جائے گا اس درمیان کے ثمن اور تعمیر پودے کی قیمت لے لے اور اس کے درمیان کے چھوڑ دے اور یہی امام شافعیؒ نے فرمایا مگر ان کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نزدیک شفیع کو اختیار ہے کہ اکھاڑ دے اور تعمیر کے نقصان کی قیمت اداء کرے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری تعمیر کرنے میں حق پر ہے اس لئے کہ اس نے مکان اس لئے بنایا کہ دار اس کی ملکیت ہے اور اکھاڑنے کی تکلیف دینا ظلم کے احکام میں سے ہے اور ایسا ہو گیا جیسے موہوب لہ اور جیسے وہ چیز جس کو شراء فاسد کے ساتھ خریدا گیا ہو اور جیسے جبکہ مشتری نے کھیتی بودی ہو تو ان میں سے کوئی اکھاڑنے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا اور یہ اس لئے کہ قیمت کے بدلہ لینے کو ... کرنے میں دو ضرروں میں سے اعلیٰ کو دور کرتا ہے ادنیٰ کا تحمل کر کے تو اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے ایسے محل میں مکان تعمیر کیا کہ جس کے ساتھ غیر کا مضبوط حق وابستہ ہے من لہ الحق کی جانب سے مسلط کئے بغیر تو اس کو توڑ دیا جائے گا جیسے راہن جبکہ وہ مرہون میں مکان بنائے اور اس لئے کہ اس کا حق مشتری کے حق سے زیادہ قوی ہے۔

جزئیات: (ا) عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں (۲) ''کالراھن اذابنی فی المرھون'' کی وضاحت کریں۔

جواب: (ا) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر ارض مشفوعہ میں مشتری نے عمارت بنالی یا پودا لگا دیا پھر شفیع کے لئے شفعہ کا فیصلہ کیا گیا تو شفیع کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس زمین کو ثمن اور عمارت اور پودے کو قیمت کے بدلے میں لے لے اور اگر اس کا دل کہے تو مشتری کو اس کے اکھاڑنے کا مکلف بنائے اور حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ شفیع مشتری کو عمارت وغیرہ اکھاڑنے کا مکلف نہیں بنائے گا بلکہ شفیع کو ثمن اور عمارت اور پودا کی قیمت کے بدلے لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

''**لابی یوسف الخ**'' سے امام ابو یوسفؒ کی دلیل کا ذکر ہے کہ جب مشتری نے ثمن ادا کر کے اس زمین کو خرید لیا تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور ہر کوئی اپنی ملکیت میں تصرف کا مختار ہوتا ہے لہٰذا اگر مشتری نے عمارت بنوالی تو وہ اس کا حق تھا اس نے اپنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ملکیت میں بنوالی ہے اور جب اس نے اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے تو پھر اسے اکھاڑنے کا مکلّف بنانا سراسر ناانصافی اور ظلم ہے جو کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔

وھذا لان الخ : سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم جو مشتری کے لئے عدم قلع اور شفیع کے لئے تعمیر اور پودوں کی قیمت دے کر انہیں لینے کا قائل ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں دوضرر کا اجتماع ہے اور فقہ کا قاعدہ یہ کہ ''اذا اجتمع مفسدتان روعی اعظمھا ضررا بارتکاب اخفھما'' یعنی جب کسی مسئلے میں دوضرر جمع ہو جائیں تو ان میں سے ضرر اکبر کو ختم کیا جائے گا اور ضرر صغیر کو برداشت کیا جائے گا خواہ وہ کسی کے بھی حق میں ہو اور اس مسئلے میں چوں کہ شفیع کے حق میں ضرر کم ہے اس لئے کہ اگر چہ ثمن کے ساتھ اسے مزید قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے مگر اس قیمت کا اس کو عوض تعمیر اور پودے مل رہے ہے جب کہ مشتری کے لئے اپنی تعمیر اکھاڑنے میں نقصان ہی نقصان ہے اس لئے شفیع کو ضرر صغیر برداشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

صاحب ہدایہ نے ظاہر الروایہ کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ اگر چہ مشتری نے اپنی ملکیت میں مکان وغیرہ تعمیر کیا ہے تاہم اس ملکیت کے ساتھ غیر یعنی شفیع کا حق وابستہ ہے اور فقہ کا مسلم قاعدہ ہے کہ اگر صاحب حق کی جانب سے تسلیط کے بغیر کوئی اسکے حق میں تصرف کرتا ہے تو اس تصرف کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور صاحب حق کو ہمیشہ وہ تصرف ختم کرنے کا حق ہوگا اور شفیع کا حق مشتری کے حق سے مقدم ہے یہی وجہ ہے کہ شفیع کے حق کی وجہ سے مشتری کے جملہ تصرفات مثلاً بیع ہبہ وغیرہ کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ (احسن الہدایہ:۱۳ ص ۶۸)

(۲) اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کے پاس کوئی چیز رہن رکھی پھر راہن نے اس میں تصرف کر دیا مثلاً شیء مرہون زمین تھی راہن نے اس میں مکان تعمیر کرلیا تو چوں کہ شئی مرہون سے مرتہن کا حق وابستہ ہے اور اس کی جانب سے تسلیط علی البناء نہیں پایا گیا اس لئے اگر چہ شئی مرہون راہن کی ملکیت میں ہے مگر حق غیر کیوجہ سے اس کا تصرف توڑ دیا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اذا بـنـى فى محل تعلق به حق المرتهن من غير تسليط من جهة اذا كان كذا كان كذلک فينقض (البنايه: ج ١١/ص/٣٣٧)

ہدایہ: ج ۴/ص/۴۰۲

سوال: و إذا إنهدت الـدار وإحتـرق بـنـاء هـا او جفّ شجـر الـبسـتـان بـغـيـر فعل أحد فالشفيع بالخيار إن شاء أخذها بجميع الثمن لأن البـنـاء و الغرس تابع حتى دخلاً فى البيع من غير ذكر فلايقابلهما شئ من الثمن مالم يصر مقصوداً ولهذا يبيعهابمرابحة بكل الثمن فى هـذه الـصـورة بـخـلاف ما إذا غرق نصف الأرض حيث يأخذ الباقى بحصته لأن الفائت بعض الأصل قال و إن شاء ترک.

ترجمہ: اور جب گھر منہدم ہوگیا یا اس کی تعمیر جل گئی یا باغ کے درخت جل گئے بغیر کسی کے فعل کے تو شفیع کو اختیار ہے اگر چاہے اس کو لے لے پورے ثمن کے ساتھ اس لئے کہ بناء اور غرس تابع ہے۔ یہاں تک کہ بغیر ذکر کے بیع میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں کچھ ثمن نہیں آئے گا جب تک کہ مقصود نہ ہو اور اسی وجہ سے وہ اس کو اس صورت میں پورے ثمن کے ساتھ بیع مرابحہ کے طور پر بیچ سکتا ہے بخلاف اس صورت کہ جبکہ زمین کا نصف حصہ غرق ہو جائے اس حیثیت سے کہ شفیع باقی کو اس کے حصہ کے بدلہ لے سکتا ہے اس لئے کہ جو فوت ہوا ہے وہ اصل کا بعض حصہ ہے امام قدوری نے کہا اور اگر چاہے چھوڑ دے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) مرابحہ کی تعریف کریں (۳) اگر زمین کا نصف حصہ غرق ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مشتری نے ایک مکان خریدا اور کسی آفت سماویہ کیوجہ سے اس کی عمارت منہدم ہوگئی یا جل گئی یا مشتری نے ایک باغ خریدا مگر کسی وجہ سے اس کے درخت خشک ہو کر ناکارہ ہو گئے اب اگر کوئی شخص اس گھر یا باغ کا شفیع ظاہر ہوا تو اسے دو اختیار ملیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلا اختیار یہ ہے کہ مابقیہ عمارت اور سوکھے ہوئے درخت سمیت پورا ثمن دے کر گھر یا باغ نے لے ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان ناکارہ اشیاء کیوجہ سے ثمن میں کچھ کمی آجائے اس لئے کہ عمارت وغیرہ یہ وصف ہیں یہی وجہ ہے کہ بیع میں اگر ان کا تذکرہ نہو تو بھی یہ بیع کے تحت آجاتے ہیں تو جب یہ وصف ہیں اور وصف موصوف کے تابع ہوا کرتا ہے اور جب تک وصف مقصود نہ بن جائے اس وقت تک اس کا کوئی ثمن نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ عمارت اور پودے وغیرہ کا کوئی ثمن نہیں ہوگا اور جب ان کا ثمن نہیں ہے تو ان چیزوں کے جلنے گرنے یا نہ ہونے سے اصل ثمن میں کوئی کمی زیادتی نہیں ہوگی۔

چنانچہ اگر شفیع اس جلے ہوئے مکان کی قیمت ادا کرنے سے پہلے اسے بیع مرابحہ کے طور پر بیچنا چاہے تو اسے اس بات کا پورا اختیار رہتا ہے کہ وہ پورے ثمن پر مرابحہ کر کے فروخت کرے اگر وصف کی خرابی سے ثمن میں کمی آتی تو یہاں شفیع کو پورے ثمن پر مرابحہ کرنے کا اختیار نہ ہوتا معلوم ہوا کہ وصف میں کمی زیادتی سے ثمن میں کوئی کمی زیادتی نہیں ہوتی لہٰذا اس صورت میں بھی جب جلنے یا خشک ہونے سے مبیع کا وصف متغیر ہوا ہے تو کوئی کمی زیادتی نہیں ہوگی۔

دوسرا اختیار یہ ہے کہ اگر شفیع چاہے تو اپنے حق شفعہ کو ترک کردے۔

(احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۶۷)

(۲) مرابحہ کی تعریف: اپنی خریدی ہوئی چیز کو ثمن اول کے عوض کچھ نفع لے کر فروخت کرنے کا نام مرابحہ ہے "نقل ماملكه بالعقد الأول باثمن الأول مع زيادة ربح"

(۳) اگر زمین کا نصف حصہ غرق ہوگیا تو اب شفیع اس زمین کے بقدر ثمن ادا کرے گا "اذا غلب الماء بعض الارض اخذ من المشتری الباقی بحصته" (البنایہ ۱۱ ص ۳۴۲)

ہدایہ: ج ۴/ص ۴۰۲

سوال: و من إبتاع أرضا و على نخلها ثمر أخذها الشفيع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بثمرها و معناه إذا ذكر الثمر فی البیع لأنه لا یدخل من غیر ذکر وهذا الذی ذکره إستحسان و فی القیاس لا یأخذه لأنه لیس بتبع الایری أنه لا یدخل فی البیع من غیر ذکر فاشبه المتاع فی الدار وجه الإستحسان أنه بإعتبار الإتصال صار تبعاً للعقار کالبناء فی الدار و ماکان مرکباً فیه فیأخذه الشفیع.

ترجمہ: اور جس نے زمین خریدی اور اس کے درختوں پر پھل ہے تو شفیع اس کو مع پھل کے لیگا اور اس کے معنی یہ ہے جبکہ بیع میں پھل کا ذکر کیا جائے اس لئے کہ پھل بغیر ذکر کے (بیع میں) داخل نہ ہوگا اور جس کو امام قدوری نے ذکر کیا استحسان ہے اور قیاس میں یہ ہے کہ پھل کو نہ لے اس لئے کہ یہ تابع نہیں ہے کیا یہ بات نہیں دیکھی جاتی کہ یہ بغیر ذکر کے بیع میں داخل نہیں ہوتا تو گھر کے سامان کے مشابہ ہو گیا دلیل استحسان یہ ہے کہ پھل اتصال کے اعتبار سے زمین کے تابع ہو گیا جیسے گھر میں عمارت اور جیسے وہ چیز جو گھر میں لگی ہوئی ہے شفیع اس کو لیتا ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) قیاس اور استحسان کی وضاحت مع دلائل کریں (۳) "**وما کان مرکبا**" کا عطف کس پر ہے۔ (۴) اگر مشتری نے پھلوں کو توڑ لیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسی زمین خریدی جس میں درخت لگے ہوئے ہیں اور ان درختوں پر پھل بھی ہیں تو اگر بائع اور مشتری کے درمیان عقد میں پھلوں کا تذکرہ آیا تھا تو شفیع پھلوں کے ساتھ لے گا بیع کے اندر پھلوں کا تذکرہ ہونے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ پھل بغیر صراحت کے بیع میں داخل نہیں ہوتے اور جب ان کا تذکرہ کر دیا گیا تو یہ بیع میں داخل ہو گئے اور جب بیع میں داخل ہو گئے تو شفیع ارض و شجر سمیت انہیں بھی لے لے گا۔

بیع ارض میں دخول ثمر کا مسئلہ استحسان پر مبنی ہے ورنہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ شفیع پھلوں کو شفعہ میں نہیں لے سکتا ہے اس لئے کہ پھل نہ تو زمین کے تابع ہیں اور نہ ہی غیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منقول ہے لہٰذا یہ سامان دار کے مشابہ ہو گئے اور جس طرح سامان دار صراحت کے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوتے اسی طرح یہ بھی تذکرہ کے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں تو از روئے قیاس اس میں شفعہ نہیں ملنا چاہئے۔

اور صورت مذکورہ میں تبعیت کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے اور پھر شفعہ بھی غیر منقول چیزوں میں ہی ملا کرتا ہے۔

لیکن استحسان پر عمل کرتے ہوئے یہاں اس کو درخت کے تابع بنا کر شفعہ میں داخل کر دیا گیا ہے ورنہ قیاساً اس میں شفعہ نہیں ملنا چاہئے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح گھر کی عمارت اور اس میں نصب کردہ چوکھٹ بازوں وغیرہ یہ اتصال کے اعتبار سے گھر کے تابع ہوا کرتے ہیں اور گھر کے ساتھ شفیع ان چیزوں کو بھی شفعہ میں لے لیتا ہے اسی طرح پھل بھی اتصالاً زمین کے تابع ہیں اور زمین کے ساتھ ساتھ شفیع انہیں بھی لینے کا حق دار ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۴۷)

(۲) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ شفیع پھلوں کو شفعہ میں نہیں لے سکتا ہے۔

دلیل قیاس : یہ ہے کہ پھل نہ تو زمین کے تابع ہیں اور نہ ہی غیر منقول ہے لہٰذا یہ سامان دار کے مشابہ ہو گئے اور جس طرح سامان دار صراحت کے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوتے اسی طرح یہ پھل بھی تذکرہ کے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں اس لئے از روئے قیاس ان میں شفعہ نہیں ملنا چاہئے۔

استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ ان پھلوں کو درخت کے تابع مان کر شفعہ میں داخل کر دیا جائے۔

دلیل استحسان: یہ ہے کہ جس طرح گھر کی عمارت اور اس میں نصب کردہ چوکھٹ وغیرہ یہ اتصال کے اعتبار سے گھر کے تابع ہوا کرتے ہیں اور گھر کے ساتھ شفیع ان چیزوں کو بھی شفعہ میں لے لیتا ہے اسی طرح پھل بھی اتصالاً زمین کے تابع ہیں اور زمین کے ساتھ ساتھ شفیع انہیں بھی لینے کا حق دار ہے۔

(۳) وما کان مرکبا فیہ کا عطف کان البناء فی الدار پر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) اگر شفیع کا اپنا حق لینے سے پہلے پہلے مشتری نے پھل توڑ لیے تو اب دونوں صورتوں میں یعنی جواہ پھل پہلے سے ہو یا مشتری کے قبضے میں آتے ہو شفیع پھل کو نہیں لے سکتا ہے کیونکہ پھل کو توڑنے کیوجہ سے زمین سے ان کی تبعیت ختم ہوگئی اس لئے اب یہ بیع میں داخل نہیں ہونگے۔

فان قطعه المشترى ثم جاء الشفيع لايأخذ الثمر لانه لم يبق تبعاً للعقار وقت الاخذ حيث صار مفصولا عنه لانه التبعية كانت فيه وقد زال فلا يأخذهٗ (البنایه: ج/۱۱/ص/۳۴۴)

ہدایہ/ج/۴/ص/۴۰۳

سوال: الشفعة واجبة فى العقار و إن كان مما لايقسم وقال الشافعى لاش فعة فيما لا يقسم لأن الشفعة إنما وجبت دفعاً لمؤنة القسمة وهذا لا يتحقق فيما لايقسم و لنا قوله علی السلام الشفعة فى كله شئ عقار أو ربع إلى غير ذالک و من العمومات و لأن الشفعة سببها الإتصال في الملک و الحكمة دفع ضرر سوء الجوار على ما مر.

ترجمہ: شفعہ ثابت ہے زمین میں اگرچہ وہ ان چیزوں میں سے ہو جس کا بٹوارہ نہ ہو سکے اور امام شافعی نے کہا اس چیز میں شفعہ نہیں ہے جس کی تقسیم نہ ہو سکے اس لئے کہ شفعہ قسمت کی مشقت دور کرنے کی غرض سے ثابت ہوتا ہے اور یہ بات متحقق نہیں ہوتی اس چیز میں جس کا بٹوارہ نہ ہو سکے اور ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا فرمان ہے شفعہ ہر چیز میں ہے زمین ہو یا منزل اس میں عموم ہے اور اس لئے کہ شفعہ اس کا سبب ملک اتصال ہے اور حکمت برے پڑوس کے ضرر کو دور کرتا ہے اس تفصیل کے مطابق جو گزر گئی۔

جزئیات: (۱) زیر بحث مسئلے کی تشریح کریں (۲) فریقین کا مسلک اور ہر ایک کے دلائل تحریر کریں (۳) قابل تقسیم اشیاء اور غیر قابل تقسیم اشیاء کو بیان کریں (۴) سامان کشتی، محض عمارت اور درخت وغیرہ میں شفعہ کا کیا حکم ہے (۵) محض اوپری منزل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں شفعہ کا کیا حکم ہے (۶) مذکور فی الاصل سے کیا مراد ہے۔

جواب: (۱) زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کس چیز میں شفعہ مل سکتا ہے اور کس چیز میں شفعہ نہیں ملے گا تو احناف کے نزدیک ہر طرح کی زمین میں شفعہ ثابت ہے اب مقسوم ہو یا غیر مقسوم ہو سب میں شفعہ ثابت ہے شوافع کے یہاں صرف قابل تقسیم زمین میں شفعہ ثابت ہے اور جو غیر قابل تقسیم ہے اس میں شفعہ نہیں ان حضرات کے دلائل اس کے بعد جزئیات میں ذکر کیے جائیں گے۔

(۲) **اختلاف الائمہ:** حضرت امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ وہ چیز جو تقسیم کے قابل نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ملتا ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ شفعہ بٹوارے کی مشقت دور کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے اور جو چیز بٹوارے کے قابل نہیں ہے اس میں مشقت تقسیم بھی نہیں ہے اور جب یہ علت نہیں پائی جائے تو شفعہ بھی واجب نہیں ہوگا لہٰذا غیر مقسوم میں چوں کہ یہ علت نہیں ہے تو ان لئے اس میں شفعہ بھی نہیں ہوگا اس لئے کہ ضابطہ بھی ہے "الحکم ینتفی بنفی العلة"

احناف کا مذہب یہ ہے کہ ہر مقسوم اور غیر مقسوم زمین میں شفعہ ثابت ہے۔

دلیل یہ ہے کہ آپ کا ارشاد ہے "الشفعة الخ" اس حدیث میں مطلق زمین اور مکان کے اندر شفعہ کو ثابت کیا گیا ہے خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو سب میں شفعہ ثابت ہے۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ شفعہ کا سبب اتصال ملک ہے اور شفعہ کی حکمت برے پڑوس کے ضرر سے بچانا ہے اور یہ دونوں چیزیں تمام زمین و مکان اور ہر طرح کی اشیاء کو شامل ہیں خواہ وہ قابل تقسیم ہوں یا قابل تقسیم نہ ہو۔

"لان الشفعة سببها الاتصال فی الملک والحکمة دفع ضرر سوء الجوار"

(۳) قابل تقسیم اشیاء بڑی زمین حویلی وغیرہ ہے غیر قابل تقسیم اشیاء گھر والی چکی کنواں راستہ غسل خانہ بیت الخلاء وغیرہ ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) سامان کشتی درخت اور عمارت جبکہ اس کو زمین سے علیحدہ فروخت کیا جائے تو اس میں شفعہ نہیں ملتا ہے۔

"لاشفعة فی العروض والسفن ولاشفعة فی البناء والنخل اذابیعت دون العرصة بیع البناء والشجر یجوز ولکن لاشفعة فیها

(البنایہ رج ۱۱، ص ر ۳۵۰)

(۵) اگر کوئی منزل کا صرف بالائی حصہ فروخت کرتا ہے تو وہاں بھی شفعہ ثابت ہوگا اس لئے کہ ان بالائی منزلوں کو حق قرار حاصل ہے تو یہ اشیاء غیر منقولہ کے ساتھ لاحق ہوں گی اور غیر منقولات میں شفعہ ملتا ہے۔

اذابیع العلو یستحق بالشفعة صاحب السفل یأخذہ بالشفعة واما العلو فلانه حق متعلق بالمنفعة علی التابید وهو کنفس البقعة

(البنایہ رج ۱۱ ر ص ر ۳۵۰)

(۶) "مذکور فی الاصل" یہاں اصل سے مراد "المبسوط" ہے۔

(البنایہ رج ۱۱ ر ص ر (۳۵۰)

ہدایہ رج ر۴ ر ص ر ۴۰۳

سوال: المسلم و الذمی فی الشفعة سواء للعمومات و لأنهما یستویان فی السبب والحکمة فیستویان فی الإستحقاق و لهذا یستوی فیه الذکر و الأنثی و الصغیر و الکبیر و الباغی و العادل و الحر و العبد و إذا کان ماذونا أو مکاتباً و إذا ملک العقار بعوض هو مال وجبت فیه الشفعة لأنه إمکن مراعاة شرط الشرع فیه وهو التمایک بمثل ما تملک به المشتری صورة أو قیمة علی ماسر.

ترجمہ: اور مسلمان اور ذمی شفعہ کے اندر برابر ہے عمومات کی وجہ سے اور اس لئے کہ یہ دونوں سبب اور حکمت میں برابر ہے تو استحقاق کے اندر برابر ہوں گے اور اسی وجہ سے شفعہ میں مرد وعورت اور چھوٹا اور بڑا باغی اور عادل آزاد اور غلام برابر ہیں اجبکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غلام ماذون ہو یا مکاتب ہو اور جب مشتری زمین کا مالک بنا اس عوض کے ساتھ جو مال ہے تو اس زمین میں شفعہ ثابت ہوگا اس لئے کہ اس میں شریعت کی شرط کی رعایت ممکن ہے اور وہ مالک ہونا ہے اسی چیز کے مثل کے بدلہ جس کے ذریعہ مشتری مالک ہوا ہے وہ مثل صورت کے اعتبار سے ہو یا قیمت کے اس تفصیل کے مطابق جو گزر گئی۔

جزئیات: (۱) سبب حکمت باغی اور العبد کے مرادی معنی لکھ کر وضاحت کریں (۲) مسئلہ کی دونوں دلیلوں کی وضاحت کریں (۳) "واذا ملک العقار الخ" کی دلیل کی تشریح کرتے وقت التملک بمثل ما تملک الخ کو سمجھائیں (۴) صورۃ اور قیمۃ کا فرق بیان کر کے ہر ایک کی مثال بھی تحریر کریں۔

جواب: (۱) سبب کے مرادی معنی اتصال ملک ہے "یستویان فی السبب وهذا الاتصال الملک" حکمت کے مرادی معنی ضرر کا دفع کرنا ہے۔

"والحکمه وهی دفع الضرر" باغی کے مرادی معنی ایسا آدمی جو نافرمان ہو فاسق ہو۔

عبد کے مرادی معنی ایسا غلام جسکو آقا نے تجارت کی اجازت دیدی ہو یا غلام مکاتب ہو۔

العبد اذا کان مأذونا لانه اذا لم یکن مأ ذونا فلاشفعة له

(البنایہ ج ۱۱ ص ۳۵۳)

(۲) **دلیل اول:** حدیث کی عمومیت سے اہل اسلام کی تخصیص نہیں ہے جب کہ سب برابر ہے اس لئے مسلم ذمی سب کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

دلیل ثانی: سبب اور حکمت کا برابر ہونا ہے یعنی جس طرح مسلمان کے حق میں اتصال ملک پایا جاتا ہے اسی طرح ذمی کے حق میں پایا جاتا ہے اور جس طرح حکمت مسلمان کے حق میں پائی جاتی ہے یعنی ضرر کا دفع کرنا ایسا ہی ذمی کے حق میں بھی پایا جاتا ہے اس لئے دونوں کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

(۳) **دلیل:** یہ ہے کہ شفعہ میں شریعت نے جو شرط لگائی ہے اس کی رعایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضروری ہے اور رعایت اسی وقت ہوگی جب کہ مشتری نے عوض مالی کے ساتھ مکان خریدا ہو اب شفیع مشتری کے ادا کردہ عوض کا مثل دے یا قیمت دے مگر شفیع کو بہر حال عوض دے کر لینا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ مشتری نے مکان یا زمین عوض دے کر خریدی ہو اگر اس نے بلا عوض خریدی ہے تو شفیع کو کوئی حق نہیں ہوگا۔

التملک بمثل ما تملک کا مطلب یہ ہے کہ شفیع اس چیز کے مثل سے مالک ہوگا جس چیز کے ذریعہ مشتری مالک ہوا ہے اب وہ خواہ مثل صوری ہو یا مثل قیمی ہو۔

(۴) اگر کسی نے کوئی گھر غلام کے بدلہ خریدا تو اب شفیع اس غلام کی قیمت دے کر لے گا کیونکہ غلام ذوات القیم میں سے ہے یہ مثل قیمی کی مثال ہے اس میں شراء کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا لینے کے وقت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ "یعتبر قیمة وقت الشراء لا وقت الاخذ"

اگر کسی نے کوئی گھر اناج یا تیل کے بدلے خریدا تو اب شفیع اس مشتری کو اناج او رتیل دے کر لے گا کیونکہ یہ ذوالامثال میں سے ہے یہ مثل صوری کی مثال ہے۔

صورۃ اور قیمت کا فرق : مثل صوری اس کو کہا جاتا ہے جو ذوات الامثال میں سے ہو جس کا مثل ادا کیا جا سکتا ہو جیسے اناج تیل وغیرہ یہ سب مثل صوری ہے مثل قیمی اس کو کہا جاتا ہے جو ذوات القیم میں سے ہو جس کا مثل ادا نہ کیا جا سکتا ہو بلکہ اسکی قیمت ادا کرنی پڑتی ہو جیسے غلام جانور وغیرہ یہ سب مثل قیمی ہیں۔

ہدایہ ج ۴ / ص / ۴۰۳

سوال: و إذا ملك العقار بعوض هو مال وجبت فيه الشفعة و لا شفعة في الدار التي يتزوج الرجل عليها أو يخالع المرأة بها أو يستأجر بها داراً أو غيرها أو يصالح بها عن دم عمد أو يعتق عليها عبداً.

ترجمہ: جب (مشتری) ایسے عوض کے ساتھ زمین کا مالک بنا جو کہ مال ہے تو اس میں شفعہ ثابت ہوگا اور اس گھر میں شفعہ نہیں ہے جس پر مرد نکاح کرتا ہے یا جس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ذریعہ عورت خلع کرتی ہے یا جس کے ذریعہ مرد گھر یا اس کے علاوہ کو اجارہ پر لیتا ہے یا جس کے ذریعہ دم عمد سے مصالحت کرتا ہے یا جس کے اوپر غلام آزاد کرتا ہے۔

جزئیات: (۱) شروع عبارت میں جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں جن مذکورہ مثالوں میں شفعہ ثابت نہیں ہو رہا ہے اس کی وضاحت کریں۔

(۲) قاعدہ کی وضاحت کریں۔

جواب: (۱) **مثال اولی:** اگر کسی نے اپنی بیوی کو مہر میں گھر دیا تو اس صورت میں شفیع کو حق شفعہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ یہاں "مبادلة المال بالمال" نہیں پایا گیا ہے جو کہ شفعہ کے لئے شرط ہے۔

مثال ثانی: اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے گھر کے عوض خلع کیا تو اس میں بھی شفیع کو شفعہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ شرط شفعہ مفقود ہے۔

مثال ثالث: اگر کسی نے اپنے مکان کے عوض کوئی دوسرا مکان کرایہ پر لیا تو اس صورت میں شفیع کو شفعہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ شرط شفعہ مفقود ہے۔

مثال رابع: اگر کسی نے قصاص کے بدلے مقتول کے وارثین کو کوئی گھر ادا کردیا تو اس صورت میں بھی شفیع کو شفعہ حاصل نہیں ہوگا شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے۔

مثال خامس: اگر کسی نے مکان کے عوض اپنے غلام کو آزاد کیا تو اس صورت میں بھی شفیع خالی ہاتھ رہے گا کیونکہ شرط شفعہ مفقود ہے۔

(۲) قاعدہ یہ ہے کہ مشتری نے اس کو عوض دے کر لیا ہو یعنی مبادلۃ المال بالمال کا تحقق ہوا ہو۔ "الشفعة عند نا تجب في مبادلةالمال با لمال"

ہدایہ: ج ۴ / ص ۴۰۴

سوال: أو يصالح عليها بانكار فإن صالح عليها باقرار وجبت الشفعة قال رضى الله عنه هكذا ذكر في أكثر نسخ المختصر والصحيح أو يصالح عنها بإنكار مكان قوله عليها لأنه إذا صالح عنها

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بانکار بقی الدار فی یده فهو یزعم أنها لم تزل عن ملکه و کذا إذا صالح عنها بسکوت.

ترجمه: یا اس نے گھر کے متعلق مصالحت کی ہو انکار کے ساتھ پس اگر گھر کے متعلق اقرار کے ساتھ مصالحت کرے تو شفعہ ثابت ہوگا حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ قدوری کے اکثر نسخوں میں ایسے ہی مذکور ہے اور صحیح یصالح عنہا بانکار ہے اس کے قول علیہا کی جگہ اس لئے کہ جب اس نے گھر کے بارے میں انکار کے ساتھ مصالحت کی تو گھر اس کے قبضہ میں باقی رہا تو وہ یہ گمان کرتا ہے کہ مکان اس کی ملکیت سے زائل نہیں ہوا اور ایسے ہی جبکہ اس نے سکوت کے ساتھ گھر کے بارے میں مصالحت کی۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) عنہا اور علیہا کا فرق واضح کریں۔

جواب: (۱) قدوری کے اکثر نسخوں میں یصالح علیہا کی عبارت ہے جبکہ صحیح یصالح عنہا ہے یصالح علیہا کی صورت میں تو مطلقاً شفعہ ثابت ہوگا خواہ انکار ہو اقرار ہو یا سکوت ہو۔

اب عبارت کا حاصل یہ ہے کہ طیب ایک مکان میں مقیم ہے حسین یہ دعوی کرتا ہے کہ یہ مکان میرا ہے اب طیب نے ایک ہزار روپیہ دے کر بکر سے مصالحت کر لی پھر آفتاب نے اس میں شفعہ کا دعوی کر دیا تو اسے شفعہ ملے گا یا نہیں۔

اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر طیب نے حسین کے دعوے کی تکذیب کرتے ہوئے اسے ایک ہزار روپے دے کر مصالحت کی ہے تو اس صورت میں آفتاب کو شفعہ نہیں ملے گا کیونکہ طیب نے جب حسین کے دعوے کو غلط ثابت کر دیا تو یا اس نے بیع یعنی مبادلۃ المال بالمال کے وجود کا انکار کر دیا اور جب یہاں مبادلۂ مالی نہیں ہے تو پھر شفعہ بھی ثابت نہیں ہوگا اسی طرح اگر طیب نے حسین کے دعوے کے متعلق کسی انکار و اثبات کے بغیر سکوت اختیار کرتے ہوئے اسے ایک ہزار روپے دیکر مصالحت کر لی تو اس صورت میں بھی آفتاب کو شفعہ نہیں ملے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس لئے کہ انکار والی صورت میں طیب اپنے قول سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ مکان میری ہی ملکیت میں ہے لیکن لڑائی سے بچنے کے لئے میں نے حسین کو ایک ہزار روپے دے کر خاموش کر دیا اور سکوت والی صورت میں اگر چہ بظاہر طیب حسین کے دعوے کی تکذیب نہیں کر رہا ہے مگر اس کا سکوت یہ بتا رہا ہے کہ اس نے شر کو ختم کرنے کے لئے ہی ایک ہزار روپے دے کر اس سے خلاصی حاصل کی ہے۔ (احسن الهدایہ ج ۱۳ ص ۸۱)

(۲) ''اذا صالح علیها'' اس صورت میں شفعہ واجب ہو جائے گا اب اس نے صلح انکار کے ساتھ کی ہو یا اقرار کے ساتھ کی ہو یا سکوت کے ساتھ کی ہو بہر صورت شفعہ ثابت ہو جائے گا اس لئے مدعی کے خیال میں یہ ہے کہ وہ اپنے حق کے عوض یہ قیمت لے رہا ہے اور مدعی علیہ بھی خیال کرتا ہے کہ میں اس مال کا عوض دے رہا ہوں جس پر اس نے دعوی کیا ہے تو اس طرح مبادلہ مالی کا تحقق ہو جائے گا جو کہ مقصود ہے پس شفعہ ثابت ہو جائے گا۔

''اذا صالح عنها'' اس صورت میں اگر انکار کے ساتھ صلح کی تو شفعہ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ صلح کرنے والے کا خیال یہ ہے کہ میری ملکیت ہے اور اگر سکوت کے ساتھ صلح کیا تو ان دونوں صورتوں میں شفعہ ثابت نہیں ہوگا اس نے یہ جو دیا ہے یہ لڑائی کو ختم کرنے کے لئے دیا ہے۔

اگر اقرار کے ساتھ مصالحت کی تو شفعہ ثابت ہو جائے گا اس لئے اس کی ملکیت کا اقرار کرنے والا ہے اور اس کو مال دے کر مبادلۃ المال بالمال کا تحقق ہو گیا جو شفعہ کے لئے شرط ہے اس لئے شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ (البنایہ ج ۱۱ ص ۲۵۷)

ہدایہ: ج ۴ ص ۴۰۵

سوال: و من باع بشرط الخیار فلا شفعة للشفیع لأنه یمنع زوال الملک عن البائع فإن سقط الخیار وجبت الشفعة لأنه زال المانع عن الزوال و یشترط الطلب عند سقوط الخیار فی الصحیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لأن البيع يصير سببًا لزوال الملك عند ذالک وإن اشتری بشرط الخيار وجبت الشفعة.

ترجمہ: اور جس نے بیچا خیار کی شرط کے ساتھ تو شفیع کے لئے شفعہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ (خیار بائع) روکتا ہے بائع کی ملک کے زوال کو پس اگر بائع نے خیار ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہوگا اس لئے کہ وہ چیز زائل ہوگئی جو زوال ملک کو روکنے والی تھی اور طلب شرط ہے صحیح قول کے مطابق خیار کے سقوط کے وقت اس لئے کہ بیع سبب بنتی ہے زوالِ ملک کا اس وقت (سقوط خیار کے وقت) اور اگر مشتری نے خیار کی شرط کے ساتھ خریدا تو شفعہ ثابت ہوگا۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) بیع بشرط الخیار میں حق شفعہ نہ ملنے کی بنیاد کیا ہے (۳) اشتراء بشرط الخیار میں حق شفعہ ملنے کا کیا سبب ہے (۴) دونوں صورتوں کا فرق واضح کریں (۵) اگر شفیع نے مشتری سے حق شفعہ کی بنیاد پر دار حاصل کر لیا تو شفیع کو وہ خیار شرط حاصل ہوگا یا نہیں جو مشتری کو حاصل تھا۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر خیار شرط کے ساتھ اپنی زمین فروخت کی تو جب تک خیار باقی رہے گا شفیع کو شفعہ نہیں ملے گا اس لئے کہ ثبوت شفعہ کے لئے بیع کا سبب شفعہ بننا ضروری ہے اور چوں کہ خیار کے رہتے مبیع بائع کی ملکیت میں رہے گی اس لئے خیار کی موجودگی میں بیع سبب شفعہ نہیں بن سکتی اور جب سبب نہیں پایا گیا تو مسبب یعنی شفعہ کا ثبوت کہاں سے ہوگا لیکن اگر بائع اپنا خیار ساقط کر دے یا اس کی مدت ختم ہو جائے تو چوں کہ اب بیع بائع کی ملکیت سے نکل گئی اس لئے بیع سبب شفعہ بنے گی اور شفعہ ثابت ہوگا۔

اگرچہ بعض مشائخ نے بیع بشرط الخیار میں وجود بیع کے وقت ہی طلب کی شرط لگا دی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ سقوط خیار کے وقت طلب شرط ہے اس لئے کہ سقوط خیار کے بعد ہی بیع بائع کی زوال ملکیت کا سبب بنے گی لہٰذا اس سے پہلے طلب کی شرط لگانے میں کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فائدہ نہیں ہے۔

لیکن اگر مشتری نے خیار شرط کے ساتھ کوئی مکان خریدا تو اس صورت میں فوراً شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۸۹)

(۲) بیع بشرط الخیار میں حق شفعہ نہ ملنے کی بنیاد مبیع کا بائع کی ملکیت سے خارج نہ ہونا ہے کیونکہ حق شفعہ مبیع کے بائع کی ملکیت سے نکلنے کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ بائع نے صرف ایجاب کیا اور مشتری نے قبول نہ کیا ہو تو اس صورت میں مبیع بائع کی ملکیت میں ہی ہے۔

لان الخيار البائع يمنع زوال الملك عن البائع و الشفعة تجب بخروج المبيع عن ملك البائع فصار كالايجاب بلا قبول۔

(البنایہ: ج ۱۱/ص ۳۶۰)

(۳) اشتراء بشرط الخیار میں شفعہ کے ثابت ہونے کا سبب مبیع کا بائع کی ملکیت سے نکل جانا ہے کیونکہ شفعہ کی بنیاد زوال ملک پر ہے اور یہاں زوال ملک ہے اس لئے شفعہ ثابت ہو جائے گا۔

لان خيار المشترى لايمنع زوال الملك عن البائع والشفعة تبتنى على زوال الملك (البنايه: ج / ۱۱ / ص / ۳۶۱)

(۴) دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ بائع کے خیار شرط کی صورت میں مبیع بائع کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی ہے اس لئے شفعہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔

مشتری کے خیار شرط کی صورت میں مبیع بائع کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے اس لئے شفعہ ثابت ہوتا ہے اور شفعہ زوال ملک پر ہی مبنی ہوتا ہے۔

(۵) مشتری کو جو خیار شرط حاصل تھا وہ شفیع کو حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ خیار شرط کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور مشتری نے اپنے لئے خیار کی شرط لگائی تھی شفیع کے لئے نہیں اس لئے شفیع کو خیار حاصل نہیں ہوگا۔

لايثبت الخيار الذى كان للمشترى للشفيع لان الخيار ثبت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بالشرط ولذا كان الخيار للمشترى لم يكن للشفيع فلا يثبت له.
(البنایہ ج۱۱ص۳۶۱)

ہدایہ: ج۴ص۴۰۵

سوال: ومن إتباع دارا شراء فاسدا فلا شفعة فيها بخلاف ما إذا كان الخيار للمشترى فى البيع الصحيح لأنه صار أخص به تصرفا وفى البيع الفاسد ممنوع عنه.

ترجمہ: جس شخص نے شراء فاسد کے ساتھ گھر کی بیع کی تو اس میں شفعہ نہیں ہے برخلاف اس صورت کے جب بیع صحیح میں مشتری کے خیار ہو۔ اس لئے کہ مشتری مبیع کے ساتھ مخصوص ہے تصرف کے اعتبار سے، اور بیع فاسد میں مشتری کو تصرف سے روک دیا گیا ہے۔

(۱) بیع صحیح میں خیار مشتری کی صورت میں حق شفعہ کیوں ملتا ہے (۲) بیع فاسد میں مبیع سے بائع کی ملکیت کب زائل ہوتی ہے مشتری کے قبضہ کے بعد یا قبضہ سے پہلے (۳) بعد القبض احتمال فسخ کی وجہ اگر حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے تو بیع بشرط الخیار للمشتری میں بھی احتمال فسخ ہوتا ہے وہاں حق شفعہ کیسے ثابت رہتا ہے۔

جواب: (۱) بیع صحیح میں خیار کے باوجود مشتری کو تصرف کا مکمل اختیار ہے اس لئے بیع صحیح میں خیار مشتری کی صورت بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

لان المشترى صارا خص به تصرفا وان احتمل البيع الفسخ وانما صار اخص لان حق الفسخ له دون البائع

(۲) بیع فاسد میں مبیع سے بائع کی ملکیت مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ "ان الملک یثبت فی البیع الفاسد بعدالقبض"
(البنایہ ج۱۱ص۳۶۳)

(۳) بیع فاسد میں بعدالقبض احتمال فسخ کیوجہ شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع بشرط الخیار للمشتری ''میں بھی احتمال فسخ ہوتا ہے وہاں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اس لئے کہ '' بیع بشرط الخیار للمشتری '' کی صورت میں مشتری کو ہر طرح کا تصرف ہوتا ہے اور اگر چہ احتمال فسخ ہے لیکن یہ حق بھی صرف اور صرف مشتری کو ہے بائع کو نہیں ہے اور اس صورت میں شفیع کا ضرر ہوگا اس لئے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔
(البنایہ: ج ۱۱، ص ۳۶۲)

ہدایہ: ج ۴ / ص ۴۰۶

سوال: واذا اشتری دارا فسلم الشفیع الشفعة ثم ردها المشتری بخیار رؤیة اوشرط او بعیب بقضاء قاض فلا شفعة وان ردها بعیب بغیر قضاء اوتقایلا البیع وللشفیع الشفعة

ترجمہ: جب مشتری نے کوئی گھر خریدا پھر شفیع نے شفعہ (اس کے) سپرد کر دیا اس کے بعد مشتری نے وہ گھر خیار رویت، خیار عیب یا خیار شرط کی وجہ سے قاضی کے فیصلہ کے ساتھ واپس کر دیا تو (شفیع کے لئے) شفعہ نہیں ہے، اور اگر عیب کی بناء پر بغیر قضائے قاضی کے لوٹایا، یا ان دونوں نے اقالہ کر لیا تو شفیع کے لئے شفعہ ہے۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) شفیع کو شفعہ کب ملتا ہے اس کا ضابطہ تحریر کریں (۳) عیب کے بناء پر بغیر قضاء قاضی واپس لینے کی صورت میں قبل القبض وبعد القبض فرق ہو تو اس فرق کو مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ اکبر نے عبدالمتین سے ایک گھر خرید اور یاض اس کا شفیع ہے مگر سیف اللہ نے اپنا حق لینے سے انکار کر دیا پھر کچھ دنوں کے بعد اکبر نے خیار شرط یا کسی عیب کی وجہ سے وہ مکان عبدالمتین کو واپس کر دیا اور یہ واپسی قاضی کے فیصلے سے ہوئی اب اگر شفیع سیف اللہ سے شفعہ کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کو شفعہ نہیں ملے گا اور اگر قضاء قاضی کے بغیر کسی عیب کی وجہ سے واپسی کی تو شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا۔

(۲) شفعہ ملنے کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ جب عقد مال کا تبادلہ مال سے ہو اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقت شفعہ ملتا ہے ہبہ وغیرہ میں شفعہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

"الشفعة انما تجب فی مبادلة المال بالمال ـ والتفعة تجب الی احداث عقد" (البنایہ: ج ۱۱ / ص / ۳۶۶)

(۳) اگر عیب کیوجہ سے قضاء قاضی کے بغیر واپس لیا تو بعد القبض واپس کرنے سے شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا۔

اگر قبل القبض واپس کیا تو اس صورت میں شفعہ حاصل نہیں ہوگا۔

بعد القبض شفعہ ملنے کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کو صرف اپنے آپ پر حق ولایت حاصل ہے تیسرے پر نہیں ہے جب ان دونوں نے فسخ کا ارادہ کیا ہے تو ان کے ہی حق میں فسخ ہوگا تیسرے کے حق میں یہ بیع جدید کہلائے گا اس لئے کہ یہاں رضامندی کے ساتھ مبادلۃ المال بالمال کی شکل موجود ہے لہٰذا جب تیسرے کے حق میں یہ بیع جدید ہے اور تیسرا وہی شفیع ہے تو اس کو شفعہ ملے گا۔

قبل القبض شفعہ نہ ملنے کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں واپس کرنا ہر کسی کے حق میں فسخ ہوتا ہے تو یہ شفیع کے حق میں بھی فسخ ہوگا اور اسے اس صورت میں شفعہ نہیں ملے گا۔

(احسن الہدایہ ج ۱۳ / ص ۹۷)

ہدایہ / ج / ۴ / ص / ۴۰۷

سوال: وإذا مات الشفيع بطلت شفعته وقال الشافعیؒ تورث عنه قالؒ: معناه إذا مات بعد البيع قبل القضاء بالشفعة أما إذا مات بعد قضاء القاضی قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته وهذا نظير الإختلاف فی خيار الشرط.

ترجمہ: اور جب شفیع مر گیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگیا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ شفیع کی جانب سے مورث ہوگی، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب شفیع بیع کے بعد شفعہ کے فیصلہ سے پہلے مر جائے بہر حال جبکہ وہ قاضی کے فیصلہ کے بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ثمن کی ادائیگی اور مبیع پر قبضہ سے پہلے مر جائے تو بیع اس کے ورثاء کے لئے لازم ہے۔

جز نہائی: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) وهذا نظير الاختلاف الخ کی اچھی طرح وضاحت کریں۔ (۴) اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو شفعہ باطل ہوگا یا نہیں مدلل تحریر کریں۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ توقیر ایک مکان کا شفیع ہے وہ مکان فروخت ہوا توقیر نے شفعہ کا دعویٰ کر دیا مگر اس کے حق میں قضاء شفعہ سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں وہ شفعہ اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوگا یا نہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ورثاء کی طرف مطلقاً شفعہ منتقل ہوگا خواہ قضائے قاضی سے پہلے مرا ہو یا قضائے قاضی کے بعد احناف کہتے ہیں کہ اگر قضاء قاضی سے پہلے شفیع کا انتقال ہو گیا تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور ورثاء کی جانب منتقل نہیں ہوگا لیکن اگر قاضی نے اس کے لئے شفعہ کا فیصلہ کر دیا تھا پھر ثمن کی ادائیگی یا مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے شفیع کی وفات ہوئی تو اس صورت میں چوں کہ وہ شفعہ شفیع کے لئے ثابت ہو چکا ہے اس لئے اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اختلاف خیار شرط کے اختلاف کے نظیر ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۹۹)

(۲) **اختلاف الائمہ:** امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شفیع کی موت واقع ہوگئی خواہ قضاء قاضی سے پہلے یا قضاء قاضی کے بعد ہر صورت شفعہ ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ یہ ایک لازم اور ثابت شدہ حق ہے اس لئے یہ ورثاء کی طرف منتقل ہوگا۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر قضاء قاضی سے پہلے شفیع کی موت واقع ہوگئی تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا اگر قضاء قاضی کے بعد موت واقع ہوئی تو ورثاء کی طرف منتقل ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ جس گھر کی وجہ سے شفعہ ملتا ہے وہاں ضروری ہوتا ہے کہ بیع کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقت اس کا مالک ہو اور اس کے حق میں قضاء شفعہ تک اس کی ملکیت باقی رہے۔

صورت مذکورہ میں اگر چہ بیع کے وقت شفیع اس گھر کا مالک ہے مگر قضاء شفعہ کے وقت اس گھر میں اس کی ملکیت ختم ہو چکی ہے اس لئے اسے شفعہ نہیں ملے گا اور ورثاء کو اس لئے نہیں ملے گا کہ قضاء قاضی کے وقت اگر چہ ان کی ملکیت باقی ہے مگر وقت بیع ان کی ملکیت معدوم تھی اس وقت تو شفیع کی ملکیت تھی اور استحقاق شفعہ کے لئے دونوں وقت وقت بیع وقت قضاء ملکیت ضروری ہے جو ورثاء کے حق میں مفقود ہے اس لئے ان کو شفعہ نہیں ملے گا۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۰۰)

(۳) ہمارے اور شوافع کے درمیان یہ اختلاف خیار شرط کے اختلاف کی طرح ہے یعنی اگر کسی نے خیار شرط کے ساتھ کوئی چیز خریدی یا فروخت کی اور مدت پوری ہونے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا تو امام شافعی کے یہاں وہ خیار ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور ہمارے یہاں منتقل نہیں ہوگا اسی طرح یہاں بھی ہے کہ شوافع کے یہاں ورثاء کو شفعہ میراث ملے گا اور ہمارے یہاں نہیں ملے گا۔

(۴) اگر مشتری کی موت ہو جائے خواہ قضاء قاضی سے پہلے ہو یا قضاء قاضی کے بعد بہر حال شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا۔

دلیـــــل: یہ ہے کہ شفعہ کا مستحق باقی ہے اور حق شفعہ کا سبب یعنی شرکت اور جوار وغیرہ بھی برقرار ہے لہٰذا اس کو شفعہ ملے گا۔

لان المستحق باق ولم يتغير سبب حقه وهو الشركة أو الجوار

(البنایہ: ج ر ۱۱ ر ص ۳۷۵)

ہدایہ: ج ر ۴ ر ص ۴۰۷

سوال: وإذا باع الشفيع ما يشفع به قبل أن يقضى له بالشفعة بطلت شفعته كما إذا سلم صريحا أو ابرأ عن الدين وهو لايعلم به وهذا بخلاف ما إذا باع الشفيع داره بشرط الخيار له لأنه يمنع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الزوال فبقي الإتصال:

ترجمہ: اور جب شفیع نے وہ گھر فروخت کر دیا جس کی وجہ سے وہ شفیع بنا تھا اس کے لئے شفعہ کا فیصلہ کئے جانے سے پہلے تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا، جیسا کہ جب شفیع نے صراحت کے ساتھ دست برداری دیدی ہو یا قرضہ سے بری کر دیا ہو حالانکہ اسے دین کی خبر بھی نہ ہو اور یہ اس صورت کے برخلاف ہے جب شفیع نے اپنے لئے خیار کی شرط کے ساتھ اپنا گھر بیچا ہو، اس لئے کہ خیار زوال کو روکتا ہے چنانچہ اتصال باقی ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) مایشفع به اور المشفوعه اور سبب استحقاق کی مراد متعین کریں (۳) بخلاف ما اذا باع الخ کی تشریح کریں (۴) شفیع دار مشفوعہ کے ساتھ اپنے جس مکان کے اتصال کیوجہ سے شفعہ کا طالب تھا شفعہ کا فیصلہ ہونے سے پہلے اگر اس مکان کو خیار شرط کے ساتھ فروخت کر دیا تو شفعہ کا کیا حکم ہے اور اگر خیار شرط کے بغیر فروخت کرے تو کیا حکم ہے اس کا شفعہ باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ اخلد ایک مکان کا مالک ہے اس کے برابر میں منیر کا مکان ہے اور اخلد اس کا شفیع ہے اب اگر منیر نے اپنا مکان فروخت کیا اور ابھی تک اخلد کے لئے قاضی نے شفعہ کا فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اخلد نے بھی اپنا مکان فروخت کر دیا اب اخلد کو شفعہ نہیں ملے گا اس لئے کہ دار مشفوعہ کا مالک بننے سے پہلے ہی اخلد کا سبب استحقاق ختم ہو گیا اور وہ سبب منیر کی ملکیت سے اخلد کی ملکیت کا اتصال تھا جو ختم ہو گیا اس لئے یہاں اس کا حق شفعہ باطل ہو گیا اس لئے کہ سبب استحقاق کا زوال شئی مستحق کے زوال کو مستلزم ہے یہی وجہ ہے کہ اگر منیر نے اپنا مکان فروخت کیا اور اخلد کو اس کا علم نہ ہو سکا پھر اس نے بھی اپنا مکان فروخت کر دیا تو اس کا حق شفعہ ختم ہو جائے گا اس لئے کہ اپنا حق ساقط کرنے کے لیے مسقط کا جاننا ضروری نہیں ہے اور جب علم مسقط ضروری نہیں ہے تو اس کے بغیر بھی اپنا حق ساقط کر سکتا ہے لہٰذا عدم علم شراء کے بغیر اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اخلد نے اپنا مکان فروخت کر دیا تو یہ اس کے حق میں غدر نہیں ہوگا بلکہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ دار مشفوعہ کی بیع کے بعد شفیع نے صراحتاً اپنا حق ساقط کر دیا ہو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اسے شفعہ نہیں ملے گا۔

ایسے ہی اس میں جبکہ قرض خواہ کو اپنے دین کا علم نہ ہو اور قرض دار کو بری کر دے تو وہ بری ہو جائے گا اسی طرح شفعہ میں بھی یہ ہی حکم ہے۔

اس مسئلہ کے بر خلاف اگر شفیع نے اپنا مکان خیار شرط کے ساتھ فروخت کیا ہو تو اس کا حق شفعہ باطل نہیں ہوگا اس لئے کہ خیار زوال ملکیت سے مانع ہے لہٰذا اتصال بدستور باقی ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۰۱)

(۲) "مایشفع به" سے مراد وہ مکان ہے جس کا شفیع مالک تھا اور جس کی بناء پر حق شفعہ حاصل ہوا تھا۔

"المشفوعة" سے مراد بائع کا وہ مکان ہے جس کو بائع نے فروخت کیا ہے اور شفیع جس کو شفعہ کے طور پر لینا چاہتا ہے۔

"سبب استحقاق" سے مراد شفیع کی ملکیت کا بائع کی ملکیت سے اتصال ہے یہ اتصال ملک ہی سبب استحقاق ہے "سبب الاستحقاق وهو اتصال الملک" (البنایہ ج ۱۱ ص ۳۶۷)

(۳) "بخلاف ما اذا باع الخ" سے یہ بتا رہے ہیں کہ شفیع نے دار مشفوعہ کے برابر والا اپنا مکان فروخت تو کر دیا مگر اس نے اپنے لئے خیار شرط لگا دی تو چوں کہ خیار شرط کی وجہ سے وہ مکان ابھی تک اسی کی ملکیت میں ہے اور جب مکان اس کی ملکیت میں ہے تو دار مشفوعہ سے اس کا اتصال برقرار ہے اور اتصال ہی سے شفعہ ملتا ہے لہٰذا اسے شفعہ ملے گا اس لئے کہ خیار بائع کی ملکیت کو زائل نہیں کرتا ہے "لان خيار البائع يمنع زوال الملک فبقي الاتصال وهو السبب فلا تسقط شفعته" (البنایہ ج ۱۱ ص ۳۷۶)

(۴) اگر شفیع نے قضاء شفعہ سے پہلے اپنا مکان خیار شرط کے ساتھ فروخت کر دیا تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کو شفعہ حاصل ہوگا کیونکہ خیار بائع زوال ملک سے مانع ہے تو ابھی اتصال باقی ہے اس لئے اس کو شفعہ حاصل ہوگا۔

اذا باع الشفیع دارہ بشرط الخیار له الشفعة لان خیار البائع یمنع زوال الملک فبقی الاتصال وھو سبب الشفعة فلا تسقط شفعته

اگر شفیع نے قضاء شفعہ سے پہلے اپنا مکان بدون خیار شرط فروخت کردیا تو اس کا شفعہ باطل ہوجائے گا اس لئے کہ اس کا سبب استحقاق زائل ہوگیا اس کے مالک ہونے سے پہلے پہلے اور وہ اتصال ملک ہے اس لئے اس کا شفعہ بھی باطل ہوجائے گا" اذا باع الشفیع مایشفع به قبل ان یقضی له بالشفعة بطلت الشفعة لزوال سبب الاستحقاق قبل التملک وھو الاتصال ملکه" (البنایہ: ج ۱۷/ ص/ ۳۷۵)

ہدایہ: ج ۴/ ص/ ۴۰۸

سوال: ووکیل البائع إذا باع وھو الشفیع فلاشفعة له ووکیل المشتری إذا إبتاع فله الشفعة وکذالک إذا باع وشرط الخیار لغیر فأمضی المشروط له الخیار البیع وھو الشفیع فلاشفعة.

ترجمہ: اور جب بائع کا وکیل بیچے اور وہی شفیع ہو تو اس کے لئے شفعہ نہیں ہے اور مشتری کا وکیل جب خریدے تو اس کے لئے شفعہ ہے اور ایسے ہی جب بیچے غیر کے لئے خیار کی شرط لگادے اور مشروط لہ الخیار بیع کو نافذ کردے اور وہی شفیع ہو تو اس کو شفع نہیں ملے گا۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ تحریر کریں (۲) الاصل سے بیان کردہ ضابطہ تحریر کریں (۳) ضمان درک کی وضاحت کریں (۴) اگر بائع نے کسی کے لئے خیار شرط لگادی اور وہ شفیع تھا اور شفیع نے بیع کو مکمل کردیا تو شفعہ کا کیا حکم ہے مدلل تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ریاض نے طیب کو اپنے مکان کے فروخت کرنے کا وکیل بنایا اتفاق سے طیب ہی اس مکان کا شفیع تھا تو جب طیب نے اس مکان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کوفروخت کردیا تواب اس کا حق شفعہ باطل ہوجائے گا۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ توقیر نے توصیف کو ایک مکان خریدنے کا وکیل بنایا اور توصیف ہی اس مکان کا شفیع تھا تو یہاں اگر توصیف نے مکان خریدلیا ہے تو اس کا حق شفعہ برقرار رہے گا۔

(۲) الاصل سے بیان کردہ ضابطہ یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی چیز فروخت کی یا اس کی طرف سے فروخت کی گئی ان میں سے کسی ایک کے لئے بھی شفعہ ثابت نہیں ہوگا۔

الاصل فی هذين الفصلين ان من باع اوبيع له فلا شفعة لكل واحد منها.

(۳) ضمان درک یہ ہے کہ اس میں مبیع کو حوالے کرنی ہوتی ہے کہ اگر مبیع مستحق نکل گئی اور اس کی سپردگی متعذر ہوگئی تو اس ضمان اور تاوان ضامن پر ہوگا یہ ضمان درک ہے۔

ضمان الدرک هو تسليم المبيع ان المبيع ان استحق من يده يخلصه او قيمته ان يسلم قيمة المبيع ان عجز عن تسليم المبيع.

(البنایہ: ج۸ ص۴۷۴)

(۴) اگر بائع نے کسی کے لئے خیار شرط لگادی اور وہ شفیع تھا تو شفیع نے بیع کو مکمل کردیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائے گا۔

دلیل : اگر اس کو شفعہ دیدیتے ہیں تو اس صورت میں اس چیز کا توڑنا لازم آتا ہے جسکو خود اس نے مکمل کیا ہے۔ اور وہ بیع ہے۔

"فاذا طلب بالشفعة يكون ساعيا نقض ماتم من جهته فلا يجوز"

(البنایہ: ج۱۱ ص ۲۷۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ ج ۴ ص ۴۰۸

سوال: واذا قيل له ان المشترى فلا ن فسلم الشفيع ثم علم انه غيره فله الشفعة لتفاوت الجار ولو علم ان المشترى هو مع غيره فله ان يأخذ نصيب غيره۔

ترجمہ: جب شفیع سے کہا گیا کہ مشتری فلاں ہے تو اس شفعہ سے دست برداری اختیار کر لی پھر معلوم ہوا کہ مشتری اس کے علاوہ ہے تو جوار کے تفاوت کی وجہ سے اس کے لئے شفعہ ہے اور اگر یہ بات معلوم ہوئی کہ مشتری وہی ہے اپنے غیر کے ساتھ تو شفیع کو حق ہے کہ وہ اس کے غیر کے حصہ کو لے لے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) پڑوسی بدل جانے سے اسے حق شفعہ کیوں حاصل ہو گیا جبکہ وہ چھوڑ چکا تھا۔ (۳) في عكسه لا شفعة سے جس صورت کو بیان کیا گیا ہے اس کو مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مشتری کے تفاوت کی چند صورتیں بیان کر رہے ہیں۔

(۱) ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ تمہارے پڑوس والا مکان فروخت ہوا ہے اور اخلد نے اسے خریدا ہے شفیع نے اخلد کا نام سن کر شفعہ چھوڑ دیا پھر بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس مکان کو منیر نے خریدا ہے اب شفیع کو شفعہ ملے اس لئے کہ پڑوس میں تفاوت ہوتا ہے ہوسکتا ہے شفیع کسی کے پڑوس کو ناپسند کرتا ہو اور شفعہ لے لے اور کسی کے جوار کو پسند کرتا ہو ہر حال اس صورت میں اسے شفعہ ملے گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ شفیع کو اولاً یہ معلوم ہوا کہ مکان صرف ریاض نے خریدا ہے اس نے شفعہ سے دست کشی کر لی پھر معلوم ہوا کہ ریاض کے ساتھ ساتھ طیب نے بھی مکان خریدا ہے اور وہ بھی اس کا مشتری ہے تو اب طیب کے حصے میں شفیع کو شفعہ ملے گا اس لئے کہ شفیع کی سپردگی صرف ریاض کے حق میں ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۰۶)

(۲) جوار کے تفاوت کیوجہ سے اس کو شفعہ ملے گا اس لئے شفیع کسی کے جوار سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ناخوش ہے اور اس کے علاوہ کے جوار کو پسند کرتا ہے اس لئے اس کو شفعہ ملے گا فله الشفعة لتفاوت الجوار فالرضاء بجوار شخص قدلا يكون رضاء بجوار غيره.

(۳) فی عکسه سے اس صورت کو بیان کیا گیا ہے کہ شفیع کو معلوم ہوا کہ پورا گھر فروخت ہوا ہے اس نے شفعہ سے دست برداری دے دی پھر معلوم ہو کہ صرف آدھا مکان فروخت ہوا ہے تو اس صورت میں اس کو شفعہ نہیں ملے گا فی عکسه وهو ان يخبر بشراء الكل فظهر شراء النصف۔

دلیل: یہ ہے کہ پورے مکان میں شفعہ ترک کرنے سے نصف مکان میں بھی ترک لازم آتا ہے اس لئے اس کو شفعہ حاصل نہیں ہوگا لان تسليم في الكل تسليم في ابعاضه فلا تبقى له شفعة (البنایہ ج ۱۱ ص ۳۸۲)

ہدایہ ج ۴ ص ۴۰۹

سوال: ولا تكره الحيلة في اسقاط الشفعة عند ابي يوسف وتكره عند محمد لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر ولو ابحنا الحيلة ما دفعناه۔

ترجمه: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسقاط شفعہ میں حیلہ مکروہ نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس لئے کہ شفعہ ضرر کو دفع کرنے کیلئے ثابت ہوتا ہے اور اگر ہم حیلہ کو جائز قرار دیں تو ہم ضرر کو دور نہیں کر سکیں گے۔

جزئیات: (۱) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں۔ (۲) شفعہ میں حیلہ کے سلسلے میں فتویٰ کس کے قول پر ہے اور زکوۃ میں کس کے قول پر ہے۔ (۳) حیلہ کی تعریف نقل کریں۔

جواب: (۱) **اختلاف لائمه** : حضرت امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ شفعہ میں حیلہ کرنا مکروہ ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ شفعہ یہ شفیع کے ضرر کو دور کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور حیلے میں اس کے حق کا اسقاط لازم آتا ہے تو دفع ضرر کہاں سے ہوگا تو خود ایک طرح کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضرر ہے اس لئے مکروہ ہے۔

امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ شفعہ میں حیلہ اختیار کرنا درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ دفع ضرر اس وقت ہوگا جب ثابت شدہ حق کو ساقط کیا جائے اور یہاں حیلے میں سرے سے شفیع کا حق ہی ثابت نہیں ہوتا ہے تو دفع ضرر کے کیا معنی لہٰذا شفیع کے حق کو ختم کرنے کے لئے حیلہ اختیار کرنا درست ہے۔

(۲) شفعہ میں حیلے کے سلسلے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے۔

زکوٰۃ میں حیلے کے سلسلے میں امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔

الفتوی علی قول ابی یوسف فی الشفعة وعلی قول محمد فی الزکاة (البنایه ج ۱۱ ص ۳۸۷)

(۳) حیلہ کی تعریف۔ وہ چیز جو کسی چیز کے درمیان حائل ہو کر اس چیز میں اصل حکم کو روک دے الحیلة ما حال بین الشئین فمنع عن حکم اصلّی

افادہ حضرت الاستاذ مفتی محمد راشد صاحب استاذ دار العلوم دیوبند

ہدایہ ج ۴ ص ۴۱۰

سوال: وتسليم الأب والوصي الشفعة على الصغير جائز عند أبي حنيفة وأبي يوسفؒ وقال محمدؒ وزفرؒ هو على شفعته إذا بلغ قالوا وعلى هذا الخلاف إذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبي فلم يطلبها الشفعة وعلى هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلب الشفعة.

ترجمہ: باپ اور وصی کا بچہ کے شفعہ کو سپرد کر دینا شیخینؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ اور زفرؒ نے فرمایا کہ بچہ اپنے شفعہ پر رہے گا یہاں تک کہ بالغ ہو جائے، مشائخ نے فرمایا کہ اسی اختلاف پر ہے کہ جب ان دونوں کو بچہ کے گھر کے پڑوس میں کسی گھر کے خریدنے کی خبر پہونچی پھر انہوں نے شفعہ طلب نہیں کیا، اور اسی اختلاف پر طلب شفعہ کے وکیل کا سپرد کر دینا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) فریقین کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں (۳) "علی هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلت الشفعة" کی وضاحت کریں (۴) وصی کا مفہوم تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ ایک بچہ ہے جس کو اپنی ماں کی میراث سے ایک مکان ملا تھا اتفاق سے اس مکان کے برابر والا مکان فروخت ہوا اور اسے حق شفعہ ملا مگر اس کے باپ نے یا اس کے وصی نے شفعہ کو چھوڑ دیا تو اس کے حق شفعہ کے باطل ہونے اور نہ ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

(۲) **اختلاف الائمہ**: حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ صغیر کی طرف سے باپ یا وصی کا شفعہ سے دست برداری ظاہر کرنے سے شفعہ کا حق ختم ہو جائے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ شفعہ میں تجارت کا مفہوم ہوتا (قیمت دے کر مکان لینے کے اعتبار سے) اگر کسی نے بچے کے لئے ایجاب بیع کیا ہے تو باپ یا وصی کو اس کے ختم کرنے کا اختیار رہتا ہے تو جب انہیں بیع کے ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے اور شفعہ مثل بیع ہے تو اس کو بھی ختم کرنے کا انہیں اختیار ہوگا۔

حضرت امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں بچے کا حق ختم نہیں ہوگا اور بالغ ہونے کے بعد اس کا حق شفعہ ملے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ شفعہ شریعت کی طرف سے ایک ثابت شدہ حق ہے اور جو حق شریعت کی طرف سے ثابت ہوتا ہے کوئی دوسرا اسے باطل کرنے کا مالک نہیں ہوتا جیسے قصاص ہے دیت ہے کہ اصحاب حق کے علاوہ کوئی دوسرا انہیں کر سکتا ہے لہٰذا شفعہ کو بھی باپ یا وصی باطل نہیں کر سکتے۔

(۳) **علی هذا الخلاف تسليم الوكيل الخ** اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو طلب شفعہ کا وکیل بنایا اور وکیل نے شفعہ طلب کرنے کے بجائے شفعہ ترک کر دیا تو اس صورت میں بھی ائمہ کرام کا وہی اختلاف ہے جو بالا عبارت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذکورہ مسئلہ میں تھا کہ حضرات شیخین کے نزدیک شفعہ باطل ہے اور حضرت امام محمد کے نزدیک شفعہ باقی ہے دلائل سابقہ عبارت میں گزر چکے ہیں۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۱۵)

(۴) وصی اس شخص کو کہا جاتا ہے جسکو موصی نے اپنی وصیت کے نافذ کرنے کا حکم دیا ہو اور وصی موصی کے قائم مقام ہوتا ہے۔

كتاب القسمة

ہدایہ: ج ۴ / ص ۴۱۱

سوال: القسمة لاتعرى عن معنى المبادلة لان مايجتمع لا حدهما بعضه كان له وبعضه كان لصاحبه فهو يأخذه عوضا عما بقي من حقه في نصيب صاحبه فكان مبادلة وافرازا والا فراز هو الظاهر في المكيلات والموزونات ومعنى المبادلة هو الظاهر في الحيوانات والعروض۔

ترجمہ: بٹوارہ مبادلہ کے معنی سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ دو شریکوں میں سے ایک کے لئے جو حصہ جمع ہوا ہے اس میں بعض تو اسی کا تھا اور بعض اس کے ساتھی کا تھا تو وہ اپنے حق کے اس حصہ کے عوض اسے لیتا ہے جو اس کے ساتھی کے حصہ میں تھا تو یہ مبادلہ اور افراز ہوا اور مکیلات اور موزونات کے اندر افراز ہی ظاہر ہے اور حیوانات اور عروض میں مبادلہ کے معنی ہی ظاہر ہیں۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) قسمت کی اصطلاحی تعریف قسمت کا سبب قسمت کی شرط نقل کریں (۳) مکیلات وغیرہ میں افراز کے اور حیوانات وغیرہ میں مبادلہ کے معنی کے غالب ہونے پر کیا نتیجہ مرتب ہوگا اس کو بھی ظاہر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ قسمت میں مبادلہ اور افراز دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں مبادلہ یعنی ایک دوسرے کے حقوق کا تبادلہ کرنا اور افراز یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صرف اپنا حق لینا مثلاً دو آدمیوں نے مل کر ایک مکان خریدا ظاہر ہے کہ اس مکان کے ہر حصے میں دونوں شریک ہیں پھر بٹوارہ کر کے دونوں نے نصف نصف لے لیا تو جب پہلے مکان کے ہر حصے میں دونوں شریک تھے بٹوارے کے بعد جس شریک کو جو حصہ ملے گا ظاہر ہے کہ اس میں دوسرے کی شمولیت ہوگی اور اسی کا نام مبادلہ ہے اور چوں کہ مکیلی اور موزونی چیزوں میں پہلے ہی سے حصہ الگ اور ممتاز ہوتا ہے اس میں دوسرے کی شمولیت نہیں ہوتی اسی لئے اس میں افراز غالب ہوتا ہے لہٰذا اس کا نام افراز ہوگیا اور حیوانات اور سامان میں مبادلہ کا معنیٰ غالب ہوتا ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۲ ص ۱۱۹)

(۲) اصطلاح میں کسی مکان کے تمام حصوں کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کرنے کا نام قسمت ہے۔

فی الشریعة جمیع النصیب الشائع فی مکان۔

قسمت کا سبب :شریک کا اپنے مخصوص حصے سے طلب انتفاع ہے۔

سببها طلب الشریک الانتفاع بنصیبه علی الخصوص۔

قسمت کی شرط :بٹوارے سے منفعت کا ختم نہ ہونا ہے۔

شرطها ان لا تفوت منفعة بالقسمة۔ (البنایه ج ۱۱ ص ۳۹۸)

(۳) مکیلات وغیرہ میں افراز کے معنیٰ غالب ہونے سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ افراز کی صورت میں دوسرے کی شمولیت نہیں ہوتی ہے تو ایک شریک اپنے شریک کی عدم موجودگی میں اپنا حصہ بھی لے سکتا ہے اور نصف ثمن کے بدلے اپنے حصے کو مرابحۃً فروخت بھی کر سکتا ہے کیونکہ افراز کی صورت میں جب انسان اپنا حق لے گا یا فروخت کرے گا تو دوسرے کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔

حیوانات وغیرہ میں مبادلہ کے معنیٰ غالب ہونے سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ مبادلہ والی صورت میں ہر شریک کے حصے میں دوسرے کی شمولیت رہتی ہے تو اب نہ تو دوسرے کی عدم موجودگی میں ایک شریک اپنا حصہ لے سکتا ہے اور نہ ہی تقسیم کے بعد کوئی اپنے حصے کو فروخت کر سکتا ہے کیونکہ مبادلہ کے معنیٰ غالب ہونے کیوجہ سے ہر نصف میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرے کے عوض رہتا ہے اور دوسرے کے حق میں اور عوض میں اس کی عدم موجوگی میں تصرف کرنا درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۱۹)

ہدایہ ج ۴ ص ۴۱۲

سوال: وَإِذَا حَضَرَ الشُّرَكَاءُ عِنْدَ الْقَاضِيْ وَفِيْ أَيْدِيْهِمْ دَارٌ أَوْ ضَيْعَةٌ وَادَّعَوْا أَنَّهُمْ وَرِثُوْهَا عَنْ فُلَانٍ لَمْ يَقْسِمْهَا الْقَاضِيْ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ حَتّٰى يُقِيْمُوْا الْبَيِّنَةَ عَلٰى مَوْتِهٖ وَعَدَدِ وَرَثَتِهٖ وَقَالَ صَاحِبَاهُ يَقْسِمُهَا بِاعْتِرَافِهِمْ لَهُ أَنَّ الْقِسْمَةَ قَضَاءٌ عَلَى الْمَيِّتِ فَالْإِقْرَارُ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَيْهِ فَلَابُدَّ مِنَ الْبَيِّنَةِ.

ترجمہ: اور جب قاضی کے پاس شرکاء حاضر ہوں اور ان کے قبضہ میں گھر یا زمین ہو اور وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ انہوں نے اس کو فلاں سے میراث میں پایا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی اس کو تقسیم نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ اس کی موت اور اس کے ورثہ کی تعداد پر بینہ قائم کردیں اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ قاضی اس کو ان کے اعتراف کے مطابق تقسیم کردے گا اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ تقسیم قضاء علی المیت ہے تو اقرار میت پر حجت نہیں ہے لہذا بینہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ کو واضح کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں (۳) اجرت تقسیم میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ چند شریک ہیں اور ان کے قبضے میں کوئی مکان یا زمین ہے انہوں نے قاضی کے یہاں جا کر دعویٰ کردیا کہ زید سے ہم کو یہ زمین یا مکان وراثت میں ملا ہے آپ اسے ہمارے درمیان تقسیم کردیجئے تو اس سلسلے میں امام صاحب کا مذہب یہ کہ جب تک وہ لوگ مورث یعنی زید کی موت اور اس کے وارثین کی تعداد پر کوئی دلیل نہ پیش کردیں تو قاضی اس وقت تک تقسیم نہ کرے حضرات صاحبین کے یہاں قاضی محض ان کے اقرار پر وہ چیز تقسیم کردے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲)اختلاف ائمہ : حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ جب تک وہ لوگ مورث کی موت اوراس کے وارثین کی تعداد پر کوئی دلیل پیش نہ کریں قاضی اسے تقسیم نہ کرے گا۔

دلیل : یہ ہے کہ تقسیم قضاء علی المیت اور جب یہ قضاء علی المیت ہے تو محض اقرار میت پر حجت نہیں ہوگا لہٰذا بینہ کی ضرورت پڑے گی اور بینہ کے بعد ہی قاضی اس کو تقسیم کرے گا۔

حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ قاضی محض ان کے اقرار پر مکان اور زمین کو تقسیم کردے گا۔

دلیل : یہ ہے کہ جب شرکاء اس چیز پر قابض ہیں اور میراث میں ملنے کا اقرار کر رہے ہیں تو پھر قاضی کو وہ چیز تقسیم کرنے میں پس وپیش نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ ان کا قبضہ یہ خود ملکیت کی دلیل ہے پھر ان کے اقرار سے ان کے حق گو ہونے کی علامت بھی ہوتی ہے لہٰذا اقامت بینہ کے بغیر بھی اسے تقسیم کردیا جائے گا۔

(۳)اختلاف الائمہ : حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اجرت کی تقسیم عدد روس کے مطابق ہوگی۔

دلیل : یہ ہے کہ اجرت یہ حصوں کو الگ الگ کرنے کا بدل ہے اور علیحدگی میں تفاوت اور کمی بیشی نہیں ہوتی لہٰذا اجرت میں بھی کمی بیشی نہیں ہوگی اور ہر شریک کو برابر دینا ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی صاحب قلیل کا حساب بھی مشکل ہوجاتا ہے اور اس میں صاحب کثیر سے زیادہ وقت لگتا ہے لہٰذا ملکیت کے قلیل وکثیر ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ تمیز اور الگ کرنے کا اعتبار ہوگا اس لئے ہر شریک کو اجرت برابر دینی ہوگی۔

حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ اجرت بقدر حصص ہوگی۔

دلیل : یہ ہے کہ اجرت یہ ملکیت کا صرفہ ہے لہٰذا ملکیت کے تناسب سے اس کا اندازہ لگایا جائے گا جیسے اگر کوئی غلام چند لوگوں کے درمیان مشترک ہے تو وہاں بھی بقدر حصص اجرت نفقہ واجب ہوگی اسی طرح بٹوارے میں بھی ان کے حصوں کے تناسب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے ہی اجرت واجب ہونی چاہئے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۲۴)

ہدایہ ج ۴ ص ۱۳ ۴

سوال: وَإِذَا حَضَرَ وَارِثَانِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْوَفَاةِ وَعَدَدِ الْوَرَثَةِ وَالدَّارُ فِي أَيْدِيهِمْ وَمَعَهُمْ وَارِثٌ غَائِبٌ قَسَمَهَا الْقَاضِيْ بِطَلَبِ الْحَاضِرِيْنَ وَيَنْصِبُ وَكِيلًا يَقْبِضُ نَصِيبَ الْغَائِبِ وَلَوْ كَانُوْا مُشْتَرِيْنَ لَمْ يَقْسِمْ مَعَ غَيْبَةِ أَحَدِهِمْ وَالْفَرْقُ أَنَّ مِلْكَ الْوَارِثِ مِلْكُ خِلَافَةٍ وَأَمَّا الْمِلْكُ الثَّابِتُ بِالشَّرَاءِ مِلْكٌ مُبْتَدءٍ.

ترجمہ: جب دو وارث حاضر ہوں اور وہ وفات اور ورثہ کی تعداد پر گواہ قائم کردیں تو قاضی ان حاضرین کی طلب پر تقسیم کردے گا اور ایک وکیل مقرر کرے گا جو غائب کے حصہ پر قبضہ کرے گا اور اگر انہوں نے (وہ گھر) خریدا ہو تو قاضی ان میں سے ایک کی غیبت کی ساتھ تقسیم نہیں کرے گا اور فرق یہ ہے کہ وارث کی ملک وہ ملک خلافت ہے بہرحال جو ملک شراء سے ثابت ہے وہ ملک جدید ہے۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ تحریر کریں (۲) امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف نقل کریں (۳) وارثت اور شراء میں فرق کو واضح کریں (۴) وراثت اور شراء کے احکام میں فرق کو حسب بیان صاحب ہدایہ واضح کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک مکان کے تین وارث ہیں اخلد منیر اور صداقت ان میں سے دولوگ مثلاً اخلد اور منیر قاضی کے یہاں گئے اور انہوں نے مورث کے انتقال اور ورثاء کی تعداد پر بینہ پیش کردیا تیسرا وارث یعنی صداقت موجود نہیں ہے اور مکان اخلد اور منیر کے قبضے میں ہے تو قاضی وارث غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کرے گا اور اس گھر کو تین حصوں میں تقسیم کرے گا۔

(۲) **اختلاف ائمہ:** حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ مورث کی موت اور وارثین کی تعداد پر اقامت بینہ ضروری ہے حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ محض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اقرار ملک ہی کافی ہے اقامت بینہ ضروری نہیں ہے۔

(۳) وارثت اور شراء میں فرق۔

وراثت میں وارث کی ملکیت ملک خلافت ہوتی ہے۔

شراء میں مشتری کی ملکیت ملک جدید ہوتی ہے۔

(۴) وراثت اور شراء کے احکام کا فرق۔

وراثت میں وارث عیب کیوجہ سے واپس کردے گا۔ اور عیب کیوجہ سے مورث کی فروخت کردہ چیز میں مشتری کو کوئی عیب نظر آئے تو وہ وارث کو لوٹا سکتا ہے اور اگر ورثاء میں سے ایک کو میت کیجانب سے خصم مقرر کردیں اور دوسرا اپنی طرف سے خصم ہوگا تو قاضی کی تقسیم سے قضاء علی الغائب لازم نہیں آئے گا بلکہ قضاء علی المتخاصمین ہوگا۔

شراء میں مشتری عیب کیوجہ سے اپنے بائع کو واپس نہیں کرسکتا ہے اور مشتری حاضر مشتری غائب کی طرف سے خصم نہیں بن سکتا اس لئے یہاں قضاء علی الغائب لازم آئے گا جو درست نہیں ہے۔

اصل فرق قضاء علی الغائب کے لزوم اور عدم لزوم کا ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۳۲)

ہدایہ ج ۴ ص ۴۱۷

سوال: واذا كان كل واحد من الشركاء ينتفع بنصيبه قسم بطلب احدهم لان القسمة حق لازم فيما يحتملها عند طلب احدهم وان كان ينتفع احدهم ويستضر به الآخر لقلة نصيبه فان طلب صاحب الكثير قسم وان طلب صاحب القليل لم يقسم لان الاول منتفع به فاعتبر طلبه والثانی متعنت فی طلبه فلم يعتبر۔

ترجمہ: اور جب شرکاء میں سے ہر ایک اپنے حصہ سے نفع حاصل کرسکتا ہے تو قاضی ان میں سے ایک کی طلب پر تقسیم کردے گا اس لئے کہ ان چیزوں کو تقسیم کرنا جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہیں ان میں سے کسی ایک کی طلب پر حق لازم ہے اور اگر ان میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے ایک نفع اٹھا سکتا ہے اور دوسرے کو اپنے حصہ کے کم ہونے کی وجہ سے ضرر ہوگا تو اگر صاحب کثیر طلب کرے تو قاضی تقسیم کردے گا اور اگر صاحب قلیل تقسیم کو طلب کرے تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا اس لئے کہ اول تو اپنے حصہ سے منتفع نہیں ہوسکتا ہے لہٰذا اس کی طلب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور دوسرا اپنی طلب میں بربادی چاہنے والا ہے تو اس کی طلب معتبر نہ ہوگی۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) قابل قسمت اور نا قابل قسمت کا مطلب بیان کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب ہر شریک کو اپنے حصے سے انتفاع کا مکمل اختیار ہے تو اگر ایک جنس کی کوئی چیز چند آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو ان میں سے کسی ایک کی درخواست پر قاضی اسے تقسیم کردے گا اور اگر کوئی تقسیم کا منکر ہے تو اس پر جبر بھی کیا جائے گا کیونکہ قابل قسمت چیزوں میں تقسیم حق لازم ہے لہٰذا ایک شریک کے مطالبے پر قاضی کو تقسیم کرنا پڑے گا۔

اگر ایک زمین کے دو شریک ہیں ان میں سے ایک کا حصہ زیادہ ہے اور دوسرے کا بہت کم کہ تقسیم کے بعد قابل انتفاع نہیں رہ جائے گا اب اگر ان میں سے کوئی تقسیم کا مطالبہ کرے تو کیا شکل ہوگی اگر زیادہ حصے والا تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے تو تقسیم ہوگی ورنہ نہیں یہ قدوری میں مذکور ہے اس لئے کہ صاحب کثیر کو طلب سے فائدہ ہوگا کہ اسے اپنے حصے سے بھرپور نفع ہوگا یہی وجہ ہے کہ اسکی طلب معتبر ہوگی اور صاحب قلیل تقسیم کا مطالبہ کر کے اپنی بربادی کو دعوت دینا چاہتا ہے اس لئے کہ اس کی طلب معتبر نہیں ہوگی اور اس کے مطالبے پر تقسیم عمل میں نہیں آئے گی۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۳۳۶)

(۲) قابل قسمت کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین یا مکان وغیرہ تقسیم کے بعد قابلِ انتفاع ہو تو وہ قابل قسمت ہے۔

غیر قابلِ قسمت کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین یا مکان وغیرہ تقسیم کے بعد قابلِ انتفاع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہ رہے تو وہ غیر قابل قسمت ہے۔ (تفہیم الہدایہ)

ہدایہ ج ۴ ص ۴۱۸

سوال: واذا كان سفل لاعلو عليه وعلو لاسفل له وسفل له علو قوّم كل واحد على حدته وقسم بالقيمة ولا معتبر بغير ذلك هذا عند محمد وقال ابو حنيفة وابويوسف انه يقسم بالذارع۔

ترجمہ: اور جب تحتانی منزل جس کے اوپر بالا خانہ نہ ہو اور بالا خانہ ہو جس کے لئے تحتانی نہ ہو اور ایسی تحتانی منزل ہو جس کے لئے بالا خانہ ہو تو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت لگائی جائیگی اور قیمت کے ذریعہ بٹوارہ کیا جائے گا اور اس کے علاوہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یہ امام محمد کے نزدیک ہے اور شیخین فرماتے ہیں کہ پیائش کے ذریعہ تقسیم کی جائے گی۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۳) حضرات شیخین کے کیفیت تقسیم کے اختلاف کیوجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی تحتانی منزل ہو کہ اس کا بالا خانہ نہ ہو اور کوئی ایسا بالا خانہ ہو جس کی تحتانی منزل نہ ہو اور اسی کی تحتانی منزل بھی ہو کہ جس کا بالا خانہ بھی ہو تو ان میں کس طرح تقسیم کیا جائے ائمہ کرام اختلاف ہے۔

(۲) اختلاف الائمہ: حضرت امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ جب اس طرح کا مکان ہو ان میں ہر ایک کی علیحدہ قیمت لگائی جائے گی اور قیمت سے ہی تقسیم ہو گی۔

دلیل: یہ ہے کہ تحتانی اور فوقانی منزلوں میں نفع اور نقصان کے اعتبار سے تفاوت ہے تو جب ان میں تفاوت ہے تو اگر قیمت سے تقسیم نہ ہوتی تو شرکاء میں تعدیل اور مساوات نہیں ہو سکے گی حالانکہ تقسیم کا بنیادی مقصد شرکاء میں برابری کو ملحوظ رکھنا ہے اور برابری قسمت بالقیمۃ سے ہو گی۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں تقسیم ناپ اور پیائش سے ہو گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: یہ ہے کہ تقسیم بالذراع ہی اصل ہے اس لئے کہ شرکاء مذروع یعنی پیائش والی چیز میں شریک ہیں قیمت میں نہیں لہٰذا جب تقسیم بالذراع کا امکان ہوگا اسی پر عمل کیا جائے گا لہٰذا تقسیم بالذراع ہوگی۔ (احسن البدایہ: ج ۱۳/ ص ۱۵۴)

(۴) حضرات شیخین کے اختلاف کیوجہ ان حضرات کا عرف ہے ان حضرات نے اپنے عرف کے اعتبار سے فیصلہ کیا ہے۔

ہدایہ: ج ۴/ ص ۴۱۹

سوال: وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَقَاسِمُوْنَ وَشَهِدَ الْقَاسِمَانِ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا الَّذِيْ ذَكَرَهُ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَاتُقْبَلُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ يُوْسُفَ أَوَّلًا بِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَلَهُمَا أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰى فِعْلِ غَيْرِهِمَا وَهُوَ الْإِسْتِيْفَاءُ وَالْقَبْضُ لَا عَلٰى فِعْلِ أَنْفُسِهِمَا.

ترجمہ: اور جب شرکاء متقاسمین آپس میں اختلاف کریں اور دو قاسم گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی، صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں کہ یہ جس کو قدوری نے ذکر کیا ہے شیخینؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ فرمایا کہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور یہی امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے اور اسی کے مطابق امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔ حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ قاسموں نے اپنے غیر کے فعل پر گواہی دی ہے اور وہ وصول اور قبضہ ہے، نہ کہ اپنے فعل پر۔

جزئیات: (۱) صورت مسئلہ تحریر کریں (۲) امام محمدؒ کی دلیل اور نظیر کی وضاحت کریں (۳) شیخینؒ کی دلیل کی تشریح کریں (۴) امام طحاویؒ کی بیان کردہ تفصیل قلم بند کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ تقسیم کرنے والوں نے شرکاء کے درمیان شئی مشترک کو تقسیم کر دیا پھر شرکاء میں اختلاف ہوا کہ فلاں حصہ میرا تھا وہ نہیں ملا فلاں چیز میرے حصے کی تھی وہ نہیں ملی لیکن قاسمین نے اس کے ملنے کی گواہی دیدی تو حضرات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شیخینؒ کے یہاں قاسمین کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔ (احسن الہدایہ ج۱۳ص ۱۵۸)

(۲) حضرت امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ تقسیم کرنے والوں نے اپنے فعل پر گواہی دی ہے اور انسان کی گواہی اس کے اپنے قول پر قبول نہیں کیجاتی ہے لہٰذا یہاں قاسمین کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔

نظیر کی وضاحت : نظیر یہ ہے کہ منیر نے یہ کہا کہ اگر اخلد بازار جائے تو میرا غلام آزاد ہے اب غلام نے اخلد کے بازار جانے اور اپنی آزادی کا دعویٰ کیا اور اخلد نے اپنے جانے کی گواہی دی تو اسکی گواہی معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہاں اخلد اپنے فعل پر گواہی دے رہا ہے۔

(۳) حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ قاسمین نے اپنے فعل پر نہیں بلکہ دوسرے کے فعل پر گواہی دی ہے اور شرکاء کا فعل قبضہ اور حصوں کی وصول یابی ہے انہوں نے اپنے فعل پر گواہی نہیں دی ہے اس لئے کہ ان کا فعل تو شرکاء کے حصوں کو الگ الگ کرنا ہے اور اس کے لئے شہادت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

(۴) امام طحاوی کی بیان کردہ تفصیل یہ ہے کہ اگر تقسیم کرنے والوں نے اجرت پر تقسیم کیا ہے تو ان کی گواہی معتبر نہ ہوگی اس لئے کہ شہادت کے ضمن میں وہ اس بات کے مدعی ہورہے ہیں کہ جس کام کے لئے ہم کو اجیر رکھا گیا تھا ہم نے تو وہ کام کردیا تو یہاں صورۃً ان کی گواہی شہادت ہے اور معنیً دعویٰ اور معاملات میں معانی معتبر ہوتے ہیں اور مدعی کی شہادت معتبر نہیں ہوتی لہٰذا ان کی شہادت بھی معتبر نہیں ہوگی۔ (احسن الہدایہ ج۱۳ص ۱۵۹)

ہدایہ ج۴ص ۴۲۱

سوال: وَلَوْوَقَعَتِ الْقِسْمَةُ ثُمَّ ظَهَرَ فِيْ التَّرِكَةِ دَيْنٌ مُحِيْطٌ رُدَّتِ الْقِسْمَةُ وَكَذَا إِذَا كَانَ غَيْرُ مَحِيْطٍ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغُرَمَاءِ بِالتَّرِكَةِ إِلَّا إِذَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكَةِ مَابَقِيَ بِالدَّيْنِ وَرَاءَ مَا قُسِّمَ وَلَوْ أَبْرَأَهُ الْغُرَمَاءُ بَعْدَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْقِسْمَةِ أَوْ أَدَّاهُ الْوَرَثَةُ مِنْ مَالِهِمْ وَالدَّيْنُ مُحِيطٌ أَوْ غَيْرُ مُحِيطٍ جَازَتِ الْقِسْمَةُ لِأَنَّ الْمَانِعَ قَدْ زَالَ.

ترجمہ: اور اگر تقسیم واقع ہوگئی پھر ترکہ میں ایسا قرض ظاہر ہوا جو محیط ہے تو تقسیم کو رد کر دیا جائے گا اور ایسے ہی جب کہ دین غیر محیط ہو غرماء کا حق ترکہ کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے مگر جبکہ ترکہ میں سے اتنی مقدار باقی ہو جو قرض کو اداء کر دے جبکہ اس مقدار کو تقسیم نہیں کیا گیا۔ اور اگر میت کو تقسیم کے بعد قرض خواہوں نے بری کر دیا یا روثہ نے قرض اپنے مال سے ادا کر دیا خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط تو تقسیم جائز ہے۔ اس لئے کہ مانع زائل ہو گیا۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح بیان کریں (۲) دین محیط اور دین غیر محیط کا مطلب واضح کریں (۳) صورت مسئلہ کو مثال سے واضح کریں (۴) ترکہ کے بٹوارے کے بعد دین ظاہر ہونے کی صورت میں بٹوارہ ختم کرنے کا کیا حکم علی الاطلاق ہے یا اس صورت میں ہے کہ جب قرض خواہوں نے معاف نہ کیا ہو اور وارثوں نے ادا نہ کیا ہو۔

جواب: (۱) مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے ورثاء نے دین وغیرہ کی تحقیق کیے بغیر اس کی وراثت کو آپس میں تقسیم کر لیا اس پر کسی کا قرض ظاہر ہوا تو دین خواہ پورے ترکے کو محیط ہو یا بعض کو بہر دو صورت تقسیم فسخ کر دی جائے گی اس لئے کہ اگر دین محیط ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ورثاء کا ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ ان کا حق ادائیگی دین سے مؤخر ہے اور اگر دین غیر محیط ہے تو چوں کہ اس صورت میں ترکہ سے قرض خواہوں کا حق متعلق ہے اور وارثین اور غرماء میں سے ہر کسی کے لئے تصرف دشوار ہے اس لئے اس صورت میں بھی تقسیم فسخ کر دی جائے گی۔

البتہ اگر تقسیم کے بعد بھی اتنا مال بچتا ہے کہ اس سے قرض ادا کر دیا جائے تو اس صورت میں فسخ قسمت نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ فسخ قسمت کا مقصد غرماء کے حقوق کی ادائیگی تھی اور بچے ہوئے مال سے وہ ادائیگی ہو جا رہی ہے اس لئے اس صورت میں تقسیم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فسخ نہیں کی جائیگی اور اگر وارثین نے میت کے دیون کی تحقیق کیے بغیر آپس میں وراثت تقسیم کرلی پھر دین ظاہر ہوا مگر تقسیم کے بعد غرماء نے اپنے قرض کو معاف کردیا یا وارثین نے اپنے مال سے قرضہ ادا کردیا تو تقسیم درست ہے کیوں کہ جو مانع تھا یعنی غرماء کا حق کا تعلق وہ ختم ہوگیا لہٰذا اب فسخ کی ضرورت نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۷۰)

(۲) دین محیط کا مطلب یہ ہے کہ مورث نے ترکہ میں جو مال چھوڑا ہے اس مال کے بقدر ہی مورث پر قرض تھا تو اس قرض نے مورث کے ترکہ کے پورے مال کو گھیر لیا تو اب یہ دین محیط ہے۔

دین غیر محیط کا مطلب یہ ہے کہ مورث نے ترکہ میں جو مال چھوڑا ہے اس مال کے بعض حصے کے بقدر مورث پر قرض تھا تو اس صورت میں قرض نے مورث کے ترکہ کے بعض مال کو گھیرا ہے اس لئے یہ دین غیر محیط ہے۔

(۳) صورت مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً منیر کے انتقال کے بعد اس کے وارثین نے وراثت کو تقسیم کرلیا اس کے بعد ریاض نے آکر کہا کہ منیر پر میرا اتنا قرض تھا اور قرض اس مال وراثت کے برابر تھا تو اب ریاض کے حق کیوجہ سے منیر کے وارثین کی تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا۔

(۴) تقسیم کو فسخ کرنے کا حکم صرف اس صورت میں ہے جبکہ غرماء نے معاف نہ کیا ہو اگر غرماء نے معاف کردیا تو اب تقسیم کو فسخ نہیں کیا جائے گا یا پھر ورثاء نے ادا نہ کیا ہو اگر ورثاء نے قرض ادا کردیا تو اب ان تقسیم کو فسخ نہیں کیا جائے گا۔

ہدایہ ج ۴ ص ۴۲۱

سوال: وَلَوْ إِدَّعَىٰ أَحَدُ الْمُتَقَاسِمِيْنَ دَيْنًا فِيْ التَّرِكَةِ صَحَّ دَعْوَاهُ لِأَنَّهُ لَاتَنَاقُضَ إِذِا الدَّيْنُ يَتَعَلَّقُ بِالْمَعْنىٰ وَالْقِسْمَةُ تُصَادِفُ الصُّوْرَةَ وَلَوْ إِدَّعَىٰ عَيْنًا بِأَيِّ سَبَبٍ كَانَ لَمْ يُسْمَعْ لِلتَّنَاقُضِ إِذِا الْإِقْدَامُ عَلَى الْقِسْمَةِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اِعْتِرَافٌ بِكَوْنِ الْمَقْسُوْمِ مُشْتَرِكًا.

ترجمہ: اور اگر متقاسمین میں سے کسی ایک نے ترکہ میں قرض کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اس لئے کہ تناقض نہیں ہے کیونکہ دین معنی کے ساتھ متعلق ہے اور تقسیم صورت کے ساتھ ملتی ہے اور اگر اس نے کسی شئی معین کا دعویٰ کیا خواہ کسی بھی سبب سے ہو تو اس کا قول مسموع نہیں ہوگا اس لئے کہ تقسیم کی پیش قدمی کرنا مقسوم کے مشترک ہونے کا اعتراف ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ترکہ کی تقسیم کے بعد دعویٰ دین کیوں مسموع ہوگا اور دعویٰ عین کیوں مسموع نہیں ہوگا۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر وارثین میں سے کسی نے میت کے اوپر اپنے قرض کا دعویٰ کیا کہ میرے اس کے ذمہ دس ہزار روپئے تھے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے کیوں کہ اس کے دعوے اور اقدام علی التقسیم میں کوئی منافات نہیں ہے اس لئے کہ دین ترکہ کی مالیت سے متعلق ہوتا ہے اور تقسیم ظاہری ترکہ اور اس کی صورت سے متعلق ہوتی ہے اور تناقض کے لیے متعلق یعنی محل ایک ہونا شرط ہے اور یہاں محل مختلف ہے اس لیے تناقض نہیں ہوگا اور اس کا دعویٰ مسموع ہوگا لیکن اگر کسی وارث نے عین کا دعویٰ کیا (یعنی گھر یا کھیت وغیرہ کا دعویٰ کیا) اس کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ تقسیم پر پیش قدمی کرنے اور پھر ترکہ سے شی معین کا دعویٰ کرنے دونوں میں تناقض اور تضاد ہے اور دونوں صورت ترکہ سے متعلق ہے کیونکہ اقدام قسمت سے تو وراثت کا مشترکہ اور تقسیم کا اقرار کرنا ہے اور دعویٰ شیءِ معین سے اس تقسیم کا غلط ٹھہرانا لازم آتا ہے لہٰذا اس کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اور تقسیم بدستور باقی رہے گی۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۷۱)

(۲) ترکہ کی تقسیم کے بعد دعویٰ دین اس لئے مسموع ہے کیونکہ اس کے دعوے اور اقدام علی التقسیم میں کوئی منافات نہیں ہے اس لئے کہ دین ترکہ کی مالیت سے متعلق ہوتا ہے اور تقسیم ظاہری ترکہ اور اس کی صورت سے متعلق ہوتی ہے اور تناقض کے لئے محل کا ایک ہونا شرط ہے اور یہاں محل مختلف ہے اس لئے تناقض نہیں ہے اور اس کا دعویٰ دین مسموع ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دعوی عین اس لئے مسموع نہیں ہے کیونکہ اس کے دعویٰ عین اور اقدام علی التقسیم دونوں میں تضاد اور تناقض ہے اور دونوں یعنی دعویٰ عین اور اقدام علی التقسیم ترکہ سے متعلق ہیں اور تضاد اور تناقض یہ ہے کہ اقدام قسمت سے تو وراثت کا مشترکہ ہونا اور تقسیم کا اقرار کرنا ہے اور دعویٰ عین سے اس تقسیم کا غلط ٹھہرانا لازم آتا ہے لہٰذا اس کا دعویٰ عین مسموع نہیں ہوگا۔

ہدایہ: ج ۴ ص ۴۲۱

سوال: وَلَوْ تَهَايَئَا فِيْ دَارٍ وَاحِدَةٍ عَلىٰ أَنْ يَّسْكُنَ هٰذَا طَائِفَةً وَهٰذَا طَائِفَةً أَوْ هٰذَا علوهَا وَهٰذَا سِفْلَهَا جَازَ لِأَنَّ الْقِسْمَةَ عَلىٰ هٰذَا الْوَجْهِ جَائِزَةٌ فَكَذَا الْمُهَايَاةُ وَالتَّهَايُؤُ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ افْرَازٌ لِجَمِيْعِ الْأَنْصِبَاءِ لَامُبَادَلَةٌ وَلِهٰذَا لَايَشْتَرِطُ فِيْهِ التَّاقِيْتُ.

ترجمہ: اور اگر دونوں نے ایک دار میں اس طریقہ پر مہایات کی کہ ایک اس حصہ میں رہے گا اور دوسرا اس حصہ میں یا یہ اس گھر کے علو میں رہے گا اور یہ سفل میں تو جائز ہے اس لئے کہ اس طریقہ پر تقسیم کرنا جائز ہے تو ایسے ہی اس صورت میں مہایات اور باری مقرر کرنا تمام حصوں کا افراز ہے مبادلہ نہیں ہے، اسی وجہ سے اس میں تعیین وقت شرط نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) قسمہ مہایاہ میں فرق کو واضح کریں اور مہایاۃ کی تعریف نقل کریں (۳) ولھذا سے کس دعویٰ کی دلیل ہے (۴) مہایات سے ملنے والا اپنا حصہ کرایہ پر دینے کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے ایک مکان میں دو آدمی شریک ہیں اور دونوں مہایات فی المکان (یعنی گھر میں یکے بعد دیگر رہنا یا اوپر نیچے رہنے) کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل درست اور صحیح ہے اس لئے کہ اگر وہ اس طور پر گھر کی تقسیم کرتے ہیں تو ان کی تقسیم درست ہے اور مہایات چوں کہ تقسیم کے مشابہ ہے اس لئے وہ بھی درست ہوگی اور اسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طریقے سے مہایات کرنا اپنے اپنے حصوں کو الگ کرنا (یعنی افراز) ہے مبادلہ نہیں ہے۔

(۲) قسمت اور مہایات میں ایک فرق یہ ہے کہ تقسیم سے ایک بارگی مکمل طور پر انتفاع حاصل ہو جاتا ہے اور مہایات میں دیر لگتی ہے باری باری انتفاع حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مبادلہ ہوتا تو اس میں وقت کی تعین ضروری ہوتی حالاں کہ یہاں کوئی مدت وغیرہ متعین نہیں ہوتی ہے۔ احسن الهدایہ ج ۱۳ ص ۱۷۴

(۲) قسمت اور مہایات میں فرق یہ ہے کہ قسمت میں اعیان کی تقسیم ہوتی ہے اور مہایات میں صرف اعراض کی تقسیم ہوتی ہے القسمة هی قسمة الاعیان والمهایاة شرع بقسمة الاعراض (البنایه: ج/ ۱۱/ ص/ ۶۲)

مہایات کی تعریف :فقہا کرام کے یہاں تقسیم منافع کا نام مہایاۃ ہے۔

المهایاة: فی عرف الفقهاء هی قسم المنافع.

(البنایہ: ج ۱۱/ ص/ ۴۶۲)

لها شرب ولكم شرب يوم معلوم (الشعراء) هذا هو المهايأة.

(۳) ولهذا سے اس اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ مہایاۃ یہ افراز ہے مبادلہ نہیں ہے بدلیل ہے کہ اگر مبادلہ ہوتا تو اس میں وقت کی تعیین ضروری ہوتی ہے حالانکہ یہاں کوئی مدت وغیرہ متعین نہیں ہوتی ہے اس لئے یہ افراز ہے مبادلہ نہیں ہے۔

ولهذا لايشترط فيه التوقيت لو كانت مبادلة يشترط فيها بيان المدة لانها تعتبر حينئذ اجارة وهذه الاجارة فاسدة لانها تكون اجارة السكنى ولهذا ايضاح لكونها افراز لامبادلة .(البنايه: ج ۱۱ ص ۴۶۳)

(۴) مہایاۃ سے ملنے والا اپنا حصہ ہر شریک کرایہ پر دے سکتا ہے اور اس سے منافع حاصل کر سکتا ہے۔

لكل واحد من المتهائين أن يأخذ بحدوث المنافع على ملكه.

(البنایہ ج ۱۱ ص ۴۶۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ: ج ۴ ص ۴۲۲

سوال: وَلَوْتَهَايَئَا فِي الْعَبْدَيْنِ عَلَى أَنْ يَّخْدِمَ هٰذَا هٰذَا الْعَبْدُ وَالْاٰخَرُ الْاٰخَرَ جَازَ عِنْدَهُمَا وَقِيلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَايَقْسِمُ الْقَاضِي وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْهُ وَالْاَصَحُّ أَنَّهُ يَقْسِمُ الْقَاضِي عِنْدَهُ أَيْضًا لِأَنَّ الْمَنَافِعَ مِنْ حَيْثُ الْخِدْمَةِ قَلَّمَاتَتَفَاوَتُ بِخِلَافِ أَعْيَانِ الرَّقِيقِ لِأَنَّهَا تَتَفَاوَتُ تَفَاوُتًا فَاحِشًا.

ترجمہ: اوراگر دونوں نے غلاموں میں اس طرح مہایات کی کہ اس کی خدمت یہ غلام کرے گا اور دوسرے کی دوسرا تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاضی تقسیم (مہایات) نہیں کرے گا اور امام صاحب سے ایسے ہی مروی ہے اور اصح یہ ہے کہ قاضی امام صاحب کے نزدیک بھی تقسیم کردے گا اس لئے کہ منافع خدمت کی حیثیت سے بہت کم متفاوت ہوتے ہیں برخلاف اعیان رقیق کے کیونکہ وہ تفاوت فاحش کے ساتھ متفاوت ہوتے ہیں۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان دو غلام مشترک تھے ان دونوں نے اپنے لئے ایک ایک غلام کو متعین کرلیا کہ فلاں غلام میری خدمت کرے گا اور فلاں تمہاری خدمت کرے گا حضرات صاحبین کے نزدیک درست ہے امام صاحب کے نزدیک درست نہیں ہے۔

(۲) **اختلاف الائمہ**: حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ دو غلاموں میں اس طرح سے مہایات بالکل درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ ان کے یہاں اس طرح غلاموں کی تقسیم درست ہے خواہ آپسی رضامندی سے ہو یا قاضی کے جبر سے تو جب اصل یعنی تقسیم اعیان میں اس طرح تقسیم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درست ہے تو فرع میں تو بدرجہ اولیٰ درست ہوگی حضرت امام اعظم کے مذہب میں دو قول ہیں ایک عدم جواز کا اور ایک جواز کا ہے۔

دلیل : عدم جواز یہ ہے کہ تقسیم میں امام صاحب کے یہاں جبر نہیں چلتا اس لئے یہ مہایاۃ درست نہیں ہے۔

دلیل : جواز یہ ہے کہ یہ منافع کی تقسیم ہے اور منافع میں بہت کم تفاوت ہوتا ہے لہٰذا اس کو برداشت کرلیا جائے گا اور یہ درست ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۴ ص ۱۷۶)

ہدایہ: ج ۴ ص ۴۲۲

سوال: وَلَوْتَهَايَئَا فِيْ دَارَيْنِ عَلٰى أَنْ يَّسْكُنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا دَارًا جَازَ وَيُجْبِرُ الْقَاضِيْ عَلَيْهِ أَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ لِأَنَّ الدَّارَيْنِ عِنْدَهُمَا كَدَارٍ وَاحِدَةٍ وَقَدْ قِيْلَ لَايُجْبَرُ عِنْدَهُ اعْتِبَارًا بِالْقِسْمَةِ وَعَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّهُ لَايَجُوْزُ التَّهَايُؤُ فِيْهِمَا أَصْلًا بِالْجَبْرِ لِمَا قُلْنَا وَبِالتَّرَاضِيْ لِأَنَّهُ بَيْعُ السُّكْنٰى بِالسُّكْنٰى.

ترجمہ: اور دونوں نے دو گھروں میں اس طریقہ پر مہایات کی کہ ان میں سے ہر ایک ایک گھر میں رہے گا تو جائز ہے اور قاضی اس پر جبر کرے گا بہر حال صاحبین ؒ کے نزدیک جبر نہیں کیا جائے گا تقسیم پر قیاس کرتے ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ دو گھروں میں مہایات بالکل جائز نہیں نہ تو جبر کے ساتھ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور نہ تراضی کے ساتھ اس لئے کہ یہ سکنیٰ کے بدلہ سکنیٰ کی بیع ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) قسمت اور تہایؤ کے معنیٰ اور ہر ایک کی تعریف نقل کریں (۳) تہایؤ یہ قیاساً جائز ہے یا استحساناً اگر استحساناً ہے تو اس کی تقریر تحریر کریں (۴) ظاہر الروایہ کی وجہ تحریر کریں (۵) دو چوپایوں میں سوار ہونے پر مہایات میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان دو گھر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشترک ہیں انہوں نے آپس میں یہ طے کرلیا کہ ایک میں ہم رہ لیں اور ایک میں تم تو اس طرح سب کے یہاں تقسیم درست ہے اگر کوئی شریک اس طرح تقسیم سے انکار کرے گا تو قاضی اسے ماننے کے لئے مجبور کردے گا صاحبین کے یہاں اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ دو مشترک گھروں کو ایک ہی گھر کے حکم میں قرار دے کر اس میں تقسیم کی اجازت دیتے ہیں اور جب تقسیم کی اجازت ہے تو مہایات کی بھی اجازت ہوگی امام صاحب سے اس سلسلے میں تین طرح کے اقوال منقول ہے اس عبارت میں ایک مذکور ہے۔

(۱) دو گھروں میں مہایات بالکل جائز نہیں ہے نہ جبر کے ساتھ اور نہ رضامندی کے ساتھ یہ درست ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۱۷۷)

(۲) قسمت کے معنی تقسیم اور بٹوارے کرنے کے ہیں۔

قسمت کی تعریف یہ ہے کہ کسی مکان کے تمام حصوں کو علاحدہ علاحدہ تقسیم کرنے کا نام قسمت ہے۔

فی الشريعة جميع النصيب الشائع في مكان

(البنایہ: ج ۱۱ ص ۳۹۸)

تہایؤ کے معنی لغت میں شئی متہی کی حالت ظاہرہ کو مہایاۃ کہتے ہیں تہایؤ کی تعریف فقہاء کرام کے یہاں تقسیم منافع کا نام مہایاۃ ہے۔

فی عرف الفقهاء هی قسم المنافع (البنایہ: ج/ ۱۱ ص/ ۴۶۲)

(۳) تہایؤ استحسانا جائز ہے۔

استحسان کے طور پر یہ ہے کہ جس طرح اعیان میں یک بارگی تمام شرکاء کا انتفاع دشوار ہوجاتا ہے اسی طرح منافع میں بھی آن واحد میں تمام شرکاء نفع نہیں اٹھا سکتے لہٰذا یہ تقسیم کے مشابہ ہے اور تقسیم درست ہے اس لئے مہایات کو بھی درست قرار دیا گیا ہے۔

(احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۱۷۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) ظاہر الروایہ کیوجہ یہ ہے کہ یہ منافع کی تقسیم ہے اور منافع میں بہت کم تفاوت ہوتا ہے جس کو برداشت کرلیا جاتا ہے لہٰذا یہ رضامندی سے بھی درست ہوگا اور اس میں قاضی کا جبر بھی چلے گا۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۱۷۷)

(۵) **اختلاف الائمہ** : حضرات صاحبین کے نزدیک دو چوپایوں میں سوار ہونے پر مہایات درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ ان کے یہاں اس طرح سے گھوڑوں کی تقسیم درست ہے جو کہ اصل ہے تو منافع جو کہ فرع ہے ان میں تو اس طرح کی تقسیم بدرجہ اولیٰ درست ہوگی۔

حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ اس طرح چوپایوں میں مہایا درست نہیں ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ سوار ہونے والے لوگوں میں تفاوت پایا جاتا ہے کوئی ماہر ہے کوئی بالکل اناڑی ہے تو ماہر سے چوپایوں کو کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اناڑی سے ضرر لاحق ہوگا اس لئے اس طرح کی مہایات درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۱۷۸)

كتاب المزارعة

ہدایہ ج ۴ ص ۴۲۶

سوال: وَإِذَا صَحَّتِ الْمُزَارَعَةُ فَالْخَارِجُ عَلَى الشَّرْطِ وَإِنْ لَّمْ تُخْرِجُ الْأَرْضُ شيئًا فَلَاشَيْئَ لِلْعَامِلِ لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّهُ شِرْكَةً وَلَاشِرْكَةَ فِي غَيْرِ الْخَارِجِ وَإِنْ كَانَتْ إِجَارَةً فَالْأَجْرُ مُسَمَّىً فَلَايَسْتَحِقُّ غَيْرَهُ.

ترجمہ: اور جب مزارعت صحیح ہوگئی تو پیداوار شرط کے مطابق ہوگی اور اگر زمین نے کچھ نہ نکالا (کچھ پیدا نہیں ہوا) تو عامل کے لئے کچھ نہیں ہے اس لئے کہ عامل اس کا شرکت کے اعتبار سے مستحق ہوتا ہے اور غیر اور غیر خارج میں شرکت نہیں ہے اور اگر یہ اجارہ ہو تو اجرت متعین ہے لہذا وہ غیر مسمیٰ کا مستحق نہیں ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) مزارعت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف نقل کریں (۳) صحت مزارعت کے شرائط تحریر کریں (۴) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۵) مزارعۃ فاسدہ کا حکم بیان کریں (٦) اگر کسی ایک نے چند قفیزوں کی شرط لگائی تو اب مزارعۃ کا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱) اس عبارت میں امام قدوری نے دو مسئلے بیان فرمائے ہیں

(۱) مزارعت صحیح ہونے کے بعد عاقدین کے درمیان جو شرط لگائی گئی تھی اسی حساب سے پیداوار کی تقسیم ہوگی اس لئے کہ التزام شرط صحیح تھی لہٰذا اسی کے مطابق عمل بھی ہوگا۔

لیکن اگر اس صورت میں پیداوار بالکل نہ ہو تو عامل کو کچھ بھی نہیں ملے گا اس لئے کہ عامل کا استحقاق بر بنائے شرکت تھا شرکت پیداوار میں تھی لہٰذا جب پیداوار ہوئی ہی نہیں تو اسے کیا خاک ملے گا۔

"وان كانت اجارة" سے ایک اشکال کا جواب ہے اشکال یہ ہے کہ مزارعت انتہاءً شرکت بنتی ہے ابتداءً تو وہ اجارہ کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا عامل کو اجرت ملنی چاہئے۔

اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اجارہ کی صورت میں بھی تو پیداوار ہی سے اس کی اجرت متعین ہوئی تھی اور جب پیداوار نہیں ہوئی تو کیا ہم اپنی جیب سے اجرت دیں گے۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۱۹۸)

(۲) مزارعت یہ زرع سے مشتق ہے اور باب مفاعلت کا مصدر ہے جس کے معنی زمین میں دانہ ڈالنے کے ہیں القاء الحب فی الارض۔

اصطلاح شرع میں پیداوار کے کچھ حصے پر کھیتی کرنے کا نام زراعت ہے۔

المزارعة هي عقد على الزراعة ببعض ما يخرج من الارض۔

(البنایہ: ج ۱۱ ص ۴۷۵)

(۳) مزارعت کی صحت کے لئے آٹھ ۸ / شرائط ہیں۔

(۱) زمین کا قابل کاشت ہونا (۲) مالک زمین اور کاشت کار کا اہل عقد میں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونا (۳) مدت کا بیان کرنا (۴) اس شخص کی صراحت کرنا ہے جس پر بیج ہے (۵) اس شخص کے حصے کو بیان کر دینا جس کی طرف سے بیج نہو (۶) صاحب ارض زمین اور عامل کے درمیان تخلیہ کر دیں (۷) پیداوار میں دونوں کا شریک ہونا (۸) زمین میں جو بویا جائے وہ بھی متعین ہو جیسے دھان گیہوں وغیرہ۔

(۴) **اختلاف الائمہ** : امام اعظم کے نزدیک مزارعت مطلقاً باطل ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ آپؐ نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے اور مخابرہ مزارعت ہی کو کہتے ہیں معلوم ہوا کہ آپؐ نے مزارعت سے منع فرمایا ہے اس لئے مزارعت باطل ہے۔

دلیل عقلی : یہ ہے کہ پیداوار ہوگی یا نہیں ہوگی یہ معلوم نہیں ہے اگر پیداوار ہوتی ہے تو اس صورت میں اجرت مجہول ہوگی اس لئے کہ پتہ نہیں کتنی پیداوار ہو پھر اس میں سے ربع یا ثلث نکالا جائے اور پیداوار نہیں ہوتی تو اجرت معدوم رہے گی اور اجرت کا مجہول ہونا اور معدوم ہونا یہ دونوں چیزیں اجارہ کے لئے مفسد ہیں لہٰذا اس وجہ سے بھی مزراعت باطل ہے۔

حضرات صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے۔

دلیل نقلی: یہ ہے کہ آپؐ نے اہل خیبر کے ساتھ پھل وغیرہ کی پیداوار کے نصف پر معاملہ فرمایا تھا اگر یہ شکل ناجائز ہوتی تو آپ اس طرح کا معاملہ نہ فرماتے اور یہ ہی مزارعت ہے۔

دلیل : عقلی یہ ہے کہ جس طرح مضاربت میں مال اور عمل کے درمیان شرکت کا عقد ہے اسی طرح مزارعت بھی ایک عقد ہے اور مضاربت جائز ہے تو مزارعت کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۵) مزارعۃ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ مزارعت کے فاسد ہونے پر پیداوار بیج والے کی ہوگی اس لئے کہ پیداوار اسی ملکیت کا اضافہ ہے۔

واذا فسدت فالخارج لصاحب البذر لانہ نماء ملکہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۶) اگر ان دونوں میں سے کسی نے اپنے لئے چند قفیز لینے کی شرط لگائی تو مزارت باطل ہوجائے گی۔

فان شرطا لاحدهما قفزانا مسماة فهي باطلة ۔

ہدایہ ج۴ ص۴۲۶

سوال: وَإِذَا فَسَدَتْ فَالْخَارِجُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ وَلَوْكَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ رَبِّ الْاَرْضِ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُمِثْلِهِ لَايُزَادُ عَلَى مِقْدَارِ مَاشُرِطَ لَهُ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَبِي يُوْسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ بَالِغًا مَابَلَغَ لِأَنَّهُ إِسْتَوْفَى مَنَافِعَهُ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قِيْمَتُهَا إِذْ لَا مِثْلَ لَهَا.

ترجمہ : اور جب مزارعت فاسد ہوگئی تو پیداوار بیج والے کی ہوگی اور اگر بیج زمین والے کی طرف سے ہو تو عامل کے لئے اس کی اجرت مثل ہے جس کو عامل کے لئے شرط کی گئی مقدار پر زیادہ نہیں کیا جائے گا اور یہ شیخینؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے اجرت مثل ہوگی خواہ کتنی ہی ہو۔ اس لئے کہ رب الارض نے عقد فاسد کے ذریعہ اس کے منافع کو حاصل کیا ہے تو رب الارض پر منافع کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ منافع کا مثل نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) عبارت کے ہر ہر جز کی الگ الگ تشریح کریں (۲) مزارعت کے فاسد ہونے کی صورت میں پیداوار کس کے لئے ہیں اور دوسرے فریق کے لئے کیا ہے (۳) مزارعت کے جواز کے قائلین کے نزدیک جواز کی کتنی صورتیں ہیں اور عدم جواز کی کتنی ہے۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر مزارعت فاسد ہوگئی تو پیداوار بیج والے کی ہوگی اس لئے کہ پیداوار اسی کی ملکیت کا اضافہ ہے دوسرا شخص تسمیہ یعنی شرط کی وجہ سے پیداوار کا مستحق ہورہا ہے اور جب عقد فاسد ہوگیا تو تسمیہ یعنی شرط بھی فاسد ہوگئی اور جب شرط فاسد ہوگئی تو جس کی ملکیت کی وجہ سے پیداوار ہوتی ہے اسی کو پوری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیداوار ملے گی اور ملکیت صاحب بذر کی تھی تو پیداوار بھی اسی کی ہوگی۔
جزء ثانی یہ ہے کہ اگر بیج رب الارض کا تھا اور مزارعت فاسد ہوگئی تو اس صورت میں عامل کو اجر مثل ملے گا اور حضرات شیخین کے یہاں پیداوار سے جو مقدار متعین تھی اتنا ہی ملے گا اس میں اضافہ نہیں ہوگا کیونکہ جب اس نے مفسد زراعت میں دخل اندازی کر دی تو یہ اس کی طرف سے اپنے حق کی زیادتی کا اسقاط ہو گیا اور جب آدمی خود اپنا حق ساقط کرنے پر راضی ہو تو دوسروں کو اضافہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔
حضرت امام محمد کے نزدیک عامل کو اجر مثل ملے گا جہاں تک بھی پہنچے اگر مشروط مقدار سے زائد ہو۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۹۹)

(۲) مزارعت فاسدہ میں جبکہ بیج عامل کا ہو تو پوری پیداوار ہی عامل کے لئے ہوگی اور رب الارض کے لئے یعنی دوسرے فریق کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔
واذا فسدت فالخارج لصاحب البدر لانه نماء ملكه ۔

(۳) مزارعت کی جواز کی شکلیں یہ ہیں۔
(۱) اگر زمین اور بیج ایک طرف سے ہو اور بیل اور کام دوسری طرف سے ہو تو اس صورت میں مزارعت درست ہے۔
(۲) اگر ایک کی طرف سے زمین ہو اور دوسرے کی طرف سے کام بیل اور بیج ہو تو یہ شکل درست ہے۔
(۳) اگر زمین بیج اور بیل تینوں ایک آدمی کی طرف سے ہو اور کام دوسرے آدمی کی طرف سے ہو تو یہ صورت بھی درست ہے۔
مزارعت کی عدم جواز کی شکلیں یہ ہیں۔
(۱) اگر زمین اور بیل ایک کے ہوں اور بیج اور عمل دوسرے کا تو یہ صورت مزارعت باطل ہے۔
(۲) اگر ایک کی طرف سے صرف بیج ہو اور دوسرے کی طرف سے زمین بیل اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عمل تینوں ہوں تو یہ صورت بھی باطل ہے۔

(۳) ایک کی طرف سے بیج اور بیل ہوں اور دوسرے کی طرف سے عمل تو اس صورت بھی مزارعت باطل ہے۔

ہدایہ: ج ۴ ص ۴۲۸

سوال: وَإِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْمُزَارَعَةِ وَالزَّرْعُ لَمْ يُدْرِكْ كَانَ عَلَى الْمُزَارِعِ أَجْرُ مِثْلِ نَصِيبِهِ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى أَنْ يَّسْتَحْصَدَ وَالنَّفَقَةُ عَلَى الزَّرْعِ عَلَيْهِمَا عَلَى مِقْدَارِ حُقُوقِهِمَا.

ترجمہ :اور جب مزارعت کی مدت ختم ہوگئی اور کھیتی نہیں پکی، تو کاشت کار پر کٹائی تک زمین میں سے اپنے حصہ کے مثل کی اجرت واجب ہوگی اور کھیتی کا خرچ ان دونوں پر ان کے حقوق کے بقدر ہوگا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) مدت مزارعت ختم ہونے کے بعد کام کی ذمہ داری کس پر ہوگی (۳) اگر رب الارض مرجائے اور کھیتی کچی ہو تو صرف عامل پر ہی کام کا ذمہ رہے گا اس کی وجہ کیا ہے (۴) اگر مدت مزارعت ختم ہونے کے بعد عاقدین میں سے کسی نے دوسرے کی اجازت کے بغیر یا قاضی کے حکم کے بغیر کھیتی پر خرچ کردیا تو اس کو اپنے ساتھی سے نصف کے رجوع کا حق ہوگا یا نہیں۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب مزارعت کی مدت ختم ہوگئی اور ابھی کھیتی پکی نہیں ہے تو اس صورت میں کیا کریں گے یہاں دو صورتیں ہیں (۱) کھیتی فوراً کاٹ لی جائے (۲) پکنے تک زمین پر ہی رہنے دیا جائے ان دونوں صورتوں میں عاقدین کا نقصان ہے اس لیے ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ نہ تو رب الارض کا نقصان ہو اور نہ ہی عامل کا اور یوں کہا جائے گا کہ کھیتی پکنے تک تو زمین ہی پر کھڑی رہے گی لیکن مدت مزارعت ختم ہونے کے بعد جتنے دن بھی کھیتی زمین پر رہے گی اتنے دنوں کا عامل اپنے حصے کے بقدر زمین کا کرایہ ادا کرے گا تا کہ نہ اس کا نقصان ہو اور نہ ہی رب الارض کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور کام کی ذمہ داری اب عاقدین پر ہوگی نہ کہ صرف عامل پر۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۲۰۶)

(۲) مدت مزارعت ختم ہونے کے بعد رب الارض اور عامل دونوں پر کام کی ذمہ داری ہوگی کیونکہ کھیتی مال مشترک کی طرح ہوگئی اور مال مشترک میں اسی طرح ہوا کرتا ہے۔

انما کان العمل عليهما لان العقد قد انتهى بانتهاء المدة وهذا عمل في المال المشترك ۔(البنایه : ج ١١ ص ٥٠٢)

(۳) اگر رب الارض مر جائے اور کھیتی کچی ہو تو اس وقت عقد کو باقی رکھا جاتا ہے اور بقائے عقد کی صورت میں صرف عامل پر کام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

اذامات رب الارض والزرع بقل حيث يكون العمل فيه على العامل لان هناك ابقينا العقد في مدته حكما للعقد والعقد يقتضي قيام العمل على العامل ۔(البنایه : ج ١١ ص ٥٠٣)

(۴) اگر مدت مزارعت ختم ہونے کے بعد عاقدین میں سے کسی نے کھیتی پر اپنے ساتھی کی اجازت کے بغیر یا قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کیا تو اس کو اپنے ساتھی سے نصف کے رجوع کا حق نہیں ہوگا کیونکہ اس کو اپنے ساتھی پر ولایت نہیں ہے لہٰذا یہ اس کی طرف سے تبرع ہوگا۔

اذا انفق احدهما بغير اذن صاحبه وامر القاضي فهو متطوع لا يرجع على صاحبه بمقدار حصته لانه لا ولاية له عليه (البنایه: ج ١١ ص ٥٠٣)

ہدایہ: ج ۴ ص ۴۲۹

سوال: وَأُجْرَةُ الْحَصَادِ وَالرِّفَاعِ وَالدِّيَاسِ عَلَيْهِمَا بِالْحِصَصِ فَإِنْ شَرَطَاهُ فِي الْمُزَارَعَةِ عَلَى الْعَامِلِ فَسَدَتْ وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ أَنَّهُ يَجُوْزُ إِذَا شُرِطَ ذَالِكَ عَلَى الْعَامِلِ لِلتَّعَامُلِ إِعْتِبَارًا بِالإِسْتِصْنَاعِ.

ترجمہ: اور کٹائی، کھلیان میں لانے اور گاہنے کی اجرت ان دونوں پر ان کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حصوں کے بقدر ہوگی پھر اگر ان دونوں نے مزارعت میں ان تمام چیزوں کی عامل پر شرط کی۔ تو مزارعت فاسد ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ جائز ہے جبکہ عامل پر اس کی شرط تعامل کی وجہ لگائی جائے استصناع پر قیاس کرتے ہوئے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) فالحاصل سے بیان کردہ ضابطہ کی وضاحت کریں (۳) فی ظاہر الروایہ کی قید کیوجہ تحریر کریں (۴) امام ابو یوسف کے جائز قرار دینے کی دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کچی کھیتی کاٹنے کی صورت میں بھی اس کے کاٹنے اور کھیت سے میدان یعنی کھلیان میں لانے اور اس کو داہنے اور گاہنے اسی طرح بھوسے وغیرہ سے غلے کو الگ کر کے صاف کرنے کی اجرتیں بھی عاقدین کے حصوں کے بقدر ان پر لازم ہوں گی اور دونوں نے پہلے سے ان چیزوں کی اجرت عامل کے ذمے کر رکھی تھی تو اس وقت عقد فاسد ہو جائے گا کیونکہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور ایسی شرطوں سے عقد فاسد ہو جایا کرتا ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ ص ۲۰۹)

(۲) فالحاصل سے یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ جو کام مزارعت میں کھیتی پکنے سے پہلے پہلے ہوتے ہیں جیسے سینچائی کرنا فصل کی حفاظت کرنا تو وہ سب کام عامل کے ذمے ہے اور جو کام پکنے کے بعد تقسیم سے پہلے پہلے ہوتے ہیں جیسے کٹائی گہائی وغیرہ اور جو کام تقسیم کے بعد ہوں وہ بھی ان دونوں پر ہوتے ہیں یعنی رب الارض اور عامل دونوں پر ہوتے ہیں۔

(۳) فی ظاهر الرواية کی قید سے امام ابو یوسف کے اس قول سے احتراز ہو جاتا ہے جو انہوں نے فرمایا کہ اگر پکنے کے بعد قسمت سے پہلے یا بعد میں ان تمام کاموں کی شرط عامل کے لئے لگا دے تو درست ہے اور یہ مزارعت کو فاسد کرنے والی نہیں ہے۔

قيد بقوله في ظاهر الرواية احترز عن ماروى عن ابى يوسف انه قال اشترط هذا على العامل غير مفسد۔ (البنايه ج ۱۱ ص ۵۰۷)

(۴) حضرت امام ابو یوسف کے جائز قرار دینے کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح آڈر پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بنواکر سامان وغیرہ کی خرید وفروخت اور ان کا منگانا اور اٹھوانا درست ہے اسی طرح اگر مذکورہ شرائط تنہا عامل کے ذمے کردیئے جائیں تو مزارعت بھی درست ہوگی۔ (احسن الہدایہ: ج ۳ ص ۲۱۰)

جوز لتعامل الناس (البنایه: ج/ ۱۱ / ص/ ۵۰۶)

کتاب المساقاة

سوال: واذا انقضت مدة المعاملة الخارج بسر اخضر فهذا والاول سواء وللعامل ان يقوم عليها إلىٰ أنْ يُدْرِكَ لٰكِنْ بِغَيْرِ أجرٍ لِأنَّ الشَّجَرَ لَايَجُوْزُ إسْتِيْجَارُهَا بِخِلَافِ الْمُزَارَعَةِ فِيْ هٰذَا لِأنَّ الْأرْضَ يَجُوْزُ إسْتِجَارُهَا.

ترجمہ: اور جب معاملہ کی مدت گزر گئی اور پھل ہرے، گدرے ہیں تو یہ اور اول برابر ہیں اور عامل کو یہ حق ہے کہ وہ ان کی پرداخت کرے یہاں تک کہ پھل پک جائیں۔ لیکن بغیر اجرت کے کیونکہ درختوں کو اجارہ پر لینا جائز نہیں ہے، برخلاف مزارعت کے اس لئے کہ زمین کو اجارہ پر لینا جائز ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) مدت ختم ہونے کے بعد مساقاۃ میں کام صرف عامل پر ہی ہونا ایسا کیوں ہے (۳) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۴) مساقاۃ کے شرائط کیا ہیں (۵) اگر عامل کے ورثاء کچے پھلوں کو توڑنا چاہے تو رب الارض کو تین اختیارات ہوتے ہیں وہ کیا ہیں (۶) مساقاۃ کے فسخ کے اعذار کو بیان کریں (۷) اگر عامل کام نہ کرنے کا تہیا کرلے تو یہ عذر شمار ہوگا یا نہیں (۸) مساقاۃ کی تعریف نقل کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر پھل وغیرہ گدرے ہی ہوں اور مدت مساقات ختم ہو جائے تو اس صورت میں عامل اجرت لئے بغیر پھل پکنے تک کام کرتا ہے اور اس کو اجرت اس لئے نہیں دی جائے گی کہ درخت کو اجارہ پر لینا جائز نہیں ہے اور چوں کہ مزارعت میں زمین کو اجارہ پر لینا درست ہے اس لئے وہاں کھیتی پکنے سے پہلے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مدت ختم ہونے کی صورت میں عامل کو اجرت زمین دینی ہوگی۔ (حسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۲۲۳)

(۲) مساقات میں مدت ختم ہونے کے بعد کام صرف عامل پر اس لئے ہوتا ہے کیونکہ مساقات میں عامل درخت والے کو ان کی اجرت نہیں دیتا ہے اس لئے عامل پر ہی عمل ہوگا اور مزارعت میں زمین کی اجرت مثلیہ دیتا ہے اس لئے کام دونوں پر مشترک ہوگا اور عامل اس کے حصے کا کام نہیں کرے گا۔ (البنایہ: ج ۱۱/ ص ۵۲۰)

(۳) **اختلاف الائمہ** : حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ ہر طرح کی مساقات باطل ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ مساقات میں بھی مزارعت کی طرح پیداوار کے کچھ حصے پر اجرت وغیرہ کا لین دین ہوتا ہے اور پیداوار اگر ہوتی ہے تو وہ مقدار مجہول رہتی ہے اور اگر پیداوار نہیں ہوتی تو معدوم ہے اور دونوں صورتیں درست نہیں ہیں اس لئے مساقات بھی درست نہیں ہے۔

حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ اگر مدت مساقات متعین کر دی جائے اور پھلوں کے جزء شائع کی نشان دہی ہو جائے تو مساقات درست ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے اس لئے بر بنائے ضرورت اسکی اجازت ہے اور مساقات مزارعت اور اجارہ کی طرح ان کی بیان مدت جزء شائع کی تعین ضروری ہوتی ہے اس لئے یہ شرط قرار دیتے ہیں اور مساقات کو جائز قرار دیا ہے اور یہ ہی مفتی بہ قول ہے۔

(۴) مساقات کے شرائط وہی ہیں جو مزارعت کے شرائط بیان کئے گئے ہیں۔

ان شرائط المساقاة وهی الشرائط المذكورة التی ذکرت فی المزارعة (البنایہ ج ۱۱ ص ۵۱۰)

(۵) رب الارض کو تین اختیارات یہ ہیں۔

(۱) وہ گدرے پھلوں کو حسب شرائط تقسیم کرلیں (۲) عامل کو اس کے حصے کے بقدر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گدرے پھلوں کی قیمت دے کر پورا رکھ لیں (۳) پکنے تک ان پر ہر طرح کا خرچ کریں پھر پکنے کے بعد خرچ کی مقدار کا نصف عامل کے حصۂ پیداوار سے کاٹ لیں۔

(٦) صاحب ہدایہ نے ان اعذار فسخ میں سے صرف دو کو بیان فرمایا ہے۔

(۱) عامل کا چور ہونا تو یہ عذر فسخ شمار ہوگا (۲) عامل مرض کا شکار ہو کہ اگر وہ کام کرے تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو یہ عذر فسخ شمار ہوگا۔

(۷) اگر عامل کام نہ کرنے کا تہیا کرلے اور عامل کے ہاتھ کام کرنے کی شرط تھی تو یہ عذر شمار ہوگا اگر شرط نہیں تھی تو عذر شمار نہیں ہوگا اور اس کو مزدوروں سے کام کرانا ہوگا ان کی اجرت عامل ہی دے گا۔ (احسن الہدایہ: ج ۱۳ / ص / ۲۲۷)

(۸) مساقات کی تعریف :

باغ لگا کر دوسرے کو اس کی حفاظت اور سینچائی وغیرہ کا ذمہ دار بنا دینا اور یہ کہہ کر باغ اس کے حوالے کردینا کہ پیداوار میں سے اتنا اتنا حصہ تمہارا ہوگا یہ مساقات ہے۔

والمساقاة هي معاملة في الأشجار ببعض الخارج منها ۔

الشـرعي فهي معاقدة دفع الأشجار الى من يقوم باصلاحها على ان يكون لهم سهم معلوم من ثمر ها (البنايه: ج ۱۱ / ص ۵۰۹)

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الذبائح

ہدایہ: ج ر۴ رص ر۴۳۴

سوال: وَإِنْ تَرَكَ الذَّابِحُ التَّسْمِيَةَ عَمَدًا فَالذَّبِيْحَةُ مَيْتَةٌ لَاتُوْكَلُ وَإِنْ تَرَكَهَا نَاسِيًا أُكِلَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ أُكِلَ فِي الْوَجْهَيْنِ وَقَالَ مَالِكٌ لَاتُوْكَلُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَالْمُسْلِمُ وَالْكِتَابِيُّ فِي تَرْكِ التَّسْمِيَةِ سَوَاءٌ.

ترجمہ: اور اگر ذابح نے عمداً تسمیہ چھوڑ دی تو ذبیحہ مراد ہے جسے کھایا نہیں جائے گا اور اگر تسمیہ بھول کر چھوڑ دی تو کھایا جائے گا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں کھایا جائے گا اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں نہیں کھایا جائے گا، اور مسلمان اور کتابی تسمیہ چھوڑنے میں برابر ہیں۔

جزئیات: (۱) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۲) کیا شکار میں تیر چلاتے وقت یا کلب معلم کو چھوڑتے وقت تسمیہ شرط ہے یا نہیں۔

جواب: (۱) **اختلاف الائمہ** : حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر ذابح نے تسمیہ کو ترک کر دیا خواہ عمداً کیا ہو یا ناسیا کیا ہو دونوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔

دلیل: وہ حدیث شریف ہے جس میں آپؐ نے مضمون بیان فرمایا کہ مسلمان خواہ تسمیہ کہے یا نہ کہے وہ تو اللہ ہی کے نام پر ذبح کرتا ہے اس حدیث میں عمد اور نسیان کی قید کے بغیر مسلمان کے ذبیحہ کھانے کی اجازت دی ہے خواہ اس نے تسمیہ کہا ہو یا نہ کہا ہو دونوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اس کا کھانا درست ہے۔

حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ تسمیہ کو عمداً ترک کیا ہو یا ناسیا دونوں صورتوں میں ذبیحہ مردار ہے اس کا کھانا درست نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیـــل: احناف کی ذکر کردہ دلیلوں کا ظاہری مفہوم ہے کہ ان دلائل میں عمداور نسیان کی تفصیل کے بغیر مطلق متروک التسمیہ کوحرام بتایا ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں ذبیحہ حرام ہوگا۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر ذابح نے عمداً تسمیہ کوترک کیا ہے تو ذبیحہ حرام ہوگا اور اگر ذابح نے بھول کر تسمیہ کوترک کیا ہے تو یہ ذبیحہ حلال ہے اس کا کھانا درست ہے۔

دلیل: قرآن شریف کی آیت کریمہ ہے قوله تعالیٰ ولاتأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه اس آیت میں متروک التسمیہ عمداً کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے۔

دوســــری دلیـــل: اجماع صحابہ کرام ہے کہ اس کی حرمت پر تمام صحابہ اور متقدمین فقہاء کا اجماع ہو چکا ہے تیسری دلیل عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے قالؓ فی آخره فانک انما سميت على كلبك ولم تسم على كلبك غيرك علل الحرمة بترک التسمية۔

(۲) شکار کرنے میں تیر چلاتے وقت اور کلب معلم کو چھوڑتے وقت تسمیہ کہنا شرط ہے۔

في الصيديشترط عند الارسال والرمي على آلة لان الطاعة بحسب الطاقة (حاشیہ:۱۵)

ہدایہ: ج ۴/ص ۴۳۵

سوال: وَيُكْرَهُ أَنْ يُذْكَرَمَعَ إِسْمِ اللّٰهِ تَعَالىٰ شَيْئًا غَيْرَهُ وَهٰذَا ثَلَاثُ مَسَائِلَ أَحَدُهَا أَنْ يُذْكَرَ مَوْصُوْلًا لَامَعْطُوْفًا: وَالثَّانِيَةُ أَنْ يُذْكَرَ مَوْصُوْلًا عَلىٰ وَجْهِ الْعَطْفِ وَالشَّرْكَةِ: وَالثَّالِثَةُ أَنْ يَقُوْلَ مَفْصُوْلًا عَنْهُ صُوْرَةً وَمَعْنًى۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کے علاوہ کسی شئی کا ذکر کرنا مکروہ ہے اور یہ تین مسائل ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ موصولاً ذکر کرے نہ کہ معطوفاً، اور دوسرا یہ ہے کہ عطف اور شرکت کے طریقہ پر موصولاً ذکر کرے، اور تیسرا یہ ہے کہ صورۃً اور معنیً (دونوں اعتبار سے) مفصولاً کہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) مذکورہ تینوں صورتوں کو مثال سے واضح کریں (۲) تینوں کا الگ الگ حکم بیان کریں (۳) متن کا مذکورہ مسئلہ ان تینوں شکلوں میں سے کس شکل سے متعلق ہے بیان کریں (۴) قال کا قائل کون ہے۔

جواب: (۱) اس صورت کی مثال یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت ذابح یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ۔

(۲) اس صورت کی مثال یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت ذابح یوں کہے بسم اللہ واسم فلان یا بسم اللہ وفلان یا بسم اللہ ومحمدِ رسول اللہ

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا تذکرہ صورت اور معنیٰ دونوں طرح ذکر اللہ سے الگ ہو جیسے پہلے غیر اللہ کا نام لے اس کے بعد اللہ کا نام لے مثلاً یوں کہے اللّٰھم تقبل من فلان یا یوں کہے بسم اللہ سے ذبح کریں یا اس کے بعد اللّٰھم تقبل من فلان کہے۔

(۲) تینوں صورتوں کے الگ الگ حکم کا بیان:

پہلی صورت بسم اللہ محمد رسول اللہ کہے تو یہ صورت مکروہ تحریمی ہے۔

دوسری صورت بسم اللہ واسم فلان وغیرہ کہے تو یہ صورت بالکل حرام ہے اور اس طرح ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے۔

تیسری صورت اللّٰھم تقبل من فلان کہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ خود آپ ﷺ سے ذبح کے بعد اس طرح کی دعاؤں کا ثبوت ملتا ہے۔

خلاصہ: پہلی صورت میں ذبیحہ مکروہ تحریمی دوسری صورت میں حرام ہے اور تیسری صورت میں حلال ہے۔ (احسن الہدایہ: ج ر ۱۳ ر ص ر ۲۳۷)

(۳) متن میں ذکر کردہ مسئلہ ان تینوں شکلوں میں سے تیسری شکل سے متعلق ہے۔

(۴) قال کے قائل حضرت امام محمدؒ ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہدایہ ج ۴ ص ۴۳۸

سوال: وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ الشَّاةَ إِذَا نَدَّتْ فِي الصَّحْرَاءِ فَذَكَاتُهَا الْعَقْرُ وَإِنْ نَدَّتْ فِي الْمِصْرِ لَاتَحِلُّ بِالْعُقْرِ لِأَنَّهَا لَاتَدْفَعُ عَنْ نَفْسِهَا فَيُمْكِنُ أَخْذُهَا فِي الْمِصْرِ فَلَاعَجْزَ وَالْمِصْرُ غَيْرُهُ سَوَاءٌ فِي الْبَقَرِ وَالْبَعِيْرِ لِأَنَّهُمَا يَدْفَعَانِ عَنْ أَنْفُسِهِمَا فَلَا يَقْدِرُ عَلَى أَخْذِهِمَا وَإِنْ نَدَا فِي الْمِصْرِ فَيَتَحَقَّقُ الْعِجْزُ.

ترجمہ: اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ جب بکری جنگل میں بدک جائے تو اس کی ذکاۃ عقر (کوچے کاٹنا) ہے اور اگر شہر میں بدکے تو وہ عقر سے حلال نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ اپنے نفس سے مدافعت نہیں کرسکتی تو شہر میں اس کو پکڑ لینا ممکن ہے لہذا عجز نہیں ہے اور شہر اور غیر شہر گائے اور اونٹ میں برابر ہے اس لئے کہ وہ دونوں اپنے نفس سے مدافعت کرسکتے ہیں تو کوئی ان کو پکڑنے پر قادر نہ ہوگا اگرچہ وہ دونوں شہر میں بدکیں لہذا عجز متحقق ہوجائے گا۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اونٹ اور بکری کے حکم میں فرق کی وجہ تحریر کریں (۳) مذبوحہ جانور کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو تو اس سلسلے میں ائمہ کرام کے اختلاف کو مع دلیل تحریر کریں (۴) اور فی الکتاب سے کون سی کتاب مراد ہے۔

جواب: (۱) اس عبارت میں حضرت امام محمدؒ نے جانوروں کے بدکنے میں جو تفصیل بیان فرمائی ہے اس کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ گائے اور اونٹ خواہ شہر میں بدکیں یا جنگل میں بہرحال ان کے بدکنے کی صورت میں ذکاۃ اضطراری ہوگی کیونکہ شہر اور جنگل دونوں جگہ وہ اپنی مدافعت پر قادر ہوتے ہیں اور کوئی انہیں پکڑ نہیں سکتا اس لئے ان کے اندر عجز متحقق ہے اور عاجزی ہی کی صورت میں ذکاۃ اضطراری کا سہارا لیا جاتا ہے لہذا ان میں ذکاۃ اضطراری درست ہے۔

بکری کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ جنگل میں بدکتی ہے تو اس کی ذکاۃ کونچ مارنا یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اضطراری ہوگی اور اگر شہر میں بدکتی ہے تو اس صورت میں ذکاۃ اضطراری سے کام نہیں چلے گا بلکہ ذکاۃ اختیاری ضروری ہوگی اس فرق کیوجہ یہ ہے کہ جنگل میں تو بکری کے ذکاۃ اختیاری پر قدرت نہیں رہتی اس لئے اس صورت میں ذکاۃ اضطراری سے کام لیا جائے گا لیکن اگر شہر میں بدکتی ہے تو چوں کہ شہر میں بہ آسانی اسے پکڑا جاسکتا ہے۔

اور وہ کمزور ہونے کیوجہ مدافعت بھی نہیں کر سکتی ہے اس لئے شہر میں اس کے حق میں عجز متحقق نہ ہوگا اور اس صورت میں ذکاۃ اختیاری ضروری ہوگی۔

(احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۳۵۰)

(۲) بکری اور اونٹ میں فرق کیوجہ یہ ہے کہ جنگل میں بکری کے ذکاۃ اختیاری پر قدرت نہیں رہتی ہے اور شہر میں اس کے ذکاۃ اختیاری پر قدرت رہتی ہے اس لئے صحراء میں ذکاۃ اضطراری اور شہر میں اختیاری ہے۔

اونٹ اگر بدک جائے تو جنگل اور شہر دونوں میں اس کے ذکاۃ اختیاری پر قدرت نہیں رہتی ہے اس لئے اونٹ کے لئے صحراء اور مصر دونوں میں ذکاۃ اضطراری ہے۔

(۳) **اختلاف الائمہ** : حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اگر مذبوحہ جانور کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا ذبح کرنا ضروری ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ جنین مستقل بالحیاۃ ہے یہی وجہ ہے کہ ماں کی موت کے بعد اس میں حیات رہتی ہے اور تنہا اس کو ذبح کیا جاتا ہے نیز جنین ایجاب غرہ میں متفرد ہوتا ہے یعنی اگر کسی نے حاملہ عورت کو مار دیا اور وہ مرگئی تو جس طرح مارنے والے کو ماں کو دیت دینی ہوگی اسی طرح جنین کی بھی دیت یعنی غرہ دینا ہوگا اور ۵۰۰ دراہم کے بقدر ایک غلام یا باندی واجب ہوگی پھر جنین خون والا جانور ہے اور ذبح کا مقصد ہی اسالت دم اور تمیز بین اللحم والدم ہے اور صرف ماں کی ذکاۃ سے یہ تمیز حاصل نہ ہوگی اس لئے جنین کی ذکاۃ ضروری ہے۔

حضرات صاحبین اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر بچہ تام الخلقت ہے تو اس لئے ذکاۃ ضروری نہیں ہے اس کی ماں کی ذکاۃ کافی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: آپ کا ارشاد مبارک ہے ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ

عقلی دلیل: یہ ہے کہ جنین ماں کے ساتھ متصل ہونے ماں کی غذا سے غذا حاصل کرنے اور ماں کی سانس لینے کیوجہ سے حقیقۃً اپنی ماں کا جزء ہوا کرتا ہے لہٰذا ماں کی ذکاۃ اس لئے کافی ہے۔

(۴) الکتاب سے مراد مختصر قدوری ہے: فی الکتاب ای فی مختصر القدوری (البنایہ ج۱۱ص ۵۶۸)

ہدایہ ج۴ ص ۴۳۹

سوال: وَلَا یَجُوزُ اَکْلُ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطُّیُوْرِ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطُّیُوْرِ وَکُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

ترجمہ: اور کسی بھی ذوناب (کیلوں والے) درندے کا کھانا جائز نہیں ہے اور نہ جنگل والے پرندے کو کھانا۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ہر جنگل والے پرندے اور ہر نوکیلے دانت والے درندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) ذومخلب اور ذوناب کی الگ الگ نشان دہی کریں (۳) درندوں کے حرمت کیوجہ تحریر کریں (۴) جتنے درندوں کی حرمت کی کراہت کو صاحب ہدایہ نے نشان دہی کی ہے ان کو تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں حرام جانورں کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ درندہ خواہ ذوناب ہو یا ذومخلب اس کا کھانا حرام ہے آپ نے حدیث شریف میں پنجوں سے شکار کرکے کھانے والے پرندوں اور پھاڑ کھانے والے درندوں اور چوپایوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۳ ص ۲۵۴)

(۲) ذوناب نوکیلے دانت والے جانور کو کہتے ہیں جیسے شیر بھیڑ یا چیتا بجو لومڑی اور بلی وغیرہ یہ ذوناب جانور ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذو الناب من السباع الاسد والذئب والنمر والضبع والثعلب والسنور۔

ذومخلب پنجوں سے شکار کرکے کھانے والے پرندوں میں سے یہ ہیں جیسے شکرا شاہین باز گدھ وغیرہ ہے ذومخلب من الطير الصقر العقاب والباز والنسر۔

(البنایہ: ج ۱۱ رص ۵۷۷)

(۳) ان درندوں کی حرمت کیوجہ بنی آدم کی شرافت اور کرامت ہے ان کو حرام اس لئے کیا تاکہ ان کے اوصاف ذمیمہ کھانے والے انسان کے اندر سرایت نہ کر جائیں اس لئے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

ورد التحريم لاجل كرامة بني آدم كيلا يعدو اشئى من هذه الاوصاف الذميمة بالاكل الى الآكل لان العذو اثر فى ذلك۔

(البنایہ: ج ۱۱ ص ۵۷۹)

(۴) صاحب ہدایہ نے ان کی حرمت یا کراہت کی نشان دہی فرمائی ہے۔

ہاتھی جنگلی چوہا نیولا گدھ بغات چیتکبرا کوا غذاف یعنی گرمی کا کوا عقعق بجو گوہ کچھوا بھڑ پالتو گدھا خچر صاحب ہدایہ نے ان کی نشان دہی فرمائی ہے۔

ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۱

سوال: وَلَا يُؤْكَلُ مِنْ حَيْوَانِ الْمَاءِ إِلَّا السَّمَكُ وَقَالَ مَالِكٌ وَجَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِطْلَاقِ جَمِيعِ مَا فِي الْبَحْرِ وَاسْتَثْنٰى بَعْضُهُمُ الْخِنْزِيْرَ وَالْكَلْبَ وَالْإِنْسَانَ وَعَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ أَطْلَقَ ذَالِكَ كُلَّهُ لَهُمْ قَوْلُهُ تَعَالٰى : أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ مِنْ غَيْرِ الْفَصْلِ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْبَحْرِ هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهٗ.

ترجمہ: اور پانی کے جانوروں میں سے مچھلی کے علاوہ کچھ نہیں کھایا جائے گا اور امام مالکؒ اور اہل علم کی ایک جماعت ان تمام جانوروں کی اباحت کی قائل ہے جو دریا میں ہیں اور ان میں سے بعض نے خنزیر، کتے اور انسان کا استثناء کیا ہے اور امام شافعیؒ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے منقول ہے کہ انہوں نے ان تمام کو جائز قرار دیا ہے۔ ان سب کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: أحل لكم صيد البحر (تمہارے لئے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا) بغیر کسی تفصیل کے ہے اور دریاء کے بارے نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۳) احناف کی طرف سے مذکورہ استدلال کا جواب تحریر کریں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ احناف کے یہاں دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے امام مالک کے یہاں تمام دریائی جانور حلال ہیں البتہ بعض کے یہاں خنزیر کتا اور انسان اس سے مستثنیٰ ہے امام شافعی سے منقول ہے کہ انہوں نے کسی استثناء کے بغیر تمام دریائی جانوروں کو مباح قرار دیا ہے یہ لوگ قرآن کی آیت "احل لكم الخ" کے عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں مچھلی اور غیر مچھلی کے درمیان کوئی تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے لہٰذا آیت کا اطلاق تمام دریائی جانوروں کو شامل ہوگا۔

دوسری دلیل: حدیث شریف ہے جس میں آپ ﷺ نے دریا کے پانی کی طہارت اور اس کے مردار کی حلت بیان فرمائی ہے اور جب دریا کا مردار حلال ہے تو اس کے دیگر جانور تو بدرجۂ اولیٰ حلال ہوں گے۔ (احسن الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۲)

اختلاف الائمہ: حضرت امام اعظم کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے۔

احناف کی دلیل: قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے خبائث کی تحریم کو منصوص علیہ قرار دیا ہے اور مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانور خبیث ہیں کیوں کہ فطرت سلیمہ ان کو دیکھ کر کراہت کرتی ہے اور حدیث میں دیگر جانوروں کی حرمت آئی ہے جیسے مینڈک کیکڑا اور یہ سب دریائی جانور ہیں اس لئے صرف مچھلی حلال ہے آیت کریمہ یہ ہے قولہ تعالیٰ ويحرم عليهم الخبائث۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام مالک کے یہاں تمام دریائی جانور حلال ہے بعض نے خنزیر وغیرہ کا استثناء کیا ہے امام شافعی کے یہاں تمام دریائی جانور بغیر استثناء کے حلال ہیں۔

دلیل: ان کی آیت کریمہ ہے قوله تعالیٰ احل لکم صید البحر یہ آیت عام ہے اس میں مچھلی اور غیر مچھلی کی کوئی تفصیل نہیں ہے اس لئے تمام جانور حلال ہے۔

دوسری دلیل: حدیث شریف ہے قولہ فی البحر هو الطهور ماءهٗ والحل میتتهٗ اس حدیث میں مردار کی حلت بیان فرمائی ہے تو دیگر جانور تو بدرجہ اولیٰ حلال ہوں گے۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ حرمت کا دارومدار خون پر ہے اور دریائی جانوروں میں خون ہی نہیں ہوتا کیوں کہ اگر ان میں خون ہوتا تو یہ دریا میں پانی کے اندر نہ رہ پاتے تو جب خون نہیں ہے تو یہ مچھلی کے مشابہ ہیں اور مچھلی بالاتفاق حلال ہے لہٰذا دیگر دریائی جانور بھی حلال ہوں گے۔

(۳) ان حضرات کے استدلال کا جواب ہے کہ ”احل لکم صید البحر“ سے مراد دریا کا شکار نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ دریا میں شکار کرنا مباح اور حلال ہے خواہ حلال جانور کا ہو یا حرام کا کیونکہ حرام اور غیر ماکول اللحم جانوروں کا شکار بھی دوسرے مقاصد کے پیش نظر درست ہے اس لئے اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

والحل میتته الخ فریق مخالف نے دریا کے میتہ کی حلت کو عموم پر محمول کر کے تمام دریائی جانوروں کی حلت کا مسئلہ نکالا ہے لیکن آپ کا یہ قیاس بھی درست نہیں ہے کیوں کہ حدیث شریف میں میتہ سے مراد وہی مچھلی ہے جسے ہم حلال کہتے ہیں اور یہ مچھلی غیر حلال جانوروں سے الگ ہے اس لئے اس حدیث سے بھی استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۲۶۳)

ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۲

سوال: وَيُكْرَهُ اَكْلُ الطَّافِي مِنْهُ وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ لَابَأْسَ بِهٖ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِإِطْلَاقِ مَارَوَيْنَا وَلِأَنَّ مَيْتَةَ الْبَحْرِ مَوْصُوْفَةٌ بِالْحِلِّ بِالْحَدِيْثِ، وَمَيْتَةُ الْبَحْرِ مَالَفَظَهُ الْبَحْرُ لِيَكُوْنَ مَوْتُهُ مُضَافًا إِلَى الْبَحْرِ لَامَامَاتَ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ آفَةٍ.

ترجمہ: اور طافی مچھلی (جو مر کر الٹی ہو جائے) کھانا مکروہ ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہماری بیان کردہ روایت کے مطلق ہونے کی وجہ سے اور اس لئے کہ دریاء کا مردار حدیث کی وجہ سے حلت کے ساتھ موصوف ہے اور دریاء کا مردار وہ ہے جس کو دریاء نے پھینک دیا ہو تاکہ اس کی موت دریاء کی جانب منسوب ہو سکے نہ کہ دریاء میں بغیر کسی آفت کے مری ہو۔

جزئیات: (۱) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۲) کس حدیث میں میتۃ البحر کو حلت کے ساتھ موصوف کیا ہے (۳) امام مالک اور امام شافعی کی دلیل کا جواب تحریر کریں (۴) سمک طافی کی تعریف تحریر کریں۔

جواب: (۱) **اختلاف الائمہ:** احناف کے نزدیک سمک طافی کا کھانا درست نہیں ہے۔

احناف کی دلیل: حضرت جابرؓ کی وہ حدیث ہے جس میں آپ نے دریا کی پھینکی ہوئی مچھلی کھانے کی اجازت دی ہے اور مر کر الٹی ہو جانے والی مچھلی کے کھانے سے منع فرمایا ہے لہٰذا طافی کا کھانا درست نہیں ہے۔

قال النبیؐ ما نضب عنه الماء فكلوا وما لفظه الماء فكلوا وماطفى فلا تأكلوا۔

حضرت امام مالک اور شافعی کے نزدیک سمک طافی کھانا درست ہے۔

دلیل: حدیث شریف ہے احلت لنا میتان کہ طافی بھی دریا کا مردار ہے لہٰذا وہ بھی حلال ہے الحل میتته الخ اس حدیث کے ٹکڑے سے بھی ہے کہ اس میں طافی اور غیر طافی سب داخل ہے لہٰذا سمک طافی کا کھانا درست ہے۔

(۲) اس حدیث شریف میں میتۃ البحر کو حلت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے حدیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درج ذیل ہے هو الطهور ماؤة والحل ميتته (رواة الترمذی)

(۳) اس کا جواب یہ ہے کہ دریا کا مردار دریا میں مرنے والی ہر قسم کی مچھلی نہیں ہے بلکہ دریا کا مردار وہ مچھلی کہلاتی ہے جیسے دریا نے پانی کے اوپر پھینک دیا ہو اور وہ مچھلی میتۃ البحر میں نہیں آتی ہے اس لئے سمک طافی کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) سمک طافی اس مچھلی کو کہا جاتا ہے جو پانی کے اندر از خود مرگئی ہو اور الٹی ہوکر پانی کے اوپر آگئی ہو اس کو سمک طافی کہتے ہیں۔

الطافي هو الذي يموت في الماء حتف انفه فيعلو على وجه الماء ويظهر (البنايه ج ۱۱ ص ۶۰۹)

کتاب الاضحیة

ہدایہ ج ۴/ ص ۴۴۶

سوال: ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ فِيْ ذَالِكَ مَكَانُ الأُضْحِيَةِ حَتّٰى لَوْ كَانَتْ فِي السَّوَادِ وَالْمُضَحِّيْ فِي الْمِصْرِ يَجُوْزُ وَلَوْ كَانَ عَلَى الْعَكْسِ لَايَجُوْزُ إِلَّا بَعْدَ الصَّلَاةِ وَهٰذَا لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الزَّكَاةَ مِنْ حَيْثُ أَنَّهَا تَسْقُطُ بِهَلَاكِ الْمَالِ قَبْلَ مُضِيِّ أَيَّامِ النَّحْرِ كَالزَّكَاةِ بِهَلَاكِ النِّصَابِ فَيُعْتَبَرُ فِي الصَّرْفِ مَكَانُ الْمَحَلِّ لَامَكَانُ الْفَاعِلِ إِعْتِبَارًا بِهَا.

ترجمہ: پھر اس سلسلہ میں قربانی کی جگہ معتبر ہے یہاں تک کہ اگر قربانی کا جانور دیہات میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو جائز ہے اور اگر اس کے برعکس ہو تو نماز ہی کے بعد جائز ہے اور اس لئے کہ قربانی زکوۃ کے مشابہ ہے اس حیثیت سے کہ ایام نحر کے گذرنے سے پہلے مال کے ہلاک ہوجانے کی وجہ سے زکاۃ (ساقط ہوجاتی ہے) تو ادائے قربانی میں محل کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ فاعل کی جگہ کا زکاۃ پر قیاس کرتے ہوئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزئیات: (۱) اضحیہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف نقل کریں (۲) اضحیہ کا سبب اور اس کے شرائط بیان کریں (۳) مطلب تحریر کرین (۴) اگر حاجی جو منی میں ہو وہ واجب قربانی ہندوستان میں خرید کر ذبح کرنے کا حکم دے تو اس کا حکم ہے (۵) زکوۃ کے ساتھ اضحیہ کی وجہ مشابہت واضح کریں (٦) یوم نحر کے بعد ایام نحر کی مقدار کے اختلاف کو مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: اضحیہ کی لغوی تعریف: (۱) ایام اضحیہ میں ذبح کرنے والے جانور کو لغت میں اضحیہ کہتے ہیں "فی اللغة اسم مایذبح فی یوم الاضحی"

اضحیہ کی اصطلاحی تعریف: عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں مخصوص جانور کو ذبح کرنا۔

فی الشریعة عبارة عن ذبح حیوان مخصوص فی وقت مخصوص (البنایہ ج/۱۲/ص/۳)

(۲) **اضحیہ کا سبب:** وقت یعنی ایام نحر کا ہونا ہے "سببها الوقت وهو ایام النحر"

اضحیہ کے شرائط: (۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) مقیم ہونا (۴) مالدار ہونا (۵) وقت ہونا۔

(۳) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قربانی میں مقام قربانی یعنی محل ذبح کا اعتبار ہے ذابح اور مضحی کا اعتبار نہیں ہے اسی وجہ سے اگر قربانی گاؤں دیہات میں ہو اور مضحی شہر میں تو طلوع فجر کے فوراً بعد قربانی جائز ہے اس لئے کہ محل اضحیہ کا اعتبار ہے اور گاؤں میں طلوع فجر کے بعد قربانی کا وقت ہو جاتا ہے۔

اگر قربانی شہر میں ہو اور مضحی دیہات میں تو اس صورت میں طلوع فجر کے بعد قربانی کی اجازت نہیں ہوگی کیوں کہ اضحیہ ایسی جگہ میں ہے جہاں نماز سے پہلے قربانی درست نہیں ہے لیکن اگر شہری کو بہت زیادہ جلدی مچی ہو یا کسی ضرورت کے تحت وہ جلدی قربانی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کے اضحیہ کو شہر سے باہر کسی ایسے دیہات میں بھیج دے جہاں عید کی نماز نہ ہوتی ہو تا کہ فجر طلوع ہوتے ہی اس کا ذبیحہ قربان کر دیا جائے اور جب تک یہ شخص نماز وغیرہ پڑھ کر لوٹے اس وقت تک اس کے گھر میں گوشت بھن کر تیار ہو جائے۔

اور قربانی میں مکان اضحیہ کا اعتبار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قربانی زکوۃ کے مشابہ ہے۔ اس حیثیت سے کہ جس طرح نصاب ہلاک ہونے سے زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے اور اسی طرح ایام نحر گزرنے سے قبل مال ہلاک ہونے کی صورت میں قربانی کا وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے لہٰذا جب قربانی زکوۃ کے مشابہ ہے اور زکوۃ میں اداء واجب کے حوالے سے محل یعنی مقام مال کا اعتبار ہوتا ہے تو قربانی میں بھی محل یعنی مقام ذبح کا اعتبار ہوگا اور اضحیہ کے مکان کی رعایت کی جائے گی نہ کہ فاعل اور مضحی کے مقام کی۔ (احسن الہدایہ ج ۱۲ ص ۲۸۱)

(۴) جو حاجی منیٰ میں مقیم ہو وہ واجب قربانی ہندوستان میں خرید کر ذبح کرنے کا حکم دے تو اس صورت میں مقام ذابح کا اعتبار ہوگا مذبوح عنہ کے مقام کا اعتبار نہیں ہوگا اور ہندوستان کے ایام نحر میں قربانی ہوگی سعودی عرب کے ایام نحر کا اعتبار نہیں ہوگا۔

قال محمد انظر الی موضع الذابح ولا انظر الی موضع المذبوح عنه يعتبر المكان الذى يكون فيه الذبح ولا يعتبر الموضع الذى يكون فيه المذبوح عنه (البنايه ج/ ۱۲/ ص/ ۲۴)

(۵) زکوۃ کے ساتھ اضحیہ کی مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں محل وجوب مال ہے قربانی کے وجوب کے لئے بھی نصاب ضروری ہے اور زکوۃ کے وجوب کے لئے بھی نصاب ضروری ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے دونوں ساقط ہو جاتے ہیں زکوۃ بھی اور قربانی بھی نصاب کے ہلاک ہونے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

الجامع بينهما ان محل الوجوب فيهما جميعا المال لا الذمة فانه يسقط الوجوب بهلاك ذالك المال المعين فيهما جميعا

(حاشیہ: ا/ ص/ ۴۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(٦) اختلاف الائمہ : حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ایام تشریق مکمل ایام اضحیہ ہیں یعنی ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ تک قربانی کرنے کی اجازت ہے۔

دلیل: وہ حدیث شریف میں جس میں تمام ایام تشریق کو ایام ذبح کہا گیا ہے۔

قال ؑ ایام التشریق کلھا ایام ذبح (اخرجه احمد فی مسندہ)

احناف کا مذہب یہ ہے کہ ذی الحجہ کی ۱۲/ تاریخ کے غروب آفتاب تک قربانی کرسکتے ہیں ۱۳/ تاریخ میں قربانی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہماری دلیل : حضرت عمرؓ کا فرمان ہے "ایام النحر ثلاثة الخ" اور حضرت ابن عمرؓ کا فرمان ہے "الاضحی یومان بعد یوم الاضحی" ان سے بھی ایام نحر کا تین دونوں میں منحصر ہونا اور عید الاضحیٰ کے بعد مزید دودن قربانی کے دن رہنا ثابت ہوتا ہے۔ (احسن الہدایہ ج/۱۳/ ص/۲۸۳)

ہدایہ: ج/۴/ ص/۴۴۷

سوال: وَلَا يُضَحّٰى بِالْعَمْيَاءِ وَالْعَوْرَاءِ وَالْعَرْجَاءِ الَّتِيْ لَاتَمْشِيْ إِلَى الْمَنْسَكِ وَلَاالْعَجْفَاءِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَاتُجْزِئُ فِي الضَّحَايَا أَرْبَعَةٌ الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوْرُهَا وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ عَرْجُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرْضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِيْ لَاتُنْقِيْ.

ترجمہ: اور اندھے، کانے اور ایسے لنگڑے جانوروں کی جو مذبح تک نہ جاسکے اور بہت دبلے جانوروں کی قربانی نہ کرے نبی علیہ السلام کے فرمان کی وجہ سے کہ ضحایا میں چار جانور جائز نہیں ہیں ایسا کانا جانور جسکا کانا پن ظاہر ہو ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو ایسا بیمار جس کا مرض ظاہر ہو ایسا دبلا جس پر گودا نہ ہو۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) عمیاء عوراء اور عرجاء کے معنی لکھ کر بتلائے کہ ان الفاظ کا ذکر کیا ہے (۳) "الجماء الثولاء الجرباء مھزولة الھتماء السکاء" کے معنی تحریر کریں (۴) کون سا عیب قربانی سے مانع ہے (۵) اکثر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی مقدار کے متعلق ائمہ کرام کے اختلاف کو نقل کریں اور امام صاحب کی دلیل تحریر کریں (۵) قدرتی سینگ نہ ہونے کی صورت میں قربانی درست ہے اور قدرتی کان نہ ہونے کی صورت میں درست نہیں ہے اس فرق کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اندھی کانی لنگڑی اور بہت دبلی بکری یا اونٹنی وغیرہ کی قربانی درست نہیں ہے اس لئے کہ نبیؐ نے اس طرح کا جانور قربان کرنے سے منع فرمایا ہے پھر عقل سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر مثلا پالنے کیلئے کوئی شخص گائے یا بکری وغیرہ خریدتا ہے تو ٹھونک بجا کر اس کی خوب تحقیق کرتا ہے تو فطرت انسانی کیوں کر یہ گوارہ کرسکتی ہے کہ انسان خدا کے نام پر معیوب جانور قربان کرے اور پھر قرآن مجید نے صاف طور پر یہ اعلان کردیا ہے۔

"ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون الخ" (احسن الہدایہ ج ۱۳/ ص ۲۸۶)

(۲) **عمیاء:** پیدائشی نابینا بکری۔

عوراء: کانی بکری۔

عرجاء: لنگڑی بکری۔

ان الفاظ کے مذکر یہ ہے: اعمی، اعور، اعرج۔

(۳) **الجماء:** جس جانور کے سینگ نہ ہو۔

الثولاء: مجنونہ بکری۔

الجرباء: خارش زدہ جانور۔

مهزولة: کمزور جانور۔

الهتماء: وہ جانور جس کے دانت نہ ہو۔

السکاء: وہ جانور جس کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں۔

(۴) عیب فاحش قربانی سے مانع ہے اور عیب یسیر سے بچنا ناممکن ہے اس لئے اس کو برداشت کرلیا جائے گا اور عیب یسیر یہ ہے کہ جس عیب کیوجہ سے جانور کا گوشت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متاثر نہ ہو۔

الاصل فیہ ان العیب الفاحش مانع والیسیر غیر مانع لان الحیوان قل ماینجو عن یسیر العیب والیسیر مالا اثر لہ فی لحمھا (حاشیہ:۹/ص/۴۴۲)

(۵) اکثر کی مقدار کے متعلق امام صاحب کا مذہب یہ ہیکہ اگر جانور کے عضو کا کوئی حصہ تہائی کے بقدر کٹ گیا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں ہے یہ اکثر مقدار ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی تہائی مال کی وصیت کرنے کا حکم دیا اور اسے کثیر سے تعبیر فرمایا لہٰذا اس روایت سے ثلث کا کثیر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حضرات صاحبین کے نزدیک اکثر مقدار نصف ہے۔

(۶) قدرتی سینگ نہ ہونے کی صورت میں قربانی اس لئے درست ہے کیونکہ یہ عضو مقصود نہیں ہے اور کان یہ، عضو، مقصود ہے اس لئے قدرتی کان نہ ہونے کی صورت میں قربانی جائز نہیں ہے۔ اصل فرق۔ عضو، کا مقصود اور عدم مقصود ہونا ہے

كتاب الكراهية

ہدایہ ج/۴/ص/۴۵۳

سوال: وَيَجُوْزُ الشُّرْبُ فِي الْأَنَاءِ الْمُفَضَّضِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالرُّكُوْبُ فِي السَّرْجِ الْمُفَضَّضِ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْكُرْسِيِّ الْمُفَضَّضِ وَالسَّرِيْرِ الْمُفَضَّضِ إِذَا كَانَ يَتَّقِيْ مَوْضِعَ الْفِضَّةِ قَالَ أَبُوْيُوْسُفَ وَعَلَى هٰذَا لْخِلَافِ الْإِنَاءُ الْمُضَبَّبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْكُرْسِيُّ الْمُضَبَّبُ وَكَذَا إِذَا جَعَلَ ذَالِكَ فِي السَّيْفِ وَالْمِشْحَذِ وَحَلْقَةِ الْمِرْآةِ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) ”اذا کان یتقی موضع الفضۃ“ کا مفہوم متعین کریں (۳) کس طرح کے مفضض ومضبب میں امام صاحب اور امام ابو یوسف کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلاف ہے (۴) مکروہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف نقل کریں۔ (۵) مفضض، مضبب مشحذ ثفر کے معنی تحریر کریں۔

ترجمہ: (۱) فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے یہاں کناروں پر چاندی لگے ہوئے برتن میں پانی پینا کناروں پر چاندی لگی زین پر سوار ہونا کناروں پر چاندی لگی ہوئی کرسی پر بیٹھنا اور اسی طرح تخت پر بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ چاندی کی جگہ سے احتراز ہو حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سونے چاندی کا پترا چڑھا ہوا برتن اور ان کی کرسی بھی اسی اختلاف پر ہے اور ایسے ہی جب تلوار آلہ صقیل اور آئینے کے حلقے میں سونے چاندی کا پترا چڑھا دیا جائے۔

جواب: (۲) اذا کان یتقی موضع الفضة: پانی وغیرہ کے برتن میں چاندی کی جگہ سے احتراز یہ ہے کہ جس جگہ سے منہ لگا برتن سے پیا جاتا ہے اس جگہ چاندی نہ ہو اور جس جگہ سے برتن کو پکڑا جاتا ہے اس جگہ چاندی وغیرہ نہ ہو۔

تخت اور زین میں چاندی کی جگہ سے احتراز یہ ہے کہ جس جگہ زین پر بیٹھنا ہے اور تخت پر بیٹھنا یا لیٹنا ہو اس جگہ چاندی اور سونا نہ ہو یہ۔

یتقی موضع الفضة: کا مفہوم ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۲/ ص ۲۱۵)

(۳) امام صاحب اور امام ابو یوسفؒ کا اختلاف اس مفضض اور مضبب میں جس میں پکڑنے یا بیٹھنے یا پینے کی جگہ چاندی سونے سے احتراز ہو امام صاحب جواز کے قائل ہے اور امام ابو یوسفؒ کراہت کے قائل ہے۔

(۴) لغت میں مکروہ اس چیز کو کہتے ہیں جو مندوب اور محبوب کے خلاف ہو "المکروہ خلاف المندوب والمحبوب لغة"

اصطلاحی شرع میں جس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہو وہ مکروہ ہے "ما یکون ترکه اولیٰ من تحصیله" (البنایہ ج ۱۲/ ص ۶۵)

(۵) **مفضض:** وہ چیز جس کے اطراف میں چاندی کا کام کیا گیا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضبب: وہ چیز جس میں سونے کا پترا چڑھا دیا جائے۔

مشحذ: دھار کرنے کا آلہ صیقل کرنے کی مشین۔

ثفر: جانور کی دم کے نیچے رکھی جانے والی چیز۔ دمچی۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳/ص ۳۱۵)

ہدایہ: ج/۴/ص/۴۵۴

سوال: وَمَنْ أَرْسَلَ أَجِيْرًا لَهُ مَجُوْسِيًّا أَوْ خَادِمًا فَاشْتَرٰى لَحْمًا فَقَالَ اِشْتَرَيْتُهُ مِنْ يَهُوْدِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ أَوْ مُسْلِمٍ وَسِعَهُ أَكْلُهُ لِأَنَّ قَوْلَ الْكَافِرِ مَقْبُوْلٌ فِي الْمُعَامَلَاتِ لِأَنَّهُ خَبْرٌ صَحِيْحٌ لِصُدُوْرِهٖ عَنْ عَقْلٍ وَدِيْنٍ يُعْتَقَدُ فِيْهِ حُرْمَةُ الْكِذْبِ وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ إِلٰى قُبُوْلِهٖ لِكَثْرَةِ وُقُوْعِ الْمُعَامَلَاتِ۔

ترجمه: جس شخص نے اپنے مجوسی اجیر یا خادم کو بھیجا پس اس نے گوشت خریدا پھر اس نے کہا کہ میں نے اس کو یہودی، نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مالک کو اس کے کھانے کی گنجائش ہے اس لئے کہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے کیونکہ یہ خبر صحیح ہے اس کے عقل اور اس دین سے صادر ہونے کی وجہ سے جس میں جھوٹ کی حرمت کا اعتقاد کیا جاتا ہے اور اس کو قبول کرنے کی حاجت پیش آتی ہے معاملات کے وقوع کی کثرت کی وجہ سے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) کافر کا قول معاملات میں قبول کر لیا جاتا ہے اور دیانات میں رد کر دیا جاتا ہے اس وجہ فرق کو واضح کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے مجوسی خادم کو بازار بھیجا اور وہ وہاں سے گوشت خرید کر لایا مالک نے پوچھا کہ کس سے تم نے یہ گوشت خریدا ہے اس نے کہا یہودی سے یا نصرانی یا کسی مسلمان کا نام لیا ان تینوں صورتوں میں اس مجوسی خادم کا لایا ہوا گوشت کھانے کی اجازت ہے اس لئے کہ اگر اس نے مسلمان سے خریدا ہے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے اور اگر یہودی یا نصرانی سے خریدا ہے تو بھی اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ حدیث شریف میں اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا ہے پھر یہ غلام اگر کافر ہے مگر وہ ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معاملے کی خبر دے رہا ہے اور معاملات میں کافر کی خبر کا اعتبار کر لیا جاتا ہے اس لئے کہ خبر ایک صاحب عقل کی ہے اور وہ کافر ہوتے ہوئے بھی ایسے دین کا پیروکار ہے جہاں جھوٹ ایک بڑا جرم سمجھا جاتا ہے لہٰذا حضرات فقہاء نے معاملات کی کثرت وقوع کے پیش نظر اس طرح کی خبروں کا اعتبار کر لیا ہے۔ (احسن الہدایہ: ج۱۲؍ص ۳۱۷)

(۲) کافر کا قول معاملات میں قبول ہوتا ہے اور دیانات میں رد کر دیا جاتا ہے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ دیانات کے بہ نسبت معاملات کا وجود بکثرت ہوتا ہے اور ہر طرح کے لوگ آپس میں لین دین کرتے ہیں لہٰذا اگر اس میں کوئی زائد شرط یعنی عدالت وغیرہ کو مشروط کر دیا جائے تو اس صورت میں لوگ معاملات کے اندر حرج میں مبتلاء ہو جائیں گے اور شریعت میں ہر طرح کے حرج کو دور کیا گیا ہے اسی لئے معاملات میں تنہا ایک آدمی کا قول معتبر مان لیا ہے خواہ عادل ہو یا غیر عادل مسلمان ہو یا کافر۔

اور دیانات بہ نسبت معاملات کے قلیل الوقوع ہے تو اگر اس میں شرط زائد یعنی عدالت وغیرہ کو مشروط کر دیا جائے تو حرج نہیں ہوگا اسی لئے دیانات میں صرف عادل مسلمان کا قول معتبر ہوگا غیر عادل کافر کا قول رد کر دیا جائے گا۔

(احسن الہدایہ: ج۱۲؍ص ۳۱۹)

اصل وجہ فرق حرج اور عدم حرج ہے معاملات میں حرج ہے اور دیانات میں حرج نہیں ہے۔ مؤلف (ہدایہ: ج۴؍ص ۴۵۵)

ومن دعی الی ولیمة او طعام فوجد ثمه لعبا او غناء فلاباس بان یقعد ویاکل قال ابو حنیفه ابتلیت بهذا مرة فصبرت

(۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) اگر جانے سے پہلے ہی ان مکروہات کا علم ہو جائے تو بھی یہ ہی حکم ہے۔

(۳) اگر اسطرح خاموشی کی اجازت دیدی گئی تو نہی عن المنکر کا کیا موقع ہوگا یا اس میں مقتدیٰ اور غیر مقتدیٰ کا فرق ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) امام صاحب کے ابتلاء کا واقعہ مقتدیٰ ہونے سے پہلے کا ہے یا بعد کا ہے۔

(۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی ولیمہ یا پارٹی وغیرہ میں مدعو کیا جائے اور وہاں جا کر معلوم ہو کہ یہاں ناچ گانا اور خرافات و بدعات کا بازار گرم ہے اگر پہلے سے معلوم ہے تو حاضر نہ ہو اگر حاضر ہونے کے بعد معلوم ہوا تو غیر مقتدیٰ کو خاموشی اختیار کر لینی چاہئے اور اگر مقتدیٰ ہے تو لوگوں کو روکے۔

(۲) اگر جانے سے پہلے ہی ان مکروہات کا علم ہو جائے تو حاضر ہونا جائز نہیں ہے۔

ولو علم قبل الحضور لایحضر فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (البنایہ/ج/۱۲/ص/۸۷)

(۳) اس میں مقتدیٰ اور غیر مقتدیٰ کا فرق ہے مقتدیٰ کو لوگوں کو اس طرح کی رزیل حرکت سے منع کرنا چاہئے اور وہاں سے واپس آجانا چاہئے لیکن اگر غیر مقتدیٰ ہے تو صبر کرے جس طرح حضرت امام صاحبؒ نے صبر کیا تھا۔

(۴) حضرت امام صاحبؒ کا یہ واقعہ ان کے مقتدیٰ ہونے سے پہلے کا ہے۔

"کان قبل ان یصیر مقتدیٰ"

ہدایہ: ج/۴/ص/۴۵۷

سوال: وَلَابَأْسَ بِلُبْسِ مَاسَدَاهُ حَرِيْرٌ وَلُحْمَتُهُ غَيْرُ حَرِيْرٍ كَالْقُطْنِ وَالْخَزِّ فِي الْحَرْبِ وَغَيْرِهِ لأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يَلْبَسُوْنَ الْخَزَّ وَالْخَزُّ مَسْدِيٌّ بِالْحَرِيْرِ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ أَكْرَهُ ثَوْبَ الْقَزِّ يَكُوْنُ بَيْنَ الْفَرْوِ وَالظِّهَارَةِ وَالْأَرِيْ بِحَشْوِ الْقَزِّ بَأْسًا.

ترجمہ: (۱) فرماتے ہیں کہ جنگ وغیرہ کے موقع پر ایسا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کا تانا ریشم کا ہو اور اس کا بانا ریشمی نہ ہو جیسے روئی اور خز اس لئے کہ حضرات صحابہؓ خز زیب تن فرمایا کرتے تھے اور خز ریشمی تانے کا ہوتا ہے نیز اس لئے بھی کہ کپڑا بنائی ہی کی بدولت کپڑا بنتا ہے اور بنائی بانے سے ہوتی ہے لہٰذا بانا ہی معتبر ہوگا نہ کہ تانا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں قز نامی کپڑے کو مکروہ سمجھتا ہوں اور قز پوستین اور ابرے کے مابین ہوتا ہے البتہ قز کے بھراؤ میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) سدی لحمۃ خز قز فرو اور ظہارۃ کے مرادی معنیٰ تحریر کریں (۳) مسئلہ کی دونوں دلیلوں کی تشریح کریں (۴) امام ابو یوسفؒ کا قول اور دلیل بھی تحریر کریں (۵) کم بچوں کو سونا اور ریشم پہنانے کا کیا حکم ہے اور دلیل کیا ہے۔

جواب: (۲) **سدی** : کپڑے کا تانا۔ تانا سوت کے اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کپڑا بننے میں لمبائی کی طرف ہوں۔

لحمۃ : کپڑے کا بانا (اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کپڑا بننے میں عرضاً پھیلا ہوا ہوں)

خز : اون اور ریشم کا بنا ہوا کپڑا، ریشم کا وہ کپڑا جو جنگ کے موقع پر اوپر کی طرف پہنا جاتا ہے۔

قز: خام ریشم

فرو: وہ گرم کپڑا جو جانوروں کی کھال کو دباغت دے کر تیار کیا جاتا ہے

ظہارۃ : کپڑے کے اوپر لگا ہوا کپڑا یعنی دیوان۔

(۳) **دلیل اول**: حضرات صحابہ کرام کا عمل ہے کہ صحابہ کرام سے اس کے طرح کے کپڑے کا استعمال ثابت ہے اس لئے یہ درست ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمر العمری اخبرنی وھب بن کیسان قال رأیت ستة من اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ یلبسون الخز سعدبن وقاص وابن عمر وجابربن عبدالله واباسعید واباھریرة وانس بن مالک رضی اللہ عنہم۔

(اخرجہ عبدالرزاق، بحوالہ البنایہ رج ۱۲/ ص ۱۰۴)

دلیل ثانی: یہ ہے کہ کپڑے کا دارومدار بناوٹ پر ہے اور بناوٹ کا مدار بانے پر ہے لہٰذا کپڑے کی حلت وحرمت کے متعلق بانا ہی اصل ہوگا۔ اور اسی کا اعتبار بھی ہوگا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر بانا ریشم کا ہے تو حرام ہے اور اس میں بانا اون وغیرہ کا ہوتا ہے اس لئے یہ حلال اور درست ہے۔

(۴) حضرت امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ میں قزنامی کپڑے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

دلیل: یہ ہے کہ اس کا بانا ریشم کا ہوتا ہے اور کپڑے کی حلت وحرمت کا مدار بانے پر ہوتا ہے اس لئے یہ قزنامی کپڑا مکروہ ہے۔

(۵) کم سن بچوں کو سونا اور ریشم پہننا مکروہ ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ جب مردوں کے لئے خود ان کا استعمال حرام ہے تو اسی طرح بچوں کو پہننا بھی حرام ہوگا جیسے شراب پینا بھی حرام ہے اور اس کا پلانا بھی حرام ہے اور اس سلسلے میں حدیث شریف موجود ہے۔ "الدال على الخير كفاعله والدال على الشر كفاعله"

ہدایہ ج/۴/ص/۴۶۷

سوال: وَمَنِ اشْتَرىٰ جَارِيَةً فَإِنَّهٗ لَايَقْرُبُهَا وَلَايَلْمَسُهَا وَلَايُقَبِّلُهَا وَلَايَنْظُرُ إِلىٰ فَرْجِهَا بِشَهْوَةٍ حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا وَالْأَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ سَبَايَا أَوْطَاسٍ أَلَا لَا تُوْطَأُ الْحُبَالىٰ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَلَاالْحَيَالىٰ حَتّٰى يَسْتَبْرِئْنَ بِحَيْضَةٍ.

ترجمہ: جس شخص نے کوئی باندی خریدی تو وہ اس سے وطی نہ کرے اور نہ اس کو چھوئے اور نہ اسکا بوسہ لے اور نہ اس کی شرمگاہ کی جانب شہوت کے ساتھ دیکھے یہاں تک کہ وہ اس کو استبراء کرائے اور اس میں اصل اوطاس کی گرفتارشدہ باندیوں کے بارے میں نبی علیہ السلام کا فرمان ہے۔ سنو! وضع حمل تک حاملہ عورتوں سے وطی نہ کی جائے اور نہ بے حمل والیوں سے یہاں تک کہ وہ ایک حیض کے ذریعہ استبراء کرلیں۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) سبایا اوطاس سے کیا مراد ہے (۳) جاریہ کی خریداری کے بعد استبراء کیوں لازم کیا گیا ہے (۴) فرارشدہ باندی اور غصب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کردہ باندی کے استبراء کا کیا حکم ہے اور کیوں ہے۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ خریدی ہوئی باندی اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس سے ہر طرح کا استمتاع ممنوع ہے اور اگر غیر حاملہ ہو تو ایک حیض آنے تک استمتاع وغیرہ کی ممانعت رہے گی اس سلسلے میں غزوۂ حنین کے قیدیوں کے متعلق آپ کا فرمان گرامی متدل ہے کہ استبراء سے قبل خریدی ہوئی باندی سے قربت کرنا اس کو چھونا اس کا بوسہ لینا اس کی شرم گاہ کی طرف شہوت سے دیکھنا یہ سب درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۳/ص ۳۶۰)

(۲) ''سبایا اوطاس'' سے مراد جنگ حنین میں قید ہو کر آنے والی عورتیں ہے سبایا باندی کو کہتے ہیں اوطاس ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے تین مراحل کے فاصلے پر واقع ہے۔

(۳) ''استبراء میاہ'' کے اختلاط اور انساب کے اشتباہ سے بچنے کے لئے لازم کیا گیا ہے۔

لان الحکمة فيه التعرف عن براء ة الرحم صيانة للمياه المحترمة عن الاختلاط والانساب عن الاشتباه

(۴) فرار شدہ باندی اور غصب کردہ باندی کے واپس آنے کے بعد ان کا استبراء لازم نہیں ہے اس لئے کہ استبراء کے لئے استحداث ملک وید ضروری ہے اور ان میں استحداث ملک اور ید دونوں معدوم ہے اس لئے ان کا استبراء لازم نہیں ہے۔ ''ولايجب الاستبراء اذا رجعت الأبقةاو ردت المغصوبة لانعدام السبب وهو استحداث الملک واليد''

ہدایہ ج ۴/ص ۴۷/۲

سوال: اِمْرَأَةٌ أَخْبَرَهَاثِقَةٌ أَنَّ زَوْجَهَا الْغَائِبُ مَاتَ عَنْهَا أَوْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا أَوْكَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ وَأَتَاهَا بِكِتَابٍ مِنْ زَوْجِهَا بِالطَّلَاقِ وَلَاتَدْرِیْ أَنَّهُ كِتَابُهُ أَمْ لَاإِلَّا أَنَّ أَكْبَرَ رَأْيِهَا أَنَّهُ حَقٌّ يَعْنِي بَعْدَ التَّحَرِّیْ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَعْتَدَّ ثُمَّ تَزَوَّجَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: اگر کسی عورت کو کسی ثقہ آدمی نے خبر دی کہ اس کا غائب شوہر مر گیا یا اس کو تین طلاق دیدی، یا وہ غیر ثقہ ہو اور اسکے پاس اس کے شوہر کا خط (طلاق نامہ) لایا اور عورت نہیں جانتی کہ یہ خط اس کا ہے یا نہیں مگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ یہ سچ ہے یعنی تحری کے بعد کوئی حرج نہیں کہ وہ عورت عدت گذارے پھر نکاح کرلے۔

جزئیات: (۱) عبارت کا مطلب تحریر کریں (۲) اگر کسی نے عورت کو اطلاع دی کہ بوقت نکاح شوہر مرتد تھا تو اس صورت میں کتنے گواہ ضروری ہیں اور کیوں (۳) اگر عورت کو اس کے غائب شوہر کے بارے میں کسی نے موت کی خبر دی تو اس مخبر واحد کا قول معتبر ہوگا یا نہیں (۴) ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق کو واضح کریں (۵) قاطع کا ضابطہ تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت کا شوہر غائب ہے اب ایک معتبر آدمی اس کو خبر دیتا ہے کہ اس کا شوہر مر گیا یا اس نے تجھے تین طلاق دیدی یا مخبر غیر معتبر ہے لیکن وہ شوہر کا طلاق نامہ لیکر آپہنچتا ہے اور تحری وغیرہ کے بعد عورت کا ظن غالب یہ نکلا کہ یہ طلاق نامہ درست ہے اور اسی کے شوہر کا ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ عدت گزار کر کسی دوسرے آدمی سے اپنا نکاح کرلے اس لئے صورت مسئلہ میں قاطع نکاح ایک عارضی چیز ہے یعنی موت یا طلاق اور طاری اور عارضی چیزوں میں ایک ثقہ آدمی کا قول معتبر ہو جاتا ہے لہٰذا اس خبر کے بعد اس کے لئے عدت گزارنا اور دوسرا عقد کرنا دونوں صحیح ہونگے اور پھر کوئی یہاں منازع بھی نہیں ہے یعنی شوہر کے عدم انتقال کی اطلاع یا کچھ اور لہٰذا "فلا حرج فی العدۃ والنکاح" (احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۳۸۱)

(۲) اگر کسی عورت کو خبر دیدی کے بوقت نکاح اسکا شوہر مرتد تھا یا اسکا رضاعی بھائی تھا تو اس صورت میں ایک آدمی کا قول معتبر نہیں ہوگا بلکہ یہاں دو آدمی یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہو یہ ضروری ہیں کیونکہ اس نے ایسے فساد کی اطلاع دی ہے جو عقد سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقارن ہے اور اگر فساد عقد سے مقارن ہو تو اس صورت میں دو عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہیں۔ "لانہ اخبر بفساد مقارن وان کان مقارنا فلا یثبت حتی یشھد بذالک عدلان"

(۳) اگر عورت کو کسی ثقہ آدمی نے اس کے غائب شوہر کے انتقال کی خبر دی تو اس مخبر واحد کا قول معتبر ہوگا۔

(۴) ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں قاطع طاری ہے اور قاطع طاری اور عارضی میں ایک آدمی کا قول بھی معتبر ہوگا، اور دوسری صورت میں قاطع مقارن ہے اور قاطع مقارن کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اصل وجہ فرق قاطع طاری اور قاطع مقارن ہے

(۵) قاطع کی دو حیثیتیں ہیں: (۱) قاطع طاری اس سے مراد وہ عوارض ہیں جو بعد العقد پیش آتیں جیسے موت طلاق وغیرہ۔

(۲) قاطع مقارن اس سے مراد وہ عوارض ہیں جو عقد سے پہلے ہی موجود ہوں، ضابطہ یہ ہے کہ قاطع مقارن کیلئے تو شرعی شہادت ضروری ہے لیکن قاطع طاری کیلئے شرعی شہادت ضروری نہیں ہے اس میں ایک ثقہ کا قول بھی معتبر ہوگا۔ (احسن الہدایہ ج/۱۳ ص/۳۸۱)

ان المسند اذا کان طاریا یثبت بخبر الوحد العدل وان کان مقارنا فلا یثبت حتی یشھد بذلک عدلان (حاشیہ:۹ ص/۴۸۳)

ہدایہ: ج/۴ ص/۴۷۳

سوال: وَيُكْرَهُ الْإِحْتِكَارُ فِيْ أَقْوَاتِ الْآدميين وَالْبَهَائِمِ إِذَا كَانَ ذَالِكَ فِيْ بَلَدٍ يَضُرُّ الْإِحْتِكَارُ بِأَهْلِهِ وَكَذَالِكَ التَّلَقِّيْ فَأَمَّا إِذَا كَانَ لَا يَضُرُّ فَلَا بَأْسَ به.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: انسانوں اور چوپاؤں کی غذا میں احتکار (غلہ کو مہنگائی کے انتظار میں روکنا) مکروہ ہے جبکہ ایسے شہر میں ہو جس کے باشندوں کے لئے احتکار مضر ہو اور ایسے ہی تلقی، پھر بہرحال جبکہ احتکار مضر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) تلقی جلب اور احتکار کی تعریف نقل کریں (۲) ان کا حکم مع دلیل نقلی وعقلی تحریر کریں (۳) انسانوں اور جانوروں کی خوراک کے علاوہ اور کون سی اشیاء ایسی ہیں جس میں احتکار کی ممانعت ہے (۴) ان میں امام اعظم اور امام ابو یوسف کا اختلاف تحریر کریں (۵) تلقی جلب کے مکروہ ہونے کے شرائط تحریر کریں۔

جواب: (۱) تلقی جلب کی تعریف: ایسی چیز کو آگے بڑھ کر خریدنا جس کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں تجارت کے لئے لایا گیا ہو۔ "تلقی الجلب جلب الشیء جاء به من بلد الی بلد للتجارة" (حاشیہ: ۳ ص ۴۷۰ ج ۴)

احتکار کی تعریف: انسانوں اور جانوروں کی خوراک کو بیع سے روک لینا اور گرانی کا انتظار کرنا لوگوں کو ضرر پہنچانے کیلئے ایسا کرنا یہ احتکار ہے

فی اصطلاح اهل الشرع: حبس اقوات الناس والبهائم عن البيع يتربص الغلاء لاضرار الناس (البنایہ ج ۱۲ ص ۲۱۰)

(۲) احتکار اور تلقی جلب دونوں مکروہ تحریمی ہے جبکہ اہل شہر کو ضرر ہو "الاصل فی كون كل واحد من الاحتكار والتلقی مكروها اذا كانا يضران بالبلد"

احتکار کی کراہت کی نقلی دلیل: آپ کی حدیث شریف ہے کہ جالب کو مرزوق اور محتکر کو ملعون قرار دیا ہے۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ غلوں سے عوام کا حق وابستہ ہے لہٰذا انہیں روکنے میں عوام کا نقصان ہوگا اس لئے یہ درست نہیں ہے۔

تلقی جلب کی کراہت کی نقلی دلیل: آپ کی حدیث شریف ہے جس میں آپؐ نے تلقی جلب اور تلقی رکبان سے منع فرمایا ہے "نهی عن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تلقی الجلب وعن تلقی الرکبان"

عقلی دلیل: یہ ہے کہ اس میں شہر والوں کا نقصان ہے اور سامان لے کر آنے والوں کے ساتھ دھوکہ ہے اس لئے یہ صورت درست نہیں ہے۔

(۳) انسانوں اور جانوروں کی خوراک کے علاوہ سونا چاندی اور کپڑے وغیرہ کے احتکار کی ممانعت ہے

(۴) حضرت امام اعظمؒ کے یہاں صرف اقوات کے احتکار کی ممانعت ہے کیونکہ انہوں نے ضرر متعارف کا اعتبار کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کے یہاں اقوات کے ساتھ سونا چاندی کپڑے وغیرہ کے احتکار کی ممانعت ہے امام ابو یوسفؒ نے حقیقی ضرر کا اعتبار کیا ہے۔

(۵) تلقی جلب کی کراہت کی دو شرطیں ہیں:

(۱) ضرر اہل بلد (۲) تاجر پر شہر کے ریٹ کو پوشیدہ رکھنا یہ دونوں تلقی جلب کی کراہت کی شرطیں ہیں اگر یہ موجود نہ ہو تو تلقی جلب مکروہ نہیں ہے۔

الکراھة فیما اذا کان اضر باھل البلدة وواذا کان لبس السعر علی التجار فانه مکروة (حاشیہ ۲/ ص/ ۴۷۴)

ہدایہ/ج/۴/ص/۴۷۵

سوال: وَمَنْ اٰجَرَ بَيْتًا لِيُتَّخَذَ فِيْهِ بَيْتُ نَارٍ أَوْ كَنِيْسَةٌ أَوْ بِيْعَةٌ أَوْيُبَاعُ فِيْهِ الْخَمْرُ بِالسَّوَادِ فَلَا بَأْسَ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُكْرِيَهُ لِشَيْءٍ مِنْ ذَالِكَ، لَهُ أَنَّ الْإِجَارَةَ تَرِدُ عَلٰى مَنْفَعَةِ الْبَيْتِ وَلَامَعْصِيَةَ فِيْهِ وَإِنَّمَا الْمَعْصِيَةُ بِفِعْلِ الْمُسْتَأْجِرِ وَهُوَ مُخْتَارٌ فِيْهِ.

ترجمہ: جس شخص نے دیہات میں کوئی گھر کرایہ پر دیا تا کہ اس میں آتش کدہ یا یہودیوں کا عبادت خانہ یا نصاریٰ کا گرجا گھر بنایا جائے یا اسمیں شراب بیچی جائے تو اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ گھر کی منفعت پر وارد ہوتا ہے اور اس میں کوئی معصیت نہیں ہے اور معصیت مستاجر کے فعل سے ہے اور وہ اس میں مختار ہے۔

جزئیات: (۱) مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں (۳) ذمی کیلئے شراب کی حمالی میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (۱) اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دیا اور ایسے شخص کو دیا جو اس میں کوئی حرام کام کرے گا جیسے اس میں آتش کدہ بنانا چرچ بنانا یا میکدہ بنانا تو ایسے شخص کو مکان کرایہ پر دینے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے امام صاحبؒ کے یہاں درست ہے حضرات صاحبین کے یہاں درست نہیں ہے۔

(۲) **اختلاف الائمہ:** حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ اس طرح مکان کرایہ پر دینا درست ہے۔

دلیل: امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ کا مقصد گھر کا فائدہ ہے کیوں کہ محض اجارہ پر مکان دینے سے ہی کرایہ واجب ہو جاتا ہے خواہ اس میں کوئی رہے یا نہ رہے لہٰذا نفس اجارہ میں کوئی معصیت نہیں ہے اس لئے یہ درست ہوگا اور معصیت تو اجرت پر لینے والوں کے افعال میں ہوتی ہے اور وہ لوگ خود مختار ہوتے ہیں چاہے گناہ کریں یا نہ کریں اس لئے دوسرے کے فعل کو غیر کی طرف منسوب کر کے اسے باطل قرار دینا درست نہیں ہے۔

حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ اس طرح اجارہ پر دینا مناسب نہیں ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ یہ اعانت علی المعصیت ہے جو درست نہیں ہے قرآن شریف میں نص موجود ہے "ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان"

(۳) **اختلاف الائمہ:**

حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کے لئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شراب کی حمالی کی تو اس مسلمان کے لئے اجرت حمل لینا درست ہے۔

دلیل: امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ معصیت شراب پینے میں ہے اور شراب فاعل مختار کا فعل ہے اور کرے یا نہ کرے اور پینا اٹھانے کے لوازمات میں سے نہیں ہے اور حامل کا یہ مقصد بھی نہیں ہے کیونکہ حامل کے پیش نظر تو اجرت ہوتی ہے اور اس کے لئے اس کی اجرت درست ہے حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ اس طرح کی اجرت مکروہ ہوگی۔

دلیل: آپؐ نے شراب کے متعلق دس لوگوں پر لعنت بھیجی ہے ان میں سے شراب اٹھانے والوں اور اٹھوانے والوں پر بھی ہے" ان النبی ؐ لعن فی الخمر عشرا حاملها و المحمول الیه "(احسن الہدایہ ج ۱۳ ص ۳۹۴)

کتاب احیاء الموات

ہدایہ ج ۴ ص ۴۸۶

سوال: وَالْقَنَاةُ لَهَا حَرِيْمٌ بِقَدْرِ مَايُصْلِحُهَا وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبِيْرِ فِيْ إِسْتِحْقَاقِ الْحَرِيْمِ وَقِيْلَ هُوَ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَهُ لَاحَرِيْمَ لَهَا مَالَمْ يَظْهَرِ الْمَاءُ عَلَى الْأَرْضِ: قَالُوْا وَعِنْدَ ظُهُوْرِ الْمَاءِ عَلَى الْأَرْضِ هُوَ بِمَنْزِلَةِ عَيْنٍ فُوَارَةٍ فَيقدر حَرِيْمُهُ بِخَمْسِ مِأَةِ ذِرَاعٍ وَالشَّجَرَةُ تُغْرَسُ فِيْ أَرْضِ مَوَاتٍ لَهَا حَرِيْمٌ أَيْضًا حَتّٰى لَمْ يَكُنْ لِغَيْرِهٖ أَنْ يَّغْرِسَ شَجَرًا فِيْ حَرِيْمِهَا.

ترجمہ: (۱) اور کاریز کا حریم اس مقدار میں ہوگا جو اس کے لئے مناسب ہو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ استحقاق حریم میں کاریز کنویں کی طرح ہے ایک قول یہ ہے کہ صاحبینؒ کے یہاں ہے اور امام اعظمؒ کے یہاں جب تک پانی زمین پر ظاہر نہ ہو اس وقت تک اسے حریم نہیں ملے گا اس لئے کہ کاریز بھی درحقیقت نہر ہی ہے لہٰذا اسے نہر ظاہر پر قیاس کیا جائے گا مشائخ نے فرمایا کہ پانی کے زمین پر ظاہر ہونے کی صورت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کاریز جوش مارنے والے چشمے کے درجے میں ہوگا اور اس کا حریم پانچ سو ذراع کے ساتھ مقدر ہوگا اور وہ درخت جوارضِ موت میں لگایا جائے اس کے لئے بھی حریم ہوگا یہاں تک کہ دوسرے کیلئے اس درخت کے حریم میں درخت لگانے کی اجازت نہیں ہوگی۔(احسن الہدایہ ج ۱۴ ص ۲۴)

جزئیات: (۱) عبارت کا ترجمہ کریں (۲) عین کے حریم کی مقدار اور اس کی عقلی ونقلی دلیل تحریر کریں (۳) درخت کے حریم کی مقدار اور اس کی عقلی ونقلی دلیل تحریر کریں (۴) زمین کے موات کے شرائط تحریر کریں (۵) موات کے شرعی معنیٰ نقل کریں (۶) نہر کا حریم کیا ہے۔

جواب: (۲) عین کے حریم کی مقدار پانچ سو ذراع ہے "حریم العین خمسمائة ذراع"

دلیل نقلی: آپ کی حدیث شریف ہے "قول النبیؐ حریم العین خمس مائة ذراع"

عقلی دلیل: یہ ہے کہ چشمے سے کھیتی سیراب کیجاتی ہے لہٰذا اسکے لئے زیادہ حریم کی ضرورت ہوگی تا کہ پانی بہنے اس کے جمع ہونے اور جمع ہونے کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے کے مقامات بنائے جائیں اور یہ پورا کام اپنے حریم میں انجام دیا جائے اور ظاہر ہے کہ ان امور کی انجام دہی اسی وقت ممکن ہوگی جب چشمے کا حریم زیادہ ہو اسی لئے ہم نے چشمے کا حریم پانچ سو ذراع متعین کی ہے۔

(۳) درخت کا حریم ہر طرف پانچ ذراع ہے "حریم الشجر مقدر بخمسة اذرع" (البنایہ ج ۱۲ ص ۳۰۴)

نقلی دلیل: آپ کی حدیث شریف ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ کھجور کے درخت کے حریم کے متعلق دو آدمی اپنا جھگڑا لے کر نبی کی خدمت میں پہنچے اس پر آپؐ نے اس کی پیمائش کا حکم دیا چنانچہ جب میں نے ناپا تو وہ حریم پانچ ذراع نکلا اس حدیث سے معلوم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوا کہ درخت کا حریم پانچ ذراع ہے۔"اختصم الی النبیؐ رجلان فی حریم نخلة فی حدیث احدهما امربها فذرعت فوجدت خمسة اذرع یقضی بذلک"(البنایہ ج۱۲/ص۳۰۴)

عقلی دلیل: یہ ہے کہ درخت کی شاخیں ادھر ادھر پھیل جاتی ہیں اور پھل کے موسم میں ان شاخوں پر پھل لگ کر اس جگہ گرتے ہیں اب ظاہر ہے کہ اگر درخت کا حریم نہیں ہوگا تو اس کی شاخیں دوسرے کی زمین میں ہوگی اور ان کا پھل بھی وہی گرے گا جو فتنہ کا سبب بنے گا اس لئے شریعت نے ہر درخت کیلئے ہر چہار جانب سے پانچ پانچ ذراع حریم مقرر کیا ہے۔

(۴)موات کی شرائط یہ ہیں (۱) زمین ویران ہو (۲) اس کا کوئی مالک نہ ہو (۳) زمین آبادی سے بہت دور ہوں ان شرائط کے بعد زمین پر موات کا حکم لگایا جائے گا (۵) شرعی معنی یہ ہے کہ پانی کی قلت یا کثرت کیوجہ سے جو زمین زراعت کے قابل نہ ہو اور نہ کوئی اس کا مالک ہو اس کو موات کہا جاتا ہے۔(۶) نہر کا حریم اس کی پٹری ہے جس پر چل سکے اور نہر کی ریت وغیرہ ڈال سکے۔

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الاشربة

ہدایہ: ج/۴/ص/۵۰۳

سوال: وَيُكْرَهُ شُرْبُ دُرْدِيِّ الْخَمْرِ وَالْإِمْتِشَاطُ بِهٖ لِأَنَّ فِيْهِ أَجْزَاءَ الْخَمْرِ وَالْإِنْتِفَاعُ بِالْمُحَرَّمِ حَرَامٌ.

ترجمہ: شراب کی تلچھٹ پینا اور اس سے کنگھی کرنا مکروہ ہے، کیونکہ تلچھٹ میں خمر کے اجزاء ہوتے ہیں اور حرام چیز سے نفع اٹھانا حرام ہے۔

جزئیات: (۱) مطلب تحریر کریں (۲) ”شارب الدردی“ اگر اتنی مقدار استعمال کرتا ہے جو حد سکر تک نہیں پہنچتا تو کیا اس پر حد لگائی جائے گی اس سلسلے میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں۔ (۳) ”اشربة المحرمة“ کتنی ہیں (۴) حد شارب خمر کیا ہے (۵) خمر سے حقنہ لینے کا کیا حکم ہے (۶) ”الدباء والحنتم والمزفت“ کیا ہیں۔

جواب: (۱) صورت مسئلہ یہ ہے کہ شراب کی تلچھٹ پینا اور اس سے کھنگھی کرنا یا کسی اور طرح اس کو استعمال کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ خمر کی تلچھٹ میں خمر کے اجزاء ہوتے ہیں اور خمر حرام ہے لہٰذا اس کے کسی بھی جزء سے نفع اٹھانا حلال نہیں ہوگا۔

(۲) **اختلاف الائمہ:** احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر تلچھٹ نشہ آور نہ ہو تو اس کے شارب کو حد نہیں لگائی جائے گی۔

دلیل احناف: یہ ہے کہ تلچھٹ اگر چہ خمر کے اجزاء میں سے ہے لیکن اس میں خمریت ناقص ہوتی ہے اور اس کا قلیل اس کے کثیر کا داعی نہیں ہے کیوں کہ طبیعتوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے لہٰذا تلچھٹ خمر کے علاوہ دیگر اشربہ کی طرح ہے اور دیگر اشربہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ان کے پینے سے نشہ آجائے تو حد جاری ہوگی ورنہ نہیں۔ لہٰذا تلچھٹ کا بھی یہی حکم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس پر حد لگے گی خواہ نشہ ہو یا نہ ہو۔

دلیل امام شافعی: یہ ہے کہ اس نے خمر کے اجزاء میں سے ایک جزء کو پیا ہے اور خمر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حرام ہے لہٰذا تلچھٹ پینے والے پر حد جاری ہوگی۔

(۳)''اشربة المحرمة'' چار ہیں:

(۱) خمر وہ انگور کا شیرہ ہے جب جوش مارے تیز ہو جائے۔

(۲) انگور کا شیرہ جب اتنا پکا دیا جائے کہ اس کے دو تہائی سے کم ختم ہو جائے۔

(۳) نقیع تمر اور وہ نشہ آور ہے۔

(۴) نقیع زبیب جب وہ جوش مارنے لگے۔

(۴) شارب خمر کی حد ۸۰ رکوڑے ہیں جب کہ وہ آزاد ہو اگر غلام ہے تو اس کی حد ۴۰ رکوڑے ہیں۔

اجمعوا على وجوب الحد على من شرب الخمر ثمانين اذا كان حراً وان كا عبداً فحده اربعون. (حاشیہ:۲/ص/۴۹۸)

(۵) خمر سے حقنہ لینا حرام ہے ''ویکره الاحتقان بالخمر''

(۶) دباء، حنتم، مزفت یہ سب کے سب نبیذ تیار کرنے کے برتن ہیں۔

الدباء: کدوں کا برتن۔

الحنتم: سبز رنگ کی ٹھلیا۔

المزفت: تارکول کے رنگ سے رنگے ہوئے برتن۔

☆☆☆

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الـــرهن

ہدایہ: ج/۴/ص/۵۲۰

سوال: وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إِلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُوْنٍ لِأَنَّ حُكْمَهُ ثُبُوْتُ يَدِ الإِسْتِيْفَاءِ وَالإِسْتِيْفَاءُ يَتْلُو الْوُجُوْبَ قَالَ وَيَدْخُلُ عَلَىٰ هٰذَا اللَّفْظِ اَلرَّهْنُ بِأَعْيَانِ الْمَضْمُوْنَةِ بِأَنْفُسِهَا فَإِنَّهُ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِهَا وَلَا دَيْنَ.

ترجمہ: (۱) فرماتے ہیں کہ دین مضمون کے بدلے میں ہی رہن صحیح ہوگا کیونکہ رہن کا حکم قبضہ وصولیابی کا ثبوت ہے اور استیفاء وجوب کے بعد ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ پر ان اعیان سے اشکال وادر ہوتا ہے جو بذات خود مضمون ہیں چنانچہ ان کے بدلے میں رہن صحیح ہے حالانکہ دین نہیں ہے۔

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) رہن کی تعریف کریں اس کا سبب اس کا رکن اس کا حکم تحریر کریں۔ (۳) دین مضمون میں مضمون کی قید کا فائدہ تحریر کریں (۴) صاحب ہدایہ نے جو اعتراض کیا ہے اس کی تشریح کریں اعیان مضمون بانفسہا وبغیرہا کی وضاحت کریں (۵) اعتراض کا جواب تحریر کریں۔

جواب: (۲) **رھن کے لغوی معنی:** کسی چیز کو روکنا ہے۔

رھن کے اصطلاحی معنی: کسی حق یعنی قرض وغیرہ کیوجہ سے کسی چیز کو محبوس کرنا تاکہ اس کے ذریعے حق کی وصولیابی ممکن اور آسان ہو جائے۔

"فی الشریعۃ جعل الشئی محبوسا بحق یمکن استیفائہ من الرھن"

رھن کا سبب: رب الدین کا رہن کا مطالبہ کرنا ہے "اما سببہ فھو مطالبۃ رب الدین الرھن"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رہن کا رکن: ہمارے نزدیک صرف ایجاب ہے اور بعض کے نزدیک ایجاب وقبول ہیں ''اما رکنه الایجاب فقط عندنا وعند البعض الایجاب والقبول''

رہن کا حکم: یہ ہے کہ مرتہن کو ایسا قبضہ حاصل ہو جائے جس سے دین کی وصول یابی ممکن ہو ''اما حکمه فهو ملک حبس المرهون وحق المطالبة بالبیع'' (البنایہ ج ۱۲/ص ۴۶۵)

(۳) دین مضمون میں مضمون کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس قید کے ذریعے رہن بالدرک سے احتراز ہو جاتا ہے کیونکہ رہن بالدرک جائز نہیں ہے ''قوله مضمون احترز به عن الرهن بالدرک فانه لایصح'' (البنایہ ج ۱۲/ص ۴۷۹)

(۴) صاحب ہدایہ کا اشکال یہ ہے کہ ''الابدین مضمون'' کے ذریعے جو حصر کیا گیا ہے وہ مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ چیزیں جو بذات خود مضمون ہوتی ہیں جیسے شئی مغصوب کا ضمان فی ذاتہ ہوتا ہے اور اس کے عوض بھی رہن صحیح ہوتا ہے حالانکہ وہاں دین نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ ''لایصح الرهن الابدین مضمون'' کا حصر درست نہیں ہے۔

اعیان مضمون بانفسها: جو چیزیں جو بذات خود مضمون ہوتی ہیں جیسے شئی مغصوب اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا مثل یا قیمت واجب ہوتی ہے اور وہ چیز جو بھاؤ کرنے کیلئے قبضہ کیا ہو اور ہلاک ہو جائے تو اس کا مثل یا قیمت واجب ہوتی ہے یہ اشیاء مضمون بانفسہا ہیں۔

اعیان مضمون بغیرہ: جو چیزیں غیر کیوجہ سے مضمون ہوتی ہے جیسے مبیع بائع کے قبضے میں کہ وہ مضمون بالثمن ہوتی ہے مضمون بالقیمۃ نہیں ہوتی ہے تو یہ مضمون بغیرہ ہے۔ (البنایہ: ج ۱۲/ص ۴۷۹)

(۵) اعتراض کا جواب: جواب یہ ہے کہ اعیان کو لے کر اشکال کرنا درست

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہے کیونکہ اعیان میں موجب اصلی قیمت ہی ہوتی ہے اور جہاں کہیں عین کو واپس کیا جاتا ہے تو واپس کرنے والا بری الذمہ ہو جاتا ہے بہر حال اعیان میں بھی جب قیمت ہی موجب اصلی ہے اور قیمت دین ہوتی ہے تو اعیان مضمون میں بھی دین ہی کے عوض رہن پایا گیا اور جب اعیان کی کفالت صحیح ہوتی ہے اور دین کی بھی صحیح ہوتی ہے تو جس طرح اعیان کا رہن صحیح ہے اسی طرح اعیان کی کفالت بھی درست ہے۔ (احسن الهدیہ: ج/۱۴/ص/۱۸۸)

ہدایہ ج/۴/ص/۵۲۱

سوال: وَإِذَا طَلَبَ الْمُرْتَهِنُ دَيْنَهُ يُؤْمَرُ بِإِحْضَارِ الرَّهْنِ، لِأَنَّ قَبْضَ الرَّهْنِ قَبْضُ إِسْتِيْفَاءٍ فَلَايَجُوْزُ أَنْ يَّقْبِضَ مَالَهُ مَعَ قِيَامِ يَدِ الإِسْتِيْفَاءِ لِأَنَّهُ يَتَكَرَّرُ الإِسْتِيْفَاءُ عَلٰى إِعْتِبَارِ الْهَلَاكِ فِيْ يَدِ الْمُرْتَهِنِ وَهُوَ مُحْتَمِلٌ، وَإِذَا أَحْضَرَهُ أُمِرَ الرَّاهِنُ بِتَسْلِيْمِ الدَّيْنِ أَوَّلًا لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهُ كَمَا تَعَيَّنَ حَقُّ الرَّاهِنِ تَحْقِيْقًا لِلتَّسْوِيَةِ.

ترجمہ: جب مرتہن نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا تو اسے رہن حاضر کرنے کا حکم دیا جائے گا، کیونکہ قبضۂ رہن قبضۂ وصولیابی ہوتا ہے، لہذا ید استیفاء کے باقی رہتے ہوئے مرتہن کے لئے اپنے مال پر قبضہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وصول یابی مکرر ہو جائے گی مرتہن کے قبضہ میں ہلاکت کا اعتبار کرتے ہوئے اور ہلاکت محتمل ہے اور جب مرتہن رہن کو حاضر کردے تو پہلے راہن کو قرض سپرد کرنے کا حکم کیا جائے گا تاکہ مرتہن کا حق متعین ہو جائے جیسا کہ راہن کا حق متعین ہو گیا ہے برابری کو ثابت کرنے کے لئے۔

جزئیات: (۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) قبض استیفاء کی مراد اور قبض استیفاء اور قبضۂ امانت میں فرق واضح کریں (۳) مسئلہ کی مثال سے وضاحت کریں (۴) کمافی تسلیم المبیع الخ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی اچھی طرح وضاحت کریں (۵) راہن مرتہن اور شئی مرہون کو مثال سے واضح کریں۔

جواب: اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے کہ جب مرتہن راہن سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے اور راہن ادائیگی دین کیلئے تیار ہو جائے تو قاضی پہلے مرتہن سے شئی مرہون کے لانے اور حاضر کرنے کا مطالبہ کرے کیونکہ شئی مرہون پر مرتہن کا قبضہ استیفاء ہے اور اس کے قبضے میں مرہون کی ہلاکت کا احتمال بھی ہے اس لئے اگر احضار مرہون سے پہلے مرتہن کو اس کا حق یعنی قرض دیدیا جائے گا تو اس کے حق میں استیفاء مکرر ہو جائے گا۔

لہٰذا استیفاء کے حوالے سے راہن اور مرتہن میں مساوات ثابت کرنے کیلئے پہلے مرتہن کو احضار مرہون کا حکم دیا جائے گا اور جب وہ مرہون کو حاضر کردے گا تو اب راہن سے کہا جائے گا کہ مرتہن کا قرضہ اس کے حوالے کردو کیونکہ مرہون موجود اور متعین ہے اور تمہارا حق اس میں ثابت ہے لہٰذا مرتہن کا حق اس سے اسکے حوالے کرکے اپنا حق یعنی مرہون لے لو جیسے بائع اور مشتری میں بھی یہی صورت ہوتی ہے کہ پہلے بائع سے مبیع حاضر کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس کے بعد مشتری سے پہلے ثمن دلوایا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی احضار مرہون کے بعد پہلے راہن سے مرتہن کا قرضہ دلایا جائے گا۔

(احسن الہدایہ ج/۱۴ ص/۱۹۳)

(۲) قبض استیفاء سے مراد وہ قبضہ ہے جس کے ذریعے مرتہن مرہون پر قبضہ کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنا قرضہ بآسانی وصول کرتا ہے یعنی ملک ید اور ملک حبس ہے ، قبضہ استیفاء اور قبضہ امانت کا فرق۔

قبضہ استیفاء میں شیء کی ہلاکت پر ضمان واجب ہوتا ہے اور ہلاکت تعدی سے ہو یا بلا تعدی ہو بہر صورت ضمان واجب ہوگا اگر مرہون ہلاک ہو جائے تو اب مرتہن کا قرض ادا ہو گیا اسکو مطالبہ کا حق نہیں ہے قبضۂ امانت میں شئی کی ہلاکت اگر تعدی سے ہے تو ضمان واجب ہوتا ہے اگر بلا تعدی ہے تو ضمان نہیں واجب ہوتا ہے۔

الامانة اذا هلكت لم يضمنها ان كانت بلا تعدٍ وان كانت تعدى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضمان الامانات تضمن بالتعدی

(۳) **مثال:** منیر نے اخلد سے قرض لیا اور منیر پہلے اخلد کے پاس اپنا موبائل رھن رکھدیا اب اخلد اپنے قرض کا مطالبہ کرتا ہے تو اخلد کو پہلے موبائل حاضر کرنے کا حکم دیا جائے گا اس کے بعد میں منیر پہلے اخلد کا قرض ادا کرے گا اس کے بعد اخلد منیر کو اس کا موبائل واپس کردے گا تاکہ دونوں میں مساوات ہوجائے۔

(۴) **کما فی تسلیم المبیع الخ :**

بائع اور مشتری کی صورت میں بھی پہلے بائع سے مبیع حاضر کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس کے بعد مشتری سے پہلے ثمن دلوایا جائے گا اور بعد میں مبیع اس کے حوالے کی جائے گی ایسا ہی رھن میں بھی ہے تاکہ مساوات ہوجائے۔

(۵) **مثال:** طیب نے ریاض کے پاس اپنا موبائل رھن رکھ کر قرض لیا تو اس مثال میں طیب راھن ریاض مرتھن اور موبائل مرھون ہے۔

ہدایہ/ج/۴/ص/۵۲۲

سوال: وَلَوْ سَلَّطَ الرَّاهِنُ الْعَدْلَ عَلٰى بَيْعِ الْمَرْهُوْنِ فَبَاعَهُ بِنَقْدٍ أَوْ نَسِيْئَةٍ جَازَ لِإِطْلَاقِ الْأَمْرِ فَلَوْ طَالَبَ الْمُرْتَهِنُ بِالدَّيْنِ لَا يُكَلَّفُ الْمُرْتَهِنُ إِحْضَارَ الرَّهْنِ، لِأَنَّهُ لَا قُدْرَةَ لَهُ عَلَى الْإِحْضَارِ وَكَذَا إِذَا أَمَرَ الْمُرْتَهِنَ بِبَيْعِهِ فَبَاعَهُ وَلَمْ يَقْبِضِ الثَّمَنَ، لِأَنَّهُ صَارَ دَيْنًا بِالْبَيْعِ بِأَمْرِ الرَّاهِنِ فَصَارَ كَأَنَّ الرَّاهِنَ رَهَنَهُ وَهُوَ دَيْنٌ وَلَوْ قَبَضَهُ يُكَلَّفُ إِحْضَارَهُ لِقِيَامِ الْبَدَلِ مَقَامَ الْمُبْدَلِ إِلَّا أَنَّ الَّذِيْ يَتَوَلّٰى قَبْضَ الثَّمَنِ هُوَ الْمُرْتَهِنُ، لِأَنَّهُ هُوَ الْعَاقِدُ فَتَرْجِعُ الْحُقُوْقُ إِلَيْهِ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) مسئلہ کی مختلف صورتوں کو ان کی دلیل کے ساتھ الگ الگ واضح کریں (۳) پہلے مسئلہ میں مرتہن احضار رہن پر کیوں قادر نہیں ہے (۴) "الا ان الذی الخ" سے جس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں اس کی مع جواب تشریح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: (۱) اور اگر راہن نے کسی عادل شخص کو مرہون کی فروختگی پر مسلط کر دیا اور اس نے نقد یا ادھار بیچا تو جائز ہے کیونکہ امر مطلق ہے پھر اگر مرتہن نے دین کا مطالبہ کیا تو اسے احضار رہن کا مکلف نہیں بنایا جائے گا کیونکہ احضار پر اس کی قدرت ختم ہے اور ایسے ہی جب راہن نے مرتہن کو شئی مرہون کی فروختگی کا حکم دیا اور اس نے اسے فروخت کر دیا لیکن ثمن پر قبضہ نہیں کیا کیونکہ راہن کے حکم سے بیچنے کی وجہ سے مرہون دین ہو گیا اور یہ ایسا ہو گیا گویا کہ راہن نے اس حال میں اسے رہن رکھا کہ وہ دین تھا اور اگر مرتہن نے ثمن پر قبضہ کر لیا تو اسے احضار ثمن کا مکلف بنایا جائے گا کیونکہ بدل مبدل کے قائم مقام ہوتا ہے مگر مرتہن ہی ثمن پر قبضہ کرنے کا متولی ہوگا کیونکہ وہی عاقد ہے لہٰذا اسی کی طرف حقوق بیع عائد ہوں گے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۴ ص ۱۹۵)

جواب: (۲) مسئلہ کی پہلی صورت یہ ہے کہ اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق رائے سے کسی عادل شخص کو مرہون کی فروختگی کا وکیل بنا کر اس کے پاس مرہون کو رکھ دیا اور راہن نے اس شخص کو شیء مرہون کے بیچنے کا حکم دیدیا تو عادل آدمی کا اس کو نقد اور ادھار فروخت کرنا درست ہے اور مرتہن کو احضار رہن کا مکلف بنایا جائے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ راہن نے اس کو مطلق فروختگی کا حکم دیا ہے اسلئے کہ اس کا نقد اور ادھار دونوں طرح فروخت کرنا درست ہے اور مرتہن کو احضار رہن کا مکلف اس لئے نہیں بنایا جائے گا۔ کیونکہ بیع کہ بعد اب اس کے احضار کی قدرت اس کو نہیں ہے اس لئے اس کو مکلف نہیں بنایا جائے گا۔

مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو ہی مرہون کے فروخت کرنے کا حکم دیا کہ اس کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لے تو مرتہن نے اس کو فروخت کر دیا لیکن قیمت پر قبضہ نہیں کیا اور پھر راہن سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا تو اس صورت میں بھی اس کو احضار مرہون کا مکلف نہیں بنایا جائے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ فروختگی کے بعد مرہون عین نہیں رہا بلکہ دین ہو گیا اور اس کا دین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونا خود راھن کے حکم سے ہوا ہے اس لئے یہ ایسا ہو گیا گویا کہ مرھون کسی کا دین تھا اور راھن نے اسی حالت میں اس کو رھن رکھ دیا اور ظاہر یہ کہ مرھون دین ہو تو مطالبۂ دین کے وقت اس کا احضار ضروری نہیں ہوتا اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی جب مرتہن راھن سے اپنے دین کا مطالبہ کرے گا تو اس کو احضار مرھون کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا۔

مسئلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مرتہن نے مشتری مرھون سے ثمن وصول کرلیا ہو تو ثمن کی شکل میں احضار مرھون کا مکلّف بنایا جائے گا۔

دلیل: یہ ہے کہ ثمن مرھون کا بدل ہے بدل اور مبدل کا حکم ایک ہوتا ہے لہٰذا جس طرح اگر مرھون موجود ہوتا تو اس کا احضار مرتہن پر واجب ہوتا ایسے ہی مرھون کے بدل یعنی ثمن کا احضار بھی اس پر واجب ہے

(۳) پہلے مسئلے یعنی عادل شخص کو مرھون کے فروخت کرنے پر مسلط کرنے کی صورت میں مرتہن احضار رھن پر قادر اس لئے نہیں ہے کیونکہ عادل شخص کو اس کی بیع پر مسلط کر دیا ہے اور عادل شخص نے راھن کے حکم سے اس کی بیع کر دی ہے۔

تو اب مرتہن نہ تو رھن اس کے قبضے میں ہے اور نہ اس کا بدل یعنی ثمن اس کے قبضے میں ہے اسلئے اب مرتہن احضار رھن پر قادر نہیں ہے۔

(۴) ''الا ان الذی الخ'' سے اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب آپ نے قبضہ کرنے کی صورت میں رھن کو دین قرار دیا ہے تو دین پر قبضہ کرنے کا حق بھی راھن کو ہونا چاہئے نہ کہ مرتہن کو اور مرتہن کو قبضہ کرنے کا حق کیوں ہے۔

اشکال: وھو ان یقال لم یصر کان الراھن رھنه وھو دین اذالو کان کذلک لما کان للمرتھن ولایة القبض (حاشہ:۵/ص/۵۲۲)

جواب یہ ہے کہ مرتہن یہاں پر عاقد ہے اور حقوق عاقد ہی کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ مرتہن نے ہی شئ مرھون کو فروخت کیا ہے اب قبضہ بھی وہی کرے گا عاقد ہونے کی وجہ سے اس کو قبضہ کا حق حاصل ہوا ہے'' لانه ھو العاقد فترجع الحقوق الیه

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ولاية القبض له باعتبار انه عاقد" (حاشیہ:۵/ص/۵۲۲)

ہدایہ/ج/۴/ص/۵۲۵

سوال: وَلَايَجُوْزُ رَهْنُ الْمُشَاعِ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجُوْزُ، وَلَنَا فِيْهِ وَجْهَانِ أَحَدُهُمَا يَبْتَنِيْ عَلٰى حُكْمِ الرَّهْنِ فَإِنَّهُ عِنْدَنَا ثُبُوْتُ يَدِ الْإِسْتِيْفَاءِ وَهٰذَا لَايَتَصَوَّرُ فِيْمَا يَتَنَاوَلُهُ الْعَقْدُ وَهُوَ الْمُشَاعُ، وَعِنْدَهُ الْمُشَاعُ يَقْبَلُ مَاهُوَ الْحُكْمُ عِنْدَهُ وَهُوَ تَعْيِيْنُهُ لِلْبَيْعِ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) مشاع اور ید استیفاء سے کیا مراد ہے (۳) ہذا کا مشار الیہ متعین کریں (۴) رہن مشاع کے جواز اور عدم جواز میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں۔

ترجمہ: (۱) فرماتے ہیں کہ مشترک چیز کو رھن رکھنا جائز نہیں ہے امام شافعیؒ فرماتے ہے اور اس سلسلے میں ہماری دو دلیلیں ہیں (۱) ان میں سے پہلی رھن کے حکم پر مبنی ہے کیونکہ ہمارے یہاں رھن کا حکم قبضہ استیفاء کا ثبوت ہے اور یہ ایسی چیز میں متصور نہیں ہے جسے عقد شامل ہو اور وہ مشاع ہو اور امام شافعیؒ کے یہاں مشاع اس چیز کو قبول کرتا ہے جو ان کے یہاں رھن کا حکم ہے اور وہ اس کا بیع کے لئے متعین ہونا ہے۔

جواب: (۲) مشاع سے مراد ایسی چیز ہے جو مشترک ہو اب وہ تقسیم ہوسکتی ہو یا نہ ہوسکتی ہو بہر صورت وہ مشاع ہے ید استیفاء سے مراد وہ قبضہ ہے جس کے ذریعہ مرتہن مرھون پر قبضہ کرتا ہے اور اسکے ذریعہ اپنا قرض بآسانی وصول کرتا ہے اس کو ملک ید اور ملک حبس بھی کہتے ہیں

(۳) ہذا کا مشار الیہ "ثبوت ید الاستیفاء" ہے۔ (البنایہ ج/۱۲/ص/۹۳)

(۴) **اختلاف الائمہ** : احناف کا مذھب یہ ہے کہ مشاع اور مشترک چیز کا رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

دلیل احناف : یہ رھن کے حکم پر مبنی ہے کیونکہ ہمارے یہاں رھن کا حکم قبضہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استیفاء کا ثبوت ہے اور قبضہ استیفاء کا ثبوت ایسی چیز میں متصور نہیں ہے جسے عقد شامل ہو اور وہ مشاع ہو اس لئے قبضہ استیفاء کے ثبوت نہ ہونے کیوجہ سے اس کا رھن رکھنا درست نہیں ہے۔

احناف کی دوسری دلیل : یہ ہے کہ رھن کا موجب دائمی محبوس ہونا ہے کیونکہ رھن مقبوض ہو کر ہی مشروع ہوا ہے لہٰذا رھن کے مطابق اس کا دائمی طور پر مرتہن کے پاس محبوس ہونا شرط ہے اور حبس دائمی اسی وقت حاصل ہوگی جب رھن ایک آدمی کی ملکیت میں ہو اور اس میں کسی کا اشتراک نہ ہو اسی لئے ہم کہتے ہے کہ مشاع کا رھن جائز نہیں ہے

امام شافعی کا مذھب یہ ہے کہ مشاع اور مشترک چیز کا رھن رکھنا درست ہے۔

دلیل شافعی : یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک رھن کا جو حکم ہے مشاع اس کو قبول کرتا ہے اور وہ حکم اس کا یعنی مرھون کا بیع کے قابل ہونا ہے اور مشاع کی بیع جائز ہے تو اس کا رھن رکھنا بھی جائز ہوگا۔

لان موجب الرهن استحقاق المبيع الرهن والمشاع يجوز بيعه فيجوز رهنه (حاشیہ:۳/ص/۵۲۵)

ہدایہ/ج/۴/ص/۵۲۷

سوال: وَالرَّهْنُ بِالدَّرْكِ بَاطِلٌ وَالْكِفَالَةُ بِالدَّرْكِ جَائِزَةٌ، وَالْفَرْقُ أَنَّ الرَّهْنَ لِلْاِسْتِيْفَاءِ قَبْلَ الْوُجُوْبِ، وَإِضَافَةُ التَّمْلِيْكِ إِلىٰ زَمَانٍ فِيْ الْمُسْتَقْبَلِ لَاتَجُوْزُ، أَمَّا الْكِفَالَةُ فَلِإِلْتِزَامِ الْمُطَالَبَةِ، وَإِلْتِزَامُ الْأَفْعَالِ يَصِحُّ مُضَافًا إِلىٰ الْمَالِ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) درک کی تعریف کریں (۳) رھن بالدرک اور کفالت بالدرک کو مثال سے سمجھائے (۴) پھر دونوں کی دلیلوں کو واضح کریں (۵) رھن بالدرک اور کفالہ بالدرک کا فرق واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: (۱) رھن بالدرک باطل ہے اور کفالہ بالدرک جائز ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ رھن وصولیابی کے لئے ہوتا ہے اور وجوب سے پہلے وصولیابی نہیں ہوتی اور زمان کی طرف تملیک کی اضافت جائز نہیں ہے رہا کفالہ تو وہ مطالبہ کے التزام کے لئے ہوتا ہے اور مآل کی طرف اضافت کرتے ہوئے افعال کا التزام صحیح ہے۔

جواب: (۲) درک کی تعریف مبیع کے استحقاق کے وقت ثمن کا ضامن ہو جانا یہ درک کہلاتا ہے "الدرک یراد بہ ضمان الثمن عند استحقاق المبیع" (البنایہ رج/۱۲/ص/۵۰۱)

(۳) رھن بالدرک کی مثال:

اخلد نے منیر کو ایک مکان فروخت کیا اور اخلد نے مکان منیر کے سپرد بھی کر دیا اب منیر کو خوف ہوا کہ اس مکان کا کوئی مستحق نہ نکل جائے تو اس نے بائع کے ثمن کو بطور رھن اپنے پاس رکھ لیا تو یہ رھن بالدرک ہے

صورتہ ان یبیع شیئا ویسلمہ الی المشتری فیخاف المشتری ان یستحقہ احد فیاخذ من البائع رھنا بالثمن۔

کفالہ بالدرک کی مثال:

منیر نے اخلد سے کوئی سامان خریدا لیکن معاملہ مکمل ہونے سے قبل منیر کو تردد ہوا کہ کہیں مجھ کو نقصان نہ ہو جائے اسی تردد میں تھا کہ ریاض آیا اور اس نے منیر سے کہا کہ آپ بے فکر ہو کر سودا کیجئے اگر کوئی نقصان ہوا تو میں ضامن ہوں اس کو کفالہ بالدرک کہتے ہیں۔

(۴) **دلیل:** رھن بالدرک کے عدم جواز کی یہ ہے کہ رھن دین کی وصولیابی کے لئے ہوتا ہے اور وجوب سے پہلے کسی چیز کی وصول یابی ممکن نہیں ہے اور جب معاملہ درک کا ہے تو چونکہ درک کی وجہ سے بائع پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی ہے اس لئے مشتری کے لئے کسی بھی چیز کی وصول یابی ممکن نہیں ہوگی اور اس درک کے آئندہ مکمل ہونے کے احتمال سے بھی رھن بالدرک کو جائز نہیں قرار دے سکتے کیونکہ تملیک کو زمان استقبال کی طرف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منسوب کرنا درست نہیں ہے اس لئے اس حوالے سے بھی رھن بالدرک جائز نہیں ہے۔

دلیل : کفالہ بالدرک کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ کا مقصد التزام مطالبہ ہے اور افعال کا التزام مآل کی طرف منسوب کر کے درست ہے اس لئے کفالہ بالدرک بھی جائز ہے۔

(۵) رہن وصولیابی کے لئے ہوتا ہے اور زمان کی طرف تملیک کی اضافت جائز نہیں ہے کفالہ یہ مطالبہ کے التزام کے لئے ہوتا ہے اور مآل کی طرف اضافت کرتے ہوئے افعال کا التزام صحیح ہے۔

ہدایہ ج۴ ص ۵۴۳

سوال: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلٰی اَنْ يَّرْهَنَهُ الْمُشْتَرِیْ شَيْئًا بِعَيْنِهٖ جَازَ إِسْتِحْسَانًا، وَالْقِيَاسُ أَنْ لَايَجُوْزَ، وَعَلٰی هٰذَالْقِيَاسِ وَالإِسْتِحْسَانِ إِذَا بَاعَ شَيْئًا عَلٰی أَنْ يُّعْطِيَهٗ كَفِيْلًا مُعَيَّنًا حَاضِرًا فِي الْمَجْلِسِ فَقَبِلَ، وَجْهُ الْقِيَاسِ أَنَّهٗ صَفْقَةٌ وَفِيْهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِهِمَا وَمِثْلُهٗ يُفْسِدُ الْبَيْعَ، وَجْهُ الإِسْتِحْسَانِ أَنَّهٗ شَرْطٌ مُلَائِمٌ لِلْعَقْدِ، لِأَنَّ الْكَفَالَةَ وَالرَّهْنَ لِلإِسْتِيْثَاقِ وَأَنَّهٗ يُلَائِمُ الْوُجُوْبَ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) دونوں مسئلوں کی وضاحت کریں (۳) وجوہ قیاس واستحسان کی تشریح کریں۔

ترجمہ: (۱) اور جس نے اس شرط پر غلام کو فروخت کیا کہ مشتری اس کے پاس کوئی معین چیز رہن رکھے گا تو استحسانا یہ جائز ہے لیکن قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اور اسی قیاس اور استحسان پر یہ صورت ہے کہ جس کسی نے اس شرط پر کوئی چیز فروخت کی کہ مشتری بائع کو کوئی معین کفیل دے گا جو مجلس میں ہو اور وہ کفیل کفالت قبول کرے۔

دلیل : قیاس کی یہ ہے کہ یہ صفقہ در صفقہ ہے حالانکہ اس سے عاقدین میں سے کسی ایک کا نفع بھی ہے اور اس طرح کی شرط بیع کو فاسد کر دیتی ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ یہ شرط عقد بیع کے مناسب ہے کیونکہ کفالہ اور رہن مضبوطی کے لئے ہوتے ہیں اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استیثاق وجوب ثمن کے مناسب ہے۔

جواب: (۲) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے ہاتھ سے اس شرط پر اپنے غلام کو فروخت کرے کہ تمہارے پاس جو موبائل ہے وہ تم میرے پاس رہن رکھدو اور جب ثمن اداء کرنا تو اپنا موبائل واپس لے لینا یہ استحسان کے طور پر جائز ہے لیکن قیاس کے طور پر جائز نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی اس شرط کے ساتھ اپنا غلام فروخت کرے کہ مجلس عقد میں مشتری کا کوئی دوست موجود ہو اور مشتری اسے اداء ثمن کا کفیل بنادے اور وہ دوست کفیل بن کر اسے قبول کرلے تو یہ استحسان کے طور پر جائز ہے لیکن قیاس کے طور پر جائز نہیں ہے۔

(۳) **وجہ قیاس:** وجہ قیاس یہ ہے کہ یہ ایک عقد کے اندر دوسرا عقد کرنا ہے اور حالانکہ صفقہ درصفقہ سے منع کیا گیا ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔

وجہ قیاس: یہ ہے کہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور اس شرط سے بائع کا نفع ہے اس لئے بھی اس طرح کی شرط کیوجہ سے عقد فاسد ہوجاتا ہے۔

وجہ استحسان: یہ ہے کہ شرائط مقتضائے عقد کے خلاف نہیں ہیں بلکہ مقتضائے عقد کے مناسب ہیں کیونکہ غلام کی خریداری اور اس پر قبضہ کے بعد مشتری پر ثمن واجب ہوگا اور رہن اور کفالہ سے اسی وجوب کا استیثاق مقصود ہے اس لئے ان دونوں شرط کا لگانا درست ہے۔ (احسن الہدایہ ج۱۴ ص ۲۵۹)

ہدایہ: ج ۴ ص ۵۳۳

سوال: وَمَنْ اِشْتَرٰی ثَوْبًا بِدَرَاهِمَ فَقَالَ الْبَائِعُ أَمْسَكَ هٰذَا الثَّوْبَ حَتّٰی اُعْطِيَكَ الثَّمَنَ فَالثَّوْبُ رَهْنٌ، لِاَنَّهٗ اَتٰی بِمَا يُنْبِئُ عَنْ مَعْنَی الرَّهْنِ وَهُوَ الْحَبْسُ اِلٰی وَقْتِ الْاِعْطَاءِ وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُوْدِ لِلْمَعَانِيْ حَتّٰی كَانَتْ اَلْكَفَالَةُ بِشَرْطِ بَرَاءَةِ الْاَصْلِ حَوَالَةً، وَالْحَوَالَةُ فِيْ ضِدِّ ذٰلِكَ كَفَالَةً وَقَالَ زُفَرُ لَايَكُوْنُ رَهْنًا، وَمِثْلُهٗ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ، لِاَنَّ قَوْلَهٗ اَمْسِكْ يَحْتَمِلُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْإِيْدَاعَ، وَالثَّانِيْ أَقَلُّهُمَا فَيُقْضٰى بِثُبُوْتِهٖ، قُلْنَا لَمَّا مَدَّهٗ إِلَى الْإِعْطَاءِ عُلِمَ أَنَّ مُرَادَهُ الرَّهْنُ.

جــزئیــات: (۱) ترجمہ کریں (۲) مسئلہ کی وضاحت کریں (۳) ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل تحریر کریں۔

ترجمہ: (۱) فرمایا کہ جس شخص نے دراہم کے عوض کپڑا خریدا اور بائع سے کہا تم اس کپڑے کو رکھ لو یہاں تک کہ میں تمہیں ثمن دیدوں تو کپڑا رہن ہوگا کیونکہ مشتری نے ایسا جملہ اداء کیا ہے جو معنی رہن کی خبر دیتا ہے اور وہ ثمن دینے کے وقت تک کپڑے کو روکنا ہے اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے حتی کہ برائت اصل کی شرط کے ساتھ کفالہ حوالہ ہو جاتا ہے اور اس کی ضد میں حوالہ کفالت ہے۔

امام زفر فرماتے ہیں کہ وہ کپڑا رہن نہیں ہوگا اور امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے کیونکہ مشتری کا امسک کہنا رہن کا بھی احتمال رکھتا ہے اور ایداع کا بھی اور ایداع دونوں میں اخف ہے لہٰذا اسی کے ثبوت کا فیصلہ کیا جائے گا ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے امساک کو اعطاء تک دراز کیا تو معلوم ہو گیا کہ رہن ہی اس کی مراد ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۴ ص ۲۶۲)

جواب: (۲) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی سے کپڑا خریدا اور بائع کو ثمن نہیں دیا بلکہ یہ کہا کہ جب تک میں تمہارا ثمن نہ دیدوں اس وقت تک یہ کپڑا اپنے پاس رکھے رہو تو اب ہمارے یہاں وہ کپڑا رہن ہوگا جب کہ امام ابو یوسف کے یہاں امانت ہوگا۔

(۳) **اختلاف الائمہ:** امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں وہ کپڑا رہن ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ اگرچہ مشتری کے کلام سے بظاہر رہن کا تحقق نہیں ہو رہا ہے لیکن معنی کے اعتبار سے وہ رہن کی خبر دے رہا ہے بایں طور کہ مشتری نے "امسکہ حتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعطیک الثمن ''کہ کر ثمن دینے تک اس کپڑے کو روکے رکھنے کے لئے کہا ہے اور رہن میں بھی یہی ہوتا ہے کہ قرضہ دینے تک مرہون مرتہن کے پاس رہتا ہے اس لئے صورت مسئلہ میں مذکورہ کپڑا بائع کے پاس رہن ہوگا کیونکہ معناً اس میں رہن کے معنیٰ موجود ہیں اور عقود میں معانی ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں وہ کپڑا امانت ہوگا۔

دلیل: یہ ہے کہ مشتری کے قول ''امسک ھذا الثوب ''میں رہن کا بھی احتمال ہے اور ودیعت کا بھی احتمال ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جب اقوی کے اثبات کی قطعی اور ظاہری دلیل نہ ہو تو حکم کو اخف کی طرف پھیرا جاتا ہے اس لئے صورت مسئلہ میں ہم نے امسک کو ودیعت کی طرف پھیر دیا کیونکہ ودیعت رہن سے اخف ہے تو صورت مذکورہ میں وہ کپڑا امانت ہوگا۔ (احسن الہدایہ ج ۱۴ ص ۲۶۲)

ہدایہ: ج/۴/ص/۵۳۵

سوال: فَإِنْ أَقَامَ الرَّجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلٰى رَجُلٍ أَنَّهُ رَهَنَهُ عَبْدَهُ الَّذِي فِي يَدِهِ وَقَبَضَهُ فَهُوَ بَاطِلٌ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا أَثْبَتَ بَيِّنَتِهِ أَنَّهُ رَهَنَهُ كُلَّ الْعَبْدِ، وَلَا وَجْهَ إِلَى الْقَضَاءِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْكُلِّ، لِأَنَّ الْعَبْدَ الْوَاحِدَ يَسْتَحِيلُ أَنْ يَّكُوْنَ كُلُّهُ رَهْنًا لِهٰذَا وَكُلُّهُ رَهْنًا لِذَالِكَ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَا إِلَى الْقَضَاءِ بِكُلِّهِ لِوَاحِدٍ بِعَيْنِهِ لِعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ، وَلَا إِلَى الْقَضَاءِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالنِّصْفِ، لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الشُّيُوْعِ فَتَعَذَّرَ الْعَمَلُ بِهِمَا وَتَعَيَّنَ التَّهَاتُرُ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) تہاتر کا مفہوم بیان کریں (۳) صورت مسئلہ تحریر کریں (۴) دلیل میں ذکر کردہ ہر صورت کو مفصل تحریر کریں۔

ترجمہ: (۱) پھر اگر دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے کسی شخص کے خلاف اس بات پر بینہ قائم کر دیا کہ اس شخص کے قبضے میں جو غلام ہے اسے اس نے اُس مدعی کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پاس رہن رکھا تھا اور مدعی نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تھا تو یہ باطل ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے بینہ سے یہ ثابت کر دیا کہ راہن نے پورا غلام اس کے پاس رہن رکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے پورے غلام کا فیصلہ کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ ایک ہی غلام کا ایک حالت میں کلی طور پر اس ایک کے لئے بھی رہن ہونا اور اس کے لئے بھی رہن ہونا محال اور ان میں سے متعین طور پر کسی ایک کے لئے بھی پورے غلام کا فیصلہ کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ اولویت معدوم ہے اور نہ ہی ان میں سے ہر ایک کے لئے نصف نصف غلام کا فیصلہ کرنے کی کوئی صورت ہے کیونکہ یہ مفضی الی الشیوع ہے لہٰذا دونوں بینوں پر عمل متعذر ہو گیا اور تساقط متعین ہو گیا۔ (احسن الہدایہ ج ۱۴ ص ۲۶۹)

جواب: (۲) تہاتر ایسی شہادات جو ایک دوسرے کی تکذیب کریں۔ "التہاتر للشہادات التی یکذب بعضہا بعضا" (حاشیہ ص ۵۳۵)

(۳) صورت مسئلہ یہ ہے کہ اخلد اور منیر نے الگ الگ یہ دعویٰ کیا کہ صداقت کا جو غلام اس وقت اس کے قبضہ میں ہے اسے صداقت نے میرے پاس رہن رکھا تھا اور میں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تھا منیر کہتا ہے کہ صداقت نے میرے پاس وہ غلام رہن رکھا تھا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کر کے اسے مزید مؤکد اور مستحکم بھی کر دیا۔

(۴) (۱) ان دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک کے لئے پورے پورے غلام کا فیصلہ کیا جائے اور یہ صورت باطل ہے اس لئے کہ شیء واحد کا آنِ واحد میں الگ الگ آدمیوں کے لئے رہن ہونا محال ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک معین کے لئے غلام کا فیصلہ کر دیا جائے یہ صورت بھی باطل ہے کیونکہ اولویت اور تقدم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گا اور ترجیح بلا مرجح باطل ہے اس لئے یہ صورت بھی باطل ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے دعووں پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائے اور دونوں کی زبان رکھتے ہوئے ان دونوں کے لئے نصف نصف غلام کا فیصلہ کر دیا جائے لیکن یہ صورت بھی باطل ہے کیونکہ ایسا کرنے میں مرہون میں شیوع لازم آئے گا اور شیوع رہن کو باطل کر دیتا ہے۔

ہدایہ: ج ۴/ص ۵۳۶

سوال: وَإِنْ شَرَطَتْ فِيْ عَقْدِ الرَّهْنِ فَلَيْسَ لِلرَّاهِنِ أَنْ يَعْزِلَ الْوَكِيْلَ وَإِنْ عَزَلَهُ لَمْ يَنْعَزِلْ لِأَنَّهَا لَمَّا شُرِطَتْ فِيْ ضِمْنِ عَقْدِ الرَّهْنِ صَارَ وَصْفًا مِنْ أَوْصَافِهِ وَحَقًّا مِنْ حُقُوْقِهِ، أَلَاتَرىٰ أَنَّهُ لِزِيَادَةِ الْوَثِيْقَةِ فَيَلْزَمُ بِلُزُوْمِ أَصْلِهِ، وَلِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ وَفِيْ الْعَزْلِ إِتْوَآءُ حَقِّهِ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) مسئلہ کی وضاحت کریں (۳) شارح نے لزوم وکالت کی دو دلیلیں ذکر کی ہیں دونوں کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں (۴) اصلہ کا مصداق متعین کریں

ترجمہ: (۱) اور اگر وکالت عقد رہن میں شروط ہوتی تو راہن کو یہ حق نہیں ہے کہ وکیل کو معزول کر دے اور اگر راہن نے معزول کر دیا تو بھی وکیل معزول نہیں ہوگا کیونکہ جب عقد رہن کے ضمن میں وکالت مشروط ہوتی تو وہ رہن کے اوصاف میں سے ایک وصف اور اس کے حقوق میں سے ایک حق بن گئی۔

کیا دیکھتے نہیں کہ عقد وکالت مضبوطی کی زیادتی کے لئے ہوتا ہے اس لئے اپنی اصل (رہن) کے لازم ہونے سے وہ بھی لازم ہو جائے گا اور اس لئے کہ عقد وکالت کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو گیا ہے جبکہ اسے ختم کرنے میں اس کے حق کو ہلاک کرنا ہے۔

جواب: (۲) مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرتہن کسی کو وکیل بنانے کی شرط لگا دے اور راہن اس شرط کو منظور کر کے وکیل بنائے تو یہ وکالت لازم اور واجب ہوگی اور اب اگر راہن وکیل کو معزول کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) **دلیل اول**: یہ ہے کہ شرط کی وجہ سے مذکورہ وکالت رہن کے حقوق میں سے ایک حق اور اس کے اوصاف میں سے ایک وصف بن چکی ہے کیونکہ جس طرح رہن دین کی مظبوطی کے لئے ہوتا ہے اسی طرح وکالت اس مضبوطی کی مضبوطی اور پختگی کے لئے ہوتی ہے۔

دلیل ثانی: یہ ہے کہ وکالت سے مرتہن کا حق بھی متعلق ہوجاتا ہے اب ظاہر ہے کہ اگر راہن وکالت کو مسترد کرتا ہے تو اس میں مرتہن کے حق کا ابطال لازم آتا ہے اور دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر وکالت عقد رہن میں مشروط ہو تو وہ لازم اور واجب ہوجاتی ہے۔ (احسن الہدایہ ج۴ ص ۴۸۱)

(۴) اصلہ کا مصداق عقد رہن ہے فیلزم عقد الوکالۃ بلزوم اصل عقد رھن (البنایہ ج ۱۳ ص ۶)

ہدایہ ج ۴ ص ۵۳۷

سوال: وَإِذَا بَاعَ الْعَدْلُ الرَّهْنَ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الرَّهْنِ وَالثَّمَنُ قَائِمٌ مَقَامَهُ فَكَانَ رَهْنًا وَإِنْ لَمْ يَقْبِضْ بَعْدَ قِيَامِهِ مَقَامَ مَا كَانَ مَقْبُوْضًا، وَإِذَا تَوىٰ كَانَ مَالُ الْمُرْتَهِنِ لِبَقَاءِ عَقْدِ الرَّهْنِ فِي الثَّمَنِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْمَبِيْعِ الْمَرْهُوْنِ وَكَذَالِكَ إِذَا قُتِلَ الْعَبْدُ الرَّهْنُ وَغَرِمَ الْقَاتِلُ قِيْمَتَهُ لِأَنَّ الْمَالِكَ تَسْتَحِقُّهُ مِنْ حَيْثُ الْمَالِيَةِ، وَإِنْ كَانَ بَدَلَ الدَّمِ فَاَخَذَ ضَمَانُ حُكْمِ ضَمَانِ الْمَالِ فِيْ حَقِّ الْمُسْتَحِقِّ فَيَبْقَى عَقْدُ الرَّهْنِ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) دونوں مسئلوں کی وضاحت کریں (۳) پھر بتائیں کہ قاتل نے عبد مرہون مقتول کی جو قیمت ادا کی ہے وہ غلام کے خون کا ضمان ہے اور خون راہن کی ملک نہیں ہے تو اس کا ضمان بھی مملوک راہن نہیں ہوگا پھر اس کو رہن رکھنا کیسے صحیح ہوگا۔

ترجمہ: (۱) جب عادل نے مرہون کو فروخت کردیا تو وہ مرہون رہن ہونے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے خارج ہوگا اور ثمن اس کے قائم مقام ہوگیا لہٰذا ثمن رہن ہوگا اگر چہ ابھی تک ثمن پر قبضہ نہ ہوا ہو کیونکہ ثمن مقبوض (رہن) کے قائم مقام ہے اور جب ثمن ہلاک ہوا تو وہ مرتہن کا مال ہلاک ہوگا کیونکہ ثمن میں عقد رہن باقی ہے اس لئے کہ ثمن مبیع مرہون کے قائم مقام ہے اور ایسے ہی جب غلام مرہون کو قتل کر دیا جائے اور قاتل اس کی قیمت کا تاوان دے اس لئے کہ مالک مالیت کے اعتبار سے اس کا مستحق ہے اگر چہ خون کا بدل ہے لہٰذا یہ ضمان مستحق کے حق میں ضمان مال کا حکم لے لے گا لہٰذا عقد رہن باقی رہا۔

جــــواب: (۲) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عادل شخص نے مرہون کو فروخت کر دیا تو فروختگی کے بعد وہ رہن ہونے سے خارج ہوگیا مگر اس مرہوان کا عوض ثمن ہے اس۔ لیۓ ثمن اس کے قائم مقام ہو کر رہن شمار ہوگا اور اگر چہ ابھی تک ثمن عادل یا مرتہن کے قبضہ میں نہ آیا ہو مگر پھر بھی اسے فروخت شدہ مرہون کی جگہ رہن رکھیں گے اور مرہون والے قبضے کو اس کے حق میں بھی شمار کریں گے اسی لئے اب اگر ثمن ہلاک ہوتا ہے تو اس کی یہ ہلاکت مرتہن کے مال کی ہلاکت شمار ہوگی اور اس ہلاکت سے راہن دین سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرہون غلام تھا اور پھر اس کو کسی شخص نے قتل کر دیا جسکی وجہ سے قاتل پر بشکل ضمان قیمت واجب ہوئی تو اس قیمت کو غلام مقتول کی جگہ رہن شمار کیا جائے گا۔

(۳) غلام کی جان اور اس کے گوشت و پوست پر مولیٰ کی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ اس کی ملکیت غلام کی قیمت اور مالیت پر ہوتی ہے اور صورت مسئلہ میں قاتل پر غلام کی مالیت کا ضمان واجب ہوا ہے اور چونکہ مال کو رہن رکھنا صحیح ہے اس لئے صورت مسئلہ میں غلام مقتول کی قیمت کو بھی رہن رکھنا صحیح ہے۔ (احسن الہدایہ ج ۱۴ ص ۲۸۸)

ہدایہ: ج ۴ / ص / ۵۵۰

سوال: وَلَوْ رَهَنَ شَاةً قِيمَتُهَا عَشَرَةٌ بِعَشَرَةٍ فَمَاتَتْ فَدُبِغَ جِلْدُهُمَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَصَارَ يُسَاوِيْ دِرْهَمًا فَهُوَ رَهْنٌ بِدِرْهَمٍ، لِأَنَّ الرَّهْنَ يَتَقَرَّرُ بِالْهَلَاكِ فَإِذَا حَيِيَ بَعْضُ الْمَحَلِّ يَعُوْدُ حُكْمُهُ بِقَدْرِهِ بِخِلَافِ مَا إِذَا مَاتَتْ الشَّاةُ الْمَبِيْعَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَدُبِغَ جِلْدُهُمَا حَيْثُ لَا يَعُوْدُ الْبَيْعُ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَنْتَقِضُ بِالْهَلَاكِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْمُنْتَقِضُ لَا يَعُوْدُ.

جزئیات: (۱) ترجمہ کریں (۲) (تقرر رہن) اور بعض المحل کی مراد متعین کریں (۳) عبارت کا مطلب اس طرح بیان کیجئے کہ شاۃ مرہونہ اور شاۃ مبیعہ کا فرق واضح ہو جائے۔

ترجمہ: (۱) اور اگر کسی نے دس درہم کے عوض ایسی بکری رہن رکھی جسکی قیمت دس درہم ہو پھر وہ بکری مرگئی اور اس کی کھال کو دباغت دیا گیا تو وہ کھال ایک درہم کے برابر ہوگئی تو وہ ایک درہم کے عوض رہن ہے کیونکہ ہلاکت کیوجہ سے رہن پختہ ہو جاتا ہے لیکن جب مرہون کا کچھ حصہ موجود ہے تو اس کے بقدر رہن کا حکم عود کر آئے گا برخلاف اس صورت کے جب فروخت شدہ بکری قبضہ سے پہلے مرگئی ہو اور اس کی جلد کو دباغت دی گئی ہو تو بیع عود نہیں کرے گی کیونکہ قبضہ سے پہلے ہلاکت کیوجہ سے بیع ٹوٹ جاتی ہے اور ٹوٹی ہوئی چیز عود نہیں کرتی

جواب: (۲) تقرر رہن سے مراد یہ ہے کہ مرہون کی ہلاکت سے رہن مکمل ہو جاتا ہے اس لئے کہ مرتہن ہلاکت کیوجہ سے وصول کرنے والا ہو جاتا ہے اور وصول یابی کیوجہ سے عقد رہن مؤکد اور مکمل ہو جاتا ہے تقرر رہن سے مراد عقد رہن کا مکمل ہونا ہے۔

لان المرتهن يصير مستوفيا لهلاک وبالاستيفاء تأكد عقد الرهن
(البنايه ج ۱۳ ص ۵۱)

بعض المحل سے مراد یہ ہے کہ ہلاکت کے بعد اس کے کسی حصہ کی مالیت کا لوٹ آنا ہے جیسے بکری کی ہلاکت کے بعد اس کی کھال دباغت دے کر مالیت کی طرف لوٹ آتی ہے "بان عادت المالية بالدباغة"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دس درہم کسی سے قرض لیا اور اس کے پاس اپنی ایک بکری رہن رکھ دی جو دس درہم کی مالیت کی تھی اب وہ بکری مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی لیکن اس کی کھال نکال کر اسے دباغت دیدی گئی اور وہ کھال ایک درہم کی مالیت کے برابر نکلی تو حکم یہ ہے کہ مرتہن کے دین سے نو درہم ساقط ہو جائیں گے اور ایک درہم بچے گا جس کے عوض وہ کھال رہن رہے گی کیونکہ رہن کا حکم یہ ہے کہ مرہون کی ہلاکت سے اس میں پختگی آجاتی ہے یعنی رہن مکمل ہو جاتا ہے اور اگر مرتہن کا دین مرہون کی مالیت کے برابر ہو تو وہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن صورت مسئلہ میں چونکہ مرہون ایک عشر یعنی ایک درہم کی مالیت کے برابر ہے اس لئے مرتہن کا دین بھی اسی مقدار میں باقی رہے گا اور وہ ایک درہم کی کھال ایک درہم دین کے عوض رہن رہے گی برخلاف اس صورت کہ جبکہ فروخت شدہ بکری قبضہ سے پہلے مر جائے اور پھر اس کی کھال نکال کر دباغت دی جائے تو چاہے کھال مبیع کے برابر کی مالیت کی ہو لیکن پھر بھی بیع عود نہیں کرے گی اس لئے کہ فسخ شدہ چیز عود نہیں کرتی۔ (احسن الہدایہ ج ۱۴ ص ۳۶۱)

واللہ اعلم بالصواب

الحمد للہ آج بروز جمعہ مورخہ ۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۴ء مطابق ۸ فروری ۲۰۱۳ء بعد نماز فجر السعایہ لحل الہدایہ اختتام پذیر ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے ناچیز کی طالب علمانہ کاوش کو قبولیت عامہ سے نوازے مؤلف اور اس کے والدین و اساتذہ کرام کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔

یا رب صل وسلم دائمًا ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم (المعجم الکبیر: ۲/ ۱۳۵ برقم: ۱۵۷)

توفیق الٰہی قاسمی ابن ڈاکٹر محمد مستقیم صاحب ابن محمد یاسینؒ
ساکن پیر پورہ قصبہ منگلور ضلع ہریدوار اتراکھنڈ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع کی تعریف:

البیع مبادلة مال بمال علی سبیل التملیک عن تراض

بیع وہ عقد ہے جس میں عاقدین کی رضامندی سے مالک بنانے کے طور پر مال کا مال سے تبادلہ کیا جاتا ہے۔(لغة الفقهاء:۱۱۳)

بیع فاسد کی تعریف:

البیع الفاسد ما کان مشروعا باصله دون وصفه

بیع فاسد ایسا عقد ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے تو درست ہو لیکن وصف کے اعتبار سے درست نہ ہو جیسے بیع میں شرط فاسد لگانا ہے۔(لغة الفقهاء:۱۱۴)

بیع باطل کی تعریف:

البیع الباطل البیع الذی لا یکون صحیحا باصله

بیع باطل ایسا عقد ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے ہی درست نہ ہو جیسے خون کی بیع۔ (لغة الفقهاء:۱۱۳)

خیار کی تعریف:

الخیار طلب خیر الامرین

خیار دو کاموں سے بہتر اور اعلیٰ کام کو طلب کرنے کا نام ہے۔(لغة الفقهاء:۲۰۱)

خیارِ شرط کی تعریف:

خیار الشرط ان یشترط احد المتعاقدین أو کلاهما ان یکون له حق فسخ العقد الی مدة معینة

خیارِ شرط وہ خیار ہے جس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کو وقت متعینہ تک بیع کی فسخ کا حق رہتا ہے۔(لغة الفقهاء:۲۰۲)

خیارِ رؤیت کی تعریف:

خیار الرویة وهو ان یشتری شیئا لم یره فاذا رآه کان بالخیار ان شاء امضی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

البیع وان شاء فسخه

خیارِ رویت وہ خیار ہے جس میں مشتری کو بغیر دیکھے خریدی ہوئی چیز کو دیکھنے کے بعد اس چیز مس ی بیع کو نافذ کرنے اور فسخ کرنے کا حق رہتا ہے۔ (لغۃ الفقہاء: ۲۰۲)

خیارِ مجلس کی تعریف

خیار المجلس و ذلک بان یکون لکل من المتعاقدین حق فسخ العقد ما دامافی مجلس العقد لم یتفرقاعنه بابدانهما.

خیارِ مجلس وہ ایسا خیار ہے جس میں متعاقدین کو مجلس کے قائم رہنے تک عقد کو فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے۔ (لغۃ الفقہاء، ۲۰۱)

بیع بالرقم کی تعریف

البیع بالرقم بیع السلعة بالرقم الذی علیها من غیر ان یعلم المشتری بمقداره

بیع بالرقم وہ ایسی بیع ہے جس میں سامان کی مقدار جانے بغیر محض اس سامان پر تحریر شدہ قیمت سے خرید فروخت ہوتی ہو۔ (لغۃ الفقہاء، ۱۱۳)

بیع الرجل علی بیع اخیه کی تعریف

بیع الرجل علی بیع اخیه اقدام الرجل علی شراء سلعة یساوم علیها اخر او فی مدة الخیار

بیع الرجل علی بیع اخیہ یہ ہے کہ انسان ایسے سامان کی خریداری کی کوشش کرے جس کا بھاؤ ہو چکا ہو۔ (لغۃ الفقہاء، ۱۱۳)

مرابحہ کی تعریف

المرابحة بیع السلعة بما اشتراها به مع زیادة ربح معلوم۔

مرابحہ وہ بیع ہے جس میں خریدے ہوئے سامان کو اسکی حقیقی قیمت پر متعینہ نفع پر فروخت کیا جاتا ہو۔ (لغۃ الفقہاء، ۴۲۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تولیہ کی تعریف

التولیۃ ھی بیع المشتری بثمنہ بلا فضل

تولیہ وہ بیع ہے جس میں مشتری اپنے خریدے ہوئے ثمن پر بغیر نفع لے مبیع کو فروخت کردے۔ (کتاب التعریفات/ ۶۸)

اقالہ کی تعریف

الاقالۃ فسخ البیع أو العقد برضا المتعاقدین

اقالہ وہ عقد ہے جس میں عاقدین کی رضامندی سے بیع یا عقد کو فسخ کردیا جائے۔ (لغۃ الفقہاء/ ۸۱)

بیع سلم کی تعریف

بیع السلعۃ الاٰجلۃ الموصوفۃ بثمن عاجل۔

نقد ثمن کے عوض بیع کو ایک مدت کے بعد حوالہ کرنا۔ (لغۃ الفقہاء/ ۱۱۴)

بیع الحاضر للبادی کی تعریف

بیع الحاضر للبادی ان یقول الحضری للبدوی اترک سلعتک عندی لابیعھا لک بسعر اغلی۔

بیع الحاضر للبادی یہ ہے کہ شہری شخص دیہاتی کہے کہ تم اپنا سامان میرے پاس رکھ دو تاکہ میں اسکو تمہارے لئے مہنگی قیمت پر فروخت کردوں۔ (لغۃ الفقہاء/ ۱۱۳)

بیع الحصاۃ کی تعریف

ان یقول البائع للمشتری ابیعک من السلع ماتقع علیہ الحصاۃ بمبلغ کذا

بیع الحصاۃ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ ایک متعینہ رقم کے عوض اس سامان میں سے جس پر تم نے کنکری ڈال دی وہ تمہارا ہے۔ (لغۃ الفقہاء/ ۱۱۳)

بیع الملامسہ کی تعریف

ان یشرط البائع ان لمست السلعۃ فقد وجب البیع۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع الملامسہ یہ ہے کہ بائع یہ شرط لگا دے کہ مشتری نے جس سامان کو چھولیا اس میں بیع تمام ہو جائے گی۔ (لغۃ الفقہاء، ۱۱۴)

بیع المنابذہ کی تعریف

ان یشرط البائع ان ما نبذته لک من السلع فهو لک بالثمن۔

بیع المنابذہ یہ ہے کہ بائع یہ شرط لگا دے کہ میں جو سامان تمہارے پاس بھیجوں یا تمہاری طرف پھیکوں اس سامان میں بیع تمام ہو جائے گی۔ (لغۃ الفقہاء، ۱۱۴)

بیع النجش کی تعریف

ان یزید فی ثمن السلعة ولا یرید الشراء لتغریر غیرہ۔

بیع نجش مشتری کو دھوکہ دینے کے لئے کسی ایسے شخص کا ثمن میں اضافہ کرنا جو خرید نے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ (لغۃ الفقہاء، ۱۱۴)

بیع المزایدہ کی تعریف

طرح السلعة للبیع علی ان یکون البیع لمن یدفع السعر الاغلی۔

بیع المزایدہ یہ ہے کہ مبیع کو بیع کے لئے اس شرط پر پیش کرنا کہ جو زیادہ قیمت دے گا بیع اسکی ہوگی۔ (لغۃ الفقہاء، ۱۱۴)

بیع الطعاطی کی تعریف

ان یناول المشتری الثمن للبائع فینا و له البائع السلعة دون ایجاب ولا قبول۔

بیع الطعاطی یہ ہے کہ مشتری بلا ایجاب وقبول ثمن ادا کرے اور بائع مبیع حوالہ کردے۔ (لغۃ الفقہاء ۱۱۴)

بیع المقایض کی تعریف

ان تباع السلعة بسلعة اخری لا بنقد۔

بیع المقایض سامان کو سامان کے عوض فروخت کرنا۔ (لغۃ الفقہاء ۱۱۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع عربون کی تعریف

ان یدفع للبائع جزأمن الثمن علی انه ان اخذ السلعة کان ما دفعه جزأ من الثمن وان عدل عن الشراء ما دفعه للبائع۔

بیع عربون یہ ہے کہ مشتری کا بائع کو ثمن کا ایک حصہ اس شرط پر دیدینا کہ اگر میں نے اس سامان کو خریدا تو یہ رقم ثمن کا حصہ ہوگی اور نہ خریدنے کی صورت میں یہ رقم بائع کو رکھنے کا حق ہوگا۔ (لغۃ الفقہاء:۱۱۴)

بیع حبل الحبلہ کی تعریف

بیع ولد الحمد الذی فی بطن الحیوان۔

ایسے جنین کی بیع کرنا جو ابھی بطن حیوان میں ہے۔ (لغۃ الفقہاء ۱۱۳)

بیع الوفاء کی تعریف

ان یبیع السلعة للمشتری بالذی له علیه من الدین علی انه متی تضاه الدین عادت الیه السلعة۔

بیع الوفاء بائع ایسے مشتری کو سامان فروخت کرے جس کا بائع پر قرض ہو اور اس شرط پر فروخت کرنا کہ جب میں قرض ادا کردوں گا تو یہ سامان تم مجھ کو واپس کردو گے۔

(لغۃ الفقہاء:۱۱۴)

بیع صرف کی تعریف

بیع النقد بالنقد بیع صرف ایک نقدی کو دوسری نقدی کے عوض فروخت کرنا مثلاً سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کرنا۔ (لغۃ الفقہاء:۱۱۴)

ربا کی تعریف (سود)

هو فضل خال عن العوض المشروط لاحد المتعاقدین فی البیع۔

ربا ایسی زیادتی ہے جو بلاعوض ہو اور اس زیادتی کی متعاقدین میں سے کسی ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے شرط بھی لگائی ہو۔

کفالہ کی تعریف

الکفالۃ ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ

کفالہ نام ہے ایک شخص سے مطالبہ کی ذمہ داری کو دوسرے شخص کا قبول کر لینا۔

حوالہ کی تعریف

الحوالۃ فی اصطلاح الفقہاء تحویل الدین من ذمۃ الاصیل الی ذمۃ المحتال علیہ علی سبیل التوثیق

حوالہ فقہاء کرام کے نزدیک قرض کا اصیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ میں منتقل ہو جانا ہے۔ (البنایہ ۸/۴۸۵)

رھن کی تعریف

الرھن فی الشریعۃ جعل الشیء محبوسا بحق یمکن استیفائہ من الرھن۔

رھن کسی چیز کو اپنے حق کے وصول کرنے کیلئے اپنے پاس رکھ لینا ہے جس سے حق کا وصول ہونا آسان ہو جائے۔ (ھدایہ ۴/۵۲۳)

اعارہ کی تعریف

تملیک المنافع بغیر عوض علی ان ترد العین۔

اعارہ ایسا عقد ہے جس میں بلا عوض کسی چیز کے منافع کا اس شرط کے ساتھ مالک بنا دینا کہ عین شئی کو اصل مالک کو لوٹا دیا جائے۔ (لغۃ الفقہاء ۷۴)

اجارہ کی تعریف

الاجارۃ تملیک المنافع بعوض۔

اجارہ وہ عقد ہے جس عوض کے ساتھ کسی چیز کے منافع کا مالک بنا دیا جائے۔ (لغۃ الفقہاء ۴۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حیلہ کی تعریف

الحیلة وھی مایتوصل بہ الی مقصود بطریق خفی مباح۔
حیلہ وہ تدبیر ہے جس سے مقصود کو پوشیدہ اور مباح طریقے سے حاصل کیا جائے۔
(الموسوعة الفقهية ۱۸/ ۳۲۸)

شفعہ کی تعریف

تملک المنفعة بما قام علی المشتری بالشرکة أو الجوار۔
مشتری کا ایسی منفعت کا مالک ہونا جو اس کو شرکت یا پڑوس کی بناء پر حاصل ہوتا ہو۔ (البنایہ ۱۱/ ۴۷۲)

قسمت کی تعریف

"القسمة فی الشریعة جمیع النصیب الشائع فی مکان" قسمت ایک مکان کے تمام مشترکہ حصوں کو الگ الگ کر دینا۔ (البنایہ ۱۱/ ۳۹۸)

مہایاۃ کی تعریف

المهایاة فی عرف الفقهاء ھی قسم المنافع۔
فقہاء کرام کے نزدیک نوبت بہ نوبت منافع حاصل کرنے کا نام مہایاۃ ہے۔ (البنایہ ۱۱/ ۴۶۲)

مزارعت کی تعریف

المزارعة ھی عقد علی الزراعة ببعض مایخرج من الأرض۔
مزارعت وہ عقد ہے جس میں زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار کے کسی حصہ پر عقد کیا جائے۔ (البنایہ ۱۱/ ۴۷۵)

مساقات کی تعریف

ھی معاقدة دفع الاشجار الی من یقوم باصلاحها علی ان یکون لهم سهم معلوم من ثمرها۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مساقات وہ ایسا عقد ہے جس میں درختوں کو ایسے شخص کو دے دیا جائے جو ان کی دیکھ بھال کرے اور اس شخص کیلئے درختوں کے پھلوں کا ایک حصہ متعین کر دیا جائے۔

(البنایہ ۱۱/۵۰۹)

اضحیہ کی تعریف

الا ضحية فى الشريعة عبارة عن ذبح حيوان مخصوص فى وقت مخصوص۔

اضحیہ ایام اضحیہ میں مخصوص جانوروں کے ذبح کرنے کا نام ہے۔ (البنایہ ۱۲/۳)

کراھت کی تعریف

مايكون تركه اولى من تحصيله۔

مکروہ وہ ہے جس کا نہ کرنا اس کے کرنے سے افضل ہو۔ (البنایہ ۱۲/ ۶۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شرح النظائر شرح اردو الاشباہ والنظائر کی خصوصیات

(۱) عبارت کی صحت کے ساتھ ساتھ اعراب کا التزام
(۲) تحت اللفظ اور محاوری دونوں طرح کے ترجمے کا اہتمام
(۳) آسان اسلوب میں تشریح، اور غیر ضروری بحثوں سے اجتناب
(۴) خوبصورت ٹائٹل اور عمدہ طباعت کے زیور سے آراستہ

عمدۃ الایضاح شرح نور الایضاح کی خصوصیات

(۱) عبارت کی صحت کے ساتھ اعراب کا مکمل اہتمام
(۲) نفس مسئلہ کے افہام کے لیے تحت اللفظ اور محاوری ترجمے کا مکمل اہتمام
(۳) مبتدی طلبہ کی رعایت میں ہر ہر جز کی مستقل تشریح کا اہتمام
(۴) خوبصورت ٹائٹل اور عمدہ کاغذ پر طباعت
(۵) امکانی حد تک تصحیح کا اہتمام

شارح

حضرت مولانا مفتی محمد معصوم صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مدیر جامعۃ المؤمنین قصبہ منگلور ہریدوار

Noor Graphics

MAKTABA-TUL-ARIF
Deoband - 247554

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551